نکولائی استروفسکی

# دار و رسن کی آزمائش

جلد دوم



نکولائی استروفسکی

# دار و رسن کی آزمائش

## ناول

جلد دوم

''رادوگا'' اشاعت گھر

ماسکو

# پہلا باب

آدھی رات کا وقت ہے۔ کافی عرصہ ہوا آخری ٹرام اپنی شکستہ لاش کو گھسیٹ کر ڈپو میں پہنچا آئی ہے۔ چاند کی سکون‌بخش روشنی کھڑکی کی چوکھٹ پر پڑ رہی ہے۔ اور بستر پر چاندنی کی شفاف چادر بچھی ہوئی ہے۔ باقی کمرہ نیم‌تاریکی کی آغوش میں ہے۔ کمرے کے ایک کونے میں رکھی ہوئی میز کے قریب ریتا ایک موٹی سی نوٹ‌بک پر جھکی بیٹھی ہے۔ وہ اپنی ڈائری لکھ رہی ہے۔ میز پر رکھے ہوئے لیمپ سے اس کی ڈائری پر روشنی کا ایک حلقہ پڑ رہا ہے۔ اس کی نکیلی پنسل کاغذ پر یہ الفاظ تحریر کر رہی ہے:

"۲۴ مئی

میں اپنے تاثرات درج کرنے کی ایک بار پھر کوشش کررہی ہوں۔ اب پھر اتنا لمبا وقفہ ہو گیا۔ چھ ہفتے سے میں نے اپنی ڈائری میں کچھ بھی درج نہیں کیا ہے۔ لیکن میں بالکل مجبور تھی۔

میرے پاس ڈائری بھرنے کا وقت ہی کہاں ہے؟

**Н. Островский**

КАК ЗАКАЛЯЛАСЬ СТАЛЬ

Роман

Книга вторая

*На языке урду*

**N. Ostrovsky**

HOW THE STEEL WAS TEMPERED

Novel

Book Two

*in Urdu*

دوسرا ایڈیشن — ۱۹۸۲ء

سوویت یونین میں شائع شدہ

О $\frac{70302-012}{031(01)-82}$ 730—82 4702010200

لازار الیکساندرووچ نے اپنے شاگرد کو میرے سپرد کر دیا ہے۔ انہوں نے مجھ سے کہا:
''جس کام کو میں نے شروع کیا اسے تمہیں پورا کرنا ہوگا۔ دیکھو، کام ادھورا نہ چھوڑ دینا۔ ریتا، تم اور وہ ایک دوسرے سے بہت سی باتیں سیکھ سکتے ہیں۔ اس لڑکے کی زندگی میں ابھی ذرا بےنظمی ہے۔ اس کی طبیعت میں کچھ تلون ہے اور اس بات کا خطرہ ہے کہ وہ اپنے جذبات کی رو میں بہہ جائے۔ میرا خیال ہے کہ اس کی رہنمائی کے لئے تم بہت مناسب رہوگی۔ ریتا، میں تہ دل سے تمہاری کامیابی کا خواہاں ہوں۔ مجھے ماسکو کے پتے پر خط لکھنا نہ بھولنا۔''
آج مرکزی کمیٹی نے سولومینکا کی ضلع کمیٹی کے لئے ایک نیا سکرٹری بھیجا۔ اس کا نام ژارکی ہے۔ میں اسے اس وقت سے جانتی ہوں جب وہ فوج میں تھا۔
کل دمیتری دوباوا کورچاگن کو لائےگا۔ میں ذرا دوباوا کا حلیہ بیان کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔ درمیانہ قد اور مضبوط اور گٹھیلا جسم۔ ۱۹۱۸ء میں کمسومول میں بھرتی ہوا اور ۱۹۲۰ء سے پارٹی کا ممبر ہے۔ ''مزدور حزب مخالف'' نامی جماعت کا ممبر ہونے کے جرم میں جو تین افراد کمسومول کی صوبائی کمیٹی سے نکالے گئے تھے ان میں ایک وہ بھی تھا۔ اسے پڑھانا کچھ آسان کام نہیں رہا ہے۔ بےشمار سوالات پوچھ پوچھ کر وہ ہر روز ہمارے پروگرام کو گڑبڑ کر دیتا تھا اور ہمیں ہمیشہ موضوع سے ہٹا کر بحث کا رخ

آدھی رات گذر چکی ھے اور میں ابھی تک بیٹھی لکھ رھی ھوں۔ نیند میری آنکھوں کے ساتھ بےوفائی کر رھی ھے۔ کامریڈ سیگل ھم لوگوں کو چھوڑکر جا رھے ھیں۔ وہ اب مرکزی کمیٹی میں کام کریں گے۔ اس خبر سے ھم سب لوگ بہت پریشان ھیں۔ بہت ھی لاجواب آدمی ھیں ھمارے لازار الیکساندرووچ! مجھے اب تک اس بات کا احساس نہیں تھا کہ ان کی دوستی ھم لوگوں کےلئے کتنی زیادہ اھمیت رکھتی تھی۔ ان کے چلے جانے کے بعد جدلیاتی مادیت کی تعلیم کا کام یقیناً درھم برھم ھو جائےگا۔ کل ھم لوگ رات کے پچھلے پہر تک ان کے ھاں رھے اور اس بات کا اندازہ لگاتے رھے کہ ھمارے ''شاگردوں،، نے کتنی ترقی کی ھے۔ اس صوبے کی کمسومول کمیٹی کا سکرٹری آکم آیا تھا۔ اور وہ ناقابل برداشت تفتہ بھی۔ مجھے تو اس ھمہ‌دان کی صورت سے نفرت ھے۔ سمجھتا ھے کہ دنیا کی کوئی چیز ایسی ھے ھی نہیں جس کے بارے میں اسے علم نہ ھو۔ سیگل اس بات پر بہت خوش ھوئے کہ پارٹی کی تاریخ سے متعلق کسی سوال پر بحث کے دوران میں ان کے شاگرد کورچاگن نے تفتہ کو بری طرح رگڑا۔ ان دو مہینوں کی محنت بہرحال ضائع نہیں ھوئی ھے۔ ایسی شاندار کامیابیاں دیکھ‌کر کوئی محنت کرنے میں بددلی یا بخل نہیں کر سکتا۔ افواہ ھے کہ ژوخرائی کو بدل‌کر فوجی خطے کے اسپیشل ڈیپارٹمنٹ میں بھیجا جا رھا ھے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر کیوں۔

پاویل اس سے تقریباً تین گز کے فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔ ریتا نے اسے نہیں دیکھا، اور وہ ایک نئی دریافت‌شدہ دلچسپی کے ساتھ اس کا جائزہ لیتا رہا۔ وہ دھاری‌دار بلاؤز اور کسی سستے سے کپڑے کا نیلے رنگ کا اونچا سا سایہ پہنے ہوئے تھی۔ اس کے کندھے پر نرم چمڑے کی ایک جیکٹ لٹکی ہوئی تھی۔ اس کے دھوپ سے سنولائے ہوئے چہرے کے گرد الجھے ہوئے خودسر بالوں کا ایک حلقه تھا۔ وہ اپنا سر کچھ پیچھے کی طرف کئے کھڑی تھی، اور سورج کی چمک سے اس کی آنکھیں بھنچی ہوئی تھیں۔ اسے اس طرح وہاں کھڑے دیکھ‌کر کورچاگن کو پہلی بار اس بات کا احساس ہوا که اس کی دوست اور استاد ریتا کمسومول کی صوبائی کمیٹی کے بیورو کی محض ایک رکن نہیں ہے بلکه... اپنے ذہن میں اس قسم کے "گناہ آلودہ" خیالات کو جگه دینے پر کھسیاکر اس نے ریتا کو پکارا:

"میں گھنٹے بھر سے تمہیں تک رہا ہوں اور تم ہو که دیکھتی ہی نہیں،" اس نے ہنس کر کہا۔ "آؤ چلو، ہماری گاڑی آ گئی۔"

وہ دونوں اس دروازے کی طرف چل دئے جس سے ہوکر ریلوے کے سلازمین پلیٹ‌فارم پر جاتے تھے۔

اس سے ایک دن قبل صوبائی کمیٹی نے کمسومول کی ایک ضلع کانفرنس میں شرکت کرنے کےلئے ریتا کو اپنا نمائندہ مقرر کیا تھا اور کورچاگن کو اس کے ساتھ اس کے نائب کی حیثیت سے جانا تھا۔

دوسری طرف موڑ دیتا تھا۔ میری ایک دوسری شاگرد اولگا یورینیوا کی اس سے بالکل نہیں بنتی تھی۔ پہلی ھی ملاقات میں اس نے اولگا کو سر سے پاؤں تک دیکھ کر کہا تھا:

''خاتون من، آپ کا حلیہ سرے سے بالکل غلط ھے۔ آپ کو تو پیچھے کی طرف چمڑا لگی ھوئی پتلون، سہمیزوالے فوجی بوٹ، بودیونی کے گھڑسواروں والی ٹوپی اور تیغ سے لیس ھونا چاھئے۔ اس حلیے میں تو آپ نہ تیتر معلوم ھوتی ھیں نہ بٹیر۔''

ظاھر ھے، یہ بات اولگا کے لئے قطعی ناقابل برداشت تھی۔ اس لئے مجھے بیچ بچاؤ کرنا پڑا۔ دوباوا میرے خیال میں کورچاگن کا دوست ھے۔ بس آج رات کےلئے بہت کافی ھو گیا ھے۔ اب سو جانا چاھئے۔''

سورج کی جھلسا دینےوالی دھوپ میں زمین بہت تپ رھی تھی۔ اسٹیشن کے ایک پلیٹ‌فارم سے دوسرے پلیٹ‌فارم پر جانےوالے پل کی لوھے کی ریلنگ اتنی بری طرح جل رھی تھی کہ اسے چھونا بھی ناممکن تھا۔ گرمی سے پریشان اور مرجھائے ھوئے لوگ بڑی بےدلی سے پاؤں گھسیٹتے ھوئے پل پر چڑھ رھے تھے۔

پل کی سیڑھیوں سے اترتے وقت پاویل نے ریتا کو دیکھا۔ وہ اس سے پہلے اسٹیشن پہنچ گئی تھی اور لوگوں کو پل سے اترتے ھوئے دیکھ رھی تھی۔

بخوبی واقف تھا، ریتا کی رہنمائی کرتا ہوا مال گھر سے ہوکر پلیٹ‌فارم پر پہنچ گیا۔ بڑی مشکل سے بھیڑ کے بیچ میں سے راستہ بناتے ہوئے وہ دونوں چار نمبر کے ڈبے کے قریب جا پہنچے۔ ڈبے کے دروازے کے قریب چیکا کا ایک آدمی کھڑا تھا جو گرمی کے مارے پسینے میں تر ہو گیا تھا۔ وہ مجمع کو روکنے کی کوشش کر رہا تھا اور بار بار یہی کہتا تھا:

''ڈبہ بالکل بھر گیا ہے۔ اور گاڑی کی چھت پر یا بفر پر کھڑے ہوکر سفر کرنا قانون کے خلاف ہے۔''

غصے سے بھرے ہوئے شہری اس پر ٹوٹے پڑ رہے تھے، اور اس کی ناک کے قریب لے جا لے جاکر اسے وہ ٹکٹ دکھا رہے تھے جو کمیٹی نے جاری کئے تھے۔ ہر ڈبے کے سامنے گالی گلوج، چیخ پکار اور دھکم دھکا مچی ہوئی تھی۔ پاویل سمجھ گیا کہ سیدھی انگلیوں گھی نہیں نکلے گا۔ لیکن وہ گاڑی پکڑنا بھی اس کے لئے قطعی لازمی تھا ورنہ کانفرنس ملتوی کرنا پڑے گی۔

ریتا کو ایک طرف لے جاکر اس نے گاڑی پر چڑھنے کا ایک منصوبہ مرتب کیا۔ وہ منصوبہ یہ تھا کہ وہ کسی طرح گھس پل کر ایک ڈبے میں چڑھ جائے گا اور پھر اندر سے ایک کھڑکی کھول دیگا، اور کھڑکی میں سے اسے اندر داخل کرے گا۔ اس کے علاوہ کوئي چارہ هي نہیں تھا۔

ان کے سامنے فوری مسئلہ ریل پر چڑھنے کا تھا۔ یہ کوئی آسان کام نہیں تھا۔ ایسے موقع بہت ہی نادر ہوتے تھے جب کہ اس اسٹیشن سے ٹرین گذرتی تھی، اور ان موقعوں پر اسٹیشن پر پانچ آدمیوں پر مشتمل ایک قادر مطلق کمیٹی کا قبضہ ہو جاتا تھا۔ اس کمیٹی کی اجازت حاصل کئے بغیر کوئی بھی شخص پلیٹ فارم پر نہیں جا سکتا تھا۔ پلیٹ فارم میں داخل ہونے اور باہر نکلنے کے تمام راستوں پر اس کمیٹی کے آدمی پہرہ دیا کرتے تھے۔ جتنے لوگ گاڑی پکڑنے کے منتظر ہوتے تھے، ان میں سے صرف چند ہی کو ان ٹھساٹھس بھری ہوئی گاڑیوں میں جگہ مل سکتی تھی۔ اور کوئی بھی گاڑی چھوڑنا نہیں چاہتا تھا کیوں کہ اس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ اگلی گاڑی کے انتظار میں کئی دن تک وہیں پڑے رہیں۔ اس لئے ہزاروں لوگ پلیٹ فارم میں داخل ہونے کے دروازوں پر آکر جمع ہو جاتے تھے اور اس کوشش میں رہتے تھے کہ کسی طرح وہ اس ناکے بندی کو توڑ کر گاڑی کے ان ڈبوں تک پہنچ جائیں جو ان کی پہنچ سے باہر تھے۔ ان دنوں بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ایک فوج اسٹیشن کے چاروں طرف گھیرا ڈالے پڑی ہوئی ہے، اور کبھی کبھی تو وہاں باقاعدہ جم کر لڑائیاں بھی ہوتی تھیں۔

پلیٹ فارم میں داخل ہونے کے دروازے پر اکٹھی بھیڑ کو چیر کر اندر جانے کی ناکام کوشش کرنے کے بعد پاویل جو اسٹیشن کے چپے چپے سے

نیچے کی سیٹوں کے درمیان والے راستے میں اپنے اپنے سامان پر بیٹھے ہوئے مسافروں کے سروں پر سے ہوتا ہوا ڈبے کے بیچ میں پہنچ گیا۔ چاروں طرف سے اس پر گالیوں کی بوچھار ہو رہی تھی لیکن اسے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔

"اندھے ہو، دکھائی نہیں دیتا، کہاں جا رہے ہو! خدا کی مار ہو تم پر!" ایک موٹی تازی عورت نے چیخ کر کہا۔ نیچے کی سیٹوں کے درمیان والے راستے میں اترتے وقت پاویل کا پیر اتفاق سے اس کے گھٹنے میں لگ گیا تھا۔ اس نے اپنا تین من کا جسم نہ جانے کیسے ایک سیٹ کی کگر پر ٹکا رکھا تھا اور اس پر وہ اپنے گھٹنوں کے بیچ میں تیل کا ایک بڑا سا پیپہ بھی دبائے ہوئے تھی۔ سامان رکھنے کی تمام جگہ اس قسم کے پیپوں، گٹھریوں، بوریوں اور ٹوکریوں سے اٹی ہوئی تھی۔ ڈبے کے اندر دم گھٹا جاتا تھا۔

اس کی گالیوں کی طرف کوئی توجہ نہ دے کر پاویل نے سوال کیا:

"بڑی بی، آپ کا ٹکٹ؟"

"میرا کیا؟" بڑی بی نے اس بن بلائے انسپکٹر کو تڑ سے جواب دیا۔

سب سے اوپر والی سیٹ پر سے کسی نے اپنا سر باہر کی طرف نکالا اور اس کی ایک بھدی سی آواز گونج اٹھی:

"واسکا، ذرا دیکھنا یہ کون ہے۔ کیا چاہتا ہے؟ اسے اللہ میاں کے یہاں کا ایک ٹکٹ کٹا دو۔ دیکھتے کیا ہو؟"

''اپنی یہ چمڑے کی جیکٹ ذرا مجھے دے دو۔ یہ بہترین سند رہے گی۔''

پاویل نے جیکٹ پہن لی۔ اور اپنا پستول جیب میں اس طرح رکھ لیا کہ اس کی موٹھ اور ڈوری باہر سے دکھائی دیتی رہے۔ سامان ریتا کے پاس چھوڑ کر وہ ڈبے کی طرف چل دیا اور دروازے کے قریب کھڑے ہوئے برانگیختہ مسافروں کے مجمع کو چیرتا ہوا وہ آگے نکل گیا اور اس نے جا کر ڈبے کے باہر لگا ہوا ڈنڈا پکڑ لیا۔

''اے کامریڈ، کہاں جا رہے ہو؟''

پاویل نے بڑی بےپروائی سے گردن گھما کر اس گٹھیلے جسم والے چیکا کے آدمی کو دیکھا۔

''میں خطے کے اسپیشل ڈیپارٹمنٹ کا آدمی ہوں۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ اس ڈبے میں جتنے لوگ بیٹھے ہیں ان سب کے پاس کمیٹی کے دئے ہوئے ٹکٹ ہیں یا نہیں'' اس نے یہ بات اس قدر رعب کے ساتھ کہی کہ اس کے اختیارات کے بارے میں کسی قسم کا شبہہ باقی نہیں رہا۔

چیکا کے آدمی نے پاویل کی جیب پر ایک نظر ڈالی اور اپنی آستین سے ماتھے کا پسینہ پونچھتے ہوئے تھکے ہوئے انداز میں کہا:

''اچھا جاؤ۔ اگر کوئی روکے نہیں تو گھس جاؤ۔''

اپنے ہاتھوں اور کندھوں سے دھکے دیتا ہوا اور کبھی کبھی گھونسوں سے بھی کام لیتا ہوا پاویل اوپر کی سیٹوں کی کگر کا سہارا لے کر

کے حوالے کر دیا جو اوپر کی ایک سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔
''مہربانی کرکے اسے ایک منٹ کےلئے پکڑ لیجئے، میں ذرا کھڑکی کھولنا چاھتا ھوں۔،،
''دوسروں کے سامان کو ھاتھ مت لگاؤ!،،
اس چپٹی ناک والی چھوکری نے چیخ کر کہا۔ پاویل نے بکس اس کے گھٹنوں پر رکھ دیا تھا۔
''سونکا، آخر یہ آدمی چاھتا کیا ھے؟،، اس نے اپنے برابر بیٹھے ھوئے مرد سے کہا۔ سونکا نے پاویل کی پیٹھ پر اپنے جوتے سے ایک ٹھوکر لگائی۔
''اے سنتے ھو۔ سیدھے یہاں سے چلے جاؤ، نہیں تو میں ابھی تمہیں ایک ایسا ھاتھ دونگا کہ یاد کروگے۔،،
پاویل نے چپ چاپ اس کی ٹھوکر برداشت کرلی۔ وہ کھڑکی کھولنے میں اتنا مصروف تھا کہ اسے اور کسی بات کی فکر ھی نہیں تھی۔
''بھیا، مہربانی کرکے ذرا ادھر کھسک آؤ،،
اس نے ریلوے کے اس ملازم سے کہا۔
راستے سے ایک دوسرا پیپہ ھٹا کر پاویل نے کھڑکی کے سامنے تھوڑی سی جگہ خالی کرلی۔ ریتا نیچے پلیٹ‌فارم پر کھڑی تھی۔ اس نے جلدی سے اپنا تھیلا پاویل کو پکڑا دیا۔ تھیلے کو اس مٹاپی عورت کے گھٹنوں پر پھینک کر جو تیل کا پیپہ لئے بیٹھی تھی پاویل نے کھڑکی سے باھر جھک کر ریتا کے ھاتھ پکڑ لئے اور اسے اندر کھینچ لایا۔ قبل اس کے کہ گارد اس قانون‌شکنی کی

واسکا کا لحیم شحیم جسم اور بالوں سے بھرا ہوا سینہ ٹھیک پاویل کے سر کے اوپر نظر آیا۔ یقیناً وھی واسکا رھا ھوگا۔ اس کی دو خونی آنکھیں شکاری کتے کی طرح پاویل کو گھورنے لگیں۔

”خبردار جو اس عورت کو پریشان کیا۔ سمجھے کہ نہیں؟ ٹکٹ کاھے کےلئے چاھئے تمہیں؟“

اوپر کی سیٹ سے چار آدمیوں کی ٹانگیں نیچے لٹک رھی تھیں۔ وہ چاروں ایک دوسرے کے گلے میں بانھیں ڈالے چٹ چٹ کی تیز آواز نکالتے ھوئے سورج سکھی کے بیج کھا رھے تھے۔ ان کے چہروں پر ایک نظر ڈالتے ھی پاویل سمجھ گیا کہ وہ لوگ کون تھے۔ یہ لوگ ملک کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک چکر لگاکر غلہ خرید لیتے تھے اور پھر اسے من‌مانی قیمتوں پر بیچتے تھے۔ پاویل کے پاس ان سے سر کھپانے کا وقت نہیں تھا۔ اسے کسی طرح ریتا کو اندر لانا تھا۔

”یہ بکس کس کا ھے؟“ اس نے کھڑکی کے نیچے رکھے ھوئے لکڑی کے ایک بکس کی طرف اشارہ کرکے ادھیڑ عمر کے ایک شخص سے پوچھا جو اپنی پوشاک سے ریلوے کا ملازم معلوم ھوتا تھا۔

”اس کا ھے“ اس نے ایک عورت کی موٹی موٹی پنڈلیوں کی طرف اشارہ کرتے ھوئے جواب دیا جن پر کتھئی رنگ کے موزے چڑھے تھے۔

کھڑکی کھولنے کےلئے بکس کو ھٹانا ضروری تھا۔ چونکہ اسے کھسکانے کی کوئی جگہ نہیں تھی اس لئے پاویل نے بکس اٹھاکر اس کی مالکہ

پاویل نے اس شخص سے کہا جسے وہ لوگ موتکا کہہ کر مخاطب کر رہے تھے۔ لیکن اس درخواست کے جواب میں اس نے اتنی گندی گالی دی کہ پاویل غصے سے آگ بگولا ہو گیا۔ اس کی دائیں آنکھ کے اوپروالی رگ بری طرح پھڑکنے لگی۔ ''ٹھہر جا، بدمعاش، ابھی تجھے اس کا مزا معلوم ہو جاتا ہے،، پاویل نے اس غنڈے سے کہا۔ لیکن اتنے میں کسی نے اوپر سے اس کے سر پر ایک ٹھوکر ماری۔

''شاباش، واسکا، ایک اور دے اسے!،، چاروں طرف سے شاباش کے نعرے بلند ہونے لگے۔

آخرکار پاویل اپنے پر قابو نہ رکھ سکا اور جیسا کہ ایسے موقعوں پر ہمیشہ ہوتا تھا اس نے فوراً اور یقینی طور پر اپنے اگلے اقدام کا فیصلہ کر لیا۔

''حرامی سٹےباز کہیں کے! تم لوگ سمجھتے ہو کہ تم جو چاہو کر سکتے ہو؟،، اس نے چیخ کر کہا۔ اور پھرتی سے اچک کر وہ اوپروالی سیٹ پر پہنچ گیا اور اس نے موتکا کے چوروں جیسے چہرے پر پوری طاقت سے ایک گھونسہ جڑ دیا۔ اس نے اتنے زور کا گھونسہ مارا تھا کہ وہ سٹےباز لڑھک کر نیچے کی سیٹوں کے درمیان‌والے راستے میں بیٹھے ہوئے دوسرے مسافروں کے سر پر جا کر گرا۔

''اترو وہاں سے، سورو، نہیں تو میں تم سب کو گولی مار دوں‌گا!،، پاویل ان چاروں کی

طرف توجه کرتا ریتا ڈبے کے اندر پہنچ چکی تھی اور گارڈ نیچے کھڑا ہوا اسے برا بھلا کہہ رہا تھا۔ ڈبے میں ریتا کے پہنچتے ہی سڑے بازوں کے اس گروہ نے اس قدر ہنگامائی انداز میں اس کا استقبال کیا کہ وہ سٹ پٹا گئی۔ چوں کہ فرش پر کھڑے رہنے کی کہیں جگہ نہیں تھی اس لئے وہ نیچے کی سیٹ کی کگر پر کسی طرح اپنا پاؤں ٹکا کر اوپر والی سیٹ کا سہارا لے کر کھڑی ہو گئی۔ چاروں طرف سے گندی گالیوں کی بوچھار ہونے لگی۔ اوپر سے اسی بھدی سی موٹی آواز نے مینڈک کی طرح ٹرا کر کہا:

''دیکھا سور کو۔ پہلے تو خود گھسا پھر اپنی اس لونڈیا کو بھی لے آیا۔،،

اوپر سے کسی نے باریک آواز میں کہا:

''سوتکا، دیکھتا کیا ہے، ایک دے نا اسکی دونوں آنکھوں کے بیچ!،،

وہ عورت پاویل کے سر پر اپنا بکس ٹکائے رکھنے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔ وہ دونوں نووارد چاروں طرف سے مکروہ وحشیانہ صورتوں کے نرغے میں گھرے ہوئے تھے۔ پاویل کو اس بات پر کوفت ہو رہی تھی کہ ریتا کو یہ تمام باتیں سننی پڑ رہی تھیں۔ لیکن چارہ ہی کیا تھا۔ کسی نہ کسی طرح ان تمام باتوں کو برداشت کرنا ہی تھا۔

''بھائی، ذرا راستے سے اپنے بورے ہٹا لو۔ اس کامریڈ کے لئے تھوڑی سی جگہ کردو،،

سائسٹر نے غرا کر کہا۔ ''گاڑیوں کے یہاں پہنچنے سے پہلے ہی یہ کم بخت سٹے باز ان میں بھر جاتے ہیں۔''

چیکا کے دس آدمیوں کے ایک دستے نے ڈبہ خالی کرا دیا۔ پاویل نے اپنی پرانی ڈیوٹی سنبھال لی اور مسافروں کے ٹکٹ اور شناختی کاغذات کی جانچ کرنے میں چیکا کے آدمیوں کی مدد کرنے لگا۔ چیکا کے پرانے ساتھیوں کے ساتھ اس نے اپنے تعلقات پوری طرح ختم نہیں کئے تھے۔ اور کمسومول کے سکرٹری کی حیثیت سے اس نے کمسومول کے کچھ بہترین ممبروں کو چیکا میں کام کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ تمام مسافروں کے کاغذات وغیرہ کی جانچ ہو جانے کے بعد پاویل ریتا کے پاس واپس آیا۔ اب اس ڈبے میں بالکل ہی دوسرے قسم کے لوگ بیٹھے ہوئے تھے — سرخ فوج کے سپاہی اور کارخانوں اور دفتروں میں کام کرنے والے لوگ جو سب کسی نہ کسی ضرورت کے کام سے سفر کر رہے تھے۔

ریتا اور پاویل کے حصے میں ڈبے کے ایک کونے کی اوپر والی سیٹ آئی تھی۔ لیکن اخباروں کے پلندوں نے اتنی جگہ گھیر رکھی تھی کہ صرف ریتا کے لیٹنے بھر کی جگہ رہ گئی تھی۔

''تم فکر نہ کرو،، ریتا نے کہا۔ ''ہم کسی نہ کسی طرح کام چلا لیں گے۔،،

آخرکار گاڑی روانہ ہوئی۔

جس وقت گاڑی رینگتی ہوئی اسٹیشن کے باہر نکل رہی تھی اس وقت ان لوگوں نے ایک جھلک

ناک کے سامنے پستول گھماکر دیوانوں کی طرح چلایا۔

پانسہ پلٹ گیا۔ ریتا بڑے غور سے اس واقعے کو دیکھ رہی تھی اور اس بات کےلئے بالکل تیار تھی کہ اگر کوئی کورچاگن پر حملہ کرے تو وہ فوراً گولی چلا دے۔ اوپروالی سیٹ جلد ھی خالی ہو گئی اور سٹےبازوں کا گروہ دم دباکر پاس‌والے ڈبے میں چلا گیا۔

پاویل نے ریتا کو اوپروالی خالی سیٹ پر چڑھاکر اس سے چپکے سے کہا:

''تم ذرا یہاں بیٹھو، میں ابھی ان لوگوں کی خبر لیتا ھوں۔''

ریتا نے اسے روکنے کی کوشش کی:

''تم ان سے لڑنے کا ارادہ تو نہیں کر رہے ہو نا؟''

''نہیں نہیں'' اس نے ریتا کو یقین دلایا۔ ''میں ابھی لوٹ کر آتا ھوں۔''

پاویل نے پھر کھڑکی کھولی اور پلیٹ‌فارم پر اتر گیا۔ تھوڑی ھی دیر بعد وہ برمائسٹر سے باتیں کر رہا تھا۔ برمائسٹر ریلوے چیکا میں کام کرتا تھا اور کسی زمانے میں پاویل کا افسر رہ چکا تھا۔ اس لاتویائی چیکا کے آدمی نے پاویل کی پوری بات سنی اور حکم دیا کہ پورا ڈبہ خالی کرا دیا جائے اور تمام مسافروں کے ٹکٹ وغیرہ کی جانچ کی جائے۔

''یہی تو میں ھمیشہ سے کہتا آ رہا ھوں''

تھا کہ وہ رات بھر یوں ہی جاگ کر کاٹ دیتا
لیکن ریتا کو ہرگز تکلیف نہ دیتا۔

''کامریڈ کورچاگن! بورژوا سماج کی یہ عادتیں بھول جاؤ اور یہاں آکر لیٹ جاؤ''، ریتا نے کچھ مذاق کے انداز میں کہا۔

پاویل نہایت فرمانبرداری کے ساتھ اس کے برابر لیٹ گیا اور عیش کے ساتھ اپنی اکڑی ہوئی ٹانگیں پھیلا لیں۔

''کل ہمیں بہت سا کام کرنا ہے، اس لئے اب کوشش کرکے تھوڑا سا سو جاؤ، لڑاکا لڑکے۔'' ریتا نے بڑے اعتماد کے ساتھ اپنی بانھ اس کے گلے میں ڈال دی اور پاویل کو ایسا محسوس ہوا جیسے ریتا کے بال اس کے گال چھو رہے ہیں۔

پاویل کےلئے ریتا کی ہستی بہت مقدس تھی۔ وہ اس کی دوست تھی، کامریڈ تھی اور اس کی سیاسی رہنما بھی تھی۔ لیکن ان سب باتوں کے علاوہ وہ عورت بھی تو تھی۔ اسے اس بات کا احساس پہلی بار اسٹیشن کے اس پل پر ہوا تھا اور یہی وجہ تھی کہ اس کی ہمآغوشی اسے اس وقت اتنا بےقرار کئے دے رہی تھی۔ وہ اس کے گہرے پرسکون سانسوں کے زیروبم کو محسوس کر رہا تھا۔ کہیں اس سے بہت قریب ہی اس کے ہونٹ بھی تھے۔ اس قربت نے پاویل کے دل میں ان لبوں تک پہنچنے کی ایک شدید خواہش پیدا کردی۔ اور اپنی قوت ارادی سے پورا کام لےکر ہی وہ اپنی اس شدید خواہش پر قابو پا سکا۔

اس مٹلی عورت کی دیکھی جو بوروں کے ایک بنڈل پر بیٹھی ہوئی چلا رہی تھی:
''اے مانکا، ہمارا تیل کا پیپہ کہاں گیا؟''
پاویل اور ریتا اپنی تنگ سی جگہ میں بیٹھے ہوئے سیب اور ڈبل روٹی کھا رہے تھے اور ہنس ہنس کر اس واقعے پر تبصرہ کر رہے تھے جس سے ان کے سفر کی ابتدا ہوئی تھی حالانکہ اس واقعے میں ہنسنے کی ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ اخباروں کے بنڈلوں کی آڑ میں دوسرے مسافر انہیں نہیں دیکھ سکتے تھے۔
ریل گاڑی رینگتی ہوئی چلی جا رہی تھی۔ پٹری کے ہر جوڑ پر گاڑی کے پرانے، شکستہ حال اور ضرورت سے زیادہ بوجھ سے دبے ہوئے ڈبے چرسراتے تھے، کراھتے تھے اور بری طرح کانپ جاتے تھے۔ شام کے دھندلکے کی گہری نیلگوں سیاھی کھڑکیوں سے اندر جھانک رہی تھی۔ رفتہ رفتہ رات آئی اور اس نے پورے ڈبے کو تاریکی کی چادر اڑھا دی۔
ریتا بہت تھکی ہوئی تھی۔ وہ تھیلے پر اپنا سر ٹکا کر سو گئی۔ پاویل سیٹ کی کگر پر بیٹھا ہوا سگریٹ پیتا رہا۔ تھکا ہوا تو وہ بھی تھا لیکن لیٹنے کی جگہ ھی کہاں تھی۔ کھلی ہوئی کھڑکی سے رات کی تازہ خوش گوار ہوا کے جھونکے آ رہے تھے۔ اچانک ایک جھٹکا لگنے سے ریتا کی آنکھ کھل گئی اور اس نے اندھیرے میں پاویل کی سگریٹ کو جلتے دیکھا۔ پاویل کا مزاج ھی کچھ ایسا

ئے پچیرسک کی ضلع کمیٹی کا سکرٹری بنایا گیا ہے تب سے اس نے پڑھنے کےلئے آنا بند کر دیا ہے۔ اس پر اتنا کام آ پڑا ہے کہ اسے دم لینے کی فرصت نہیں ملتی۔ پاویل تھوڑا بہت پڑھنے کی کوشش کرتا ہے لیکن ہم لوگ کچھ زیادہ نہیں کر پاتے کیوں کہ یا تو میں بہت مصروف رہتی ہوں یا پھر اسے کسی کام پر بھیج دیا جاتا ہے۔ ریلوں کے انتظام میں اس وقت جو سنگین صورت حال پیدا ہو گئی ہے اس کی وجہ سے کمسومول کے لوگوں کو مسلسل کام پر لگایا جا رہا ہے۔ ژارکی کل مجھ سے ملنے آیا تھا۔ وہ شکایت کر رہا تھا کہ ان کے کارکن اس سے چھینے جا رہے ہیں جب کہ اسے خود ان کی سخت ضرورت ہے۔

۲۳ اگست

آج جس وقت میں برآمدے میں جا رہی تھی میں نے کورچاگن کو پانکراتوف اور ایک دوسرے شخص کے ساتھ مینجر کے دفتر کے قریب کھڑا دیکھا۔ قریب پہنچ کر میں نے پاویل کو کہتے سنا: ''وہ لوگ جو وہاں پر کرسیوں پر بیٹھے ہیں انہیں گولی مار دینی چاہئے۔ وہ کہتا ہے تمہیں ہمارے حکم کے خلاف حکم جاری کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ یہاں ریلوے کی ایندھن کمیٹی کا حکم چلتا ہے اور بہتر یہی ہے کہ تم کمسومول والے اس میں اپنی ٹانگ نہ اڑاؤ۔ ذرا تم اس کی صورت

ریتا اندھیرے میں مسکرائی جیسے وہ اس کے جذبات تاڑ گئی ہو۔ وہ شدت جذبات کی مسرت اور پاکر کھو دینے کے غم دونوں ہی سے آشنا ہو چکی تھی۔ اس نے دو بالشویکوں پر اپنی محبت نثار کی تھی۔ لیکن سفید فوجوں کے سپاہیوں کی گولیوں نے ان دونوں کو اس سے چھین لیا تھا۔ ان میں سے ایک تو بہت ہی شاندار دیوھیکل شخص تھا جو ایک بریگیڈ ک کمانڈر تھا اور دوسرا شفاف نیلی آنکھوں‌والا ایک کم‌عمر نوجوان تھا۔

ریل کے پہیوں کی لے نے پاویل کو تھپکیاں دے کر سلا دیا۔ اور اس کی آنکھ دوسرے دن صبح انجن کی سیٹی کی تیز آواز سن کر ہی کھلی۔

ریتا ہر روز بہت رات گئے تک کام میں اتنا مصروف رہتی تھی کہ اسے اپنی ڈائری بھرنے کی بھی فرصت نہیں ملتی تھی۔ چند دنوں کے وقفے کے بعد اس کی ڈائری میں کچھ اور مختصر اندراجات نظر آئے:

”۱۱ اگست

صوبائی کانفرنس ختم ہو گئی ہے۔ آکم، سیخائیلو اور کئی دوسرے ساتھی کل یوکرین کانفرنس میں شرکت کرنے کےلئے خارکوف چلے گئے ہیں۔ اور دفتر کا سارا لکھا پڑھی کا کام مجھ پر چھوڑ گئے ہیں۔ دوباوا اور پاویل صوبائی کمیٹی میں کام کرنے کےلئے بھیج دئے گئے ہیں۔ دمیتری کو جب

ایک دن ریل کی ورکشاپ میں کام کرتے ہتے پاویل کو ٹیلیفون پر بلایا گیا۔ ریتا کا ٹیلیفون ہے۔ اس دن شام کو اسے فرصت تھی اس لئے وہ ـعہ کررہے تھے — پیرس کمیون کی شکست کے ـب۔

اس دن شام کو جب پاویل نے یونیورسٹی ـریٹ میں ریتا کے مکان کے قریب پہنچ کر اوپر ـر ڈالی تو اس نے دیکھا کہ کھڑکی میں روشنی ـر رہی ہے۔ وہ بھاگتا ہوا اوپر چڑھ گیا اور ـب دستور دروازے پر مختصر سی دستک دے کر ـرے میں داخل ہو گیا۔

اندر پہنچ کر وہ دیکھتا کیا ہے کہ پلنگ ـر جہاں کسی نوجوان کامریڈ کو ایک لمحہ ـئے بھی بیٹھنے کی اجازت نہیں تھی، ایک شخص ـجی وردی پہنے لیٹا ہوا ہے۔ میز پر ایک ریوالور، ـن رکھنے کا فوجی تھیلا اور ایک فوجی ٹوپی ـی ہوئی تھی جس پر ایک سرخ ستارہ لگا ہوا ہے۔ ریتا اس اجنبی کو مضبوطی سے اپنی باھوں ـں کسے ہوئے اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ ـو دونوں رازدارانہ گفتگو میں مشغول تھے اور پاویل ـے داخل ہوتے ہی ریتا نے سر اٹھا کر اس کی طرف ـیکھا۔ اس کا چہرہ مسرت سے کھلا ہوا تھا۔

وہ شخص اپنے آپ کو اس کی آغوش سے رہا ـرکے اٹھ بیٹھا۔

"پاویل"، ریتا نے اس سے ھاتھ ملاتے ہوئے ـہا۔ "یہ ھیں..."

دیکھتے... اور یہاں اس جیسے نہ جانے کتنے حرام خور بھرے پڑے ہیں۔"

اس کے بعد اس نے چند بہت ہی تکلیف دہ الفاظ کا استعمال کیا۔ پانکراتوف نے مجھے دیکھ کر اس کے کہنی ماری۔ پاویل تیزی سے مڑا اور جب اس نے مجھے دیکھا تو اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا اور وہ مجھ سے آنکھیں ملائے بغیر ہی چل دیا۔ وہ اب بہت عرصے تک مجھے اپنی صورت نہ دکھائے گا کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ میں گندے الفاظ کا استعمال برداشت نہیں کر سکتی۔

## ۲۷ اگست

ہم لوگوں کے بیورو کی ایک خفیہ میٹنگ ہوئی۔ صورت حال بہت سنگین ہوتی جا رہی ہے۔ میں ابھی اس کے بارے میں تفصیل سے نہیں لکھ سکتی۔ آکم جب ضلع کانفرنس سے لوٹا تو بہت پریشان نظر آرہا تھا۔ کل رسد لے جانے والی ایک اور گاڑی الٹ دی گئی۔ میرا خیال ہے کہ اب اس ڈائری کو جاری رکھنے کی کوشش بیکار ہے۔ یوں بھی اس میں کوئی تسلسل اور ترتیب باقی نہیں رہی۔ کورچاگن مجھ سے ملنے آنے والا ہے۔ ابھی اس دن جب مجھ سے اس کی ملاقات ہوئی تھی تو اس نے بتایا کہ وہ اور ژارکی مل کر پانچ آدمیوں کا ایک کمیون بنا رہے ہیں۔"

کی سوالیہ نظروں کے جواب میں ریتا نے رک رک کر جواب دیا۔

...نیچے کچھ فاصلے پر پل کے نیچے کھڑے ہوئے ریل کے ایک انجن نے گہری آہ بھری اور اس کے مضبوط پھیپھڑوں سے سنہری چنگاریوں کا ایک فوارہ چھوٹ پڑا۔ عجیب و غریب انداز میں ناچتی ہوئی چنگاریاں اوپر کی طرف اٹھیں اور دھوئیں میں کھو گئیں۔

پاویل ریلنگ پر جھکا کھڑا تھا اور وہ ریل کی قینچی نما پٹریوں کو آنکھ مارتی ہوئی سگنل کی رنگین بتیوں کو گھور رہا تھا۔ اس نے اپنی آنکھیں بھینچ لیں۔

''کامریڈ کورچاگن، میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ آخر یہ معلوم کرکے تمہیں اس قدر تکلیف کیوں ہوئی کہ ریتا کا شوہر موجود ہے؟ کیا کبھی اس نے تم سے کہا تھا کہ اس کا شوہر نہیں ہے؟ اور اگر شوہر ہے بھی تو کیا ہوا؟ آخر اس بات پر تم اس قسم کا رویہ کیوں اختیار کر رہے ہو؟ کامریڈ، تم نے تو سوچا تھا کہ یہ محض پاکیزہ دوستی ہے اور کچھ بھی نہیں... پھر آخر تم نے یہ کیسے ہونے دیا؟،، اس نے ایک تلخ طنز کے ساتھ اپنے آپ سے سوال کیا۔ ''لیکن اگر وہ اس کا شوہر نہ ہو تو؟ ڈیوڈ استینووچ تو اس کا بھائی یا چچا بھی ہو سکتا ہے... اگر ایسا ہے تو تم نے اس کے ساتھ بڑی بےانصافی کی ہے۔ بےوقوف، تم نے انتہائی ذلیل حرکت کی ہے۔ یہ

''ڈیوڈ استینووچ،، اس شخص نے بڑے تپاک سے کورچاگن کا ھاتھ دبا کر کہا۔

''مجھے ان کے آنے کی کوئی خبر نہ تھی۔ بالکل اچانک آ گئے،، ریتا نے مسرت کی ھنسی ھنستے ھوئے پاویل کو سمجھانے کی کوشش کی۔

پاویل نے انتہائی روکھےپن سے اس نووارد سے ھاتھ ملایا۔ اور اس کی آنکھیں کچھ اس انداز سے چمکنے لگیں جیسے اس شخص کا وھاں آنا اسے بہت ناگوار گذرا ھو۔ پاویل نے اس کی وردی کی آستین پر کمپنی کمانڈروالے چار چوکور نشان دیکھے۔

ریتا کچھ کہنے ھی والی تھی کہ پاویل بیچ ھی میں بول اٹھا:

''میں تو تمھیں صرف یہ بتانے آیا تھا کہ آج شام کو میں گھاٹ پر لکڑی لادنے کے کام میں مصروف رھوں گا،، اس نے کہا۔ ''اور یوں بھی تمھارے یہاں مہمان آئے ھوئے ھیں۔ اچھا تو میں چلتا ھوں۔ کچھ لوگ نیچے میرا انتظار کر رھے ھیں۔،،

اور جس قدر اچانک وہ کمرے میں داخل ھوا تھا اسی قدر اچانک وہ دروازے کے باھر غائب ھو گیا۔ انھوں نے اس کے سیڑھیوں سے تیزی کے ساتھ اترنے کی آواز سنی۔ پھر باھروالا دروازہ بند ھو گیا اور چاروں طرف خاموشی چھا گئی۔

''معلوم ھوتا ھے اسے کچھ ھو گیا ھے،، ڈیوڈ

که وه حقیقتاً چمک رہا تھا۔ کمرے کی دیوار پر پیتروفسکی کی ایک تصویر اور ایک بڑا سا نقشه لگا ہوا تھا۔

کھڑکیوں کے درمیان ایک الماری تھی جو اوپر سے لےکر نیچے تک کتابوں سے لدی ہوئی تھی۔ چیڑ کے دو خالی بکسوں پر دفتی لگاکر ان سے کرسیوں کا کام لیا جاتا تھا۔ اور ایک نسبتاً بڑا بکس الماری کا کام دیتا تھا۔ کمرے کے بیچ میں بلیرڈ کی ایک بڑی سی میز پڑی ہوئی تھی لیکن اس کے اوپر کا کپڑا غائب تھا۔ اس میز کو کمرے کے باسی اپنے کندھوں پر لادکر مال گودام سے لائے تھے۔ دن کے وقت اسے میز کی طرح استعمال کیا جاتا تھا اور رات میں کلاویچک اس پر سوتا تھا۔ پانچوں نوجوان اپنا اپنا سامان لے آئے۔ اور کلاویچک نے جو گرہستی کے کام میں کافی ہوشیار معلوم ہوتا تھا کمیون کی جائیداد کی ایک فہرست تیار کرلی۔ وہ تو اس فہرست کو دیوار پر ٹانگ دینا چاہتا تھا لیکن باقی لوگوں نے اعتراض کیا۔ کمرے کی ہر چیز مشترکه ملکیت قرار دے دی گئی۔ ہر شخص کی کمائی، راشن اور فوقتاً فوقتاً ان کے گھروں سے آنےوالے پارسل، ہر چیز برابر برابر تقسیم کرلی جاتی تھی۔ ذاتی ملکیت کی مد میں صرف ایک چیز آتی تھی اور وہ تھی ان لوگوں کے ہتھیار۔ اتفاق رائے سے یه فیصله کیا گیا که کمیون کا جو بھی رکن مشترکه ملکیت کے قوانین توڑےگا یا جو اپنے ساتھیوں کے اعتماد

معلوم کرنا تو بہت آسان ھے کہ وہ اس کا بھائی ھے کہ نہیں۔ اگر وہ اس کا بھائی یا چچا نکلا تو اس کے ساتھ اس قسم کا سلوک کرنے کے بعد اب تم ریتا کے پاس کیا منھ لےکر جاؤگے؟ نہیں، اب تمہیں اس سے ملنا چھوڑ دینا ھوگا!،،

انجن کی سیٹی کی تیز آواز سے اس کے خیالات کا تسلسل ٹوٹ گیا۔

''بہت دیر ھو چکی ھے۔ اب گھر چلنا چاھئے۔ بس بہت ھو چکی یہ خرافات۔،،

جس بستی میں ریلوے کے مزدور رھتے تھے اس کا نام سولوسینکا تھا۔ اسی بستی میں پانچ نوجوانوں نے اپنا ایک چھوٹا سا کمیون قائم کر لیا۔ ژارکی، پاویل اور ایک بہت ھی ھنسوڑ قسم کا سنہرے بالوں‌والا چیکوسلوواکیائی ساتھی، کلاویچک۔ چوتھا نکولائی آکونیف جو ریلوے یارڈ کی کمسومول تنظیم کا سکرٹری تھا، اور پانچواں تھا ستیپان آرتیوخن جو پہلے بوائلر مرمت کرنے کا کام کرتا تھا لیکن اب ریلوے چیکا میں تھا۔

ان لوگوں نے ایک کمرہ تلاش کیا اور تین دن تک اپنا تمام خالی وقت اس کی صفائی اور رنگائی پتائی میں صرف کیا۔ وہ لوگ پانی کی بالٹیاں لےکر اتنی بار اندر باھر آئے گئے کہ پڑوسیوں کو یہ شبہہ ھونے لگا کہ شائد مکان میں آگ لگ گئی ھے۔ انہوں نے پتیاں بٹورکر انہیں گدوں میں بھر لیا۔ اور چوتھے دن کمرہ اتنا صاف ھو گیا تھا

..گی کی درخشاں بلندیوں سے دیکھتی تھی۔ دفعتاً
.. کے ہاتھ اوپر اٹھتا اور نغمے کا طوفان ابل پڑتا
..سے بیک‌وقت کئی نفیریاں بج اٹھیں :

..یل کی مانند عالم پر چھا جائیں ہمارے نغمے
..س شان سے لہراتا ہے ہمارا پرچم
..اری دنیا اسکی ضیا سے روشن
.. کی ضیا کو اپنا لہو دے دیکے نکھارا ہم نے...

یہ محفل بڑی دیر تک جمی رہی اور شہر
.. خاموش سڑکیں صبح کے وقت ان کی پرجوش نوجوان
..زوں سے جاگیں۔

ٹیلیفون کی گھنٹی بجی اور ژارکی نے ہاتھ
..ھا کر ٹیلیفون کا چونگا اٹھا لیا۔

''ذرا خاموش رہو۔ مجھے کچھ سنائی نہیں
..ا ہے!'' اس نے کمسومول کے اراکین سے ڈانٹ کر
..ہا جو سکرٹری کے کمرے میں جمع ہوکر بہت
..ور مچا رہے تھے۔

غل شور کچھ حد تک کم ہوا۔

''ہلو! اچھا تم ہو۔ ہاں ہاں فوراً۔ کن
.. سوالوں پر غور کیا جائےگا؟ ارے وہی پرانا
..ھگڑا۔ وہی گھاٹ سے ایندھن لدواکر منگانے
.. سوال۔ کیا کہا؟ نہیں، اسے کہیں نہیں بھیجا
.. ہے۔ وہ یہیں ہے۔ اس سے بات کرنا چاہتی
..و؟ اچھا ایک منٹ۔''

سے غداری کرےگا اسے کمیون سے خارج کردیا جائےگا۔ آکونیف اور کلاویچک اس پر مصر تھے کہ کمیون سے خارج کئے جانے کے بعد اس شخص کو کمرے سے بھی نکال دیا جائے اور ان کی یہ تجویز منظور کرلی گئی۔

ضلع کی کمسومول تنظیم کے تمام سرگرم اراکین اس کمیون کی افتتاحی دعوت میں شریک ہوئے۔ پڑوسیوں سے ایک بہت بڑا سماوار ادھار مانگ لیا گیا تھا۔ کمیون کی سیکرین کا سارا ذخیرہ چائے کی دعوت کی نذر ہو گیا۔ چائے کے بعد ان لوگوں نے ساتھ ملکر گانا شروع کیا اور ان کی پرجوش نوجوان آوازیں چھت کی کڑیوں سے ٹکراکر گونجنے لگیں:

غم کے اشکوں میں ڈوبا ہے سارا جہاں
سخت محنت میں ہوتی ہے گزران یہاں
لو وہ پھوٹی کرن اب اندھیرا کہاں...

تالیا لاگوتینا گانے کی رہنمائی کر رہی تھی۔ وہ تمباکو کے کارخانے میں کام کرتی تھی۔ اس کے سر پر بندھا ہوا گہرے سرخ رنگ کا رومال سرک کر ایک طرف کو آ گیا تھا اور اس کی آنکھوں میں، جن کی گہرائیوں کی تھاہ ابھی تک کوئی نہیں پا سکا تھا، شرارت ناچ رہی تھی۔ تالیا کی ہنسی انتہائی دلفریب تھی اور دوسروں کو بھی ہنسنے پر مجبور کردیتی تھی۔ وہ پوری کائنات کو اپنی اٹھارہ سالہ

پاویل نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا اور شاہ بلوط کی لکڑی کی بنی ہوئی میز کا سرا زور سے پکڑ کر کہا:

''میں سمجھتا ہوں کہ اب میرے لئے تم سے ملنے آنا ممکن نہ ہوگا۔''

اس نے دیکھا کہ اس کے یہ الفاظ سن کر اس کی گھنی پلکیں اوپر کو اٹھ گئیں۔ اس کی پنسل جو بڑی روانی کے ساتھ کاغذ پر چل رہی تھی یک لخت رک گئی اور پھر کھلے ہوئے پیڈ پر بےحس و حرکت گر پڑی۔

''آخر کیوں؟''

''میرے لئے وقت نکالنا بہت مشکل ہے۔ تم تو خود جانتی ہو کہ آج کل ہمیں دم لینے کی بھی فرصت نہیں ہے۔ مجھے بہت افسوس ہے لیکن میرے خیال میں اب یہ سلسلہ ختم کر دینا ہوگا...''

اسے اس بات کا احساس تھا کہ اس کے ان آخری الفاظ میں یقین کی بہت کمی تھی۔

''آخر تم اس قدر گھما پھرا کر باتیں کیوں کر رہے ہو؟'' پاویل کو دل ہی دل میں اپنے اوپر بہت غصہ آ رہا تھا۔ ''بزدل کہیں کے۔ تم میں کھل کر بھرپور وار کرنے کی ہمت نہیں ہے۔''

پھر اس نے زور زور سے کہنا شروع کیا:

''اس کے علاوہ میں کافی عرصے سے تمہیں یہ بتانا چاہتا تھا کہ تم جس طرح چیزوں کی تشریح کرتی ہو اسے سمجھنے میں مجھے بڑی دشواری ہوتی ہے۔ جب ہم لوگ سیگل سے پڑھتے تھے اس

ژارکی نے پاویل کو اشارہ سے بلایا۔

"کامریڈ استینووچ تم سے بات کرنا چاھتی ھیں۔" یہ کہہ کر اس نے ٹیلیفون پاویل کے حوالے کر دیا۔

"میں تو سمجھی تھی کہ تم شائد کہیں باھر چلے گئے ھو" پاویل نے ریتا کی آواز کو کہتے سنا۔ "آج شام مجھے فرصت ھے۔ تم یہاں آ کیوں نہ جاؤ؟ میرا بھائی چلا گیا ھے۔ وہ ادھر شہر سے ھوکر گذر رھا تھا، اس لئے اس نے سوچا کہ مجھ سے ملتا جائے۔ دو برس سے ھم نے ایک دوسرے کو نہیں دیکھا تھا۔"

اس کا بھائی!

پاویل نے اس کے آگے کچھ بھی نہیں سنا۔ اسے اس بدنصیب شام کا منظر یاد آ رھا تھا اور اپنا وہ عہد جو اس دن رات کو اس نے پل پر کھڑے ھوکر کیا تھا۔ ھاں وہ آج شام ضرور اس کے پاس جائے گا اور اس قصے کو ھمیشہ کےلئے ختم کر دے گا۔ محبت کے ساتھ ھمیشہ بہت تکلیف اور پریشانی وابستہ رھتی ھے۔ کیا یہ ان سب باتوں کا وقت ھے؟

آواز نے پھر اس کے کان میں کہا:

"کیا تمہیں میری آواز سنائی نہیں دے رھی ھے؟"

"ھاں ھاں، سن رھا ھوں۔ اچھی بات ھے۔ بیورو کی میٹنگ کے بعد میں آ جاؤں گا۔" یہ کہہ کر اس نے ٹیلیفون رکھ دیا۔

سے وہ اتنی حیران رہ گئی تھی کہ وہ چند الفاظ سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکی:
"پاویل، میں تمہیں الزام نہیں دیتی۔ اگر میں چیزوں کو تمہیں ٹھیک سے سمجھانے کا طریقہ دریافت کرنے میں ناکام رہی ہوں تو میں اسی کی مستحق ہوں۔"
پاویل بہت افسردگی کے ساتھ اپنے بوجھل قدم اٹھاتا ہوا دروازے کی طرف چل دیا اور باہر نکل کر اس نے دھیرے سے دروازہ بند کردیا۔ نیچے پہنچ کر وہ ایک لمحہ کے لئے رکا۔ اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے۔ اب بھی واپس جاکر وہ اس سے سب کچھ صاف صاف کہہ دے... لیکن اس سے کیا فائدہ؟ آخر. کیوں؟ کیا محض اس کا حقارت‌آمیز ردعمل دیکھنے کےلئے اور دوبارہ پھر واپس آجانے کےلئے؟ نہیں!

ریل کے ٹوٹے پھوٹے ڈبوں اور ناقابل استعمال انجنوں کا قبرستان بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ لکڑی جمع کرنے کے ویران یارڈ میں ہوا کے تند بگولے اٹھتے تھے اور لکڑی کا چورا یارڈ بھر میں پھیلا دیتے تھے۔
شہر کے چاروں طرف جنگل کے گھنے جھرمٹوں میں اور پہاڑوں کی گہری گپھاؤں میں آرلک کے گروہ جابجا چھپے ہوئے تھے۔ دن کے وقت تو وہ آس پاس کے گاؤں میں یا جنگل کے علاقوں میں چپ چاپ پڑے رہتے تھے لیکن رات کے وقت وہ چوروں

وقت جو کچھ بھی پڑھایا جاتا تھا وہ میرے ذھن میں رھتا تھا۔ لیکن تمھارے ساتھ یہ بات نہیں ھے۔ یہاں سے اپنا سبق ختم کرنے کے بعد مجھے ھمیشہ توکاریف کے پاس جانا پڑتا تھا اور تمام باتوں کو اس سے دوبارہ اچھی طرح سمجھنا پڑتا تھا۔ اس میں قصور میرا ھی ھے۔ میرے بھیجے میں کچھ گھستا ھی نہیں ھے۔ تمھیں کوئی دوسرا شاگرد تلاش کرنا ھوگا جس کے دماغ میں کچھ زیادہ عقل ھو۔"

پاویل نے اس کی تیز متلاشی نگاھوں کی طرف سے اپنا منھ پھیر لیا اور جان بوجھ کر اپنی تمام بچی کھچی امیدوں کے لئے راستہ بند کرتے ھوئے ضد سے کہا:

"تو صورت یہ ھے، اس لئے اب ھمارے لئے اس سلسلے کو جاری رکھنا اپنا دونوں کا وقت ضائع کرنا ھوگا۔"

پھر وہ اٹھا اور بڑی احتیاط کے ساتھ پاؤں سے کرسی ایک طرف کو سرکا کر اس نے اس جھکے ھوئے سر اور چہرے کو دیکھا جو لیمپ کی روشنی میں بہت ھی زرد معلوم ھو رھا تھا۔ پھر اس نے اپنی ٹوپی پہن لی۔

"اچھی بات ھے، تو میں اب جاتا ھوں، کامریڈ ریتا۔ مجھے بڑا افسوس ھے کہ میں نے تمھارا اتنا وقت ضائع کیا۔ مجھے اب سے بہت پہلے ھی تمھیں بتا دینا چاھئے تھا۔ میرا اتنا قصور ضرور ھے۔"

ریتا نے غیرارادی طور پر اپنا ھاتھ اس کی طرف بڑھا دیا لیکن پاویل کی اس اچانک بےرخی

لٹیروں کا یہ گروہ جیسے آندھی کی طرح آتا
ہے ویسے ہی آندھی کی طرح چلا جاتا تھا۔ اس گروہ
کی آنکھیں اور کان ہر جگہ لگے ہوئے تھے۔ وہ
آنکھیں اس چھوٹی سی سفید عمارت کی دیواروں کو ہر
وقت دیکھ سکتی تھیں جس میں قصبے کی سوویت
کا دفتر تھا۔ کیوں کہ پادری کے گھر سے اور
غریب کسانوں کی جھونپڑیوں سے جنگل کے گھنے
جھرمٹوں تک خبررسانی کے خفیہ سلسلے قائم تھے۔
کارتوسوں کے بکس، سور کے تازہ گوشت کے ذخیرے،
پیگوں کچی شراب کی بوتلیں اور ان کے ساتھ ہی
ہر قسم کی خبریں وہاں پہنچا دی جاتی تھیں۔
وہاں سے یہ خبریں چھوٹے چھوٹے اتاسانوں کے کانوں
سے ہوتی ہوئی بہت ہی پیچیدہ راستوں سے خود
…ک تک پہنچا دی جاتی تھیں۔

حالانکہ اس گروہ میں دو تین سو سے زیادہ
آدمی نہیں تھے لیکن ابھی تک یہ گروہ گرفت میں
نہیں لایا جا سکا تھا۔ یہ گروہ کئی چھوٹی چھوٹی
ٹکڑیوں میں تقسیم ہوکر بیک وقت دو تین ضلعوں
میں کام کرتا تھا۔ ان سب کو پکڑنا ناممکن تھا۔
رات کے وقت جو لٹیرا تھا وہی دوسرے دن پرامن
کسان بن جاتا تھا، اور اپنے باغیچے کو درست کرنے
میں یا اپنے گھوڑے کو دانہ کھلانے میں یا اپنے
پھاٹک پر کھڑے ہوکر نہایت اطمینان کے ساتھ
اپنا پائپ پیتے ہوئے خالی نگاہوں سے فوج کے گھوڑسوار
گشتی دستوں کو ادھر سے گذرتا ہوا دیکھنے میں
مصروف پایا جاتا تھا۔

کی طرح دبے پاؤں رینگتے ہوئے ریل کی پٹریوں کے قریب آ جاتے تھے اور بڑی بے رحمی سے پٹریاں اکھاڑ دیتے تھے۔ اپنے اس ناپاک کام کو پورا کرکے وہ پھر چوروں کی طرح اپنی ماندوں میں گھس جاتے تھے۔

اس طرح متعدد آہنی گھوڑے ریلوے لائن سے نیچے گرکر چکنا چور ہو گئے۔ مال گاڑیوں کے نہ جانے کتنے ڈبوں کے پرخچے اڑ گئے۔ اونگھتے ہوئے انسان اس ملبے کے نیچے دب کر بالکل پچی ہو گئے۔ بیش قیمت غلہ خاک اور خون میں لتھڑ کر ادھر ادھر بکھر گیا۔

یہ گروہ اچانک کسی چھوٹے سے قصبے پر ٹوٹ پڑتا تھا اور سہمی ہوئی مرغیاں قیں قیں کرتی ہوئی ادھر ادھر بھاگ جاتی تھیں۔ کچھ گولیاں اٹکل پچو یوں ہی چلا دی جاتیں۔ قصبے کی سوویت کی عمارت کے باہر ایک مختصر سے عرصے کے لئے رائفلوں کی گولیاں چلنے کی آواز ہوتی، بالکل ویسی ہی جیسی کسی پاؤں کے نیچے پتلی پتلی سوکھی ٹہنیاں ٹوٹنے سے ہوتی ہے۔ اور پھر یہ لٹیرے اپنے موٹے تازے گھوڑوں پر سوار آندھی کی طرح گاؤں بھر میں گشت لگاتے تھے اور راستے میں جو بھی آتا اسے تلوار کے گھاٹ اتار دیتے۔ وہ اپنے مقتولوں کو بلا کسی لحاظ و مروت کے اس طرح کاٹ کر رکھ دیتے تھے جیسے کوئی لکڑی چیرتا ہے۔ شائد ہی کبھی وہ گولی چلاتے ہوں کیوں کہ گولیاں بڑی مشکل سے دستیاب ہوتی تھیں۔

مقصد ہوتا تھا — بھولے بھالے لوگوں کو بے وقوف
بنا کر اپنا الو سیدھا کرنا۔ ادھر سے ہو کر جو
چند ریل گاڑیاں گذرتی تھیں ان میں سے بوروں سے
بھرے ہوئے لوگ چھوٹے چھوٹے گروہوں میں اترتے
تھے اور اسٹیشن سے سیدھے ان منڈیوں کا رخ کرتے
تھے۔

رات کے وقت منڈیوں میں الو بولنے لگتا تھا
اور چھوٹی چھوٹی کابک نما دکانوں اور چھوٹی
چھوٹی اسٹالوں کی سیاہ قطاروں پر نحوست اور درندگی
برسنے لگتی تھی۔

کوئی بہت ہی دلیر ایسا رہا ہوگا جو اندھیرا
ہونے کے بعد اس ویران علاقے میں جانے کی
ہمت کر سکتا جہاں ہر دکان کے پیچھے کوئی
نہ کوئی خطرہ چوروں کی طرح چھپا بیٹھا رہتا تھا۔
اکثر رات کے وقت گولی چلنے کی آواز سنائی دے
جاتی جیسے لوہے پر ہتھوڑا پڑنے کی آواز آتی ہے
اور کسی بدنصیب کا گلا اپنے ہی خون کے سیلاب
سے گھٹ جاتا۔ اور جس وقت مٹھی بھر ملیشیا والے
سب سے قریب والی گشتی چوکی سے موقع پر پہنچتے
تھے (اکیلے جانے کی تو کسی کو ہمت نہ ہوتی
تھی) تو انہیں وہاں بدھیئت لاش کے علاوہ کچھ
بھی دکھائی نہ دیتا تھا۔ قاتل اس وقت تک بھاگ
چکے ہوتے تھے اور بازار کے چوک میں رات کے
وقت اڈا جمانے والے چند آوارہ گرد اس شور و غل سے
گھبرا کر ہوا کے جھونکے کی طرح وہاں سے رفو چکر
ہو جاتے تھے۔

الیکساندر پوزی‌ریوسکی اپنی رجمنٹ کی مدد سے بڑی مستقل مزاجی کے ساتھ ان لٹیروں کا ان تین ضلعوں کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک تعاقب کرتا رهتا تها۔ کبهی کبهی ان کی دم بهی اس کے هاتھ میں آ جاتی تهی۔

ایک هی مهینے کے بعد آرلک کو اپنے غنڈوں کو دو ضلعوں سے هٹا لینے پر مجبور هونا پڑا اور اب وہ ایک بہت هی محدود علاقے میں گهر کر رہ گیا تها۔

شہر کی زندگی بدستور پہلے جیسی رفتار سے گرتی پڑتی چل رهی تهی۔ شہر کے پانچ بازاروں میں لوگوں کے پرشور مجمع جمع هو جاتے تهے۔ اس بےپناہ انبوہ میں هر شخص پر صرف دو هی جذبات حاوی رهتے تهے۔ پہلا یہ کہ زیادہ سے زیادہ جتنا ممکن هو هتهیا لو اور دوسرا یہ کہ جب دینے کا وقت آئے تو جتنا کم سے کم ممکن هو دو۔ هر قسم کے اٹهائی گیروں اور دغابازوں کے لئے اپنی قوت اور صلاحیت کا پورا استعمال کرنے کے لئے اس سے بہتر ماحول اور کیا هو سکتا تها۔ ان مجمعوں میں سینکڑوں مشتبہ قسم کے لوگ اپنے اپنے شکار کی تاک میں گهومتے رهتے تهے۔ ان کی نظروں میں ایمانداری کا شائبہ بهی دکهائی نہیں دیتا تها۔ شہر کے تمام چهٹے هوئے بدمعاش یہاں اس طرح آکر جمع هو جاتے تهے جیسے غلاظت کے ڈهیر پر مکهیاں ٹوٹتی هیں۔ ان سب کا ایک هی

مزدوروں کی بستیوں میں حتی کہ بالشویکوں کو بھی اس آنےوالے طوفان کی کوئی بھنک تک نہیں ملی تھی۔
شہر میں صرف پانچ بالشویکوں کو معلوم تھا کہ کیا سازشیں ہو رہی ہیں۔
وارسا میں مقیم غیرملکی سفارت خانوں کی پوری مدد سے پیتلورا کی فوج کے بچےکھچے گروہ جنہیں سرخ فوج نے وھائٹ پولینڈ میں کھدیڑ دیا تھا بغاوت میں حصہ لینے کی تیاریاں کر رہے تھے۔
پیتلورا کی رجمنٹوں کی بچی کھچی طاقت کو بٹورکر حملہآور فوج تیار کی جا رہی تھی۔
شپیتوفکا میں بھی ان باغیوں کی مرکزی کمیٹی کی ایک تنظیم قائم تھی، یہ تنظیم ۴۷ افراد پر مشتمل تھی جن میں سے بیشتر پہلے بھی انقلاب کے سرگرم دشمن رہ چکے تھے اور جنہیں مقامی چیکا نے خوش اعتمادی کے تحت آزاد چھوڑ دیا تھا۔
فادر واسیلی، انسائن وینںک اور کوزسینکو نام کا پیتلورا فوج کا ایک افسر اس تنظیم کی رہنمائی کر رہے تھے۔ پادری کی بیٹیاں، وینںگ کا باپ اور بھائی اور سامونیا نام کا ایک شخص جو کسی طرح عاملہ کمیٹی کے دفتر میں داخل ہوگیا تھا مخبری کا کام کرتے تھے۔
ان لوگوں کا منصوبہ یہ تھا کہ رات کے وقت سرحد پر واقع اسپیشل ڈیپارٹمنٹ پر دستی بموں سے حملہ کیا جائے، قیدیوں کو رہا کرا لیا جائے اور اگر ممکن ہو تو اسٹیشن پر بھی قبضہ کر لیا جائے۔

بازار کے سامنے ھی ''اورین،، سنیما تھا۔ سڑک اور اس کے کنارے کے فٹ پاتھ بجلی کی تیز روشنیوں سے جگمگاتے رھتے تھے اور سنیما کے دروازے پر لوگ بھیڑ لگائے کھڑے رھتے تھے۔ ھال کے اندر فلم دکھانےوالی مشین مسلسل کرکر کی آواز کے ساتھ چلتی رھتی تھی اور انتہائی مضحکہ خیز محبت کے سین پردہ پر منعکس کرتی رھتی تھی۔ کبھی کبھی فلم بیچ میں ٹوٹ جاتی تھی اور آپریٹر مشین روک دیتا تھا جس پر تماشبینوں کا مجمع احتجاجاً شور مچانے لگتا تھا۔

شہر کے اندر اور شہر کے اطراف زندگی اپنے پرانے ڈھرے پر چلتی ھوئی معلوم ھونے لگی۔ پارٹی کی صوبائی کمیٹی میں بھی جو انقلابی اقتدار کا مرکز تھی کسی قسم کی سرگرمی نظر نہیں آتی تھی۔ لیکن یہ سکوت محض باھر ھی سے نظر آتا تھا۔

شہر کے اندر ایک طوفان کے آثار نظر آنے لگے تھے۔

مختلف سمتوں سے آنےوالے ان لوگوں میں سے بہت سے جن کے لمبے لمبے کسانوں والے اوورکوٹوں کے نیچے ان کی رائفلیں صاف نظر آتی تھیں، اس آنےوالے طوفان سے باخبر تھے۔ وہ لوگ بھی اس حقیقت سے آگاہ تھے جو غلے کی نفع خوری کرنےوالوں کے بھیس میں ریل کی چھت پر بیٹھ کر آتے تھے لیکن جو اپنے بوروں کو منڈی لے جانے کی بجائے بڑی محنت سے حفظ کئے ھوئے پتوں پر پہنچا دیتے تھے۔

ان لوگوں کو سب کچھ معلوم تھا۔ لیکن

اور موت کا سوال ہوتا ہے فتح اسی کی ہوتی ہے جو مضبوط اور ثابت قدم ہوتا ہے۔

وہ نازک اور فیصلہ کن گھڑی قریب آ گئی تھی۔

سازش کرنے والوں نے اپنے چھپنے کی خفیہ جگہوں کی بھول بھلیوں کے درمیان شہر کے اندر ہی کسی مقام پر بیٹھ کر وقت کا فیصلہ کر لیا تھا: کل رات کو!

لیکن جن پانچ بالشویکوں کو اس سازش کا علم تھا انہوں نے اس سے پہلے ہی خود حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے حکم جاری کیا کہ کل نہیں، وقت ہے آج رات کو۔

اسی دن شام کو ایک بکتربند ریل گاڑی نہایت خاموشی کے ساتھ ریلوے یارڈ سے باہر نکلی اور پھر اتنی ہی خاموشی کے ساتھ یارڈ کے پھاٹک بند ہو گئے۔

خفیہ اشارتی زبان میں تار مسلسل ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجے جا رہے تھے۔ اور ان چوکس اور مستعد لوگوں نے، جن کو جمہوریہ کے تحفظ کی ذمہ‌داری سونپی گئی تھی، ان تاروں کے ذریعے بھیجی ہوئی ضروری ہدایات کے مطابق زہریلے سانپوں کی اس بانبی کو نیست و نابود کردینے کے لئے فوری کارروائی کی۔

آکم نے ژارکی کو ٹیلیفون کیا:

''ابتدائی تنظیموں کی میٹنگوں کا انتظام سب ٹھیک ٹھاک ہے نا؟ اچھی بات ہے۔ تم یہاں ایک

اسی عرصے میں خفیہ طور پر شہر میں فوجی افسر جمع کئے جا رہے تھے کیوں کہ یہ شہر اس بغاوت کا مرکز بننےوالا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی آس پاس کے جنگلوں میں لٹیروں کے گروہ لاکر بسائے جا رہے تھے۔ اس مقام سے معتبر لوگوں کے ذریعے روسانیہ کے ساتھ اور خود پیتلورا کے ساتھ تعلق قائم رکھا جاتا تھا۔

اسپیشل ڈیپارٹمنٹ کے اپنے دفتر میں فیودور ژوخرائی بیٹھا تھا۔ وہ چھ راتوں سے سویا نہیں تھا۔ ان پانچ بالشویکوں میں جنہیں ان سازشوں کی تیاریوں کا علم تھا وہ بھی ایک تھا۔ اس شخص کی جو کسی زمانے میں ملاح تھا اس وقت وہی کیفیت تھی جو بڑے جانوروں کے اس شکاری کی ہوتی ہے جو اپنے شکار کو زد پہ لا چکا ہو اور اس کا منتظر ہو کہ کب وہ جھپٹے اور کب وہ اس کا کام تمام کردے۔

وہ چلانے یا شور مچانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ خون کے پیاسے درندے کو تو جان ہی سے مارنا ہوتا ہے تبھی جاکر سکون حاصل ہوتا ہے، ورنہ ہر وقت خوف سے ہر جھاڑی پر نظر رکھنی پڑتی ہے کہ نہ جانے کس جھاڑی کے پیچھے وہ درندہ چھپا بیٹھا ہو۔ لیکن اس بات کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے کہ کہیں شکار ڈرکر بھاگ نہ جائے۔ اس قسم کے معرکوں میں جن میں زندگی

بھنبھناھٹ سنائی دے رھی تھی۔ آکم، ریتا اور میخائیلو وھاں موجود تھے۔ ریتا سرخ فوج کے سپاھیوں‌والا خود، خاکی رنگ کا ایک سایہ اور چمڑے کی جیکٹ پہنے ھوئے تھی جس کی پیٹی سے یک بھاری سا ماؤزر پستول لٹک رھا تھا۔ یہی پوشاک وہ پہلے بھی مورچے پر پہنا کرتی تھی جب وہ کمپنی کے سپاھیوں کو سیاسی تعلیم دینے کا کام کرتی تھی۔

''آخر ماجرا کیا ھے؟،، ژارکی نے تعجب سے س سے پوچھا۔

''ایوان، یہ قواعد لوگوں کو خطرے کے خلاف چوکس رکھنے کےلئے کرائی جا رھی ھے۔ ھم یہاں سے سیدھے تمہارے علاقے میں جا رھے ھیں۔ وھاں پانچویں انفینٹری اسکول میں ایک قواعد ھونےوالی ھے۔ کمسومول کے تمام اراکین اپنی اپنی ابتدائی تنظیموں کی میٹنگوں کے بعد وھاں پہنچ جائیں‌گے۔ مسئلہ وھاں اس طرح پہنچنے کا ھے کہ کسی کو یہ پتہ نہ چلنے پائے کہ کوئی خاص بات ھونےوالی ھے۔،،

پرانے فوجی اسکول کا میدان جس میں شاہ‌بلوط کے پرانے تناور درخت کھڑے تھے اور جس کے ٹھہرے ھوئے پانی کے تالاب میں کائی جمی رھتی تھی اور جس کے چوڑے چوڑے راستوں کی صفائی نہیں ھوتی تھی، خاموشی میں ڈوبا ھوا تھا۔ میدان کے بیچ میں ایک اونچی سی سفید دیوار کے پیچھے اسکول کی عمارت تھی جس میں سرخ فوج کے کمانڈروں

میٹنگ کےلئے فوراً چلے آؤ، اور اپنے ساتھ پارٹی کی ضلع کمیٹی کے سکرٹری کو بھی لیتے آنا۔ ایندھن کا مسئلہ اس سے کہیں بدتر ھے جتنا ھم لوگوں نے سوچا تھا۔ تم یہاں آؤگے تب تفصیلات پر بحث کریں گے،، آکم جلدی جلدی لیکن پراعتماد لہجے میں بول رھا تھا۔

''یہ ایندھن کا مسئلہ تو ھم لوگوں کو پاگل بناکے چھوڑےگا،، ژارکی نے غرا کر ٹیلیفون کے چونگے میں جواب دیا۔

لتکے دونوں سکرٹریوں کو لےکر آندھی کی رفتار سے موٹر چلاتا ھوا پارٹی کمیٹی پہنچا۔ جب، وہ سیڑھیاں چڑھ کر دوسری منزل کی طرف جا رھے تھے تبھی وہ سمجھ گئے کہ انہیں وھاں ایندھن کے سلسلے میں گفتگو کرنے کےلئے نہیں بلایا گیا ھے۔

آفس مینجر کی میز پر ایک مشین گن رکھی ھوئی تھی اور اسپیشل ڈیوٹی کمیٹی کے توپچی اس کے قریب کھڑے ھوئے کسی کام میں مصروف تھے۔ شہر کی پارٹی اور کمسومول تنظیموں سے آئے ھوئے خاموش گارد کے سپاھیوں سے برآمدے بھرے ھوئے تھے۔ سکرٹری کے دفتر کے کشادہ دروازوں کے پیچھے پارٹی کی صوبائی کمیٹی کے بیورو کی ایک اھم بیٹھک ختم ھونے کے قریب تھی۔

سڑک پر کھلنےوالی کھڑکی میں سے ھوکر ٹیلیفون کے دو تار گذرتے تھے جو دو فوجی ٹیلیفونوں سے جڑے ھوئے تھے۔

کمرے میں دبی آواز میں گفتگو کرنے کی

ی بنی ہوئی تمباکو پی رہے تھے اور اس قواعد کے سلسلے میں برتی ہوئی احتیاطوں کے بارے میں مذاق کر رہے تھے۔ یہ کوئی بھی نہیں سمجھ رہا تھا کہ یہ سچ سچ کے خطرے کے خلاف چوکس رہنے کی تاکید تھی۔ ان کا خیال تھا کہ یہ سب کچھ محض اسپیشل ڈیوٹی والے دستوں میں ڈسپلن قائم رکھنے کےلئے کیا جا رہا تھا۔ لیکن کہنہ مشق سپاھی سکول کے میدان میں داخل ہوتے ھی وھاں کے آثار دیکھ کر فوراً سمجھ جاتے تھے کہ یہ سچ سچ کے خطرے کے خلاف چوکس رہنے کی تاکید تھی۔ مجموعی طور پر بہت زیادہ احتیاط برتی جارھی تھی۔ باھر طالبعلموں کی پلٹنیں صفیں باندھ کر کھڑی ھو رھی تھیں۔ فوجی افسر حکم بھی دبی ھی آواز میں دے رہے تھے۔ نہایت خاموشی کے ساتھ مشین گنیں لائی جا رھی تھیں اور عمارت کی کسی بھی کھڑکی میں سے روشنی کی ایک شعاع بھی نظر نہیں آ رھی تھی۔

”دمیتری، کیا معاملہ کچھ سنگین ھے؟“ پاویل کورچاگن نے دوباوا سے پوچھا جو کھڑکی کی چوکھٹ پر ایک لڑکی کے نزدیک بیٹھا ہوا تھا۔ پاویل کو یاد آیا کہ اس لڑکی کو تو اس نے چند دن قبل ھی پارٹی کے دفتر میں دیکھا تھا۔

دوباوا نے خوش مزاجی سے پاویل کے کندھے کو زور سے تھپتھپایا۔

”دم خشک ھورھا ھے، کیوں؟ خیر کوئی بات نہیں، ھم تمہیں لڑنا سکھا دیں گے۔ شائد تم

کی تعلیم کےلئے پانچواں انفینٹری اسکول قائم کیا گیا تھا۔ رات کافی ڈھل چکی تھی۔ عمارت کی اوپر کی منزل میں اندھیرا تھا۔ باھر سے دیکھنے پر وہاں سکمل سکوت معلوم ھوتا تھا اور ادھر سے گذرنےوالا ھر شخص یہی سمجھتا کہ اسکول کی عمارت میں رھنےوالے تمام لوگ سوئے ھوئے ھیں۔ لیکن پھر لوھے کے پھاٹک کیوں کھلے ھوئے تھے۔ اور پھاٹک کے قریب بہت ھی بڑے بڑے مینڈکوں کی شکل کے وہ دو تاریک سائے کیا تھے؟ ریلوے کی بستی کے ھر حصے سے آنےوالے جو لوگ وھاں جمع ھوئے تھے وہ بخوبی جانتے تھے کہ اگر رات کو خطرے کے خلاف چوکس کا رھنے اعلان کردیا گیا تھا تو اسکول کی عمارت میں رھنےوالے لوگ سوئے ھوئے نہیں ھو سکتے تھے۔ اس مختصر سے اعلان کے بعد فوراً وہ لوگ کمسومول اور پارٹی کی میٹنگیں چھوڑکر یہاں چلے آئے تھے۔ وہ نہائت خاموشی کے ساتھ ایک ایک دو دو کرکے یا حد سے حد تین تین کی ٹولیوں میں یہاں آئے تھے، اور ان میں سے ھر ایک کے پاس کمیونسٹ پارٹی یا کمسومول کی ممبری کا کارڈ تھا جس کے بغیر کوئی بھی لوھے کے پھاٹک کے اندر داخل نہیں ھو سکتا تھا۔

میٹنگ کرنے کا بڑا ھال تیز روشنیوں سے جگمگا رھا تھا۔ وھاں کافی بڑا مجمع جمع ھو گیا تھا۔ کھڑکیوں پر کرمچ کے موٹے موٹے پردے پڑے ھوئے تھے۔ جن بالشویکوں کو یہاں بلایا گیا تھا وہ ادھر ادھر کھڑے سکون کے ساتھ گھر

کھڑے ہو جاؤ ۔ کامریڈو ، جلدی کیجئے، جلدی!،،
ژوخرائی، صوبے کی عاملہ کمیٹی کے صدر
اور آکم کے ہمراہ کمرے میں داخل ہوا ۔ وہ اسی
وقت آئے تھے .. ہال اب ایک سرے سے دوسرے سرے
تک صف بستہ لوگوں سے بھرا ہوا تھا ۔
صوبے کی عاملہ کمیٹی کا صدر وہاں مشق
کے لئے رکھی ہوئی مشین گن کے چبوترے پر چڑھ
گیا اور اپنا ہاتھ اٹھا کر بولا :
''ساتھیو ، آپ لوگوں کو یہاں بہت ہی سنگین
اور اشد ضروری کام سے بلایا گیا ہے ۔ میں آپ
کو جو کچھ بتانے والا ہوں وہ حفاظت کے خیال سے
اب سے پہلے نہیں بتایا جا سکتا تھا ۔ کل رات کو
اس شہر میں اور یوکرین کے دوسرے شہروں میں
ایک انقلاب دشمن بغاوت کرنے کی تیاریاں کی گئی
ہیں ۔ اس شہر میں وھائٹ گارد افسر بھرے ہوئے
ہیں اور شہر کے چاروں طرف لٹیروں کے گروہ لا کر
بسا دئے گئے ہیں ۔ سازش کرنے والوں میں سے کچھ
لوگ چوری سے ہمارے بکتربند موٹروں کے دستے
میں گھس آئے ہیں اور وہاں ڈرائیوروں کی حیثیت
سے کام کر رہے ہیں ۔ لیکن چیکا نے بروقت اس
سازش کا پتہ لگا لیا ہے اور ہم نے پارٹی اور کمسومول
کی تنظیموں کے تمام لوگوں کو مسلح کرنے کا
فیصلہ کیا ہے ۔ کمیونسٹوں کی پہلی اور دوسری
بٹالینیں فوجی اسکول کے دستوں اور چیکا کے رسالوں
کے ساتھ مل کر کام کریں گی ۔ فوجی اسکول کے
دستوں نے تو کام شروع بھی کر دیا ہے ۔ ساتھیو ،

دونوں ایک دوسرے کو نہیں جانتے یا جانتے ہو؟،،
اس نے لڑکی کی طرف سر سے اشارہ کیا۔ ’’ان کا نام آنا ہے، باقی نام تو مجھے نہیں معلوم۔ لیکن ان کا رتبہ میں جانتا ہوں۔ یہاں کا پروپگنڈا اور پرچار کا محکمہ انہیں کے ذمے ہے۔،،

وہ لڑکی جس کا تعارف دوباوا نے اس طرح مذاق کے ساتھ کرایا تھا کورچاگن کو بڑی دلچسپی سے دیکھنے لگی۔ اور اس نے اپنی زلفوں کی ایک لٹ جو اس کے سر پر بندھے ہوئے شوخ ارغوانی رنگ کے رومال سے باہر نکل آئی تھی، پیچھے جھٹک دی۔

کورچاگن کی نظریں اس کی نظروں سے لڑیں اور چند لمحوں کےلئے ایک خاموش تصادم جاری رہا۔ لمبی لمبی پلکوں کے نیچے سے اس کی چمکدار بالکل سیاہ آنکھیں گویا پاویل کی آنکھوں کو دعوت مقابلہ دے رہی تھیں۔ پاویل اپنی نظریں ہٹا کر دوباوا کو دیکھنے لگا۔ اس بات کے احساس سے کہ وہ جھینپ کر سرخ ہو رہا ہے اس کے چہرے پر خفگی کی لہر دوڑ گئی۔

’’تم دونوں میں سے کون کس کو پرچار کا نشانہ بناتا ہے؟،، اس نے زبردستی مسکرا کر پوچھا۔

اسی وقت ہال میں ایک ھلچل سی پیدا ہوئی۔ ایک کمپنی کے کمانڈر شکولینکو نے کرسی پر چڑھکر بلند آواز میں کہا:

’’پہلی کمپنی کے تمام لوگو، قطار باندھ کر

تین سو آدمی ویران سڑکوں پر قدم سلا کر
۔۔ کرنے لگے۔
سارا شہر سو رہا تھا۔
لووفسکایا اسٹریٹ پر جو دکایا اسٹریٹ کے
۔۔بل تھی، پہنچ کر بٹالین کے سپاہی صفیں توڑ کر
۔۔بتر ہو گئے۔ جنگی کارروائی کی ابتدا وہ لوگ
۔۔ سے کرنےوالے تھے۔
انتہائی خاموشی کے ساتھ انھوں نے عمارتوں
۔۔ گھیر لیا۔ ایک دکان کی سیڑھیوں پر ان کا
۔۔کوارٹر قائم کیا گیا۔
مرکز کی سمت سے ایک موٹر تیزی سے
۔۔فسکایا اسٹریٹ پر آتی ہوئی دکھائی دی۔ موٹر
۔۔ سامنےوالی تیز بتیاں اس کے آگے ایک روشن راستہ
۔۔ جا رہی تھیں۔ ہیڈکوارٹر کے سامنے پہنچ کر
۔۔ دفعتاً ایک جھٹکے کے ساتھ رک گئی۔
اس بار ہوگو لتکے اپنے باپ کو موٹر میں
۔۔ تھا۔ کمانڈانٹ پھرتی سے موٹر سے اترا اور
۔ نے گردن گھما کر لاتویائی زبان میں اپنے
۔۔ سے دو چار مختصر سے جملے کہے۔ موٹر
۔۔ جھٹکے کے ساتھ چل پڑی اور پلک جھپکاتے
۔۔ کے ایک موڑ پر پہنچ کر غائب ہو گئی۔
۔۔ طوفانی رفتار سے موٹر چلا رہا تھا۔ اس کے
۔۔ اسٹیرنگ کے پہیے کو اتنی مضبوطی سے پکڑے
۔۔ تھے گویا اسی کا ایک حصہ ہوں اور اس
۔ نظریں سڑک پر جمی ہوئی تھیں۔
ہاں آج ہی تو لتکے کی موٹر چلانے کی مہارت

اب آپ لوگوں کی باری ہے۔ آپ کے پاس پندرہ منٹ کا وقت ہے، اتنی دیر میں آپ لوگ اپنے ہتھیار لےکر قطاروں میں کھڑے ہو جائیے۔ لڑائی کی کمان کامریڈ ژوخرائی کے ہاتھ میں ہوگی۔ مختلف دستوں کے کمانڈر ان کے حکم کی تعمیل کریں گے۔ مجھے اس بات پر زور دینے کی کوئی خاص ضرورت نہیں کہ حالات کس قدر سنگین ہیں۔ کل کےلئے جس بغاوت کی تیاریاں کی گئی ہیں اسے آج ہی کچل دینا ہوگا۔،،

پندرہ منٹ بعد مسلح بٹالین اسکول کے میدان میں صف‌بستہ کھڑی تھی۔

ژوخرائی نے بےحس و حرکت کھڑے ہوئے سپاہیوں پر نظر دوڑائی۔

ان سے تین قدم آگے دو فوجی اپنی کمر پر چمڑے کی پیٹیاں کسے کھڑے تھے۔ ان میں سے ایک بٹالین کمانڈر منیائیلو تھا جو اورال کا رہنےوالا ایک دیوہیکل آدمی تھا اور پہلے لوہا ڈھالنے کے کسی کارخانے میں کام کرتا تھا۔ اور اس کے برابر بٹالین کا کمیسار آکم تھا۔ بائیں طرف پہلی کمپنی کی پلٹنیں کھڑی تھیں۔ کمپنی کا کمانڈر شکولینکو اور سیاسی معلم استینووچ ان کے دو قدم آگے کھڑے تھے۔ اور ان کے پیچھے کمیونسٹ بٹالین کے تین سو لوگ دم سادھے کھڑے تھے۔

فیودور نے اشارہ کیا:

”وقت ہو گیا۔،،

3—893

اسے گرفتار کرنے کے لئے کمانڈانٹ لتکے خود
اسٹریٹ گئے۔ زوربرٹ کے مکان کی کھڑکیاں
باغ میں کھلتی تھیں۔ اس باغ کی اونچی سی
کے اس پاروالی عمارت میں کسی زمانے میں
رہا کرتی تھیں۔ زوربرٹ اس وقت گھر
نہیں تھا۔ اس کے پڑوسیوں سے معلوم ھوا کہ
دن بھر وہاں دکھائی ھی نہیں دیا تھا۔
کے گھر کی تلاشی لی گئی اور وہاں سے ناموں
پتوں کی فہرستیں اور ساتھ ھی دستی بموں سے
ھوا ایک بکس برآمد ھوا۔ لتکے نے حکم دیا
کچھ لوگ زوربرٹ کی گھات میں ادھر ادھر
جائیں اور وہ خود کاغذات کا جائزہ لینے
کمرے میں کچھ دیر کے لئے رک گیا۔

فوجی اسکول کے اس نوجوان کو جسے نیچے
میں سنتری کی ڈیوٹی پر تعینات کیا گیا تھا
کے اس کونے سے وہ کھڑکی صاف نظر آتی تھی
کے پیچھے کمرے میں روشنی ھو رھی تھی۔
میں وہاں اکیلے کھڑے رھنا اسے کچھ
نہیں آیا۔ اسے تھوڑا سا ڈر بھی لگ رہا تھا۔
ھدایت دی گئی تھی کہ وہ دیوار پر نظر
کمرے کی سکون‌بخش روشنی اسے اپنی
سے بہت دور معلوم ھو رھی تھی۔ اور اس
بری بات یہ تھی کہ چاند بار بار بادلوں
پیچھے چھپ جاتا تھا۔ رات کے وقت جھاڑیوں
ماحول کچھ عجیب منحوس سا ھو جاتا ہے۔
نوجوان سپاھی نے اپنے چاروں طرف اندھیرے

کام آئی تھی۔ آج تو اس بات کا بھی خطرہ نہیں تھا کہ موٹر تیز بھگانے کے جرم میں اسے دو دن کے لئے حراست میں لے لیا جائے گا۔

اور ھوگو لتکے ٹوٹے ہوئے ستارے کی رفتار سے سڑک پر موٹر بھگائے چلا جارہا تھا۔

نوجوان لتکے نے ژوخرائی کو چشم زدن میں شہر کے ایک کونے سے دوسرے کونے پر پہنچا دیا۔ ژوخرائی اس سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے لتکے کی تعریف کرتے ہوئے کہا:

''اگر آج تم نے موٹر سے کسی کو کچل نہ دیا تو کل تمہیں انعام میں ایک سونے کی گھڑی دی جائیگی۔''

ھوگو بےحد خوش تھا۔

''میں تو سمجھا تھا کہ اس موڑ پر میں نے جس طرح موٹر گھمائی تھی اس کے لئے مجھے دس دن کی قید کی سزا دی جائے گی...''

سازش کرنےوالوں کے ھیڈکوارٹر پر پہلا ہلا کیا جا چکا تھا۔ تھوڑی ھی دیر بعد اسپیشل ڈیپارٹمنٹ کے سامنے قیدی اور دستاویزات کے بنڈل پیش کئے جانے لگے۔

دکایا اسٹریٹ کے مکان نمبر ۱۱ میں زوربرٹ نام کا ایک شخص رھتا تھا۔ چیکا کے پاس جو اطلاع تھی اس کے مطابق اس نے وھائٹ گاردوں کی سازش میں بہت اھم حصہ لیا تھا۔ پودول کے علاقے میں افسروں کے جو دستے حربی کارروائیاں کرنےوالے تھے ان کی فہرستیں اس کی تحویل میں تھیں۔

لتکے کا جسم عجیب انداز سے سمٹا ہوا
پر جھکا تھا اور اس کے سر کے زخم سے خون
دھار بہہ رہی تھی۔ وہ سر چکا تھا۔ کھڑکی
شیشہ ٹوٹ کر چور چور ہو گیا تھا۔ لیکن
کو دستاویزات حاصل کرنے کا موقع نہیں
تھا۔

دارالراھبات کی دیوار کی سمت میں کئی اور
یاں چلنے کی آواز آئی۔ قاتل دیوار پھاند کر
کی طرف جا پہنچا تھا اور لکیانوف کے کھیتوں
سے ہو کر بھاگنے کی کوشش کر رہا تھا۔
بھاگتے وہ گولی چلاتا جا رہا تھا۔ لیکن
گولی نے اس کا کام تمام کر دیا اور وہ
نہ بڑھ سکا۔

تلاشیاں رات بھر جاری رہیں۔ سینکڑوں ایسے
جن کے نام مکانات کا انتظام کرنے والی کمیٹی
رجسٹروں میں درج نہیں تھے اور جن کے پاس
مشتبہ قسم کی دستاویزات اور ھتھیار برآمد ہوئے
چیکا کے حوالے کر دئیے گئے۔ وھاں ان مشتبہ
وں کے بارے میں تحقیقات کرنے کے لئے ایک
محکمہ کام کررھا تھا۔

کہیں کہیں سازش کرنے والوں نے مدافعت
نے کی بھی کوشش کی۔ ژلیانسکایا اسٹریٹ کے
مکان کی تلاشی کے دوران میں آنتون لیبی دیف
کسی نے گولی سے مار ڈالا۔

اس رات سولومینکا بٹالین کے پانچ آدمی مارے
اور چیکا کے لوگوں میں سے یان لتکے

میں سنگین چلانی شروع کی لیکن وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔

''آخر انہوں نے مجھے یہاں کیوں تعینات کیا؟ ادھر دیوار پر چڑھ کر تو کوئی آ نہیں سکتا ہے۔ اتنی اونچی دیوار پر کون چڑھےگا۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ ذرا چل کر کھڑکی سے جھانک کر اندر دیکھنا چاہئے،، اس نے سوچا۔ دیوار پر ایک سرسری سی نظر اور ڈال کر وہ اس سیلن سے بھرے ہوئے کونے سے باھر نکل آیا جہاں کائی کی بو بسی ہوئی تھی۔ جب وہ کھڑکی کے قریب پہنچا تو اسی وقت لتکے نے میز پر سے کاغذ سمیٹ کر اٹھائے۔ اتنے میں دیوار کے اوپر ایک سایہ نظر آیا۔ وہاں سے کھڑکی کے قریب کھڑا ھوا وہ سنتری اور کمرے کے اندروالا شخص دونوں صاف نظر آتے تھے۔ وہ سایہ بلی کی طرح پھرتی سے ایک پیڑ پر چڑھ گیا اور وہاں سے نیچے کودا۔ چوروں کی طرح دبے پاؤں وہ دھیرے دھیرے اپنے شکار کی طرف بڑھا۔ ایک ھی وار میں وہ سنتری زمین پر لوٹنے لگا اور بحری سپاھیوں‌والا ایک خنجر اس کی گردن میں پورا پیوست ھو گیا۔

باغ میں گولی چلنے کی آواز گونج اٹھی اور جو لوگ اسی عمارت کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے تھے ان میں بجلی کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔ ان میں سے چھ آدمی مکان کی طرف دوڑے۔ رات کی خاموشی میں ان کے قدموں کی آواز خوب گونج رہی تھی۔

ہوئیں کے ان بادلوں کی وجہ سے بہت دھندلے
نظر آ رہے تھے۔
توکاریف جو صدر کے برابر بیٹھا تھا آگے
جھکا اور جھنجھلا کر اپنی چھدری ڈاڑھی نوچنے
لگا۔ بیچ بیچ میں وہ کنکھیوں سے ایک پستہ قد،
گنجے شخص کو دیکھتا جاتا تھا جو اپنی بلند
آواز میں مسلسل ایسے فقرے تقریر کی لڑی میں پروتا
جا رہا تھا جو انڈے کے خول کی طرح کھوکھلے
اور بےمعنی تھے۔
آکم نے اس بوڑھے مزدور کی نظروں کو
دیکھا اور اسے اس لڑاکو مرغے کی یاد آ گئی جسے
اس نے بچپن میں اپنے گاؤں میں دیکھا تھا۔ دشمن
پر جھپٹنے سے پہلے اس مرغے کی آنکھوں میں بھی
بالکل وہی انداز ہوتا تھا۔
پارٹی کی صوبائی کمیٹی کی بیٹھک گھنٹے
بھر سے زیادہ سے چل رہی تھی۔ وہ گنجا آدمی ریلوے
کی ایندھن کمیٹی کا صدر تھا۔
سامنے رکھے ہوئے کاغذوں کے ڈھیر کو
اپنی پھرتیلی انگلیوں سے الٹتے ہوئے وہ گنجا آدمی
بڑی تیزی سے بولتا رہا:
"...ان حالات میں صوبائی کمیٹی اور ریلوے
کے منتظمین کے فیصلے کو عمل میں لانا قطعی
ناممکن ہے۔ میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ ایک
ماہ بعد بھی ہم چار سو مکعب میٹر سے زیادہ
ایندھن فراہم نہیں کر سکتے۔ جہاں تک ایک
لاکھ اسی ہزار مکعب میٹر کی ضرورت کا سوال

کی جان گئی جو ایک پرانا معتبر بالشویک اور جمہوریہ کا وفادار محافظ تھا۔

لیکن وھائٹ گاردوں کی بغاوت شروع ہونے سے پہلے ہی کچل دی گئی۔

اس رات فادر واسیلی کو اس کی بیٹیوں اور باقی پورے گروہ کے ساتھ شپیتوفکا میں گرفتار کر لیا گیا۔

کشاکش کچھ کم ہوئی۔

لیکن جلد ہی شہر کے سامنے ایک نئے دشمن کا خطرہ آ کھڑا ہوا۔ یہ دشمن تھا ریلوں کی نقل و حرکت کا ٹھپ ہو جانا۔ اور اس کا مطلب تھا کہ آنے والی سردیوں میں لوگوں کو فاقہ کشی اور ٹھنڈ کی مصیبت جھیلنا پڑے گی۔

اب ہر بات کا انحصار غلے اور ایندھن پر تھا۔

# دوسرا باب

فیودور نے اپنا چھوٹی نلی والا پائپ منھ سے نکالا اور کچھ سوچتے ہوئے بڑی احتیاط کے ساتھ اس کی راکھ کریدنے لگا۔ پائپ بجھ گیا تھا۔

صوبے کی عاملہ کمیٹی کے صدر کی کرسی اور چھت کے درمیان درجنوں سگریٹوں کے نیلگوں دھوئیں کے گھنے بادل منڈلا رہے تھے۔ کمرے کے کونوں میں میز کے گرد بیٹھے ہوئے لوگوں کے چہرے

''آپ نے لکڑی یہاں پہنچانے کا کیا انتظام کیا ہے؟ سازش میں جو خاص خاص ماہرین شامل تھے ان کی گرفتاری کو تو اب کافی دن ہو چکے ہیں،، دینیکو نے ایک کونے سے آواز اٹھائی۔

وہ گنجا آدمی اس کی طرف مخاطب ہوکر بولا:

''میں نے تین بار ریلوے کے حاکموں کو کہا کہ جب تک آمد و رفت کی معقول سہولتیں نہیں کی جائیں گی اس وقت تک ہمارے لئے یہ قطعی ناممکن ہے کہ...،،

توکاریف نے اسے بیچ ہی میں روک دیا۔

''یہ سب تو ہم سن چکے ہیں،، اس نے اس گنجے آدمی پر مخاصمانہ نظر ڈالتے ہوئے روکھےپن سے کہا۔ ''کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم سب کے سب بالکل بےوقوف ہیں؟،،

یہ الفاظ سن کر اس گنجے آدمی کے جسم میں جھرجھری سی آ گئی۔

''انقلاب دشمنوں نے جو کچھ کیا ہے اس کی ذمےداری مجھ پر تو عائد نہیں ہوتی،، اس نے دبی آواز میں جواب دیا۔

''لیکن تمھیں یہ معلوم تھا کہ نہیں کہ لکڑی ریلوے لائن سے بہت دور کاٹ کر گرائی جا رہی ہے؟،، آکم نے پوچھا۔

''میں نے اس کی بابت سنا ضرور تھا لیکن میں اپنے حاکموں کی توجہ ایک ایسی بےقاعدگی کی طرف مبذول نہیں کرا سکتا تھا جو میرے حلقۂ اختیار سے باہر ہو رہی تھی۔،،

ہے تو وہ تو خیر بالکل ہی...،، مقرر صحیح لفظ کی تلاش میں تھوڑی دیر کےلئے اٹک کر پھر بولا۔ ,,جیسے کہتے ہیں... ہوائی قلعے بنانا ہے!،، یہ کہکر اس نے اپنی تقریر ختم کردی اور اپنا چھوٹا سا منھ اس طرح بھینچ لیا جیسے اس کے ساتھ کوئی بہت بڑی زیادتی کی گئی ہو۔

اس کے بعد بڑی دیر تک خاموشی رہی۔

فیودور نے پائپ کو اپنے ناخن سے کھٹ کھٹا کر راکھ جھاڑ دی۔ آخرکار توکاریف نے اس سکوت کو توڑا:

,,فضول باتوں میں وقت ضائع کرنے سے کچھ حاصل نہیں،، اس نے اپنی گہری آواز میں کہنا شروع کیا۔ ,,ریلوے کی ایندھن کمیٹی کے پاس نہ تو اس وقت ایندھن ہے اور نہ کبھی تھا۔ اور آئندہ بھی ہونے کی کوئی امید نہیں ہے... ٹھیک ہے نا؟،،

اس گنجے آدمی نے اپنا کندھا جھٹک دیا۔

,,کامریڈو، معاف کیجئےگا۔ ہم لوگوں نے ایندھن جمع تو کیا تھا لیکن اسے سڑک کے ذریعے لانے لیجانے کی دقت کی وجہ سے...،، اس کے بعد ایسا معلوم ہوا کہ وہ کوئی چیز نگلنے کی کوشش کر رہا ہے۔ پھر اس نے ایک چارخانےدار رومال نکال کر اپنی چمکتی ہوئی چندیا سے پسینہ پونچھا اور کئی بار رومال کو جیب میں واپس رکھنے کی ناکام کوشش کرنے کے بعد اس نے بوکھلا کر رومال اپنے چمڑے کے تھیلے کے نیچے گھسا دیا۔

ٹھیانا اس کا انتظار کر رہا ہوگا اور جہاں اس کی بیوی ہوگی جو ابھی تک کافی جوان تھی اور جو شائد آرام سے بیٹھی ہوئی پال دی کاک کا ناول پڑھ کر اپنا وقت گذار رہی ہوگی۔

اس گنجے آدمی کے جوابات کو بڑے غور سے سن کر فیودور نے اپنی نوٹ بک میں جلدی جلدی کچھ لکھ ڈالا: ”میرے خیال میں اس شخص کے بارے میں اچھی طرح تحقیقات کی جانی چاہئے۔ یہ محض اس کی نااہلیت کا سوال نہیں ہے۔ مسئلہ اس سے زیادہ سنگین ہے۔ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا ہوں... بحث ختم کر دو اور اسے یہاں سے جانے دو تاکہ ہم لوگ کام کی باتیں کر سکیں۔“

صوبے کی عاملہ کمیٹی کے صدر نے رقعہ پڑھا اور فیودور کی طرف دیکھ کر سر ہلایا۔

ژوخرائی کسی کو ٹیلیفون کرنے کےلئے اٹھ کر باہر برآمدے میں چلا گیا۔ جب وہ لوٹا تو صدر ایک تجویز پڑھ رہے تھے:

”...ریلوے کی ایندھن کمیٹی کے منتظمین کو جان بوجھ کر کام بگاڑنے اور رکاوٹیں ڈالنے کے جرم میں برخاست کردیا جائے اور لکڑی مہیا کرنے کے مسئلے کو ایک تحقیقاتی کمیٹی کے حوالے کردیا جائے۔“

اس گنجے آدمی کو اس سے بھی زیادہ خطرناک انجام کا اندیشہ تھا۔ یہ تو صحیح تھا کہ جان بوجھ کر کام بگاڑنے اور رکاوٹیں ڈالنے کے

''تم نے اس کام پر کتنے آدمی لگا رکھے ھیں؟،، ٹریڈیونین کونسل کے چیرمین نے سوال کیا۔

''تقریباً دو سو،، اس گنجے نے جواب دیا۔

''اس حساب سے تو گویا یہ حرام خور سال بھر میں فی کس صرف ایک مکعب میٹر لکڑی مہیا کر پائیں گے!،، توکاریف نے زیرلب کہا۔

''ریلوے کی ایندھن کمیٹی کےلئے خاص راشن منظور کیا گیا ھے۔ تمہیں مزدوروں کا پیٹ کاٹ کر راشن دیا جا رہا ھے۔ اور اس کا یہ نتیجہ ھے؟ اور وہ دو گاڑی بھر آٹا کیا ھوا جو تمہیں مزدوروں کےلئے دیا گیا تھا؟،، ٹریڈیونین کا صدر مسلسل سوال کرتا رہا۔

اس گنجے آدمی پر چاروں طرف سے اسی قسم کے کھرے کھرے سوالات کی بوچھار ھونے لگی۔ وہ ان سوالات کے جوابات اس طرح پریشان ھوکر دینے لگا جیسے کوئی جان کھانےوالے قرضخواھوں سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کرتا ھے۔

سیدھے سیدھے جوابات سے بچنے کے لئے وہ طرح طرح کے حیلے بہانے کر رہا تھا اور جھکائی دےکر نکل بھاگنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن گھبراھٹ کے مارے اس کی آنکھیں بڑی تیزی کے ساتھ ادھر ادھر بھٹک رھی تھیں۔ وہ آنےوالے خطرے کو محسوس کرنے لگا تھا اور اس کی بزدل روح کو صرف ایک چیز کی آرزو تھی — کہ وہ کسی طرح یہاں سے جلد سے جلد نکل بھاگے اور جاکر اپنے آرامدہ گوشۂ عافیت میں پناہ لے جہاں لذیذ

ھوا نیچے اترا اور سڑک پر نکلنے کا دروازہ کھول کر اس نے گلو خلاصی پر اطمینان کا سانس لیا۔

"شہری، تمہارا نام؟" فوجی کوٹ میں ملبوس ایک شخص نے اس سے سوال کیا۔

ڈوبتے ھوئے دل سے اس گنجے نے ھکلا کر کہا: "چر... ونسکی..."

اس باھر کے آدمی کے چلے جانے کے بعد اوپر وہ تیرہ آدمی کانفرنس کی اس بڑی سی میز کے گرد سر جوڑ کر کسی مسئلے پر غور کرنے لگے۔

"یہ دیکھو" ژوخرائی نے میز پر کھلے ھوئے نقشے پر انگلی سے اشارہ کرتے ھوئے کہا۔ "یہ ھے بویارکا کا اسٹیشن۔ یہاں سے تقریباً چار میل کے فاصلے پر لکڑی کےلئے پیڑ کاٹ کر گرائے گئے ھیں۔ یہاں دو لاکھ دس ھزار مکعب میٹر لکڑی ڈھیر ھے۔ مزدوروں کی ایک پوری فوج نے آٹھ ماہ تک سخت محنت کرکے اتنی لکڑی جمع کی تھی۔ اور اس کا نتیجہ؟ غداری! ریلوے کےلئے اور شہر کی ضروریات کےلئے ایندھن نہیں ھے۔ اگر پانچ ھزار گاڑیاں کم سے کم مہینے بھر تک متواتر کام کریں تب کہیں وہ اتنی لکڑی ڈھو کر چار میل دور اسٹیشن تک پہنچا سکتی ھیں۔ اور وہ بھی اس صورت میں جب وہ دن میں دو پھیرے کریں۔ سب سے قریب کا گاؤں بھی وھاں سے دس میل کے فاصلے پر ھے اور اس پر ستم یہ ھے کہ ژلنک اور اس کے گروہ کے لٹیرے ان علاقوں میں لوٹ مار کر رھے ھیں۔ آپ کو اندازہ ھے کہ اس

جرم میں ملازمت سے علیحدہ کردئے جانے پر اس کے عام طور پر معتبر ہونے یا نہ ہونے کا سوال بھی لازمی طور پر اٹھےگا۔ لیکن وہ کوئی ایسی سنگین بات نہیں تھی۔ اور جہاں تک بویارکاوالے معاملے کا سوال تھا تو اسے اس سلسلے میں کسی قسم کی پریشانی نہیں تھی کیوں کہ بہرحال وہ واقعہ اس کے حلقے سے باہر کا تھا۔ ''حالانکہ یہ ماننا پڑےگا کہ بس بال بال بچ گئے،، اس نے اپنے دل میں کہا۔ ''میں تو سمجھا تھا کہ شائد ان لوگوں کو سچ‌سچ کسی سنگین معاملے کا پتہ چل گیا ہے...،،

اب چونکہ اسے تقریباً پوری طرح اطمینان ہو گیا تھا اس لئے اس نے اپنے کاغذات تھیلے میں رکھتے ہوئے کہا:

''مجھے اپنے کام کے بارے میں خاص علم اور تجربہ ہونے کی بنا پر ہی اس عہدے پر تعینات کیا گیا تھا۔ لیکن چونکہ میں پارٹی کا آدمی نہیں ہوں اس لئے آپ لوگوں کو مجھ پر اعتبار نہ کرنے کا پورا حق ہے۔ مگر میرا ضمیر بالکل صاف ہے۔ مجھ سے جس بات کی توقع کی گئی تھی اگر اسے پورا کرنے میں میں ناکام رہا ہوں تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس کام کو پورا کرنا ناممکن تھا۔،،

اس پر کسی نے کچھ بھی نہ کہا۔ وہ گنجا آدمی باہر نکل کر تیزی سے سیڑھیاں پار کرتا

آخرکار فیودور نے اپنی بھنچی ہوئی مٹھی کھولی۔
''ساتھیو، اس دشواری کو حل کرنے کا
یک راستہ ہے،، اس نے کہا۔ ''ہم لوگوں کو تین
ہ کے اندر اندر اسٹیشن سے لکڑی والے علاقے تک
قریباً پانچ میل لمبی چھوٹی لائن کی ریل تعمیر
کر لینی چاہئے۔ اس کا پہلا حصہ لکڑی کے ذخیرے
کے اسٹیشن سے قریب والے سرے تک جائے گا۔ اور
یہ حصہ چھ ہفتوں میں تیار ہو جانا چاہئے۔
میں پچھلے ایک ہفتے سے اس تجویز پر غور کر
رہا ہوں۔ ہمیں اس کام کے لئے،، ژوخرائی کی آواز
س کے خشک ہوتے ہوئے گلے میں پھنسنے لگی
''ساڑھے تین سو مزدوروں اور دو انجینیروں کی
ضرورت ہوگی۔ ہمارے پاس ریل کی پٹریاں کافی
ہیں اور پشچا وادتسا کے اسٹیشن پر ریل کے سات
نجن بھی ہیں۔ کمسوسول والوں نے انہیں مال
گوداموں سے ڈھونڈ کر نکالا ہے۔ جنگ سے پہلے
پشچا وادتسا سے شہر تک ایک چھوٹی لائن بنانے
کی تجویز تھی۔ دقت یہ ہے کہ بویارکا میں مزدوروں
کے رہنے کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ صرف اسکول
کی پرانی عمارت ہے۔ ہمیں لوگوں کو پندرہ پندرہ
دن کے لئے چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں بھیجنا پڑے گا۔
س سے زیادہ عرصے تک وہ وہاں کی مصیبتیں برداشت
نہیں کر سکیں گے۔ کیوں آکم، تمہارا کیا خیال
ہے؟ کیا ہم کمسوسول والوں کو وہاں بھیجدیں؟،،
اور اس کے جواب کا انتظار کئے بغیر ہی
س نے اپنی بات جاری رکھی:

کا کیا مطلب ہے؟ دیکھئے منصوبہ یہ بنایا گیا تھا کہ لکڑی کی کٹائی یہاں پر شروع کی جائےگی اور وہ لوگ پیڑ گراتے ہوئے رفتہ رفتہ اسٹیشن کی طرف بڑھتے آئیںگے۔ ان بدمعاشوں نے کیا یہ کہ وہ پیڑ کاٹتے ہوئے جنگل کے اور بھی اندر کی طرف گھستے گئے۔ ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ کسی بھی طرح ہم لکڑی ڈھوکر ریلوے لائن تک نہ لانے پائیں۔ اور ان کا اندازہ کچھ غلط نہیں تھا۔ ہم لوگوں کو اس کام کےلئے سو گاڑیاں بھی نہیں مل سکیں۔ انہوں نے ہمارے اوپر یہ بہت ہی ذلیل حملہ کیا ہے۔ بغاوت بھی اس سے زیادہ سنگین نہیں تھی۔''

نقشے کے باریک کاغذ پر ژوخرائی کا مکا زور سے پڑا۔

اب تو اس مسئلے کے وہ زیادہ بھیانک پہلو بھی، جن کا ژوخرائی نے ذکر نہیں کیا تھا، ان تیرھوں آدمیوں میں سے ہر ایک کی سمجھ میں صاف صاف آنے لگے۔ سردیاں شروع ہونےوالی تھیں۔ انہیں ہسپتال، اسکول، دفتر اور لاکھوں انسان سردی کے برفانی شکنجے میں جکڑے ہوئے نظر آنے لگے۔ وہ اس تصور سے کانپ گئے کہ لوگ اسٹیشنوں پر کھچا کھچ بھرے ہوںگے اور انہیں لے جانے کےلئے ہفتے میں صرف ایک گاڑی چل سکےگی۔

جس وقت ہر آدمی صورت حال پر غور کر رہا تھا کمرے میں گہری اور مکمل خاموشی طاری تھی۔

اوزاروں کے آخری بکس ریل گاڑی پر لاد دئیے
گئے - گاڑی چلانےوالے اپنی اپنی جگہوں پر پہنچ
گئے - ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی تھی - پانی کی شفاف
چھوٹی بوندیں ریتا کی چمکتی ہوئی چمڑے کی جیکٹ
پر ڈھلکنے لگیں -

ریتا نے تپاک سے توکاریف سے ہاتھ ملایا -
''ہم سب کی دلی آرزو ہے کہ آپ کو کامیابی
حاصل ہو،، اس نے نرمی سے کہا -

اس بوڑھے نے اپنی گھنی سفید بھنوؤں کے
نیچے سے بڑی شفقت کے ساتھ اسے دیکھا -

''سچ سچ ان لوگوں نے ہمیں بہت مصیبت
میں پھنسا دیا ہے - خدا غارت کرے انہیں،، اس
نے اپنے ہی خیالات کے جواب میں غرا کر کہا -
''تم لوگ یہاں ذرا معاملات پر کڑی نظر رکھنا
تاکہ اگر کوئی دشواری پیش آئے تو فوراً حسب
ضرورت کچھ دباؤ ڈالا جا سکے - یہاں جو سب کے
سب نکمے جمع ہیں یہ تو دفتری کارروائی کے گورکھ
دھندے میں پھنسائے بغیر کوئی کام کرہی نہیں
سکتے - اچھا بیٹی - تو میں اب چلتا ہوں - گاڑی
چھٹنےوالی ہے -،،

بوڑھے نے اپنے کوٹ کے بٹن بند کر لئے - آخری
وقت جب کہ گاڑی بالکل چھٹنےوالی تھی ریتا نے
یونہی لگے ہاتھوں اس سے پوچھا :

''کورچاگن بھی آپ لوگوں کے ساتھ جا
رہا ہے نا؟ میں نے اسے باقی لڑکوں کے ساتھ کہیں
دیکھا نہیں -،،

''کمسومول تنظیمیں حتی‌الامکان اپنے زیادہ سے زیادہ ممبر فوراً وهاں کےلئے روانه کر دیں۔ ابتدا کرنے کےلئے تو سولومینکا کی تنظیم ہے هی۔ پھر کچھ شہر سے بھی مل هی جائیں‌گے۔ کام مشکل ضرور ہے — دراصل بہت هی مشکل ہے لیکن اگر نوجوانوں کو یه بتا دیا جائے که اس کام کے پورا نه هونے سے کیا کیا خطرات پیدا هو جائیں‌گے تو مجھے یقین ہے که وه اس کام کو ضرور پورا کر دیں‌گے۔''

ریلوے کے اعلی حاکم نے شبہه کے انداز میں اپنا سر هلایا۔

''میرے خیال میں تو یه سب بیکار ہے۔ ان حالات میں جنگل کے علاقے میں تقریباً پانچ میل لمبی ریل کی لائن تعمیر کرنا جب که خزاں کی بارش شروع هونےوالی ہے اور تھوڑے هی دن بعد برف پڑنے لگےگی...'' اس نے رک رک کر کہنا شروع کیا۔

لیکن ژوخرائی نے اس کی بات بیچ هی میں کاٹ دی:

''آندری واسیلیئیوچ، تمہیں ایندھن کے مسئلے کی طرف زیادہ توجه دینی چاهئے تھی۔ اس لائن کی تعمیر قطعی ضروری ہے اور هم اسے پورا کرکے هی دم لیں‌گے۔ هم هاتھ پر هاتھ دھرے سردی سے ٹھٹھرکر مرجانے کو تیار نہیں هیں۔ کیا میں غلط کہتا هوں؟''

4—893

''ارے کامریڈ استینووچ، ہمارے ڈیڈی کو
چھوڑ دو! ان کے بغیر ہم کیا کریں گے؟''
وہ چیک آدمی اس کے بعد بھی کچھ کہنے والا
تھا لیکن وہاں تین نوواردوں کو دیکھ کر وہ
رک گیا۔ ایک لمحہ کے لئے وہ آنا کی پریشان نظروں
کو دیکھتا رہا لیکن جب رخصت ہونے سے پہلے
اس نے دوباوا کی طرف مسکرا کر دیکھا تو اس کے
کلیجے میں ایک تیر سا لگا اور اس نے فوراً کھڑکی
کی طرف سے اپنا منھ پھیر لیا۔

خزاں کی بارش کے چھینٹے منھ پر طمانچوں
کی طرح لگ رہے تھے۔ بارش سے بوجھل سرمئی
رنگ کے بادل زمین سے بہت ہی کم اونچائی پر
منڈلا رہے تھے۔ خزاں کو شروع ہوئے کافی عرصہ
ہو چکا تھا۔ تمام درختوں کے پتے جھڑ گئے تھے اور
وہ بالکل بے برگ و بار کھڑے تھے۔ ھارن بیم کے
اونچے درخت بہت اداس نظر آ رہے تھے اور ان کی
دھاریوں دار چھال پر کتھئی رنگ کی کائی جم
گئی تھی۔ بے رحم خزاں نے ان سے ان کے شاندار
پیراھن چھین لئے تھے اور وہ بالکل برھنہ اور عبرتناک
حالت میں کھڑے تھے۔
جنگل کے بیچ میں اسٹیشن کی چھوٹی سی عمارت
تنہا سکڑی سمٹی کھڑی تھی۔ پتھر کے فرش والے
پلیٹ فارم سے جہاں مال گاڑیاں کھڑی ہوتی تھیں
جنگل کے اندر تک تازہ کھدی ہوئی زمین کی ایک
پتلی پٹی چلی گئی تھی۔ اس پٹی کے ارد گرد لوگ

''نہیں، وہ اور ریلوے لائن کی تعمیر کا سپرنٹنڈنٹ تو کل ھی ٹرالی سے وھاں چلے گئے تاکہ ھم لوگوں کے پہنچنے سے پہلے کچھ انتظام کر رکھیں۔،،

اسی وقت ژارکی، دوباوا اور آنا بورھارٹ تیزی سے پلیٹ‌فارم پار کرکے ان کی طرف آتے ھوئے دکھائی دئے۔ آنا اپنی جیکٹ بڑی لاپروائی سے کندھے پر ڈالے ھوئے تھی اور اس کی نازک انگلیوں میں ایک سگریٹ دبی ھوئی تھی۔

ان لوگوں کے وھاں پہنچنے سے پہلے ریتا کو ایک اور سوال پوچھنے کا موقع مل گیا:

''آپ کے ساتھ کورچاگن کی پڑھائی کیسی چل رھی ھے؟،،

بوڑھے نے اسے حیرت سے دیکھا۔

''کیسی پڑھائی؟ وہ لڑکا تو تمھاری نگرانی میں ھے نا؟ اس نے مجھے تمھارے بارے میں بہت سی باتیں بتائی ھیں۔ تمھاری بڑی تعریف کرتا ھے۔،،

ریتا کو یقین نہیں آیا۔

''کامریڈ توکاریف، کیا آپ کو پورا یقین ھے؟ مجھ سے پڑھنے کے بعد چیزوں کو اچھی طرح سمجھنے کےلئے کیا وہ آپ کے پاس نہیں جاتا تھا؟،،

بوڑھا قہقہہ مارکر ھنس پڑا۔

''میرے پاس؟ ارے میں نے تو کبھی اس کا سایہ بھی نہیں دیکھا۔،،

انجن نے زور سے سیٹی دی۔ کلاویچک نے ایک ڈبے سے چلاکر کہا:

...ے پہلے ھی لٹیروں کی نذر ھو چکی تھی۔
...ڑکیوں اور دروازوں کی جگہ پر اب صرف بڑے
...ے شگاف تھے۔ جس جگہ پر کسی زمانے میں
...ندانوں کے کواڑ تھے وھاں اب سیاہ درزیں نظر
...ی تھیں۔ جابجا گری ھوئی چھت کے سوراخوں میں
...ے کڑیاں ایسی معصوم نظر آتی تھیں گویا جسم کے پنجر
...ی پسلیاں ھوں۔

صرف چار بڑے کمروں کا سیمنٹ کا فرش
...ت اور سالم تھا۔ رات کے وقت چار سو انسان
...یچڑ میں لت پت گیلے کپڑے پہنے اسی فرش پر
...و جاتے تھے۔ دروازے پر جس وقت وہ اپنے کپڑوں
...و نچوڑتے تھے ان سے مٹیالے پانی کی دھار بہہ
...کلتی تھی۔ وہ لوگ بارش کو اور اس دلدلی مٹی
...و جی بھر کر کوستے تھے۔ سیمنٹ کے فرش پر
...ل کی ایک پتلی سی تہہ بچھا دی گئی تھی۔
...ہ لوگ اس پر گرمی حاصل کرنے کےلئے ایک
...وسرے سے سٹ کر لیٹ جاتے تھے۔ ان کے کپڑوں
...ے ابخرات اٹھتے تھے لیکن وہ سوکھ نہیں پاتے
...ھے۔ کھڑکیوں پر کیلوں سے ٹاٹ کے جو پردے
...ڑ دئیے گئے تھے ان سے رس رس کر بارش کا پانی
...در آتا تھا اور بہہ کر فرش پر پہنچ جاتا تھا۔
...ن کی چھتوں کا جو حصہ بچ گیا تھا اس پر
...ارش کا پانی گرنے سے تاشہ بجنے کی سی آواز آتی
...ھی اور دروازوں کی بڑی بڑی درزوں میں سے ہوا
...ائیں سائیں کرتی ھوئی اندر داخل ھوتی تھی۔

صبح کے وقت تمام لوگ اس شکستہ بیرک
...یں جو باورچی‌خانے کے طور پر استعمال کی جاتی

چیونٹیوں کی طرح دل باندھے کام میں جٹے ہوئے تھے۔

قدموں کے نیچے پھسلنی کیچڑ انتہائی ناخوش گوار طریقے سے بھچ بھچ کرتی تھی۔ پشتہ کے قریب جہاں لوگ کھدائی میں بڑی سرگرمی کے ساتھ مصروف تھے پتھر پر بیرموں کے کھڑکنے اور پھاوڑوں کے ٹکرانے کی کرخت آواز مسلسل سنائی دے رہی تھی۔

پانی اس طرح برس رہا تھا گویا کسی باریک چھلنی میں سے ہوکر آ رہا ہو۔ اور پانی کی سرد بوندیں کام کرنےوالوں کے کپڑوں کو پار کرکے اندر تک پہنچ جاتی تھیں۔ بارش ان لوگوں کی ساری کی کرائی محنت پر پانی پھیر دینے کی دھمکی دے رہی تھی کیوں کہ چکنی مٹی گارے کی شکل میں بہہ بہہ کر پشتہ سے نیچے کی طرف آ رہی تھی۔

سر سے پاؤں تک پانی میں شرابور اور گیلے سرد کپڑے پہنے ہوئے وہ لوگ اندھیرا ہونے کے بہت دیر بعد تک بھی کام کرتے رہتے تھے۔ اور جوں جوں دن گذرتے جاتے تھے تازہ کھدی ہوئی زمین کی یہ پٹی جنگل کے اندر کی طرف اور آگے بڑھتی جاتی تھی۔

اسٹیشن سے کچھ ہی فاصلے پر ایک ہیبت‌ناک کھنڈر نظر آ رہا تھا جہاں کسی زمانے میں پکی عمارت رہی ہوگی۔ اس مکان کی ہر وہ چیز جو اٹھاکر لے جائی جا سکتی تھی یا الگ کی جا سکتی تھی یا بارود سے اڑاکر نکالی جا سکتی تھی بہت

چھوڑ کر بھاگ بھی گئے تھے۔ شروع میں نو آدمی بھاگے پھر چند دنوں بعد پانچ اور۔

کام شروع ہونے کے ہفتے بھر بعد پہلا بڑا سانحہ پیش آیا۔ اس دن رات کی گاڑی سے روٹیوں کی رسد نہیں پہنچی تھی۔

دوباوا نے توکاریف کو جگا کر اسے سانحے کی اطلاع دی۔ پارٹی ممبروں کی ٹکڑی کے سکرٹری نے بستر پر بیٹھے بیٹھے اپنی گھنے بالوں والی ٹانگیں جھلائیں اور بغل کو زور زور سے کھجانے لگا۔

''تماشہ شروع ہو رہا ہے،، اس نے غرا کر کہا اور جلدی جلدی کپڑے پہننے لگا۔

اتنے میں خولیاوا اپنی چھوٹی چھوٹی ٹانگوں پر پھدکتا ہوا اندر داخل ہوا۔

''ذرا لپک کر چلے جاؤ اور اسپیشل ڈیپارٹمنٹ سے ٹیلیفون ملاؤ،، توکاریف نے اسے ہدایت دی اور پھر دوباوا سے مخاطب ہو کر کہا: ''اور دیکھو خبردار، کسی کو روٹیوں کے بارے میں ایک حرف بھی معلوم نہ ہونے پائے۔،،

ریلوے کے ٹیلیفون آپریٹروں سے پورے آدھے گھنٹے تک جھگڑا کرنے کے بعد خولیاوا جو کسی سے دبنے والا آدمی نہیں تھا آخرکار ژوخرائی سے ٹیلیفون ملانے میں کامیاب ہو گیا۔ ژوخرائی اسپیشل ڈیپارٹمنٹ کے سب سے بڑے افسر کا نائب تھا۔ تمام وقت توکاریف خولیاوا کے قریب کھڑا بےقراری سے پہلو بدل رہا تھا۔

''کیا کہا؟ روٹی نہیں پہنچی؟ میں ابھی

تھی چائے پی کر اپنے کام پر چلے جاتے تھے۔ کھانے کےلئے انہیں روز وہی ابلی ہوئی دال ملتی تھی اور اس کے ساتھ فی کس روز تین پاؤ روٹی کا راشن بندھا ہوا تھا۔ یہ روٹیاں بالکل سنگ اسود کی طرح سیاہ ہوتی تھیں۔ ہر روز یہی کھانا کھاتے کھاتے وہ اکتا گئے تھے۔

شہر سے اس کے علاوہ اور کچھ فراہم نہیں کیا جا سکتا تھا۔

والیریان نکودیمووچ پاتوشکن ایک لمبا سا دبلا پتلا بوڑھا آدمی تھا جس کے منھ کے دونوں طرف دو گہری گہری لکیریں پڑی ہوئی تھیں — وہ ریلوے لائن کی تعمیر کی نگرانی کےلئے سپرنٹنڈنٹ مقرر کیا گیا تھا۔ وہ اور واکولنکو نام کا ٹیکنیشن جو ایک گٹھے ہوئے جسم، موٹے نقشے اور موٹی سی ناک والا آدمی تھا، اسٹیشن ماسٹر کے گھر پر رہتے تھے۔

توکاریف ریلوے چیکا کے مقامی حولدار کے ساتھ ایک چھوٹے سے کمرے میں رہتا تھا۔ حولدار ایک منحنی سا چلبلا شخص تھا۔ اس کا نام خولیاوا تھا۔

وہاں کام کرنےوالے لوگ بڑے صبر اور تحمل کے ساتھ مصیبتیں برداشت کر رہے تھے۔ اور ریلوے لائن کا پشتہ روز بروز جنگل میں اندر کی طرف آگے بڑھتا جا رہا تھا۔

اس سے تو انکار نہیں کہ کچھ لوگ کام

ضرورت تھی۔ پہلی ٹکڑی کے مزدور اپنا کام پورا کر چکے تھے اور اب اتنے شل ہو گئے تھے کہ نہیں وھاں اور زیادہ دن تک روکنے کا کوئی سوال ھی نہیں تھا۔ لیکن ان کی جگہ کام کرنے کے نئے مزدور نہیں مل رہے تھے۔

اس شکستہ کھپریل میں جہاں تیل کے دئے کی دھیمی دھیمی روشنی ھورھی تھی پارٹی کے سرگرم رکن کی ایک میٹنگ ھوئی اور وہ لوگ رات کو بہت دیر تک وھاں بیٹھے صورت حال پر بحث مباحثہ کرتے رہے۔

دوسرے دن صبح توکاریف، دوباوا اور کلاویچک نے چھه آدمیوں کو ساتھ لےکر انجنوں کی مرمت کرنے اور ریل کی پٹریاں بھجوانے کے کام میں جلدی کرانے کی غرض سے شہر گئے۔ کلاویچک جو پیشے کا نان بائی تھا انسپیکٹر کی حیثیت سے سپلائی کے محکمے میں بھیج دیا گیا اور باقی لوگ پشچا ودتسا کی طرف بڑھ گئے۔

جس جگہ ریلوے لائن کی تعمیر ھورھی تھی وہاں لگاتار موسلادھار بارش پڑ رھی تھی۔

پاویل کورچاگن نے بڑی کوشش کرکے کیچڑ میں سے اپنا پاؤں نکالا۔ تلوے میں شدید ٹھنڈ لگنے سے اسے احساس ھوا کہ آخرکار اس کے جوتے کا سڑا ھوا تلا اوپروالے حصے سے الگ ھو گیا تھا۔ جب سے پاویل یہاں کام کرنے آیا تھا اسی وقت سے اس کے پھٹے ھوئے جوتے اسے بڑی تکلیف دے رہے تھے۔ وہ کبھی سوکھنے ھی نہیں پاتے تھے

پتہ لگاتا ہوں، یہ گڑبڑ کس نے کی ہے،، ٹیلیفون پر آتی ہوئی ژوخرائی کی آواز میں ایک معنیٰخیز کھنک تھی۔

''لیکن ہم یہاں کام کرنےوالوں کو کل کھانے کےلئے کیا دیںگے؟،، توکاریف نے غصہ ہوکر زور سے ٹیلیفون میں کہا۔

اس کے بعد کافی دیر تک خاموشی رہی۔ ظاہر تھا کہ ژوخرائی کوئی ترکیب سوچ رہا تھا۔

''تمہیں روٹی آج رات کو مل جائےگی،، اس نے آخرکار کہا۔ ''میں لتکے کے ساتھ موٹر پر بھجوا دوںگا۔ وہ راستہ جانتا ہے۔ صبح تک روٹیاں تمہارے پاس پہنچ جائیںگی۔،،

اعلی الصباح روٹیوں کے تھیلوں سے لدی کیچڑ میں بھری ہوئی ایک موٹر اسٹیشن پر آکر رکی۔ لتکے بہت تھکا ہوا موٹر سے اترا۔ رات بھر بغیر پلک جھپکائے موٹر چلاتے رہنے کی وجہ سے اس کا چہرہ بالکل سفید پڑ گیا تھا۔

ریلوے لائن کی تعمیر کے کام میں روزبروز نئی نئی دشواریاں پیش آ رہی تھیں اور ان بڑھتی ہوئی دشواریوں کے خلاف وہاں کام کرنےوالوں کو سخت جدوجہد کرنا پڑ رہی تھی۔ ریلوے کے حکام نے اعلان کر دیا کہ ریل کی پٹریوں کے لئے سلیپر دستیاب نہیں ہو سکتے۔ اس مقام تک ریل کی پٹریاں اور انجن پہنچانے کے لئے شہر کے حکام کے پاس کوئی ذرائع نہیں تھے۔ اور انجن خود ایسی حالت میں تھے کہ ان میں کافی مرمت کی

ہو تو میں صاف بتا دوں کہ ابھی کھانے میں بہت دیر ہے۔ بچو، کام سے جی چرا کر اس طرح بھاگتے تمہیں شرم نہیں آتی؟ اپنے پاؤں چولھے پر سے ہٹاؤ۔ یہ باورچی‌خانہ ہے، کوئی حمام نہیں ہے۔''

اتنے میں باورچی آ گیا۔

''میرا یہ کم‌بخت جوتا بالکل ٹوٹ گیا ہے''

پاویل نے اس طرح بےوقت باورچی‌خانے میں اپنی موجودگی کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا۔

ادھیڑ عمر کے اس باورچی نے پھٹے ہوئے جوتے کو دیکھا اور سر سے اودارکا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

''شائد اس کا شوہر انہیں ٹھیک کر دے۔ وہ تھوڑا بہت موچی کا کام بھی جانتا ہے۔ بہتر ہے کہ اس کی مرمت کرا لو نہیں تو بڑی مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔ بغیر جوتوں کے کام نہیں چلنے کا۔''

یہ سن کر اودارکا نے پاویل پر دوبارہ ایک نظر ڈالی اور وہ اس نتیجے پر پہنچی کہ اس کے بارے میں رائے قائم کرنے میں اس نے بڑی عجلت سے کام لیا تھا۔

''میں تو سمجھی تھی کہ تم کام سے جی چرا کر یہاں بھاگ آئے ہو'' اس نے اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے ندامت کے ساتھ کہا۔

پاویل نے مسکرا کر اسے یقین دلایا کہ اس نے اس کی بات کا برا نہیں مانا تھا۔ اودارکا نے ایک ماہر موچی کی طرح جوتے کا معائنہ کرکے کہا:

اور جو کیچڑ ان میں داخل ہو جاتی تھی وہ چلتے وقت ایک عجیب بھچ بھچ کی آواز پیدا کرتی تھی۔ اب تک جوتے کا تلا بالکل ہی غائب ہو گیا تھا اور برفانی کیچڑ اس ننگے پاؤں میں خنجر چبھا رہی تھی۔ کیچڑ میں سے جوتے کا تلا نکال کر پاویل نے بڑی بےبسی سے اسے دیکھا۔ اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ کبھی گالی نہیں بکےگا۔ لیکن اس وقت اسے اپنی قسم توڑنی پڑی۔ ایک پاؤں ننگا رکھ‌کر اس کےلئے کام کرتے رہنا ناممکن تھا۔ اس لئے وہ ایک ٹانگ پر اچکتا ہوا بیرک میں گیا۔ چولھے کے قریب بیٹھ‌کر اس نے کیچڑ میں بھری ہوئی پاؤں کی پٹی کھولی اور ٹھٹھرا ہوا پاؤں آگ کے سامنے کردیا۔

اس اسٹیشن کے لائن‌مین کی بیوی اودارکا وہاں کھانا پکانے میں مدد دیتی تھی۔ وہ اس وقت باورچی‌خانے کی میز کے قریب کھڑی ہوئی چقندر کاٹنے میں مصروف تھی۔ وہ خوب لمبی چوڑی عورت تھی اور ابھی تک کافی جوان تھی۔ اس کے شانے بالکل مردوں کی طرح چوڑے تھے۔ اس کا سینہ بہت ابھرا ہوا اور کولھے بہت بھاری تھے۔ وہ بڑی پھرتی سے چھری چلا رہی تھی اور اس کی پھرتیلی انگلیوں کی بدولت کٹی ہوئی سبزی کا ڈھیر بڑی تیزی سے اونچا ہوتا جا رہا تھا۔

اودارکا نے لاپروائی سے پاویل پر ایک نظر ڈالی اور جھڑک‌کر بولی:

”اگر تم ابھی سے کھانے کے چکر میں آئے

ِندگی میں تو وہ ختم ہونےوالے نہیں ۔ دیکھو
بیٹی، میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ سجھے آثار
جنیے نظر نہیں آتے ۔ ابھی تک ان کام کرنےوالوں
کی جگہ لینے کے لئے دوسرے لوگوں کا کوئی انتظام
نہیں ہو پایا ہے اور اگر ہو بھی گیا تو کچھ
کہا نہیں جا سکتا کہ کتنے لوگ آئیں گے ۔ اب کسی
بھی دن برف باری شروع ہو جائےگی ۔ اور ہمیں
ہر حالت میں اس سے قبل ہی دلدل کو پار کرکے
آگے نکل جانا چاہئے ۔ کیونکہ اگر زمین پر برف
جم گئی تو پھر آگے بڑھنا ناممکن ہو جائےگا ۔
اس لئے جب تک وہ لوگ شہر میں گڑبڑ پیدا کرنےوالے
لوگوں سے نبٹنے میں مصروف ہیں تب تک ہمیں
یہاں اپنا کام دگنی رفتار سے کرنا چاہئے ۔ اس
لائن کو بنانا تو ہے ہی اور ہم اس کام کو پورا
کرکے ہی دم لیں گے چاہے اس میں ہماری جان
ہی کیوں نہ چلی جائے ۔ ورنہ ہم بالشویک نہیں
بلکہ بالکل مٹی کے پتلے ہیں ۔ ،، توکاریف کی بھرائی
ہوئی بھاری آواز میں فولاد کی سی سختی تھی اور
اس کے گھنے ابروؤں کے نیچے اس کی آنکھوں میں
عزم کی چمک تھی ۔

''ہم آج اپنے تمام ممبروں کی ایک خاص میٹنگ
کرکے انہیں اس بات کی اطلاع دیدیں گے اور کل
سے ہم سب کام میں جٹ جائیں گے ۔ صبح ہم ان
سب لوگوں کو چھٹی دیدیں گے جو پارٹی کے
ممبر نہیں ہیں ۔ باقی ہم تمام لوگ یہیں رہیں گے ۔
یہ ہے پارٹی کی صوبائی کمیٹی کا فیصلہ ۔ ،، اس

''اس کی مرست کرانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ لیکن میں ایک کام کر سکتی ھوں۔ میرے گھر پر ایک پرانا برساتی بوٹ پڑا ھوا ھے۔ وہ میں تمہیں لا دوں‌گی۔ تم اسے اپنے جوتے کے اوپر پہن لینا۔ پھر تمہارے پاؤں میں تکلیف نہیں ھوگی۔ اس طرح کیسے مارے مارے پھروگے۔ تم سر جاؤگے۔ اب کسی بھی دن برف پڑنی شروع ھو جائےگی۔''

اتنا کہکر اودارکا جو اس وقت سرتاپا همدردی کا مجسمه بنی ھوئی تھی چھری رکھ‌کر جلدی سے باھر گئی اور تھوڑی ھی دیر بعد ایک لمبا سا برساتی بوٹ اور مضبوط لنن کی لمبی سی پٹی لئے ھوئے واپس لوٹی۔

پاویل کا پاؤں اب خشک ھو گیا تھا۔ اور کافی گرما بھی گیا تھا۔ اس پر موٹے لنن کی پٹی لپیٹ‌کر اس نے برساتی بوٹ میں اپنا پاؤں ڈالتے ھوئے اودارکا کی طرف تشکرانه انداز میں دیکھا۔

توکاریف شہر سے بہت برانگیخته واپس آیا۔ اس نے خولیاوا کے کمرے میں پارٹی کے سرگرم اراکین کی میٹنگ کرکے انہیں شہر کی ناخوشگوار خبر سنائی۔

''ھر جگه رکاوٹیں ھی رکاوٹیں نظر آتی ھیں۔ جہاں جاؤ یہی معلوم ھوتا ھے که پہیے تو گھوم رھے ھیں لیکن گاڑی آگے نہیں بڑھتی۔ ھر جگه یه غدار وھائٹ گارد گھسے ھوئے ھیں اور معلوم ھوتا ھے که ان کی تعداد اتنی زیادہ ھے که ھماری

ے هاتھ هلایا جس سے صاف ظاهر تھا کہ یه فیصله
سی بھی حالت میں بدلا نہیں جا سکتا ۔ اس اعلان
ے ان لوگوں کی شہر واپس جانے، اپنے گھر جانے
ور اس دوزخ سے نجات حاصل کرنے کی تمام امیدوں
ر پانی پھیر دیا ۔

چند لمحوں تک تو غصے سے بھری هوئی
زوں کے شور و غل میں کچھ اور سنائی هی نہیں
۔ لوگوں کے ادھر ادھر هلنے ڈلنے کی وجه سے
ے کے دئیے کی مدھم لو رہ رہ کر کانپ جاتی تھی ۔
جگه کی نیم تاریکی میں هنگامه بڑھتا هی گیا ۔
ض لوگ "گھر کی گرمی" کی بات کر رہے تھے ۔
سروں نے بڑے غصے کے ساتھ احتجاج کیا که وہ
ی سکت بھر کام کر چکے تھے ۔ اس سے زیاده
د کرنا ان کے بس کی بات نہیں تھی ۔ کچھ لوگ
خبر کو سن کر خاموش هو گئے ۔ صرف ایک
خص تھا جس نے کھلے عام کام چھوڑ کر چلے
نے کی بات کہی ۔

"جہنم میں جائے یه کام!" اس نے ایک
نے سے بہت غصے کے ساتھ چلا کر کہا ۔ اور
ر بے هوده گالیوں کا ایک سلسله جاری هو گیا ۔
میں اب یہاں ایک دن بھی نہیں ٹھہروں گا ۔ مجرموں
ے اس قسم کی بیگار لینا ٹھیک هے ۔ لیکن هم نے
نسا جرم کیا هے ۔ هم لوگ احمق تھے که
ے دن تک کام کرتے رہے ۔ دو هفتے بہت بھگت
کے، بس اتنا کافی هے ۔ جن لوگوں نے یه فیصله
ے هے ذرا وه خود تو یہاں آ کر کام کرکے دیکھیں ۔

نے پانکراتوف کو چار پرتوں میں تہہ کیا ہوا ایک کاغذ تھماتے ہوئے کہا۔

پاویل کورچاگن نے پانکراتوف کے کندھے پر سے جھانک کر پڑھا:

''حالات کی سنگینی کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ کمسومول کے تمام ممبر کام جاری رکھیں گے۔ اور انہیں اس وقت تک چھٹی نہیں دی جائے گی جب تک ایندھن کی پہلی قسط روانہ نہ ہو جائے۔ دستخط: ر۔ استینووچ، برائے سکرٹری، صوبائی کمیٹی۔''

باورچی خانے والی بیرک میں لوگ کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے۔ اس تنگ سی جگہ میں ایک سو بیس آدمی گھسے بیٹھے تھے۔ کچھ دیواروں کا سہارا لگائے کھڑے تھے اور کچھ میزوں پر چڑھ گئے تھے۔

پانکراتوف نے میٹنگ کی کارروائی شروع کی۔ اس کے بعد توکاریف نے اپنی مختصر سی تقریر کے آخر میں وہ اہم اعلان سنایا جس سے وہ تمام لوگ اس طرح چونک پڑے گویا ان کے بیچ میں بم پھوٹ گیا ہو۔

''کمیونسٹ اور کمسومول والے کل کام چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔''

اس بوڑھے نے یہ اعلان کرتے وقت اس انداز

ہیں۔ وہاں پیچھے بیٹھا ہوا وہ کام چور بھاگ
جانے کی جو تجویز رکھ رہا ہے وہ نہ تو ہمارے
طریقے کے مطابق ہے اور نہ ہماری ڈسپلن کے۔،،
پانکراتوف جو پہلے جہازی مزدور تھا خود
بہت لمبی تقریروں کا قائل نہیں تھا۔ لیکن غصے
سے بھری ہوئی اسی آواز نے اسے اس چھوٹی سی تقریر
ہی کے دوران میں ٹوک دیا:
''جو لوگ پارٹی میں نہیں ہیں وہ تو جا
سکتے ہیں نا؟،،
''ہاں۔،،
ایک چھوکرا اونچا سا اوورکوٹ پہنے مجمع
کو چیرتا ہوا سامنے آیا۔ پھر کمسومول کی ممبری
کا ایک کارڈ کمرے میں چمگادڑ کی طرح اڑتا ہوا
گیا، پانکراتوف کے سینے سے ٹکرایا، میز پر گرا
اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔
''وہ رہا، اپنا کارڈ رکھ لیجئے۔ میں دفتی
کے اس ٹکڑے کے لئے اپنی صحت خطرے میں ڈالنے
کو تیار نہیں ہوں!،،
غصے سے بھری ہوئی آوازوں کے شور و غل
میں اس کے آخری الفاظ گم ہو گئے۔
''آخر تم نے کیا سمجھ کر اس کارڈ کو اس
طرح پھینک دیا؟،،
''حرامی غدار کہیں کا!،،
''کمسومول میں یہ سوچ کر بھرتی ہوا تھا
کہ یہاں عیش کرنے کو ملے گا۔،،
''نکال دو اسے دھکے مار کر!،،

ممکن ہے کچھ لوگوں کو یہاں اس فضول کام میں مزا آتا ہو۔ لیکن میری زندگی تو ایک ہی بار کی ہے۔ میں کل ہی جا رہا ہوں۔،،

یہ آواز آکونیف کے پیچھے سے آئی تھی۔ اس نے دیاسلائی جلا کر بولنےوالے کی صورت دیکھی۔ ایک لمحہ کےلئے دیاسلائی کی لو نے بولنےوالے ک غصہ سے بگڑا ہوا چہرہ اور کھلا ہوا منھ جھپٹ کر اندھیرے سے باھر نکال لیا۔ لیکن اس ایک ھی لمحہ میں آکونیف نے پہچان لیا کہ وہ شخص صوبے کے محکمۂ غذا کے ایک کلرک کا بیٹا تھا۔

’’کیوں کیا حلیہ درج کر رہے ھو ؟،، اس نے دانت نکال کر غصے سے کہا۔ ’’لیکن مجھے اس بات کا کوئی خوف نہیں۔ میں کوئی چور نہیں ھوں۔،،

دیاسلائی جھلملا کر بجھ گئی۔ پانکراتوف اٹھا اور تن کر سیدھا کھڑا ھو گیا۔

’’یہ میں کس قسم کی باتیں سن رہا ھوں؟ یہ کون ھے جو پارٹی کے مفوضہ کام کا مجرموں کی بیگار سے مقابلہ کر رھا ھے؟،، اس نے سامنے کی قطاروں میں بیٹھے ھوئے لوگوں کے چہروں پر قہرآلود نظر دوڑاتے ھوئے گرج کر کہا۔ ’’نہیں ساتھیو، ھمارے لئے شہر جانے کا کوئی سوال ھی پیدا نہیں ھوتا۔ ھمیں یہیں رہنا ھے۔ اگر ھم اس وقت یہاں سے چلے گئے تو لوگ سردیوں میں ٹھٹھر کر مر جائیں‌گے۔ جتنی جلدی ھم اپنا کام ختم کر لیں‌گے اتنی ھی جلدی ھم اپنے گھر پہنچ سکتے

5—893

نہیں گئے تو ہم تم میں سے ایک ایک کو گولی سے اڑا دیں گے۔ میں تمہیں یہاں سے نکل جانے کے لئے کل رات تک کا وقت دیتا ہوں.. اتاسان چیس نوک۔،،

چیس نوک آرلک کے گروہ سے تعلق رکھتا تھا۔

ریتا کے کمرے میں میز پر ایک ڈائری کھلی پڑی ہے۔

''۲ دسمبر

آج صبح پہلی برف گری۔ بہت کڑاکے کا جاڑا پڑ رہا ہے۔ ویاچیسلاو آلشنسکی سے سیڑھیوں پر میری ملاقات ہو گئی اور ہم دونوں ساتھ سڑک پر نکلے۔

اس نے کہا: ''مجھے پہلی برف باری میں ہمیشہ بہت مزا آتا ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ اتنے کڑاکے کا جاڑا پڑ رہا ہو۔ کتنا خوبصورت ہے! ہے نا؟،،

لیکن میں بویارکا کی بابت سوچ رہی تھی۔ اور میں نے صاف صاف اس سے کہہ دیا کہ برف باری اور کڑاکے کی سردی میرے لئے قطعی باعث مسرت نہیں ہیں بلکہ اس کے برخلاف مجھ پر ان کا بڑا مایوس کن اثر پڑتا ہے۔ اور میں نے اسے اس کی وجہ بھی بتلا دی۔

"ذرا سجھے جانے دو، میں ابھی سمجھے لیتا ہوں اس کام چور سے!"

وہ بھگوڑا سر جھکائے باہر نکلنے کے دروازے کی طرف چل دیا۔ انہوں نے اسے گذر جانے دیا لیکن اس سے اس طرح بچنے لگے گویا وہ کوڑھی ہو۔ اس کے باہر چلے جانے کے بعد دروازہ چوں چوں کی آواز کرتا ہوا بند ہو گیا۔

پانکراتوف نے میز پر پڑا ہوا ممبری کا کارڈ اٹھا لیا اور اسے چراغ کی لو کے حوالے کر دیا۔ دفتی نے آگ پکڑ لی اور جوں جوں وہ جلتی گئی اینٹھ کر مڑتی بھی گئی۔

جنگل میں گولی چلنے کی آواز گونج گئی۔ ایک گھوڑسوار اس شکستہ بیرک کی طرف سے مڑا اور گھوڑا دوڑاتا ہوا جنگل کے اندھیرے میں کھو گیا۔ فوراً بعد ھی اس بیرک اور اسکول کی عمارت سے لوگ بھاگتے ہوئے باہر نکلے۔ ان میں سے کسی کی نظر دروازے کی چوکھٹ کی دراز میں اٹکی ہوئی پلائی وڈ کی ایک تختی پر پڑی۔ دیاسلائی جلا کر اس کی جھلملاتی ہوئی لو کو ھاتھ کی آڑ میں ہوا سے محفوظ رکھ کر ان لوگوں نے اس تختی پر بہت ھی شکستہ خط میں یہ عبارت لکھی ہوئی دیکھی:

"تم لوگ یہ جگہ چھوڑ دو اور جہاں سے آئے ہو وھیں واپس چلے جاؤ۔ اگر

یہ ہے کہ اس کے نزدیک میں سب سے پہلے محض
یک عورت ہوں۔ اور یہ بات کہ میں اس کی پارٹی
ڈسریڈ بھی ہوں اس کے نزدیک ضمنی حیثیت رکھتی
ہے۔ یہ تو سچ ہے کہ اس سلسلے میں وہ اپنے
جذبات اور خیالات کو چھپانے کی قطعی کوشش نہیں
کرتا۔ اس میں اپنی رائے پر اعتماد کے ساتھ قائم
رہنے کی جرأت ہے۔ اور اس کے اظہار خصوصیت
میں بھی کسی قسم کی ناشائستگی نہیں ہے۔ اپنے
اظہار خصوصیت کو بہت ہی حسین اور لطیف
بنانے میں اسے مہارت حاصل ہے۔ پھر بھی مجھے
یہ اچھا نہیں لگتا۔

ژوخرائی کی روکھی سادگی مجھے آلشنسکی کے
شائستہ قسم کے یورپی آداب محفل کے مقابلے میں
کہیں زیادہ پسند ہے۔

بویارکا کی خبریں مختصر رپورٹوں کی شکل میں
ملتی رہتی ہیں۔ ہر روز دو سو گز پٹریاں بچھا
دی جاتی ہیں۔ وہ لوگ اتھلے اتھلے گڑھے کھود کر
جمی ہوئی زمین پر ہی سلیپریں بچھا رہے ہیں۔
اس وقت وہاں صرف دو سو چالیس آدمی کام پر
ہیں۔ پہلے والے مزدوروں کی جگہ جو لوگ بھیجے
گئے تھے ان میں سے آدھے کام چھوڑ کر بھاگ
گئے۔ وہاں کام کرنے کے حالات واقعی بہت
تکلیف‌دہ ہیں۔ میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ
آخر اس برف‌باری میں وہ اپنا کام کیسے جاری رکھ
سکیں‌گے۔ دوباوا کو گئے ایک ہفتہ ہو چکا ہے۔
اسلحہ واد تسا کے آٹھ انجنوں میں سے ابھی تک صرف

اس نے کہا: ''یہ تو بالکل ہی داخلی قسم کا ردعمل ہے۔ اگر اسی اصول کو دلیل کی بنیاد بنایا جائے تب تو جنگ کے زمانے میں خوشی منانے یا مسرت کا اظہار کرنے پر قطعی پابندی لگا دینی پڑےگی۔ لیکن زندگی اس اصول پر نہیں چلتی۔ المیہ کا دائرہ جنگ کے مورچے کی اس تنگ سی پٹی تک ہی محدود ہوتا ہے جہاں لڑائی ہوتی ہے۔ وہاں موت کی قربت کا احساس زندگی پر حاوی ہو جاتا ہے۔ لیکن وہاں بھی لوگ ہنستے ہیں۔ اور جنگ کے مورچے سے دور زندگی حسب دستور اپنی روش پر چلتی رہتی ہے۔ لوگ ہنستے ہیں، روتے ہیں، مصیبتیں برداشت کرتے ہیں، خوشیاں مناتے ہیں، محبت کرتے ہیں اور تفریح، مسرت اور دلچسپیوں کی جستجو میں رہتے ہیں۔''

آلشنسکی کے الفاظ میں طنز کا پتہ چلانا مشکل ہے۔ آلشنسکی اسورخارجہ کی عوامی کمیساریت کا نمائندہ ہے۔ وہ ۱۹۱۷ء سے پارٹی میں ہے۔ اچھے کپڑے پہنتا ہے۔ ڈاڑھی ہمیشہ صاف بنائے رہتا ہے اور اس کے جسم سے ہمیشہ عطر کی بھینی بھینی خوشبو آتی رہتی ہے۔ وہ ہمارے گھر میں سیگل والے فلیٹ میں رہتا ہے۔ کبھی کبھی شام کے وقت وہ مجھ سے ملنے چلا آتا ہے۔ گفتگو کرنے کےلئے وہ نہایت دلچسپ آدمی ہے۔ یورپ کے بارے میں کافی معلومات رکھتا ہے۔ کئی برس پیرس میں رہ چکا ہے۔ لیکن مجھے تو یقین نہیں کہ ہم دونوں کبھی بھی اچھے دوست بن سکیں‌گے۔ وجہ

۔یقے چھوڑ دو ورنہ کسی دن پکڑ کر جیل میں ۔۔کر دئے جاؤگے، تب معلوم ہوگا۔ مجھے یقین ۔ے کہ ھتھیاروں کے استعمال کے بغیر بھی اس مسئلے کے بارے میں کوئی سمجھوتہ کیا جا سکتا تھا۔،،

میں نے دوباوا کو اس سے پہلے کبھی اتنا ۔نگیختہ نہیں دیکھا تھا۔

''تو پھر تمہیں نے ان سے بات کرکے کوئی ۔سلہ کر لینے کی کوشش کیوں نہ کی؟ بس یہاں ۔یے بیٹھے خالی قلم چلانا آتا ھے،، اس نے طوفان ۔۔ کرتے ہوئے کہا۔ ''کرسی توڑنے اور زبان ۔۔نے کے علاوہ تمہیں آتا ھی کیا ھے؟ آخر تمہیں ۔۔ کہ میں ریل کی پٹریاں لئے بغیر بویارکا کیسے ۔س جا سکتا تھا؟ یہاں بیٹھے بیٹھے خالی وقت ۔۔رنے اور ہر شخص کے عیب دریافت کرنے کی ۔ئے اگر تمہیں وھاں کام کرنے کےلئے بھیجدیا ۔ئے تب معلوم ھو۔ توکاریف سے سابقہ پڑے تو ۔ہارے مزاج درست ھوجائیں۔،، دمیتری اتنے ۔۔ سے گرج رہا تھا کہ پوری عمارت میں اس کی ۔۔ سنائی دے رہی تھی۔

تفتہ نے دوباوا کے خلاف ایک شکایت لکھی۔ ۔۔ آکم نے مجھے کمرے سے جانے کے لئے کہکر ۔۔ منٹ تک اکیلے میں اس سے گفتگو کی جس ۔ے بعد تفتہ سرخ اور بپھرا ھوا کمرے سے باھر ۔۔۔۔

پانچ کی مرمت ہو پائی ہے۔ باقی کےلئے پرزے ہی نہیں تھے۔

ٹراموے کے حاکموں نے دمیتری کے خلاف بہت ہی سنگین قسم کے الزام لگائے ہیں، پشچا وادنسا سے شہر آنےوالی ٹرام کمپنی کے پاس جتنے بھی کھلے ڈبے تھے ان سب کو روک کر اس نے اپنی ٹکڑی کی مدد سے مسافروں کو اتار دیا اور ان پر بویارکا کی ریلوے لائن کےلئے پٹریاں لدوا دیں۔ وہ لوگ ٹرام کے ذریعے شہر کے ریلوے اسٹیشن تک انیس ڈبے بھرکر ریل کی پٹریاں لائے۔ ٹرام چلانےوالے ملازمین نے بڑی خوشی سے ان کی مدد کی۔

سولومینکا کی کمسومول تنظیم کے جو لوگ شہر میں رہ گئے ہیں انہوں نے رات بھر پٹریاں ریل کے ڈبوں میں لادیں اور دمیتری اپنی ٹکڑی کے ہمراہ انہیں لےکر بویارکا کےلئے روانہ ہو گیا۔

آکم نے دوباوا کے معاملے کے بارے میں کمسومول کے بیورو میں بحث کرنے سے انکار کر دیا۔ دمیتری نے ہمیں ٹراموے کے حکام کے شرمناک ضابطہ پرستی کے رویے اور دفتری کارروائی کے گورکھ دھندے کے بارے میں بتایا۔ اس نے کہا کہ ان لوگوں نے اس کام کےلئے دو سے زائد ڈبے دینے سے صاف انکار کر دیا تھا۔

لیکن تفتہ نے دوباوا کو الگ لے جاکر تنبیہہ کی۔ اس نے کہا: ''اب ان چھاپے مار ہتھکنڈوں کا زمانہ نہیں رہا۔ بہتر ہے کہ تم اپنے یہ طور

ـ بہت نازک ہے اور اب ایک ایک دن بہت
سخی ہے۔ ہمیں یہاں ذرا ذرا سی بات کےلئے دباؤ
ـ پڑتا ہے۔ آئے دن ہمیں کام میں رکاوٹ ڈالنےوالوں
ـ صوبائی کمیٹی کے دفتر میں طلب کرنا پڑتا
ـ۔ اور جہاں ریلوے لائن بنانے کا کام ہو رہا
ـ وہاں تو ہمارے لوگ دن بہ دن باضابطگی کے
ـ۔ کام کرنے کے ہر اصول کو ترک کرتے جا
ـ ہیں۔

آلشنسکی نے مجھے بجلی کی ایک چھوٹی سی
ـنیٹھی دی ہے۔ میں اور اولگا یورینیوا اس پر
ـ ہاتھ سینکتے ہیں۔ لیکن اس سے کمرہ ذرا
ـ گرم نہیں ہوتا۔ معلوم نہیں اس جنگل میں
ـ کرنےوالے لوگ اتنی کڑاکے کی سردی میں اپنی
ـ کیسے بسر کرتے ہوں گے؟ اولگا نے مجھے بتایا
ـ ہسپتال میں اتنی سردی ہے کہ مریض کمبل
ـھنے کے باوجود ٹھٹھرتے رہتے ہیں۔ ہفتے میں
ـ دو دن ہسپتال کو گرم کرنے کا انتظام ہے۔

نہیں کامریڈ آلشنسکی، جنگ کے مورچے کا
ـ مورچے سے دور عقب کا المیہ بھی ہے!

۴ دسمبر

کل تمام رات برف گرتی رہی۔ بویارکا سے ان
ـ نے لکھا ہے کہ ہر طرف برف جمی ہوئی
ـ ور ریل کی لائن صاف کرنے کےلئے انہیں کام
ـ پڑا۔ آج صوبائی کمیٹی نے یہ فیصلہ منظور
ـ کہ ریلوے لائن کا پہلا حصہ جو اس علاقے

صوبائی کمیٹی کے پاس ایک اور شکایت آئی ہے، اس بار محکمۂ نقل وحمل کے چیکا کے پاس سے۔ رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ پانکراتوف، آکونیف اور دوسرے کئی ساتھی موتوولووکا اسٹیشن جاکر وہاں کی خالی عمارتوں کے تمام دروازوں اور کھڑکیوں کے چوکھٹ اکھاڑ لائے۔ جس وقت وہ لوگ انہیں سال گاڑی کے ڈبے میں لاد رہے تھے تب اسٹیشن پر تعینات چیکا کے آدمی نے انہیں گرفتار کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے زبردستی اس کے ہتھیار چھین لئے اور گولیاں نکال کر پستول اسے واپس کردی لیکن اس وقت جب گاڑی اسٹیشن سے روانہ ہو چکی تھی۔ دروازوں اور کھڑکیوں کے چوکھٹ لے کر وہ لوگ وہاں سے صاف نکل گئے۔

ریلوے کے سپلائی کے محکمے نے توکاریف پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ بویارکا کے ریلوے گوداد سے تقریباً نو من کیلیں اٹھا لے گیا۔ اس نے یہ کیلیں ریل کی سلیپروں کےلئے استعمال کی جانے والی لکڑی ڈھونے میں مدد کرنے کے معاوضے کے طور پر کسانوں کو تقسیم کردیں۔

میں نے کامریڈ ژوخرائی سے ان تمام شکایتوں کے بارے میں گفتگو کی لیکن انہوں نے ہنس کر ٹال دیا۔ وہ کہنے لگے: ”فکر نہ کرو، وہ سب ہم ٹھیک کر لیں گے۔“

ریلوے لائن کی تعمیر کے سلسلے میں صورت

وہاں پہنچ کر سواروں نے اپنے گھوڑوں کی باگیں کھینچ لیں۔ رکابوں کے آپس میں ٹکرانے سے ایک ہلکی سی جھنجھناھٹ کی آواز پیدا ھوئی۔ ان لوگوں کے سردار کا گھوڑا جس کی جلد اتنی دور تک بھاگنے کے بعد پسینے سے چمک رھی تھی، زور زور سے اپنے جسم کو جھٹکنے لگا۔

''ان کمبختوں کی تعداد کا کوئی ٹھکانا نہیں ھے،، گھوڑسواروں کے سردار نے یوکرینی زبان میں کہا۔ ''لیکن ھم جلد ھی انہیں چھٹی کا دودھ یاد دلا دیں گے۔ اتاسان کا حکم ھے کہ ان حرامیوں کو کل تک یہاں سے کھدیڑ کر بھگا دیا جائے گا۔ یہ بدمعاش ایندھن کے بہت قریب پہنچتے جا رھے ھیں...،،

وہ لوگ چھوٹی لائن کے بالکل کنارے کنارے گھوڑوں پر سوار اکہری قطار میں اسٹیشن پہنچے۔ انہوں نے اسکول کی پرانی عمارت کے پاس والی کھلی جگہ سے کچھ فاصلے پر اپنے گھوڑے دھیمے کردئے اور پیڑوں کے پیچھے پہنچ کر رک گئے۔ ان کی کھلے میدان میں نکلنے کی ھمت نہیں ھو رھی تھی۔

گولیوں کی بوچھار نے رات کی خاموشی کا دامن چاک کر دیا۔ چاند کی روشنی میں چاندی کی طرح چمکتے ھوئے برچ کے درخت کی ایک شاخ سے برف کی ایک تہہ گلہری کی طرح سرک کر نیچے گر پڑی۔ پیڑوں کے بیچ میں سے گولیاں چلنے کی روشنی دکھائی دے رھی تھی۔ گولیاں دیواروں کے گرتے

کے سرے تک جائےگا جہاں لکڑی کاٹ کر گرائی گئی ہے، حد سے حد یکم جنوری ۱۹۲۲ء تک بن کر تیار ہو جانا چاہئے۔ سنا گیا ہے کہ جس وقت اس فیصلے کی خبر بویارکا پہنچی تو توکاریف نے کہا: ''ضرور بنا دیں گے بشرطیکہ اس وقت تک ہمارا دم نہ نکل جائے۔''

مجھے کورچاگن کے بارے میں قطعی کوئی اطلاع نہیں ملتی۔ مجھے بڑی حیرت ہے کہ وہ پانکراتوف والے ''معاملے'' کی قسم کی کسی واردات میں مبتلا کیوں نہیں ہوا۔ ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ مجھ سے کتراتا کیوں ہے۔

۵ دسمبر

کل لٹیروں نے زیر تعمیر ریلوے لائن پر حملہ کیا۔''

نرم پولی برف پر گھوڑے بڑی احتیاط کے ساتھ قدم رکھتے ہوئے چلتے ہیں۔ کبھی کبھی برف کے نیچے چھپی ہوئی کوئی پتلی سی ٹہنی گھوڑے کے سموں کے نیچے آ کر ٹوٹ جاتی ہے اور گھوڑا اپنے نتھنے پھیلانے اور بھڑکنے لگتا ہے۔ لیکن اپنی کنوتیوں پر چابک کی ایک ہی چوٹ کھا کر وہ پھر دوسرے گھوڑوں کے پیچھے سرپٹ بھاگنے لگتا ہے۔

دس بارہ گھوڑسوار ایک پہاڑی چٹان پار کرکے سیاہ مٹی کی ایک ایسی تنگ پٹی پر پہنچ گئے جہاں ابھی تک برف نہیں جمنے پائی تھی۔

''جن لوگوں کے پاس ہتھیار ہیں وہ ادھر آ جائیں،، دوباوا نے بھرائی ہوئی آواز میں زیرلب حکم دیا۔

پاویل نے بڑی احتیاط کے ساتھ دروازہ کھولا۔ سامنے میدان میں بالکل سناٹا تھا۔ برف کے گالے ہولے ہولے گر رہے تھے۔

جنگل میں دس گھوڑسوار اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا کر سرپٹ بھگائے لئے جا رہے تھے۔

دوسرے دن شہر سے ریل کا ایک انجن ڈبہ لے کر آیا جس میں سے ژوخرائی اور آکم اترے۔ اسٹیشن پر توکاریف اور خولیاوا انہیں لینے آئے تھے۔ ایک میکسم مشین گن، مشین گن کے کارتوسوں سے بھرے ہوئے کئی بکس اور دو درجن رائفلیں ڈبے سے پلیٹ‌فارم پر اتاری گئیں۔

وہ لوگ جلدی جلدی جائے تعمیر پر پہنچے۔ فیدور کے لمبے اوورکوٹ کا پچھلا حصہ اس کے پیچھے برف پر ایک ٹیڑھا میڑھا نقش بناتا چل رہا تھا۔ وہ ابھی تک جھٹکے کے ساتھ جہازیوں کی اسی بھدی چال سے چلتا تھا گویا کسی جنگی جہاز کے عرشے پر چل رہا ہو۔ لمبی ٹانگوں‌والا آکم فیدور سے قدم ملا کر چل رہا تھا لیکن توکاریف کو ان کے ساتھ رہنے کے لئے کبھی کبھی تھوڑا سا بھاگنا پڑتا تھا۔

''ان لٹیروں کا حملہ ہماری سب سے بڑی مصیبت نہیں ہے۔ لائن کے عین راستے میں ایک

ہوئے پلستر کو پھاڑ کر اندر دھنس گئیں۔ پانکراتوف کی لائی ہوئی کھڑکیوں کے شیشے چور چور ہو کر ادھر ادھر بکھر گئے۔

گولیوں کی آواز سنتے ہی سیمنٹ کے فرش پر سوئے ہوئے لوگ اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ لیکن جب وہ مہلک کیڑے سیسے کی کارتوسوں کی شکل میں کمرے کے اندر ادھر ادھر اڑنے لگے تو وہ لوگ فوراً ایک دوسرے پر گرتے پڑتے پھر زمین پر لیٹ گئے۔

''کہاں جا رہے ہو؟،، دوباوا نے پاویل کا اوور کوٹ پیچھے سے پکڑ لیا۔

''باہر۔،،

''لیٹ جا، بےوقوف!،، دمیتری نے دانت بھیچ کر کہا۔ ''باہر سر نکالتے ہی وہ تجھے گولی کا نشانہ بنا دیں گے۔،،

وہ دونوں دروازے کے قریب ایک دوسرے کے برابر برابر لیٹے تھے۔ دوباوا دروازے کی سمت میں اپنا ریوالور تانے فرش سے چمٹا ہوا اوندھا لیٹا تھا۔ پاویل پھسکڑا مارے بیٹھا تھا اور گھبرائے ہوئے طریقے سے اپنے ریوالور کے کارتوسوں والے خانے میں انگلی ڈال کر کچھ دیکھ رہا تھا۔ اس میں پانچ گولیاں تھیں۔ دو خانے خالی تھے۔ اس نے کارتوسوں کے سلنڈر کو ایک دانتے بھر آگے بڑھا دیا۔

گولیاں چلنا دفعتاً بند ہو گیا۔ اس کے بعد جو خاموشی طاری ہو گئی اس میں بڑا تناؤ تھا۔

ــوے لائن بنانا ناممکن ہے۔ لیکن باقی تمام
۔ ۔ ــ تم میں سے ایک ایک اس بات کو جانتا
ــ کہ کسی بھی قیمت پر ریلوے لائن بنا کر تیار
ــ ہی ہے۔ اسی لئے میں نے یہ کہا تھا کہ اگر
ــ سردی سے اکڑ کر مر نہ گئے تو یہ کام یقیناً
ــ کیا جائے گا۔ آپ لوگ خود ہی سوچئے۔ ہم
ــ ایک مہینے سے زیادہ سے کھدائی کر رہے
ــ ۔ پرانے مزدوروں کی جگہ پر جو چوتھا جتھا
۔ تھا وہ جلد ہی چھٹی پا جائے گا۔ لیکن بیشتر
ــدور شروع سے اب تک اس کام پر جٹے ہوئے
ــ ۔ وہ محض اپنی جوانی کے جوش کے برتے پر
ــ کر رہے ہیں۔ لیکن ان میں سے بھی آدھے
ــ بری طرح پالا مار گیا ہے۔ انہیں دیکھ کر
ــیف سے دل پھٹ جاتا ہے۔ بہت ہی قابل فخر
ــجوان ہیں یہ سب کے سب، ان سے بہتر کہیں
ــھونڈھے نہیں ملیں گے۔ لیکن اس کم بخت دوزخ
ــ تو ان میں سے بہتوں کی جان چلی جائے گی۔"

اسٹیشن سے تقریباً پانچ فرلانگ کے فاصلے پر
ــ تیارشدہ چھوٹی لائن یک بیک ختم ہو گئی
ــ ۔ اس کے آگے تقریباً ایک میل تک ہموار کی
ــئی اونچی زمین کی پٹی پر سلیپر اس طرح بچھے
ــئے تھے گویا شہتیروں کا ایک جنگلہ تیز ہوا
ــ اڑ کر وہاں آ گرا ہو۔ تمام سلیپر مضبوطی کے
ــ اپنی اپنی جگہوں پر جڑ دی گئی تھیں۔

جگہ پر زمین یک بیک انتہائی بےہودہ انداز میں اونچی ہو گئی ہے۔ ہماری بدقسمتی ہے اور کیا کہا جائے۔ اب اسے ہموار کرنے کےلئے بہت کافی فالتو کھدائی کرنی پڑےگی۔''

بوڑھا رکا اور پھر ہوا کی طرف پیٹھ کرکے ہتیلی کی آڑ میں دیاسلائی جلاکر اس نے ایک سگریٹ سلگائی۔ سگریٹ کے دو چار کش لینے کے بعد وہ دوسروں کا ساتھ پکڑنے کےلئے لپکا۔ آکم اس کے انتظار میں رک گیا تھا لیکن ژوخرائی لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا آگے نکل گیا تھا۔

''تمہارا کیا خیال ہے، کیا لائن وقت پر بن کر تیار ہو جائےگی؟'' آکم نے توکاریف سے پوچھا۔

توکاریف جواب دینے سے پہلے کچھ دیر کےلئے رکا۔

''دیکھو بیٹا، بات یہ ہے'' اس نے آخرکار کہا۔ ''عام حالات میں تو یہ کام پورا کرنا ناممکن ہے لیکن چوں کہ اسے پورا کرنا ہی ہے اس لئے پورا کیا جائےگا۔''

وہ دونوں تھوڑی دیر میں فیودور کے قریب جا پہنچے اور پھر سب ساتھ چلنے لگے۔

''بات دراصل یہ ہے'' توکاریف نے نہایت جوش سے کہنا شروع کیا۔ ''یہاں صرف ہم دو آدمی یعنی میں اور پاتوشکن اس بات سے واقف ہیں کہ ایسے حالات میں جب کہ ہمارے پاس سامان اور کام کرنےوالوں دونوں ہی کی کمی ہے

6*

ـ تعمیر کی ابتدا ھی سے بویارکا میں کام کر رھا
ـیا ۔ وہ نوجوانوں ھی کی طرح تمام دشواریاں برداشت
ـرتا تھا ۔ اور اسی لئے اس جتھے کے تمام لوگ اسے
عزت کی نظر سے دیکھتے تھے ۔ حالانکہ وہ پارٹی
کا ممبر نہیں تھا پھر بھی لاگوتین کو پارٹی کی
ـمام کانفرنسوں میں عزت کا مقام دیا جاتا تھا ۔
ـے اس بات پر بڑا فخر تھا اور اس نے وعدہ کیا
ـیا کہ جب تک کام پورا نہیں ہو جائے گا تب
ـک وہ وھاں سے نہیں جائے گا ۔

''میں تم لوگوں کو یہاں اکیلے کام چلانے کے لئے چھوڑ کر کیسے جا سکتا ھوں؟ اگر نگرانی رکھنے کے لئے یہاں کوئی تجربہ کار آدمی نہیں ھوگا تو یقیناً کوئی نہ کوئی گڑبڑ ھوتی رھے گی ۔ سچ پوچھو تو میں نے زندگی میں ملک کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک اتنے سلیپر ٹھونکے ھیں کہ مجھے ٹھیک سے ان کی تعداد یاد بھی نہیں ۔''
ھر بار جب کچھ لوگوں کو چھٹی دے کر ان کی جگہ نئے لوگوں کو کام پر لگانے کا سوال اٹھتا تو وہ ھمیشہ بہت خوش مزاجی سے یہی جواب دیتا ۔ اور اس طرح وہ وھاں ٹکا رھا ۔

پاتوشکن نے دیکھا کہ لاگوتین اپنے کام میں ھوشیار ھے اور اس لئے وہ شائد ھی کبھی اس کے قطعے کے کام کا معائنہ کرنے جاتا ھو ۔ ـکم اور ژوخرائی کے ھمراہ جب توکاریف اس جگہ پر پہنچا جہاں وہ لوگ کام کر رھے تھے تو پانکراتوف سلیپر بچھانے کے لئے ایک گڑھا کھود

اور سلیپروں کے اس سلسلے کے آگے ٹیلے تک صرف ایک ہموار سڑک تھی۔

پانکراتوف کی پہلی تعمیری ٹولی اسی قطعے میں کام کر رہی تھی۔ چالیس آدمی سلیپر بچھانے کے کام میں جٹے ہوئے تھے۔ اور ایک سرخ ڈاڑھی‌والا کسان جو چٹائی کے بنے ہوئے نئے جوتے پہنے تھا نہایت اطمینان کے ساتھ اپنی گاڑی پر سے شہتیر اتارکر پٹریاں بچھانے کےلئے اونچی کی ہوئی زمین پر ڈھیرکر رہا تھا۔ اور کچھ فاصلے پر کئی اور سلیج گاڑیوں سے اسی طرح شہتیر اتارے جا رہے تھے۔ زمین پر لوہے کی دو لمبی لمبی چھڑیں پڑی ہوئی تھیں جنہیں سلیپروں کو ہموار کرنے کےلئے استعمال کیا جاتا تھا۔ پٹریوں کے نیچے بچھے ہوئے پتھروں کو برابر کرنے کے لئے کلہاڑوں، بیرسوں اور بیلچوں، ہر چیز کا استعمال کیا جا رہا تھا۔

ریل کی پٹریوں کے سلیپر بچھانے کا کام بہت ہی سست رفتار اور پرمشقت کام ہے۔ سلیپر بہت مضبوطی کے ساتھ زمین میں جما دئیے جانے چاہئیں تاکہ پٹریاں ان میں سے ہر ایک پر یکساں دباؤ ڈالیں۔

اس پورے گروہ میں صرف ایک شخص سلیپر بچھانے کے فن سے واقف تھا، اور وہ تھا تالیا ک باپ لاگوتین۔ اس کی عمر چون سال کی تھی اور اس کی بےحد سیاہ ڈاڑھی بیچ سے دو حصوں میں تقسیم تھی۔ اس کے سر کا ایک بال بھی ابھی تک سفید نہیں ہوا تھا۔ وہ لائن فورمین تھا اور اس لائن

ے اپنے ھتھیار چھین لینے کو کہا تھا ۔ وہ بہت
ہی بھلا آدمی تھا ۔ جب ھم لوگوں نے اسے تمام
حالات اچھی طرح سمجھائے تو وہ بولا : 'میں تمہاری
دشواری سمجھتا ھوں دوستو ، لیکن تمہیں یہ کھڑکیاں
اور دروازے اس طرح لے جانے کی اجازت دینے کا
مجھے کوئی اختیار نہیں ھے ۔ ھم لوگوں کو
کامریڈ دزیرژنسکی کا حکم ھے کہ ریلوے کے سامان
کی اس لوٹ مار کو ختم کر دیا جائے ۔ یہاں کا
سٹیشن ماسٹر ھاتھ دھوکر میرے پیچھے پڑا رھتا
ھے ۔ وہ حرامی خود سامان کی چوری کرتا ھے اور
میں اس کی راہ میں حائل ھوں ۔ اگر میں نے تم
لوگوں کو یہ تمام چیزیں لے جانے دیں تو وہ
یقیناً میری شکایت کردےگا اور انقلابی عدالت کے
سامنے مجھ پر مقدمہ چلایا جائےگا ۔ لیکن تم میرے
ھتھیار چھین کر صاف نکل کے جا سکتے ھو ۔ اور
اگر اسٹیشن ماسٹر نے شکایت نہ کی تو معاملہ یہیں
ختم ھو جائےگا ۔ ، اس لئے ھم لوگوں نے ایساھی
کیا ۔ آخر وہ دروازے اور کھڑکیاں ھم کوئی
اپنے ذاتی استعمال کےلئے تو لا نہیں رھے تھے ۔ ،،
ژوخرائی کی آنکھوں میں ایک ھلکی سی چمک
دیکھ کر وہ کہتا رھا :
"کامریڈ ژوخرائی، اگر آپ چاھیں تو ھم
لوگوں کو اس کی سزا دے سکتے ھیں ۔ لیکن اس
لڑکے کو کچھ نہ کہئےگا ۔ ،،
"وہ معاملہ تو خیر کب کا ختم بھی ھو
گیا ۔ لیکن دیکھو آئندہ کبھی اس قسم کی کوئی

رہا تھا۔ سخت محنت کی وجہ سے اس کا چہرہ تمتمایا ہوا اور تمام جسم پسینے میں تر تھا۔ آکم کو اس نوجوان جہازی مزدور کو پہچاننے میں بھی دشواری ہوئی۔ پانکراتوف بہت دبلا ہو گیا تھا، اس کے میلے پچکے ہوئے زرد چہرے پر گالوں کی چوڑی ہڈیاں بہت نمایاں طور پر ابھر آئی تھیں۔

''اچھا اچھا،، اس نے آکم کی طرف اپنا گرم پسینے میں تر ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''بڑے صاحب لوگ تشریف لائے ہیں!،،

پھاؤڑوں کی آواز بند ہو گئی۔ آکم نے اپنے گرد جمع شدہ لوگوں کے زرد مرجھائے ہوئے چہروں کا جائزہ لیا۔ ان کے اوورکوٹ اور جیکٹیں ایک بےترتیب ڈھیر میں برف پر پڑی ہوئی تھیں۔

لاگوتین کے ساتھ مختصر سی گفتگو کے بعد توکاریف آکم اور ژوخرائی کو اس جگہ لے گیا جہاں کھدائی کا کام ہو رہا تھا۔ اس نے پانکراتوف کو بھی ساتھ آنے کی دعوت دی۔ وہ جہازی مزدور ژوخرائی کے پہلو بہ پہلو چلنے لگا۔

''اچھا پانکراتوف، یہ تو بتاؤ کہ موتوولووکا میں کیا ہوا تھا؟ تمہارے خیال میں کیا تم لوگوں نے اس چیکا کے آدمی کے ہتھیار چھین کر زیادتی نہیں کی؟،، فیودور نے سختی کے ساتھ اس کم‌سخن جہازی سے پوچھا۔

پانکراتوف نے کھسیا کر اپنی بتیسی کھول دی۔

''وہ سب تو آپس کی رضامندی سے ہوا تھا،، اس نے سمجھاتے ہوئے کہا۔ ''اسی نے خود ہم لوگوں

ـِ دو ھفتے کا وقت لگ جائےگا۔ زمین جم کر
ـخت ھو گئی ھے،، پاتوشکن نے اپنے قریب کھڑے
ـوئے افسردہ خوسوتوف سے دھیمی آواز میں کہا۔
’’پوری لائن مکمل کرنے کےلئے ھمیں صرف
ـیس دن کا وقت دیا گیا ھے اور تم پندرہ دن صرف
ـ کام کےلئے رکھ رھے ھو،، خوسوتوف نے اپنی
ـونچھ کا سرا چباتے ھوئے غرا کر جواب دیا۔
’’مجھے تو ایسا لگتا ھے کہ یہ کام پورا
ـہیں ھو سکتا۔ یہ تو سچ ھے کہ اس سے پہلے
یسے حالات میں اور ایسے کام کرنےوالوں کی مدد
ـے میں نے کوئی تعمیر نہیں کی ھے۔ ممکن ھے
ـرا اندازہ غلط ھو۔ دراصل اس سے پہلے بھی دو
ـ میرا اندازہ غلط ثابت ھو چکا ھے۔،،
اس وقت ژوخرائی، آکم اور پانکراتوف ٹیلے
ـ چڑھائی کی طرف آتے ھوئے دکھائی دئے۔
’’دیکھو، وہ کون آ رھا ھے؟،، پیوتر ترافیموف
ـے چلا کر کہا۔ وہ ریل کی ورکشاپ کا ایک
ـجوان میکینک تھا۔ وہ کہنیوں پر سے پھٹا ھوا
ـک پرانا سویٹر پہنے تھا۔ اس نے کورچاگن کے
ـوک مار کر آنےوالوں کی طرف اشارہ کیا۔ دوسرے
ـی لمحہ پاویل ھاتھ میں پھاوڑا لئے ٹیلے کی ڈھلان
ـ دوڑا چلا جا رھا تھا۔ خود کے آگے کی طرف کو
ـے ھوئے حصے کے نیچے سے اس کی آنکھوں نے
ـسکرا کر بڑی گرمجوشی کے ساتھ انکا استقبال
ـا۔ اور فیودور اس سے ھاتھ ملانے کے بعد دیر
ـک اس کا ھاتھ تھامے رھا۔

واردات نه هونے پائے۔ اس سے هماری ڈسپلن پر حرف آتا هے۔ اب هم لوگ اتنے طاقتور هو گئے هیں که ضابطه‌پرستی اور دفتری حکومت کو منظم طور پر کچل سکتے هیں۔ اچھا همیں اب اس سے زیاده اهم مسئلے کے بارے میں گفتگو کرنی چاهئے۔ ،، اور فیودور اس سے لٹیروں کے حملے کی تفصیلات دریافت کرنے لگا۔

بویارکا اسٹیشن سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر مزدوروں کا ایک جتھا ایک ٹیلے کی کھدائی میں زورشور سے جٹا هوا تھا۔ یہی ٹیلا ریلوے لائن کے راستے میں حائل تھا۔

سات آدمی اس دستے کے لوگوں کے تمام هتھیاروں سے لیس هوکر کھڑے پہره دے رهے تھے۔ ان هتھیاروں میں خولیاوا کی رائفل اور کورچاگن، پانکراتوف، دوباوا اور خوسوتوف کے پستولوں کے علاوه اور کچھ بھی نہیں تھا۔

پاتوشکن ٹیلے پر بیٹھا اپنی نوٹ‌بک میں کچھ حساب لگا رها تھا۔ اس تعمیر کے کام میں جتنے لوگ حصه لے رهے تھے ان میں صرف وهی انجینیر تھا۔ ابھی تک واکولنکو نام کا ایک ٹیکنیشن بھی تھا۔ لیکن وه اسی دن صبح بھاگ گیا تھا کیوں‌که وه لٹیروں کے هاتھوں مرنے کی بجائے کام چھوڑکر بھاگ جانے کے جرم میں سزا پانے کو ترجیح دیتا تھا۔

’’اس ٹیلے کو کھودکر هموار کرنے میں

آکونیف کی اس بات پر ایک زور کا قہقہہ
۔ اس دن وہ لوگ پہلی بار ہنسے تھے۔

فیودور ژوخرائی نے ٹیلے کا معائنہ کیا اور
سلیج گاڑی پر بیٹھ کر توکاریف اور پاتوشکن
ہمراہ اس علاقے کی طرف چل دیا جہاں لکڑی
کر گرائی گئی تھی۔ جب وہ واپس لوٹا تو
وقت بھی لوگ بڑی مستقل مزاجی کے ساتھ ٹیلے
کھدائی میں جٹے ہوئے تھے۔ فیودور نے ان کے
وزوں کی تیز حرکت اور ان کی سخت مشقت سے
کی ہوئی پیٹھوں کو دیکھا۔ اس نے آکم سے مخاطب
دبی آواز میں کہا:
''سیٹنگوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ ان لوگوں
حوصلہ بڑھانے کے لئے کسی پرچار کی ضرورت نہیں
۔ توکاریف، تم ٹھیک ھی کہتے تھے کہ یہ
تو سونے میں تولنے کے لائق ھیں۔ ایسی ھی
پر تو فولاد تپ کر نکھرتا ھے۔،،
ژوخرائی نے کھدائی کرنےوالوں کو تعریفی
فخریہ نظروں سے دیکھا، اس کے فخر میں سختی
تھی اور محبت بھی۔ ان میں سے کئی کو
وہ ابھی چند ھی دن پہلے اپنی سنگینوں کی نوکیں
اپنے سامنے صف بستہ دیکھ چکا تھا۔ وہ بغاوت
پہلےوالی رات تھی۔ اور اب وہ سب ایک ھی
کے تحت جان‌توڑ محنت کر رھے تھے کہ
لائن کی فولادی شہ‌رگیں حرارت اور زندگی
اس گراں قدر خزینے تک پہنچ سکیں۔

''ارے تم ہو، پاویل۔ اس سج دھج میں تو میں تمہیں پہچان بھی نہیں پایا۔،،

یہ سن کر پانکراتوف ایک خشک ہنسی ہنس دیا:

''اس کےلئے مناسب لفظ سج دھج نہیں ہے۔ ہوا جانے کے لئے اس میں دیکھئے سوراخ کتنے ہیں۔ کام چھوڑکر بھاگنےوالے اس بےچارے کا اوورکوٹ بھی چرا لے گئے۔ وہ تو کہو آکونیف نے اسے یہ جیکٹ دے دی۔ آپ جانتے ہیں، ان لوگوں کا ایک کمیون قائم ہے؟ لیکن پاویل کی طرف سے سجھے کوئی فکر نہیں ہے، اس کی رگوں میں گرم خون رواں ہے۔ وہ ایک دو ہفتے تک ابھی اور سیمنٹ کے فرش پر اپنی پیٹھ سینکےگا کیوں کہ پیال ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ اور پھر وہ نہایت شان‌دار صنوبر کی لکڑی کے تابوت میں لیٹنے کے لائق ہو جائےگا،، اس جہازی مزدور نے تلخ طنز کے ساتھ اپنی بات ختم کی۔

سیاہ ابروؤں اور چپٹی ناک‌والے آکونیف نے اپنی شرارت بھری آنکھیں سکیڑکر اعتراض کیا:

''تم غم نہ کرو۔ ہم لوگ پاویل کا انتظام کر دیں گے۔ سب لوگوں کی رائے سے ہم اسے باورچی‌خانے میں اودارکا کی مدد کرنے پر لگا دیں گے۔ اگر اس میں ذرا بھی عقل ہوگی تو یہ وہاں تھوڑا بہت فاضل کھانا بھی مار لےگا اور اپنا جسم گرم رکھنے کےلئے چولھے سے یا خود اودارکا سے لپٹ کر سو رہا کرےگا۔،،

خرائی بولنے کھڑا ہوا۔ اور رفیقانہ بحث و مباحثے
دیکھتے دیکھتے ایک گھنٹہ گذر گیا۔ فیودور
ن لوگوں کو واضح الفاظ میں بتا دیا کہ ریلوے
کو مکمل کرنے کےلئے یکم جنوری تک کی
سیعاد مقرر کی گئی تھی اسے اور زیادہ ملتوی
کا کوئی سوال نہیں تھا۔

''اس وقت سے ہم اس کام کو فوجی نوعیت
دیں گے،، اس نے کہا۔ ''جتنے پارٹی ممبر ہیں
سب کی ایک اسپیشل ڈیوٹی کمپنی بنا دی جائے گی
کامریڈ دوباوا اس کمپنی کے کمانڈر ہوں گے۔
کام کرنے والوں کو چھہ ٹولیوں میں تقسیم
کے انہیں الگ الگ کام دے دیا جائے گا۔ جتنی
اس وقت بننے کو باقی رہ گئی ہے اسے چھہ
قطعوں میں تقسیم کر دیا جائے گا اور ایک
قطعے کی ذمےداری ہر ٹولی کے سپرد کر دی
گی۔ یکم جنوری تک کام پورا ہو جانا چاہئے۔
ٹولی اپنا کام پہلے ختم کرے گی اسے شہر واپس
کی اجازت دیدی جائے گی۔ صوبے کی عاملہ
کی صدارتی مجلس حکومت سے درخواست کرے گی
اول آنے والی ٹولی کے سب سے اچھے کارکن کو
آف دی ریڈ بینر انعام میں دیا جائے۔،،

مختلف ٹولیوں کےلئے حسب ذیل لیڈر مقرر
دئے گئے: پہلی ٹولی کے کامریڈ پانکراتوف،
دوسری کے کامریڈ دوباوا، تیسری کے کامریڈ خوموتوف،
چوتھی کے کامریڈ لاگوتین، پانچویں کے کامریڈ
کورچاگن اور چھٹی کے کامریڈ آکونیف۔

پاتوشکن بڑے ادب کے ساتھ لیکن پورے اعتماد سے فیودور کو سمجھانے لگا کہ اس ٹیلے کو دو ھفتے سے کم میں کھود کر ھموار کرنا قطعی ناممکن تھا۔ فیودور اپنے خیالات میں گم اس کی دلیلیں سنتا رہا۔ صاف ظاھر تھا کہ اس کا ذھن کسی دوسرے ھی مسئلے کی بابت سوچنے میں مصروف تھا۔

''اس ٹیلے کی کھدائی کا کام رکوا دو اور اس کے آگے لائن بچھوانا شروع کر دو۔ ٹیلے کے مسئلے کو حل کرنے کا ھم کوئی دوسرا راستہ تلاش کر لیں گے،، آخرکار اس نے کہا۔

اسٹیشن پہنچ کر وہ بڑی دیر تک ٹیلیفون پر کسی سے باتیں کرتا رہا۔ خواپاوا باھر دروازے پر کھڑا پہرہ دے رہا تھا۔ اسے کمرے میں فیودور کی بھرائی ہوئی بھاری آواز سنائی دے رہی تھی:

''فوجی خطے کے چیف آف اسٹاف کو ٹیلیفون کرکے اس سے میری طرف سے کہو کہ پوزی ریوفسکی کی رجمنٹ کا تبادلہ کرکے فوراً یہاں بھیجدے جہاں ریلوے لائن کی تعمیر ھو رھی ھے۔ اس علاقے سے لٹیروں کا فوراً صفایا ھوجانا چاھئے۔ ایک بکتربند ریل گاڑی اور اس کے ساتھ چٹانوں کو اڑانے والے چند سپاھی بھجوا دو۔ باقی تمام انتظام میں خود کر لوں گا۔ میں ذرا دیر سے لوٹوں گا۔ لتکے سے کہدینا کہ رات کو بارہ بجے موٹر لے کر اسٹیشن پہنچ جائے۔،،

بیرک میں آکم کی مختصر سی تقریر کے بعد

ژوخرائی نے سر ہلا کر اپنی مجبوری ظاہر
۔ ـیکن پاویل کا چہرہ اترا ہوا دیکھ کر اس نے
ـ۔ـی سے اپنے ماؤزر پستول کا تسمہ کھولا۔
''لو، میں تمہیں یہ تحفہ دیتا ہوں۔''
پاویل کو پہلے تو یقین نہیں آیا کہ اس
۔ عرصے کی مراد پوری ہورہی ہے۔ لیکن ژوخرائی
۔ تسمہ اس کے کندھے پر ڈالتے ہوئے کہا:
''لے لو، لے لو! میں جانتا ہوں کہ بہت
۔ ـے سے اس پر تمہاری نظر تھی۔ لیکن دیکھو
خیال رکھنا کہیں ہمارے ہی کسی آدمی
۔ اس کا نشانہ نہ بنا دینا۔ اور لو اس کے ساتھ
۔ ـوسوں کی یہ تین پیٹیاں بھی ہیں۔''
پاویل کو اس بات کا احساس ہو رہا تھا
۔ باقی تمام لوگ اسے رشک کی نظروں سے دیکھ
ـے تھے۔
''اے پاویل'' کسی نے چلا کر کہا۔ ''مجھ
ـ سودا کرتے ہو؟ میں تمہیں اس کے بدلے ایک
ـ جوتے دے سکتا ہوں اور ایک کوٹ گھاتے
ـ ے لینا۔''
پانکراتوف نے پاویل کو چھیڑتے ہوئے اس
۔ پیٹھ میں کہنی ماری:
''لاؤ مجھے دیدو۔ میں تمہیں اس کے بدلے
ـ یک جوڑ فیلٹ کے جوتے دے دوں گا۔ اور یوں
ـ تم اس کا کیا کروگے۔ تم تو اپنے اس برساتی
ـ میں بڑے دن سے پہلے ہی مر جاؤگے۔''
ریل کے انجن ڈبے کی سیڑھی پر ایک پاؤں

''تعمیر کے اس کل کام کے اعلی افسر، سیاسی اور انتظامی لیڈر پہلے ھی کی طرح انتون نکیفوروویچ توکاریف رھیں گے،، ژوخرائی نے ایک کہنہ مشق مقرر کے انداز میں اپنی تقریر ختم کی۔

یک بیک تالیوں کی آواز گونج اٹھی جیسے چڑیوں کا غول دفعتاً پر پھڑپھڑاکر اڑ گیا ھو۔ لوگوں کے گمبھیر چہروں کا تناؤ ختم ھو گیا اور سب مسکرانے لگے۔ تقریر کے اس دلچسپ پرخلوص اختتام پر تمام مجمع جو اب تک دم سادھے بڑے غور سے سن رھا تھا، دفعتاً قہقہہ مارکر ھنس پڑا۔

بیس بائیس جوان آکم اور فیودور کو رخصت کرنے کےلئے اسٹیشن گئے۔

کورچاگن سے ھاتھ ملاتے وقت فیودور نے اس کے برف سے بھرے ھوئے برساتی بوٹ کو ایک نظر دیکھا۔

''میں تمہارے لئے ایک جوڑ جوتے بھجوا دوں گا،، اس نے دھیمی آواز میں کہا۔ ''مجھے امید ھے کہ کم سے کم ابھی تک تو تمہارے پاؤں گلنے شروع نہیں ھوئے ھیں؟،،

''نہیں، بس ذرا سی سوجن آ گئی ھے،، پاویل نے جواب دیا۔ پھر ایک دم اسے اپنی بہت پرانی فرمائش کی یاد آئی۔ اور اس نے فیودور کا بازو پکڑکر کہا: ''کیا تم میرے پستول کےلئے کچھ کارتوس دے سکتے ھو؟ میرے پاس شائد اب صرف تین کارآمد کارتوس رہ گئے ھیں۔،،

۔۔س کے جنگلوں میں گونجتی رهی اور مختلف آوازیں خلط ملط هوکر ایک عجیب سی آواز میں تبدیل هو گئیں۔

جب دهوئیں اور گرد کے بادل چهٹ گئے تو اس ٹیلے کی جگه پر ایک گهرا گڑها منه پهاڑے نظر آیا۔ اور کئی گز کے دائرے میں شکر کی طرح صاف اور دانےدار برف پر مٹی بکهر گئی۔

اس دهماکے سے جو غار تیار هوا تها اس کی طرف لوگ کدالیں اور پهاؤڑے لےکر دوڑ پڑے۔

ژوخرائی کے چلے جانے کے بعد مختلف ٹولیوں میں اپنا کام سب سے پہلے ختم کرنے کے لئے زبردست مقابله شروع هو گیا۔

طلوع صبح سے بہت پہلے هی کورچاگن اس بات کا پورا خیال رکهتے هوئے که کوئی دوسرا نه جاگنے پائے چپکے سے اٹها اور سرد فرش پر اپنے ٹهٹهرے هوئے قدموں سے دبے پاؤں چلتا هوا باورچی‌خانے کی طرف گیا۔ وهاں پہنچ کر اس نے چائے کا پانی گرم کیا اور پهر اپنی ٹولی کے باقی لوگوں کو جگانے کے لئے لوٹا۔

جب تک دوسرے لوگ جاگے دن کافی نکل آیا تها۔

اس صبح پانکراتوف بیرک میں جمع لوگوں کی بهیڑ کو چیرتا هوا وهاں پہنچا جهاں دوباوا اور اس کی ٹولی کے دوسرے لوگ بیٹهے ناشته کر رهے تهے۔

رکھ کر ژوخرائی نے اپنے گھٹنے کا سہارا لے کر کاغذ کے ایک ٹکڑے پر ریوالور کی پرسٹ لکھدی۔

دوسرے دن بہت سویرے ھی ایک بکتربند ریل گاڑی پٹریوں کی قینچیوں پر کھٹا کھٹ کی آواز کرتی ھوئی اسٹیشن پر آ کر رکی۔ انجن سے ھنس کے پروں کی طرح سفید بھاپ کے بادل نکل رھے تھے جو بلور کی سی شفاف سرد ھوا میں جا کر غائب ھو جاتے تھے۔ اس گاڑی کے فولاد کے بنے ھوئے ڈبوں سے چمڑے کی وردیوں میں ملبوس سپاھی اترنے لگے۔ چند ھی گھنٹوں کے اندر چٹانیں اڑانےوالے تین سپاھیوں نے جو اس گاڑی سے آئے تھے ٹیلے میں گڑھے کھود کر کدو کی شکل کے دو بڑے بڑے سیاہ گولے ان میں رکھ دئے اور پھر ان میں لمبے لمبے فلیتے لگا دئے۔ کام کرنےوالوں کو آگاہ کرنے کےلئے انھوں نے ھوا میں کچھ فائر کئے اور تمام لوگ اس خطرناک ٹیلے سے دور بھاگ کر ادھر ادھر بکھر گئے۔ فلیتے کے ایک سرے پر دیاسلائی دکھا دی گئی اور وہ ایک چھوٹی سی روشن لو کے ساتھ جلنے لگا۔

تھوڑی دیر کےلئے لوگ اپنا دم سادھے رھے۔ ایک دو لمحہ کےلئے بڑا تناؤ رھا پھر زمین کانپی اور ایک بےپناہ قوت نے ٹیلے کے چیتھڑے اڑا دئے اور مٹی کے بڑے بڑے تودے آسمان کی طرف ایک دھماکے کے ساتھ اڑ گئے۔ دوسرا دھماکا پہلے سے بھی زیادہ زبردست تھا۔ اس کی گرج آس

دیکھا اور تمام لوگوں کو آگاہ کر دینے کی غرض سے اس نے ہوا میں گولی چلائی۔

''جوانو، ہتھیار سنبھالو! لٹیرے آ رہے ہیں!،، پاویل چلایا۔ اس نے اپنا پھاؤڑا پھینک دیا اور قریب کے ایک پیڑ پر لٹکے ہوئے اپنے ماؤزر پستول کی طرف لپکا۔

باقی لوگوں نے بھی لپک کر اپنی اپنی رائفلیں سنبھال لیں اور زیر تعمیر ریلوے لائن کے کنارے اسی حالت میں اوندھے لیٹ گئے۔ دستے کے آگےوالے گھوڑسواروں نے اپنی ٹوپیاں ہلائیں۔

''خبردار کاسریڈو! گولی نہ چلانا!،، ان میں سے ایک نے چلاکر کہا۔

بودیوننی کی فوج کی مخصوص ٹوپیاں لگائے تقریباً پچاس گھوڑسوار سڑک پر اپنے گھوڑے بڑھائے چلے آ رہے تھے۔ ان کی ٹوپیوں پر چمکدار سرخ ستارے لگے ہوئے تھے۔

پوزی ریوفسکی کی رجمنٹ کی ایک ٹکڑی دیکھ بھال کےلئے آئی تھی۔ پاویل نے دیکھا کہ گھوڑسواروں کے کمانڈر کے گھوڑے کے ایک کان کا سرا کٹا ہوا تھا۔ وہ دراصل ایک نہایت خوبصورت بھورے رنگ کی گھوڑی تھی جس کے ماتھے پر ایک سفید ٹیکا تھا۔ وہ اپنے سوار کو پیٹھ پر لئے بڑی بےقراری سے اچھل کود مچا رہی تھی اور جب پاویل نے لپک کر اس کی لگام پکڑی تو کچھ بوکھلاہٹ کے ساتھ بھڑک کر اس نے منھ پھیر لیا۔

''کیوں لیسکا، کیسی ہو، دوست؟ مجھے تو

''سنا تم نے، دمیتری؟،، اس نے کافی مشتعل ہوکر کہا۔ ''پاویل آج صبح سورج نکلنے سے پہلے ھی اپنے ساتھیوں کو جگا کر کام پر لے گیا۔ میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ھوں کہ اب تک وہ لوگ کم سے کم دس گز پٹریاں بچھا چکے ھوں گے۔ میں نے سنا ھے کہ اس نے ریل کی ورکشاپ کے ان چھوکروں کو جوش دلا کر اس بات پر آمادہ کر لیا ھے کہ ان کے قطعے کا کام پچیس تاریخ تک پورا ھو جائے۔ وہ ھم سب کو نیچا دکھانا چاھتا ھے لیکن میں بھی خاموش بیٹھنے والا آدمی نہیں ھوں!،،

دوباوا معنی خیز انداز میں مسکرا دیا۔ وہ بخوبی سمجھ رھا تھا کہ ریل کی ورکشاپ کے ان نوجوانوں نے جو کچھ کیا تھا اس پر جہاز گھاٹ کی کمسومول تنظیم کا سکرٹری اس قدر بپھرا ھوا کیوں تھا۔ دراصل اس کا دوست پاویل خود اس سے، یعنی دوباوا سے بھی، بازی لے گیا تھا۔ کسی سے ایک لفظ بھی کہے بغیر اس نے پوری ٹولی کو مقابلہ کے لئے للکارا تھا۔

''دوست ھونے نہ ھونے سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ جیتے گا وھی جو سب سے اچھا کام کرے گا،، پانکراتوف نے کہا۔

دو پہر کے قریب کورچاگن کی ٹولی پورے زور شور کے ساتھ کام میں جٹی ھوئی تھی کہ اتنے میں ان کے کام میں ایک ناگہانی خلل پڑ گیا۔ رائفلوں پر پہرہ دینے والے سنتری نے درختوں کے بیچ سے گھوڑ سواروں کے ایک دستے کو اسی سمت آتے

بٹھاکر باھر دروازے پر ''عورتوں کا محکمہ،، کا سائن بورڈ لگا دوں اور خود بویارکا چلا جاؤں۔ مجھے یہاں بڑا عجیب سا لگتا ھے۔ اتنی بہت سی عورتوں کے بیچ میں میں اکیلا مرد رہ گیا ھوں۔ ارے تم نے تو دیکھا نہیں کہ وہ مجھے کیسی کیسی نظروں سے گھورتی ھیں۔ مجھے یقین ھے، دل میں یہی کہتی ھوں‌گی: ''دیکھو تو اس مکار نکمے کو، سب کو بھیج دیا، خود آرام سے یہیں ڈٹا ھوا ھے۔،، یا شائد اس سے بھی بری بری باتیں کہتی ھوں۔ مجھے تو تم یہاں سے چھٹی دلا دو۔،،

لیکن آکم نے ھنس‌کر اس کی بات ٹال دی۔

بویارکا میں نئے مزدور آتے رھے۔ ان میں ریلوے کے اسکول کے ساٹھ طالبعلم بھی تھے۔

ژوخرائی نے ریلوے کے حاکموں کو اس بات پر راضی کر لیا تھا کہ وہ ان نئے نئے کام کرنےوالوں کے رھنے کےلئے چار بوگیاں بھجوا دیں۔

دوباوا کی ٹولی کو ریل کے انجن اور چھوٹی لائن کے پینسٹھ کھلے ڈبے لانے کےلئے پشچا وادتسا بھیج دیا گیا۔ یہ کام ان کے مقررہ کام ھی میں شمار ھونےوالا تھا۔

جانے سے پہلے دوباوا نے توکاریف کو مشورہ دیا کہ وہ کلاویچک کو شہر سے بلواکر بویارکا کی کسی نئی منظم‌شدہ ٹولی کا لیڈر مقرر کردے۔ توکاریف نے اس کے مشورے پر عمل کیا لیکن اسے آنا کے اس رقعے کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا جو سولومینکا سے آنےوالے نئے لوگ اپنے ساتھ لائے

امید ھی نہیں تھی کہ ھم دونوں کی کبھی ملاقات ھوگی۔ تو تم گولیوں سے بچ گئیں نا، میری کن کٹی حسینہ۔،،

وہ بڑی محبت کے ساتھ اس کی نازک گردن سے لپٹ گیا اور اس کے کانپتے ھوئے نتھنوں کو تھپکنے لگا۔

کمانڈر ایک لمحہ تک پاویل کو تکتا رھا، پھر بڑی حیرت سے چلایا:

''ارے یہ تو کورچاگن ھے! گھوڑی کو تو پہچان لیا لیکن اپنے پرانے دوست سریدا کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا بھی نہیں۔ کہو دوست، کیسے ھو؟ سلام!،،

اسی عرصے میں ریلوے لائن کو جلد سے جلد مکمل کرانے کےلئے شہر میں ھر جگہ دباؤ ڈالا جا رھا تھا اور ان لوگوں کی ان کوششوں کا اثر فوراً تعمیر کے کام پر دیکھنے میں آیا۔ ژارکی نے تو واقعی کمسومول کی ضلع کمیٹی کے ممبروں میں جتنے مرد تھے سب کو چھانٹ کر بویارکا بھیج دیا تھا۔ سولومینکا میں اب صرف لڑکیاں رہ گئی تھیں۔ اس نے ریلوے کے اسکول سے بھی طالبعلموں کا ایک جتھا بھجوانے کا انتظام کیا۔

''اب میں یہاں زنانی پرولتاریہ کے درمیان اکیلا رہ گیا ھوں،، اس نے آکم کے سامنے اپنے کام کی رپورٹ پیش کرتے ھوئے مذاق کیا۔ ''میں تو سوچتا ھوں کہ تالیا لاگوتینا کو یہاں اپنی جگہ

خصوصاً بویارکا سے متعلق باتوں میں گذر جاتا ہے۔ لڑکیاں توکاریف سے بہت خفا ہیں کہ اس نے انہیں ریلوے لائن کی تعمیر میں حصہ نہیں لینے دیا۔ وہ کہتی ہیں کہ مصیبتیں برداشت کرنے میں وہ کسی سے کم نہیں ہیں۔ تالیا تو کہتی ہے کہ وہ اپنے باپ کے کپڑے پہن کر اکیلی بویارکا چلی جائے گی۔ وہ کہتی ہے: 'دیکھیں وہ کیسے مجھے وہاں سے نکال دیں گے۔'

اگر وہ اپنی دھمکی پر عمل کرے تو مجھے زیادہ تعجب نہ ہوگا۔ اپنے سیاہ چشم دوست سے میرا سلام کہنا۔ آنا۔''

یک بیک ان لوگوں پر ایک برفانی طوفان کا حملہ ہوا۔ نیچے نیچے سرمئی رنگ کے بادل آسمان پر جابجا بکھر گئے اور برف بڑی تیزی کے ساتھ کافی مقدار میں گرنے لگی۔ رات کے وقت ہوا چمنیوں میں گرجتی گونجتی تھی اور پیڑوں کے درمیان اس طرح گذرتی تھی گویا کراہ رہی ہو۔ برف کے چکر کھاتے ہوئے گالوں کو ہوا اپنے ساتھ اڑا لے جاتی تھی اور اس کی منحوس کراہ کی صدائے بازگشت جنگل میں گونجنے لگتی تھی۔

تمام رات طوفان اپنے پورے غیظ و غضب کے ساتھ جاری رہا۔ اور حالانکہ انگیٹھیاں رات بھر سلگتی رہیں لیکن لوگ سردی کے مارے کانپتے

تھے - اور آنا کے اسی رقعے میں دوباوا کی اس درخواست کا اصلی راز پوشیدہ تھا - آنا نے لکھا تھا :

''دمیتری! کلاویچک نے اور میں نے ملکر تمہارے لئے بہت سی کتابیں جمع کی ھیں - ھم دونوں تمہیں اور بویارکا کے تمام جانباز مزدوروں کو نہایت پرخلوص پیام تہنیت بھیجتے ھیں - تم سب لوگ واقعی بہت ھی قابل فخر ھو! ھم سب کی یہی دلی خواھش ھے کہ تم لوگوں میں اس کام کو پورا کرنے کی قوت اور توانائی قائم رھے - کل لکڑیوں کا بچا ھوا ذخیرہ بھی تقسیم کر دیا گیا - کلاویچک تمہیں سلام کہتا ھے - وہ بہت ھی عمدہ آدمی ھے - بویارکا میں کام کرنےوالوں کےلئے تمام روٹیاں وہ خود بناتا ھے - خود آٹا چھانتا ھے اور اسے گوندھ کر تیار کرتا ھے - وہ بیکری میں کسی اور پر یہ کام چھوڑنے کےلئے راضی نہیں ھوتا - اسے کہیں سے بہت عمدہ آٹا مل گیا ھے اور اس کی روٹیاں نہایت لذیذ ھوتی ھیں - جیسی روٹیاں مجھے ملتی ھیں ان سے تو کئی درجہ بہتر ھوتی ھیں - شام کے وقت ھمارے دوست میرے گھر پر جمع ھوتے ھیں - لاگوتینا، آرتیوخن، کلاویچک اور کبھی کبھی ژارکی بھی - ھم لوگ تھوڑا بہت پڑھتے بھی ھیں لیکن زیادہ‌تر وقت ادھر ادھر کی باتوں میں

مشکل ھی سے کھینچ کر لایا تھا۔ انجن کے ایندھن والے ڈبے میں لکڑی کا ایک کندہ بھی نہیں بچا تھا اور بھٹی میں آخری انگارے اپنا دم توڑ رہے تھے۔

"یا تو ھمیں ایندھن دلوا دو کہ ھم آگے چلے جائیں یا ھماری گاڑی سائیڈنگ میں لگوا دو۔ ابھی ھمارے انجن میں کچھ بھاپ ھے، بعد میں وہ بھی نہیں رہ جائے گی!" ڈرائیور نے چلا کر اسٹیشن ماسٹر سے کہا۔

گاڑی سائیڈنگ میں کھڑی کروا دی گئی۔ غصے سے جھنجلائے ھوئے مسافروں کو گاڑی روکنے کی وجہ سمجھائی گئی اور کھچا کھچ بھرے ھوئے ڈبوں میں گالی گلوج اور شکوہ شکایت کا سلسلہ شروع ھو گیا۔

"جاؤ، اس بوڑھے سے بات کرکے دیکھو،" اسٹیشن ماسٹر نے توکاریف کی طرف اشارہ کرکے ٹرین کے کنڈکٹروں کو مشورہ دیا۔ توکاریف پلیٹ فارم پر اسی طرف چلا آ رھا تھا۔ "وہ یہاں کی ریلوے لائن کی تعمیر کا سب سے بڑا حاکم ھے۔ ممکن ھے وہ سلیج گاڑی کے ذریعے تمھارے انجن کے لئے کچھ لکڑی منگوا دے۔ وہ لوگ ریلوے لائن کے سلیپروں کے لئے لکڑی استعمال کر رھے ھیں۔"

"میں لکڑی تو دلوا دوں گا۔ لیکن قیمت ادا کرنی پڑے گی،" کنڈکٹروں کی درخواست کے جواب میں توکاریف نے کہا۔ "آخر یہ لکڑی ھم نے اپنے کام کے لئے مہیا کی ھے۔ اس وقت برف جم جانے کی وجہ سے ھمارا کام رکا ھوا ھے۔ آپ لوگوں کی گاڑی

ھی رھے ۔ اسٹیشن کی شکستہ عمارت میں سردی سے بچنے کا کوئی امکان نہیں تھا ۔

صبح ان لوگوں کو اپنے اپنے کام کے قطعے تک پہنچنے کے لئے گہری برف کو کھودکر جانا پڑا ۔ لیکن درختوں سے بہت اوپر صاف نیلے آسمان پر سورج پوری تابناکی سے چمک رہا تھا ۔ آسمان کی شفاف وسعت پر بادل کا ایک بھی دھبہ نہیں تھا ۔

کورچاگن اور اس کے ساتھی اپنے قطعے کی برف صاف کرنے کے لئے نکلے ۔ پاویل کو آج پہلی بار اس بات کا احساس ھوا کہ انسان کو سردی سے کتنی تکلیف پہنچ سکتی ھے ۔ آکونیف کی تارتار جیکٹ سردی سے اس کی کوئی خاص حفاظت نہیں کر سکتی تھی اور اس کا برساتی بوٹ ھمیشہ برف سے بھرا رھتا تھا ۔ وہ بوٹ باربار برف میں کھو جاتا تھا ۔ اور اب تو اس کے دوسرے جوتے کا تلا بھی الگ ھو جانے کی دھمکی دے رہا تھا ۔ اس کی گردن پر دو بڑے بڑے پھوڑے نکل آئے تھے ۔ یہ ٹھنڈے فرش پر سونے کا نتیجہ تھا ۔ توکاریف نے اسے ایک تولیہ دیا تھا جسے وہ مفلر کی طرح استعمال کرتا تھا ۔

دبلا پتلا پاویل پوری طاقت کے ساتھ لکڑی کا برف کھودنےوالا بیلچہ چلا رہا تھا ۔ اس کی آنکھیں سرخ ھو رھی تھیں ۔

اتنے میں ایک ریل گاڑی دھک دھک کرتی ھوئی دھیمی رفتار سے اسٹیشن میں داخل ھوئی ۔ اس کا دم توڑتا ھوا انجن اسے وھاں تک بھی بڑی

کا ذمه لے سکتا هوں لیکن هم دونوں میں سے کوئی بھی برف نہیں کھودے گا۔ یه قانون کے خلاف ھے۔ یه بوڑھا قانون کی خلاف ورزی کر رها ھے۔ میں اس پر مقدمه چلوا سکتا هوں۔ تمہارا فورمین کہاں ھے؟،، اس نے سب سے قریب کھڑے هوئے مزدور سے پوچھا۔

اتنے میں کورچاگن وهاں آیا۔

''کیوں صاحب، آپ کام کیوں نہیں کر رہے هیں؟،،

اس شخص نے پاویل کو سر سے پاؤں تک حقارت‌آمیز نظروں سے دیکھا۔

''آخر تم هو کون پوچھنے والے؟،،

''میں ایک مزدور هوں۔،،

''تو پھر مجھے تم سے کچھ نہیں کہنا ھے۔ اپنے فورمین کو، یا تم جو بھی کہتے هو اسے، میرے پاس بھیج دو۔،،

کورچاگن نے غصے کی نظروں سے اسے دیکھا۔

''اگر آپ کام کرنا نہیں چاهتے تو مت کیجئے۔ لیکن جب تک آپ کے ٹکٹ پر هم لوگوں کے دستخط نہیں هوں گے تب تک آپ اس ٹرین پر واپس نہیں جا سکتے۔ اس ریلوے لائن کی تعمیر کے سب سے بڑے افسر کا یہی حکم ھے۔،،

''اور خاتون آپ؟،، پاویل اس عورت سے مخاطب هوا اور اسے دیکھتے هی حیرت سے دنگ رہ گیا۔ اس کے سامنے تونیا تمانووا کھڑی تھی!

تونیا کو کسی طرح یقین نہیں آ رها تھا

میں تقریباً چھہ سات سو مسافر ہوں گے۔ عورتوں اور بچوں کو تو گاڑی ھی میں چھوڑ دیجئے لیکن مردوں سے کہیے کہ ھماری مدد کرکے شام تک برف صاف کروا دیں تو ھم آپ کے انجن کےلئے ایندھن دلوا دیں گے۔ اگر وہ اس کےلئے راضی نہ ھوں تو نئے سال کی آمد تک یہیں پڑے رھیں۔''

''ارے دیکھو، وہ مجمع کیسا چلا آ رھا ھے! دیکھو، اس میں عورتیں بھی ھیں!'' کورچاگن نے اپنے پیچھے کسی کو حیرت سے کہتے ھوئے سنا۔ اس نے پیچھے مڑکر دیکھا۔ اتنے میں توکاریف وھاں پہنچ گیا۔

''دیکھو، میں تمہارے لئے سو مددگار لایا ھوں'' اس نے کہا۔ ''ان سب کو کام پر لگا دو اور دیکھو، کوئی کام چوری نہ کرنے جائے۔''

کورچاگن نے نوواردوں کو کام پر لگا دیا۔ ایک لمبے سے شخص نے جو سمور کے کالروالی بہت ھی عمدہ قسم کی ریلوے کی وردی اور نرم بالوں والی گرم ٹوپی پہنے ھوئے تھا، بڑے غصے سے بیلچہ اپنے ھاتھ میں نچایا اور اپنے ساتھ کی نوجوان عورت سے مخاطب ھوا جو سگ ماھی کی کھال کی ٹوپی پہنے تھی جس پر ایک بڑا سا گول پھندنا لگا ھوا تھا۔

''میں برف کھودنے سے قطعی انکار کرتا ھوں اور کسی کو بھی مجھے اس پر مجبور کرنے کا حق نہیں ھے۔ ریلوے انجینیر کی حیثیت سے اگر وہ لوگ چاھیں تو میں اس پورے کام کی نگرانی

مسلسل اسکی بیوی کو گھورے جا رہا ہے۔ اس کی اس بیہودگی پر طیش میں آکر اس نے اپنا بیلچہ پھینک دیا اور اپنی بیوی کے قریب کھڑا ہو گیا۔

"آؤ تونیا، چلیں۔ میں اس لیزیرونی* کی صورت دیکھنا بھی گوارہ نہیں کر سکتا۔"

کورچاگن "جیوسپ گیری بالڈی" پڑھ چکا تھا۔ اس لئے وہ اس لفظ کے معنی جانتا تھا۔

"ممکن ہے کہ میں لیزیرونی ہی ہوں۔ لیکن تمہاری حقیقت ایک بوسیدہ اور کرم خوردہ سرمایہ دار سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ اور پھر تونیا کی طرف مخاطب ہوکر سختی کے ساتھ بولا: "کامریڈ تمانووا، ایک بیلچہ اٹھاکر کام شروع کردیجئے۔ اس نمائشی بیل کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش نہ کیجئے۔ اگر یہ آپ کے کوئی عزیز ہوں تو مجھے معاف کیجئےگا۔"

پاویل نے تونیا کے سموروالے جوتوں پر ایک نظر ڈالی اور تلخی سے مسکراتے ہوئے یونہی لگے ہاتھوں کہہ دیا:

"میں تو آپ کو یہاں ٹھیرنے کا مشورہ نہیں دوں گا۔ ابھی اس دفعہ رات کو لٹیروں نے ہمارے اوپر حملہ کر دیا تھا۔"

اتنا کہہکر وہ مڑا اور وہاں سے سیدھا چل

---

* نیپلس میں گداگروں کو لیزیرونی کہتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

کہ یہ آوارہ‌گرد شخص جو پھٹے پرانے کپڑے اور انتہائی مضحکہ‌خیز جوتے پہنے اور گردن میں ایک گندہ سا تولیہ باندھے اس کے سامنے کھڑا تھا اور جس کا چہرہ نہ جانے کتنے دنوں سے دھلا بھی نہیں تھا وہی کورچاگن تھا جسے وہ ایک زمانے میں جانتی تھی۔ صرف اس کی آنکھوں میں وہی ہمیشہ کی جیسی خوفناک چمک تھی۔ یہ اس پاویل کی آنکھیں تھیں جو ابھی تک اس کی یاد میں محفوظ تھا۔ ذرا سوچنے کی بات ہے کہ ابھی کچھ ہی عرصہ پہلے اس نے اس غیرمہذب لاابالی شخص پر اپنی محبت نثار کی تھی۔ ہر چیز کتنی تیزی سے بدل گئی تھی!

تونیا کی حال ہی میں شادی ہوئی تھی اور وہ اپنے شوہر کے ہمراہ ایک بڑے شہر جا رہی تھی جہاں وہ ریلوے کے محکمہ میں کسی بڑے عہدے پر کام کرتا تھا۔ یہ بات کسی کے تصور میں بھی نہ آسکتی تھی کہ اس کے لڑکپن کی محبت کا مرکز اسے اس طرح اچانک مل جائےگا! وہ اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے بھی ھچکچائی۔ واسیلی کیا سوچےگا؟ کورچاگن نے اپنے کو اتنا نیچا گراکر بہت ہی برا کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ کوئلہ جھونکنےوالا وہ نوجوان زمین کی کھدائی کرنےوالے مزدور کی سطح سے اوپر نہیں اٹھ سکا تھا۔

وہ شش و پنج کے عالم میں کھڑی رہی۔ اس کے گال جل رہے تھے۔ اتنے میں ریلوے کے اس انجنیر نے دیکھا کہ وہ گستاخ آوارہ‌گرد چھوکرا

''اور مجھے بھی کبھی اس بات کی توقع نہ تھی کہ میں تمہیں اتنا... اتنا بنا ٹھنا دیکھوں گا،، اس نے اپنے جذبات ادا کرنے کےلئے سب سے نرم لفظ کا انتخاب کرکے کہا۔

تونیا کے کان کی لوئیں تک سرخ ہو گئیں۔

''تم ابھی تک پہلے ھی کی طرح اکھڑ ہو ۔،،

کورچاگن نے اپنا بیلچہ اٹھاکر کندھے پر رکھ لیا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ چند قدم چلنے کے بعد وہ رک گیا۔

''کامریڈ تمانووا، میرا اکھڑپن،، اس نے کہا ''آپ کی اس نام نہاد شائستگی کے مقابلے میں آدھا بھی تکلیف‌دہ نہیں ھے۔ اور جہاں تک میری زندگی کا سوال ھے آپ اس کے بارے میں قطعی فکر نہ کریں۔ میری زندگی میں کوئی خرابی نہیں ھے۔ خرابی ھے شروع سے آخر تک آپ کی زندگی میں۔ آپ کی زندگی اس سے بھی بدتر ھے جتنا کہ مجھے اندیشہ تھا۔ دو سال قبل آپ اس سے کہیں بہتر تھیں۔ اس وقت آپ کو ایک مزدور سے ھاتھ ملانے میں شرم محسوس نہیں ھوتی تھی۔ لیکن اب آپ کے جسم میں نفتھلین کی گولیوں کی بو بسی ھوئی ھے۔ سچ تو یہ ھے کہ اب ھم دونوں کے پاس ایک دوسرے سے کہنے کےلئے کچھ بچا ھی نہیں ھے۔،،

پاویل کے پاس آرتیم کا خط آیا تھا کہ اسکی شادی ھونےوالی ھے اور اس نے پاویل کو شادی

دیا۔ چلتے وقت اس کا برساتی بوٹ پھٹ پھٹ کی آواز کرتا جا رہا تھا۔

اس کے اس آخری جملے کا ریلوے کے انجینیر پر خاصا اثر ہوا اور تونیا اسے وہاں رک کر کام کرنے کےلئے راضی کرنے میں کامیاب ہو گئی۔

اس دن شام کو دن بھر کے کام کے بعد یہ مجمع قطار باندھے ہوئے اسٹیشن واپس لوٹا۔ تونیا کا شوہر گاڑی میں جگہ روکنے کےلئے آگے بڑھ گیا تھا۔ تونیا مزدوروں کے ایک جتھے کو آگے نکل جانے کا موقع دینے کےلئے رکی ہی تھی کہ اس نے دیکھا کہ پاویل تکان سے بالکل چور اپنے بیلچے پر پوری طرح جھکا ہوا تمام لوگوں کے پیچھے پاؤں گھسیٹتا ہوا چلا آ رہا ہے۔

''ہلو، پاویل،، اس نے اسے پکارا اور قدم ملا کر اس کے ساتھ چلنے لگی۔ ''سچ کہتی ہوں، مجھے کبھی یہ اندیشہ نہیں تھا کہ میں تمہیں اس بری حالت میں دیکھوں گی۔ یہاں کے حاکموں کو اتنا تو سمجھنا چاہئے کہ تم زمین کھودنے کے اس ذلیل کام سے کہیں بہتر کام کی صلاحیت رکھتے ہو۔ میں تو سمجھی تھی کہ تم اب تک کمیسار یا اسی قسم کی کوئی چیز ہو گئے ہوگے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ زندگی تم پر اتنی نامہربان رہی ہے...،،

پاویل رکا اور تعجب سے تونیا کو اوپر سے نیچے تک دیکھنے لگا۔

سعیار توڑکر آگے نکل گئے ہیں اور انہوں نے ہمارے تمام اندازے غلط ثابت کردئیے ہیں۔،،

کلاویچک شہر سے اپنی پکائی ہوئی آخری روٹیاں لےکر وہاں پہنچا۔ اس نے توکاریف سے گفتگو کی اور پھر کورچاگن سے ملنے چلا گیا۔ دونوں نے بڑے تپاک سے ہاتھ ملایا۔ کلاویچک نے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ اپنے تھیلے کی گہرائی میں ہاتھ ڈالکر سویڈن کی بنی ہوئی سمور کے استروالی چمڑے کی ایک بہت ہی خوبصورت جیکٹ نکالی۔

''یہ تمہارے لئے لایا ہوں،، اس نے ملائم چمڑے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ ''اچھا بتاؤ، کس نے بھیجی ہے؟ کیا کہا تمہیں نہیں معلوم؟ یار، تم ہو نرے بدھو۔ ارے یہ بھیجی ہے کامریڈ استینووچ نے۔ اب تمہیں سردی لگنے کا خطرہ نہیں رہا۔ یہ اسے آلشنسکی نے دی تھی۔ اس کے ہاتھ سے لےکر اس نے سیدھے میرے حوالے کر دی اور کہا کہ میں اسے تمہارے پاس پہنچا دوں۔ آکم نے اسے بتایا تھا کہ تم اس برف باری میں صرف ایک پتلی سی جیکٹ پہن کر کام کر رہے ہو۔ آلشنسکی اس کی اس حرکت پر بہت جزبز ہوا۔ وہ بولا: 'ان کامریڈ کےلئے میں فوجی اوورکوٹ بھجوا دوں گا۔، لیکن ریتا اس کی بات ہنسی میں ٹال گئی۔ وہ بولی: 'فکر مت کرو۔ وہ اس جیکٹ کو پہن کر زیادہ اچھی طرح کام کرےگا۔،،

حیرت زدہ پاویل نے وہ نہایت شاندار جیکٹ لے لی اور کچھ دیر تک جھجکنے کے بعد اسے اپنے

کے موقع پر ضرور آنے کے لئے بڑے اصرار کے ساتھ لکھا تھا۔

ایک جھونکے نے کاغذ کا وہ ٹکڑا پاویل کے ھاتھ سے جھپٹ لیا اور وہ ھوا میں ادھر اڑتا ھوا نہ جانے کہاں چلا گیا۔ اس کےلئے شادی کی تقریبوں میں شرکت کرنے کا کوئی سوال پیدا نہیں ھوتا تھا۔ اس موقع پر کام چھوڑکر وہ کیسے جا سکتا تھا؟ ابھی کل ھی وہ بھالو پانکراتوف اس کی ٹولی سے بازی لے گیا تھا۔ اور اس کی ٹولی اتنی تیز رفتار سے کام کرتی ھوئی آگے بڑھی تھی کہ سب لوگ حیرت میں آ گئے تھے۔ وہ جہازی مزدور اس مقابلے میں اول آنے کےلئے اپنی جان لڑائے ھوئے تھا۔ اس کی وہ ھمیشہ‌والی دل‌جمعی یکایک نہ جانے کہاں غائب ھو گئی تھی، اور وہ اپنی ٹولی کے ''جہاز گھاٹ کے مزدوروں،، کو طوفانی رفتار سے کام کرنے کےلئے جوش دلا رھا تھا۔

پاتوشکن نے جب ان تمام لوگوں کو خاموشی کے ساتھ اس طرح بےتحاشہ کام کرتے دیکھا تو وہ متعجب ھوکر اپنا سر کھجانے لگا۔ ''یہ لوگ آدمی ھیں یا دیو؟،، اس نے حیرت سے سوچا۔ ''آخر ان میں اتنی حیران کن طاقت کہاں سے آ گئی ھے؟ میری تو سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر موسم آٹھ دن تک ھمارا ساتھ اور دیدے تو ھم لکڑی کے ذخیرے تک پہنچ جائیں‌گے۔ زندہ رھنا اور زندگی کے تجربے سے کچھ سیکھنا یہی تو ھمارا فرض ھے! یہ لوگ کام کی رفتار کے تمام قائم‌شدہ

لائن کی تعمیر کا کام کرنے والے تمام لوگ وہاں بھیجدئے جائیں۔

۲۳ دسمبر

بویارکا سے ٹائی فائیڈ کے سات اور مریض شہر لائے گئے ہیں۔ ان میں آکونیف بھی ہے۔ میں سٹیشن گئی تھی۔ وہاں میں نے ان لوگوں کی برف میں اکڑی ہوئی لاشیں دیکھیں جو ریل گاڑی کے بفر پر کھڑے ہوکر سفر کر رہے تھے۔ یہ لاشیں خارکوف والی گاڑی سے اتاری گئی تھیں۔ ہسپتالوں کو گرم رکھنے کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ یہ کم بخت برف کا طوفان! نہ جانے کب ختم ہوگا یہ؟

۲۴ دسمبر

ابھی ژوخرائی سے ملکر آئی۔ اس نے اس خبر کی تصدیق کی کہ کل رات آرلک نے اپنے پورے گروہ کے ساتھ بویارکا پر حملہ کیا تھا۔ دو گھنٹے تک جم کر لڑائی ہوئی۔ ٹیلیفون کے تار کاٹ دئے گئے تھے، اس لئے آج صبح تک ژوخرائی کو مکمل رپورٹ نہیں مل پائی تھی۔ لٹیروں کے گروہ کو کھدیڑ دیا گیا لیکن اس ٹکر میں توکاریف زخمی ہو گیا ہے۔ ایک گولی اس کے سینے کے آر پار نکل گئی ہے۔ اسے آج شہر لایا جائے گا۔ حملے کے وقت فرینز کلاویچک پہرے پر تھا۔ وہ جان سے مارا گیا۔ سب سے پہلے اسی نے لٹیروں کے گروہ کو دیکھا تھا اور سب کو خبردار کرنے کے لئے

ٹھٹھرے ہوئے جسم پر پہن لیا۔ جیکٹ پہنتے ھی اسے ایسا محسوس ھوا کہ نرم سمور کی حرارت اس کے شانوں اور اس کے سینے تک پھیلی جا رھی ھے۔

ریتا نے اپنی ڈائری میں لکھا:

"۲۰ دسمبر

ہم لوگوں کو مسلسل برف کے طوفانوں کا سامنا کرنا پڑ رھا ھے۔ برف اور آندھی۔ بویارکا میں وہ لوگ تقریباً اپنی منزل تک پہنچ گئے تھے کہ برف‌باری اور طوفانوں نے ان کا کام بالکل روک دیا۔ وھاں ھر طرف برف کے پہاڑ بنے ھوئے ھیں اور جمی ھوئی مٹی کھودنا آسان نہیں۔ اب صرف آدھ میل لمبی لائن بنانی باقی رہ‌گئی ھے لیکن یہی حصہ سب سے زیادہ مشکل ھے۔

توکاریف نے اطلاع بھیجی ھے کہ وھاں ٹائی‌فائیڈ شروع ھو گیا ھے۔ تین آدمی اس میں مبتلا ھو چکے ھیں۔

۲۲ دسمبر

کمسومول کی صوبائی کمیٹی کی ایک بڑی بیٹھک ھوئی تھی۔ لیکن بویارکا سے کوئی نہیں آیا۔ لٹیروں نے بویارکا سے تقریباً گیارہ میل کے فاصلے پر اناج سے لدی ھوئی ایک گاڑی الٹ دی تھی اور وزارت غذا کے ایک نمائندے نے حکم دیا کہ ریلوے



شور مچایا تھا۔ اس نے حملہ‌آوروں پر گولی چلانا شروع کیا لیکن اسکول کی عمارت تک پہنچنے سے پہلے ھی ان لوگوں نے اسے دھر دبوچا۔ تیغ کے ایک ھی وار میں اس کا کام تمام ھو گیا۔ تعمیر پر کام کرنےوالے گیارہ مزدور زخمی ھوئے۔ اب وھاں پر ایک بکتربند ریل‌گاڑی اور گھوڑسوار فوجوں کے دو رسالے پہنچ گئے ھیں۔

پانکراتوف نے ریلوے لائن کی تعمیر کے کام کی ذمہ‌داری سنبھال لی ھے۔ لٹیروں کے گروہ کے ایک حصے کو پوزی‌ریوفسکی نے گلوبوکی نامی گاؤں میں گھیر کر اس کا صفایا کردیا۔ کچھ غیرپارٹی مزدور ریل‌گاڑی کا انتظار کئے بغیر ھی شہر کےلئے روانہ ھو گئے ھیں۔ وہ لوگ ریل کی پٹری کے کنارے کنارے پیدل آ رھے ھیں۔

۲۵ دسمبر

توکاریف اور دوسرے زخمی لوگ یہاں پہنچ گئے اور انہیں ھسپتال میں بھرتی کر دیا گیا ھے۔ ڈاکٹر کہتے ھیں کہ وہ اس بوڑھے کو بچا لیں‌گے۔ وہ ابھی تک بےھوش ھے۔ باقی لوگوں کی جان کا کوئی خطرہ نہیں ھے۔

بویارکا سے ھمارے اور صوبائی پارٹی کمیٹی کے نام ایک تار آیا ھے: ”لٹیروں کے حملے کے جواب میں، اس میٹنگ میں شریک ھونےوالے ھم تمام لوگ جو چھوٹی لائن کی تعمیر میں حصہ لے رھے ھیں اور ھمارے ساتھ بکتربند ٹرین ”برائے سوویت

نتدار،، پر کام کرنےوالے لوگ اور گھوڑسوار
جمنٹ کے سرخ سپاھی آپ کو قول دیتے ھیں کہ
۔۔د دشواریوں کے باوجود یکم جنوری تک ایندھن
۔ہر پہنچ جائےگا۔ اپنی تمام طاقت مجتمع کرکے
نہ لوگ کام میں جٹ رہے ھیں۔ ھمیں یہاں بھیجنےوالی
۔یونسٹ پارٹی زندہ باد! میٹنگ کا صدر کورچاگن۔
۔کرٹری برزین۔،،

کلاویچک کو پورے فوجی اھتمام کے ساتھ
۔ِوسینکا میں دفن کیا گیا۔،،

وہ لوگ اپنی منزل مقصود کے بہت قریب
ئے تھے۔ لیکن اس کی طرف ان کے بڑھنے کی رفتار
۔ت ھی تکلیف‌دہ حد تک سست تھی کیونکہ ریلوے
۔ن کی تعمیر کرنےوالوں کی صفوں میں سے ھر روز
۔جنوں لوگ، جن کی وھاں سخت ضرورت تھی،
۔ئی‌فائیڈ کا شکار ھو جاتے تھے۔

ایک دن کام پر سے اسٹیشن واپس آتے وقت
۔ورچاگن شرابیوں کی طرح لڑکھڑانے لگا اور اس
۔ ٹانگیں بالکل جواب دینے لگیں۔ کافی عرصے سے
۔ پر بخار کی کیفیت طاری تھی لیکن آج بخار
۔ غلبہ معمول سے بہت زیادہ خوفناک ھو گیا تھا۔

ٹائی‌فائیڈ کا بخار ریلوے لائن کے معماروں
۔ صفوں میں سے بہت سے لوگوں کو چھین چکا
۔۔ آج اسے ایک نیا شکار مل گیا۔ لیکن پاویل
۔ جفاکش جسم بیماری کا مقابلہ کرتا رھا اور
۔ر کی حالت میں بھی متواتر پانچ دن تک وہ

کئی گھنٹے بعد اس کا پتہ لگا اور اسے اٹھا کر
ٹرک میں لے جایا گیا۔ وہ اکھڑے اکھڑے سانس
لے رہا تھا اور اپنے آس پاس کی ہر چیز سے بےخبر
تھا۔ بکتربند ٹرین سے ایک فوجی ڈاکٹر نے آ کر
اسے دیکھا اور تشخیص کرکے بتایا کہ وہ نمونیہ
اور ٹائی‌فائیڈ میں مبتلا ہے۔ اسے ۱۰۶ ڈگری بخار
تھا۔ ڈاکٹر نے اس کے جوڑوں کی سوجن اور گردن
کے پھوڑوں کو بھی دیکھا لیکن اس کی رائے میں
نمونیہ اور ٹائی‌فائیڈ کے مقابلے میں ان کی کوئی
اہمیت نہیں تھی۔ اور یہی دو بیماریاں اس کی جان
لینے کو کافی تھیں۔

پانکراتوف اور دوباوا نے، جو شہر سے واپس
آ گیا تھا، پاویل کی جان بچانے کے لئے کوئی بھی
کوشش اٹھا نہ رکھی۔

آلیوشا کوخانسکی کے سپرد یہ کام کیا گیا
کہ وہ پاویل کو اس کے گھر پہنچا آئے۔ آلیوشا
بھی پاویل کے شہر کا رہنےوالا تھا۔

کورچاگن کی ٹولی کے تمام لوگوں اور خصوصاً
خولیاوا کی مدد سے پانکراتوف اور دوباوا نے کسی
طرح آلیوشا اور بےہوش پاویل کو بری طرح بھرے
ہوئے ریل کے ڈبے میں سوار کرا دیا۔ مسافروں
کو شبہہ تھا کہ اسے ٹائی‌فائیڈ ہے، اس لئے انہوں
نے اسے اندر آنے سے روکنے کی پوری کوشش کی۔
لیکن جب وہ اندر داخل ہو ہی گئے تو انہوں
نے مریض کو راستے میں چلتی گاڑی سے باہر پھینک
دینے کی دھمکی دی۔

اپنی رہی سہی طاقت سمیٹ کر سیمنٹ کے فرش پر بچھے ہوئے پیال کے بستر سے اٹھ کر باقی لوگوں کے ساتھ کام پر جاتا رہا۔ لیکن بخار نے اسے اپنے شکنجے میں پوری طرح جکڑ لیا تھا اور اب کوئی بھی چیز اس کی مدد نہیں کر سکتی تھی — نہ وہ گرم جیکٹ، نہ فیلٹ کے وہ جوتے جو فیودور نے تحفے کے طور پر اسے بھیجے تھے اور جنہیں اس نے اپنے برف سے گلتے ہوئے پاؤں پر پہن لیا تھا۔

ہر قدم کے ساتھ اس کے سینے میں ایک شدید درد اٹھتا تھا، اس کے دانت بج رہے تھے اور اس کی آنکھوں کے سامنے ایک ایسا اندھیرا سا چھانے لگا تھا کہ اسے درخت ایک عجیب انداز میں چکر کاٹتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

بڑی مشکل سے گھسٹتا ہوا وہ کسی طرح اسٹیشن پہنچا۔ وہاں ایک غیرمعمولی ہنگامہ برپا دیکھ کر وہ رک گیا اور بخار سے دھندلائی ہوئی آنکھوں پر زور دینے لگا۔ اس نے کھلے ہوئے ڈبوں والی ایک لمبی سی مال گاڑی پلیٹ فارم کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کھڑی دیکھی۔ اس گاڑی کے ساتھ آئے ہوئے لوگ چھوٹی لائن کے انجن، ریل کی پٹریاں اور سلیپر اتارنے میں مصروف تھے۔ پاویل آگے کی طرف لڑکھڑایا اور اپنے جسم کا توازن کھو بیٹھا۔ جب اس کا سر زمین سے ٹکرایا تو اسے ایک میٹھے میٹھے درد اور اپنے تپتے ہوئے گالوں پر برف کی خوشگوار ٹھنڈک کا احساس ہوا۔

کہیں راستے میں نہ اتارا جائے۔ جب تک اسے اس بات کی طرف سے پورا اطمینان نہیں ہو گیا تب تک وہ سویا نہیں۔

اسی لائن پر اگلے کسی اسٹیشن پر ادھر سے گذرنےوالی سواری گاڑی کے ایک ڈبے سے سنہرے بالوںوالے کسی گمنام نوجوان کی لاش اتارکر پلیٹ‌فارم پر رکھی گئی۔ کسی کو بھی اس بات کا علم نہیں تھا کہ وہ کون تھا اور کیسے مرا تھا۔ خولیاوا کی ھدایت یاد آتے ھی اس اسٹیشن پر تعینات چیکا کے آدمی دوڑکر اس ڈبے کے قریب گئے۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ وہ نوجوان مرچکا ھے تو انہوں نے اس کی لاش مردہ گھر بھجوا دی اور فوراً بویارکا ٹیلیفون کرکے خولیاوا کو اس کے دوست کی موت کی اطلاع دیدی جس کی جان بچانے کےلئے وہ اتنا پریشان تھا۔

بویارکا سے ایک مختصر سے تار کے ذریعے کمسومول کی صوبائی کمیٹی کو کورچاگن کے انتقال کی اطلاع بھیج دی گئی۔

لیکن اسی دوران میں آلیوشا کوخانسکی بیمار کورچاگن کو اس کے عزیزوں کے پاس اس کے گھر پہنچا آیا تھا اور خود بخار میں مبتلا ھوکر بستر سے لگ گیا تھا۔

خولیاوا نے اپنے پستول سے انہیں دھمکاتے ہوئے گرج کر کہا:

"اس کی بیماری چھوت کی بیماری نہیں ہے! اور وہ اسی گاڑی سے جائے گا چاہے اس کے لئے ہمیں تم سب لوگوں کو گاڑی سے نیچے پھینک دینا پڑے۔ اور یاد رکھنا سورو، اگر کسی نے اس پر انگلی بھی اٹھائی تو میں اگلے اسٹیشن پر خبر بھجوا کر تم سب لوگوں کو گاڑی سے اتروا کر جیل میں بند کروا دوں گا۔ آلیوشا، یہ لو پاویل کا ماؤزر اور جو بھی اسے اتارنے کی کوشش کرے اسے فوراً گولی مار دینا"، خولیاوا نے آخری فقرے پر مزید زور دیتے ہوئے اپنی بات ختم کی۔

گاڑی بھک بھک کرتی ہوئی اسٹیشن سے روانہ ہوئی۔ پانکراتوف دوباوا کے پاس گیا جو ویران پلیٹ‌فارم پر تنہا کھڑا تھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے، کیا وہ ٹھیک ہو جائے گا؟"

اس کے سوال کا کوئی جواب نہیں ملا۔

"آؤ دمیتری، چلیں۔ مجبوری ہے، ہم کر ہی کیا سکتے ہیں۔ اب ہر چیز کے لئے ہمیں ہی جواب‌دہ ہونا پڑے گا۔ ہمیں آج رات ہی میں وہ انجن اتروا لینے چاہئیں اور کل صبح ہم انہیں گرمانے کی کوشش کریں گے۔"

خولیاوا نے اس پوری لائن پر چیکا کے اپنے تمام دوستوں کو ٹیلیفون کرکے ان سے اس بات ک خیال رکھنے کو کہہ دیا کہ بیمار کورچاگن کو

کہہ رہی ہوں۔ مجھے یوکرین کمسومول کی مرکزی کمیٹی میں کام کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ میں نے اسے قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

# تیسرا باب

لیکن نوجوانی کی فتح ہوئی۔ پاویل ٹائی‌فائیڈ کے چنگل سے نکل آیا۔ چوتھی مرتبہ وہ موت کی سرحد پار کرکے پھر زندگی کی طرف لوٹ آیا تھا۔ البتہ بستر سے اٹھنے کے قابل ہونے میں اسے پورا ایک مہینہ لگ گیا۔ وہ سوکھ کر بالکل کانٹا ہو گیا تھا اور اس کا جسم پیلا پڑ گیا تھا۔ اپنی ڈگمگاتی ہوئی ٹانگوں پر دھیرے دھیرے لڑکھڑاتے ہوئے دیوار کا سہارا لےکر اس نے کمرے کو پار کیا۔ پھر اپنی ماں کی مدد سے وہ کھڑکی تک پہنچا اور بڑی دیر تک وہاں کھڑا سڑک کی طرف دیکھتا رہا۔ سڑک کے چھوٹے گڑھوں میں بھری ہوئی پگھلی ہوئی برف موسم بہار کے ابتدائی دنوں کی دھوپ میں چمک رہی تھی۔ اس سال برف پگھلنے کی ابھی ابتدا ہی ہوئی تھی۔

کھڑکی کے ٹھیک سامنے بھورے سینےوالی ایک چڑیا چیری کے درخت کی شاخ پر بیٹھی اپنی چونچ سے پروں کو سنوار رہی تھی اور بیچ بیچ میں وہ چہکے سے پاویل پر جلدی جلدی ایک گھبرائی ہوئی نظر ڈال لیتی تھی۔

## ۹ جنوری

آج میرے دل میں یہ ٹیس سی کیوں اٹھ رہی ہے؟ یہ لکھنے بیٹھنے سے پہلے میں پھوٹ پھوٹ کر روئی۔ اب تک بھلا کون یقین کر سکتا تھا کہ ریتا بھی رو سکتی ہے اور وہ بھی اتنے کرب کے ساتھ؟ لیکن کیا آنسو ہمیشہ کمزوری کی علامت ہوتے ہیں؟ آج میرے آنسو غم کے اسنڈتے ہوئے ایک طوفان کے آنسو ہیں۔ لیکن آج فتح کے دن یہ غم کیوں، جب کہ سردی کی ہولناکیوں پر قابو پایا جا چکا ہے، جب کہ ریلوے اسٹیشنوں پر گران قدر ایندھن کے اونچے اونچے ڈھیر لگے ہیں، جب کہ میں ابھی فتح کے جشن سے لوٹی ہوں۔ آج جشن سنانے کے لئے شہر کی سوویت کی ایک خاص میٹنگ ہوئی تھی جہاں ریلوے لائن کی تعمیر میں حصہ لینےوالے بہادروں کا شاندار خیرمقدم کیا گیا۔ یہ ہماری فتح ہے لیکن اس فتح کو ممکن بنانے کےلئے دو آدمیوں کو — کلاویچک اور کورچاگن کو — اپنی جان کی قربانی دینی پڑی۔

پاویل کی موت نے مجھ پر حقیقت پوری طرح واضح کر دی ہے۔ وہ مجھے اس سے کہیں زیادہ عزیز تھا جتنا میں سمجھتی تھی۔

اور اب میں اس ڈائری کو ختم کرتی ہوں اور مجھے شبہہ ہی ہے کہ میں دوبارہ کبھی بھی اسے شروع کر پاؤں‌گی۔ کل میں خارکوف خط

''لیکن تم اب تک چلتے کیسے رہے؟ کبھی اس میں تکلیف نہیں ہوئی؟''

''نہیں - اس واقعہ کے بعد بس ایک دو گھنٹے تک تو مجھ سے اٹھا نہیں گیا لیکن پھر رفتہ رفتہ درد غائب ہو گیا اور میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر آگے بڑھ گیا - اس وقت سے یہ پہلی بار اس میں تکلیف ہوئی ہے -''

اس خم کا غور سے معائنہ کرتے وقت ڈاکٹر کا چہرہ بہت گمبھیر ہو گیا -

''ہاں دوست، یہ معاملہ ہے تو بڑا سنگین - ریڑھ کی ہڈی عام طور پر اس قسم کی گڑبڑ برداشت نہیں کرتی - خدا کرے کہ تکلیف دور ہو جائے -''

ڈاکٹر بڑی ہمدردی کے ساتھ اپنے مریض کو کپڑے پہنتے دیکھتا رہا - اس کے چہرے پر پریشانی بھی تھی جسے وہ چھپا نہیں سکتا تھا -

آرتیم اپنے سسرال والوں کے ساتھ رہتا تھا - اس کی بیوی ستیوشا معمولی سے ناک نقشے کی ایک نوجوان کسان عورت تھی اور ایک بہت ہی مفلس خاندان کی بیٹی تھی - ایک دن پاویل اپنے بھائی سے ملنے گیا - ایک ترچھی آنکھوں والے، میلے سے چھوکرے نے جو اس چھوٹے سے گندے صحن میں کھیل رہا تھا پاویل کو گھور کر دیکھا اور بڑے بھونڈے پن سے اپنی ناک پونچھتے ہوئے سوال کیا :

''کیا چاہئیے تمہیں؟ شائد تم چور ہو؟ اگر

''اچھا تو هم اور تم دونوں هی نے سردیاں خیریت سے گذار دیں، کیوں؟،، پاویل نے کھڑکی کے شیشے کو دھیمے سے انگلی سے کھٹ کھٹاتے ہوئے کہا۔

اس کی ماں نے چونک کر دیکھا۔

''وهاں کھڑے کس سے باتیں کر رهے هو؟،،

''گوریا سے... ارے لو، وہ تو اڑ بھی گئی، شریر کہیں کی،، اور پاویل کے چہرے پر ایک نقاهت‌آمیز مسکراهٹ دوڑ گئی۔

موسم بہار جب اپنے پورے شباب پر پہنچا تو اس وقت تک پاویل شہر واپس جانے کی بابت سوچنے لگا تھا۔ اب اس میں چلنے پھرنے کے لائق طاقت آ گئی تھی لیکن کوئی غیبی روگ اس کے جسم کی تمام قوت نچوڑے لے رها تھا۔ ایک دن باغ میں ٹہلتے وقت اس کی ریڑھ کی هڈی میں شدید تکلیف‌دہ درد اٹھا اور وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ بڑی مشکل سے گھسٹتا هوا کسی طرح وہ اپنے کمرے میں واپس پہنچا۔ دوسرے هی دن اس نے بڑی تفصیل کے ساتھ اپنا ڈاکٹری معائنہ کرایا۔ پاویل کی پیٹھ کا معائنہ کرتے وقت ڈاکٹر کو اس کی ریڑھ کی هڈی میں ایک گہرا سا خم نظر آیا اور وہ تعجب سے بولا:

''یہ کیا هوا؟،،

''یہ رووںو کی لڑائی کے زمانے کا هے۔ ایک بار تین انچی توپ کا ایک گولہ همارے پیچھے بڑی سڑک پر پھٹا اور ایک پتھر میری پیٹھ پر لگا۔،،

کمائی سے پانچ آدمیوں کا پیٹ بھرنا پڑتا تھا۔ ریل کی ورکشاپ میں دن بھر سخت محنت کرنے کے بعد اب اسے اپنے سسرال‌والوں کی تباہ حال کھیتی باڑی کو دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کےلئے ھل بھی چلانا پڑتا تھا۔

آرتیم جانتا تھا کہ پاویل اس سے بہت نالان ہے کیوں‌کہ وہ سمجھتا ھے کہ اس کا بھائی آرتیم مزدور طبقے سے کنارہ‌کش ھوکر بقول اس کے "متوسط طبقے کے عناصر" میں جا ملا ھے اور اسی لئے وہ خاموشی کے ساتھ اپنے چھوٹے بھائی کو آس پاس کی چیزوں کا جائزہ لیتے ھوئے دیکھتا رھا۔

وہ دونوں تھوڑی دیر تک بیٹھے اس قسم کی رسمی اور غیراھم گفتگو کرتے رھے جیسی کہ عام طور پر اتفاق سے مل جانےوالے دو شخصوں کے درمیان ھوتی ھے۔ پاویل جانے کےلئے اٹھ کھڑا ھوا۔ لیکن آرتیم نے اسے روک لیا۔

"ذرا دیر رک جاؤ، کچھ کھا کر جانا۔ ستیوشا ابھی دودھ لےکر آتی ھوگی۔ تو تم کل پھر چلے جاؤگے؟ پاویل، کیا تمہیں پورا یقین ھے کہ تمہارے جسم میں کافی طاقت آ گئی ھے؟"

ستیوشا اندر داخل ھوئی اور پاویل کو سلام کرکے کھلیان سے کوئی چیز اٹھوا کر لانے کےلئے آرتیم کو ساتھ لےکر چلی گئی۔ پاویل وھاں اس کھوسٹ بڑھیا کے پاس اکیلا رہ گیا۔ کھڑکی سے

خیریت چاہتے ہو تو یہاں سے بھاگ جاؤ نہیں تو ابھی ماں تمہاری خبر لیں گی!،،

ایک بدنما پرانی سی جھونپڑی میں چھوٹی سی کھڑکی کھلی اور آرتیم نے باہر جھانک کر دیکھا۔

''اندر آ جاؤ، پاویل،، اس نے پکار کر کہا۔

ایک بڑھیا جس کا چہرہ چرمی کاغذ کی طرح زرد تھا چولھے کے پاس بیٹھی کھانا پکانے میں مصروف تھی۔ جب پاویل ادھر سے گذرا تو اس بڑھیا نے اسے ایسی نظروں سے دیکھا گویا اس کا وہاں آنا اسے سخت ناگوار تھا اور پھر وہ اپنے برتن بھانڈوں میں مصروف ہو گئی۔

چھوٹی چھوٹی چوٹیوں والی دو لڑکیاں چولھے کے اوپر چڑھ گئیں اور وہاں سے ننھے جنگلیوں کے مخصوص تجسس کے ساتھ منھ کھولے اس نووارد کو دیکھنے لگیں۔

میز کے قریب بیٹھا ہوا آرتیم کچھ بے چین سا نظر آ رہا تھا۔ وہ اس بات سے بخوبی واقف تھا کہ اس کی شادی سے نہ اس کی ماں خوش تھی اور نہ اس کا بھائی۔ ان کی سمجھ میں یہ نہیں آتا تھا کہ آخر کس وجہ سے آرتیم جس کا خاندان کئی پشتوں سے مزدور طبقے سے تعلق رکھتا تھا، سنگتراش کی خوبصورت بیٹی گالیا سے قطع تعلق کرکے، جس سے وہ پچھلے تین برس سے عشق کرتا تھا، جا کر ستیوشا جیسی نکمی اور جاہل عورت کے چکر میں پھنس گیا تھا جب کہ گالیا خود بھی سلائی کا کام کرتی تھی، اور یہاں تو آرتیم کو اکیلی اپنی

بڑھیا نے دعا پڑھنا روک کر کھڑکی سے باھر سر نکال کر دیکھا۔

''ارے دوزخی کتے، اتر فوراً سور پر سے، نہیں تو میں تیری چمڑی ادھیڑ کے رکھ دوں گی! خدا کی مار ہو تجھ پر!،،

سور نے آخرکار اپنے ایذا پہنچانے والے اس چھوکرے کو زمین پر پٹک دیا اور بڑھیا مطمئن ھوکر اپنی تسبیحوں کے پاس لوٹ گئی اور اپنے چہرے پر تقدس کی کیفیت زبردستی طاری کرکے پھر دعا پڑھنے لگی:

''تیری سلطنت...،،

اسی وقت وہ چھوکرا دروازے میں کھڑا نظر آیا۔ اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر ھو رھا تھا۔ آستین سے اپنی بہتی ھوئی ناک پونچھ کر اور درد کی وجہ سے سسکیاں لیتے ھوئے اس نے منمنا کر کہا:

''ممی، ھمیں ایک ٹکیا دیدو نا۔،،

بڑھیا غصہ ھوکر اس پر برس پڑی:

''دیکھتا نہیں کہ میں دعا پڑھ رھی ھوں؟ خیر جا، بھینگے شیطان کے بچے، ابھی تجھے ٹکیا کا مزا چکھائے دیتی ھوں!..،، اور یہ کہکر اس نے بینچ پر پڑا ھوا ایک چابک جھپٹ کر اٹھا لیا۔ لڑکا پلک جھپکتے میں وھاں سے غائب ھو گیا۔ چولھے کے اوپر چڑھی ھوئی دونوں لڑکیاں منھ دبا کر کھی کھی کرکے ھنس دیں۔

بڑھیا تیسری بار اپنی عبادت کی طرف رجوع ھوئی۔

گرجا گھر کے گھنٹے کی آواز آ رہی تھی۔ بڑھیا نے سنسی رکھ دی اور بدمزاجی سے بڑبڑانے لگی:

"اے خدا تو گواہ ہے کہ گھر کے اس کم بخت کام کاج کی جھنجھٹ میں دعا پڑھنے کی بھی تو فرصت نہیں ملتی۔" اس نے اپنی شال اتاری اور نووارد کو کنکھیوں سے دیکھ کر اس کونے کی طرف چلی گئی جہاں مقدس شبیہیں ٹنگی ہوئی تھیں۔ وہ ایک عرصہ دراز سے رکھے رکھے میلی کچیلی اور پرانی ہو گئی تھیں۔ اپنی تین سوکھی ہوئی انگلیاں کس کر ایک دوسرے سے ملا کر اس نے اپنے جسم پر صلیب کا نشان بنایا۔

"اے میرے باپ، تو جو کہ آسمان میں ہے، تیرا نام ہمیشہ روشن رہے" اس نے اپنے سرجھائے ہوئے ہونٹوں سے چپکے چپکے کہا۔

باہر صحن میں کھیلنے والا چھوکرا کود کر لٹکے ہوئے کانوں والے سیاہ رنگ کے ایک سور پر سوار ہو گیا۔ اس نے اپنی چھوٹی چھوٹی ننگی ایڑیاں اس کے پہلوؤں میں کس کر گاڑ لیں اور اس کے سخت بال پکڑ کر وہ اس بھاگتے ہوئے اور غراتے ہوئے جانور سے چیخ چیخ کر کہنے لگا:

"چل بے چل! ٹخ، ٹخ، چل جلدی!"

سور اس لڑکے کو اپنی پیٹھ پر لئے دیوانہ وار صحن میں ادھر ادھر دوڑ رہا تھا اور اسے پیٹھ سے گرا دینے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔ لیکن وہ ترچھی آنکھوں کا شیطان بچہ مضبوطی کے ساتھ اپنی جگہ پر جما بیٹھا تھا۔

پہیوں کی تیز گردش دیکھنے کےلئے، مشین کے تیل کی خوشبو کیلئے۔ کیوں کہ یہ تمام چیزیں اس کی زندگی کا ایک جز بن گئی تھیں۔ اس چھوٹے سے قصباتی شہر میں رہ کر جس کی سڑکوں پر وہ اسوقت چل رہا تھا، اس کے دل پر اداسی اور مایوسی کا ایک مبہم سا جذبہ چھا جاتا تھا۔ اسے اس بات پر تعجب نہیں تھا کہ وہ اب یہاں اپنے آپ کو ایک اجنبی محسوس کرنے لگا تھا۔ دن کے وقت شہر میں نکلنا بھی اس کےلئے ایک عذاب بن گیا تھا۔ اپنے مکانوں کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر گپ اڑاتی ہوئی عورتوں کے قریب سے ہوکر جب وہ گذرتا تو ان کی بےمعنی گفتگو کے کچھ حصے اس کے کان میں پڑ ہی جاتے تھے:

"ارے دیکھو تو یہ ہونق کون ہے؟"

"معلوم ہوتا ہے کہ دق کا کوئی مریض ہے۔ میرا مطلب ہے کہ اس کے پھیپھڑوں میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے۔"

"مگر جیکٹ تو دیکھو کیسی عمدہ پہنے ہے۔ میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ یقیناً چوری کی ہوگی۔"

اور اسی قسم کی نہ جانے کتنی مہمل باتیں۔ پاویل کو ان سب باتوں سے کوفت ہونے لگی تھی۔

وہ بہت عرصہ پہلے ہی ان تمام چیزوں سے اپنا ناتا بالکل توڑ چکا تھا۔ وہ بڑا شہر اب اسے یہاں کے مقابلے میں زیادہ عزیز معلوم ہونے لگا تھا کیوں کہ اس کے ساتھ وہ رفاقت اور محنت کے

پاویل اپنے بھائی کا انتظار کئے بغیر ھی اٹھ کر چلا گیا۔ باھر کا پھاٹک بند کرتے وقت اس نے دیکھا کہ وہ بڑھیا مکان کے سرے والی کھڑکی سے جھانک کر اسے شبہہ کی نظروں سے دیکھ رھی ھے۔

''آرتیم پر نہ جانے کونسا بھوت سوار ھوا تھا کہ یہاں آ کر پھنس گیا؟ اب وہ تمام عمر کےلئے یہیں کا ھو کر رہ جائےگا۔ ھر سال ستیوشا کے ایک بچہ ھوگا اور آرتیم گڑ کی مکھی کی طرح یہاں چپک کر رہ جائےگا۔ ممکن ھے وہ ریلوے یارڈ میں اپنا کام بھی چھوڑ دے،، شہر کی سنسان سڑکوں پر جاتے وقت پاویل بہت افسردہ ھو کر اسی قسم کے خیالات میں گم رھا۔ ''اور میں نے سوچا تھا کہ میں اسے سیاسی کام میں دلچسپی دلاؤں گا۔،،

پاویل اس خیال سے بہت خوش تھا کہ کل وہ یہ جگہ چھوڑ کر ایک بار پھر اپنے بہت ھی عزیز دوستوں اور ساتھیوں کے پاس بڑے شہر کےلئے روانہ ھو جائےگا۔ وہ بڑا شہر ایک مقناطیس کی طرح پاویل کو اپنی طرف کھینچتا تھا۔ بڑے شہر میں زندگی تھی! طرح طرح کی سرگرمیوں کی چہل پہل تھی۔ وھاں انسانوں کا کبھی نہ ختم ھونےوالا سلسلہ تھا۔ وھاں ٹرامیں کھڑکھڑاتی تھیں اور موٹروں کے ھارن چیختے تھے لیکن وہ سب سے زیادہ بےقرار تھا فیکٹری کی ان بڑی بڑی پکی عمارتوں، دھوئیں سے کالی ورکشاپوں، مشینوں اور حرارت منتقل کرنےوالی پٹیوں کے گھومنے کی دھیمی بھنبھناھٹ کےلئے۔ وہ بےقرار تھا مشینوں کے دیوھیکل

9*

کے ساتھیوں نے بہادری کے ساتھ اپنی موت کا سامنا
کیا تھا تاکہ مفلسی میں پیدا ہونے والے لوگوں
کےلئے، ان لوگوں کےلئے جن کی پیدائش ہی کے
وقت سے غلامی کی ابتدا ہو جاتی ہے، زندگی حسین
بن سکے۔

پاویل نے دھیرے دھیرے اپنا ہاتھ اٹھاکر
اپنی ٹوپی اتار لی۔ اور ایک شدید غم کا جذبہ اس
کے تمام جسم و روح پر طاری ہو گیا۔

انسان کی سب سے قیمتی دولت اس کی زندگی
ہے۔ اور جینے کےلئے اسے صرف ایک ہی زندگی
عطا کی جاتی ہے۔ اسے اپنی زندگی اس طرح گذارنی
چاہئے کہ آئندہ چل کر اسے بےمصرف گذارے
ہوئے ایام کےلئے کربناک پشیمانی اور تاسف نہ ہو،
سے اپنے ذلیل اور حقیر ماضی پر شدید شرمندگی سے
دوچار نہ ہونا پڑے، اور مرتے وقت وہ کہہ سکے:
میں نے اپنی تمام زندگی، اپنی تمام قوت دنیا کے سب
سے اعلی مقصد کےلئے، انسان کی نجات کی جدوجہد
کےلئے، وقف کردی۔ اور انسان کو اپنی زندگی
کے ہر لمحہ کا پورا پورا استعمال کرنا چاہئے کیوں کہ
نہ جانے کب کوئی ناگہانی بیماری یا المناک حادثہ
اس کی زندگی کے دھارے کو روک دے۔

انہیں خیالات میں ڈوبا ہوا کورچاگن قبرستان
سے چلا آیا۔

گھر پر اس کی ماں بہت افسردہ ہوکر اپنے
بیٹے کے جانے کی تیاریاں کر رہی تھی۔ اسے دیکھ کر

مضبوط اور زندگی بخش بندھنوں سے بندھا ہوا تھا۔
جب اس کے خیالات کا سلسلہ ٹوٹا تب تک وہ صنوبر کے جنگل میں پہنچ چکا تھا۔ اس دوراہے پر وہ ایک لمحہ کےلئے رکا۔ اسکی داھنی طرف پرانا جیل خانہ تھا جس کے اور جنگل کے درمیان نوکدار چھڑوں کا ایک اونچا سا جنگلہ تھا اور اس کے اس پار ھسپتال کی سفید عمارتیں تھیں۔
یہیں اسی کھلے میدان میں جلادوں کے پھانسی کے پھندوں نے والیا اور اس کے ساتھیوں کے گلے گھونٹ کر ان کے جسم سے زندگی کی حرارت نچوڑ لی تھی۔ پاویل تھوڑی دیر تک اس جگہ خاموش کھڑا رہا جہاں پھانسی کا تختہ تیار کیا گیا تھا۔ اس کے بعد وہ چٹان کی طرف چل دیا اور ڈھلان پر اترتا ہوا اس چھوٹے سے قبرستان میں پہنچ گیا جہاں سفید فوجوں کے جبر و تشدد کے شہید اپنی مشترکہ قبروں میں سو رہے تھے۔
بامحبت ھاتھوں نے ان قبروں پر صنوبر کی ٹہنیاں رکھی تھیں اور قبرستان کے گرد ایک ستھرا سا ھرے رنگ کا جنگلہ بنوا دیا تھا۔ چٹان کے اوپر صنوبر کے نازک درخت سیدھے تن کر کھڑے ہوئے تھے اور نئی گھاس نے چٹان کی ڈھلانوں پر سبز رنگ کا ایک مخملی غالیچہ بچھا دیا تھا۔
شہر کے باھر کے اس علاقے میں ایک افسردہ سی خاموشی تھی۔ درخت چپکے چپکے سرگوشیاں کرتے تھے اور تازہ دم دھرتی سے موسم بہار کی تازہ خوشبوئیں اٹھتی تھیں... اسی جگہ پر پاویل

رهوں گا۔ تم سوچتی هوگی که اس میں تو بہت وقت لگ جائےگا؟ نہیں ماں، اب یه سرمایه‌دار تھوڑے هی دن کے مہمان هیں۔ جلد هی دنیا کے لوگوں کی ایک بہت بڑی جمہوریه قائم هو جائےگی اور تمہارے ایسے بوڑھے لوگوں کو جنہوں نے عمر بھر محنت کی هے اٹلی بھیج دیا جائےگا۔ اٹلی سمندر کے کنارے ایک بہت هی خوبصورت ملک هے۔ وهاں کی آب و هوا بھی بہت معتدل هے۔ ماں، جاڑا تو وهاں پڑتا هی نہیں۔ تم لوگوں کو هم وهاں رئیسوں کے محلوں میں رکھیں‌گے اور تم وهاں دھوپ میں اپنی ضعیف هڈیوں کو آرام دینا اور اس عرصے میں هم لوگ جا کر امریکه کے سرمایه‌داروں کو ختم کر دیں‌گے۔،،

”بیٹا، یه تو بہت هی خوبصورت پریوں کی سی کہانی معلوم هوتی هے۔ لیکن میں وہ دن دیکھنے کےلئے بیٹھی تھوڑا هی رهوں‌گی... تم بالکل اپنے دادا کی طرح هو۔ وہ ملاح تھے اور انہیں بھی همیشه ایسی هی عجیب عجیب باتیں سوجھتی رهتی تھیں۔ خدا انہیں غریق رحمت کرے، وہ تو پورے قزاق تھے۔ آخر میں سیواستوپول کی لڑائی میں بالکل معذور هو گئے۔ جب گھر لوٹے تو ایک هاتھ اور ایک ٹانگ غائب تھی۔ ان کے سینے پر دو تمغے لگا دے گئے تھے اور گلے میں ریشمی فیتوں سے زار کے مہروالے دو چاندی کے سکے لٹکا دئے گئے تھے۔ انہوں نے بہت بڑی عمر پائی اور جس وقت ان کا انتقال هوا بےچارے بڑی مفلسی کی زندگی بسر کر

پاویل سمجھ گیا کہ وہ اس سے اپنے آنسو چھپانے کی کوشش کر رہی ھے۔

''پاویل، تم رک کیوں نہیں جاتے؟،، اس نے ھمت کرکے کہا۔ ''اس بڑھاپے میں اس طرح اکیلے رھنا میرے لئے بہت دشوار ھے۔ کسی کے چاھے جتنی اولادیں ھوں بڑی ھوکر سب چھوڑکر چلی جاتی ھیں۔ آخر تمھیں شہر جانے کی کیا ضرورت ھے؟ تم یہاں بھی رہ سکتے ھو۔ یا وھاں کسی کٹے ھوئے بالوں‌والی تتلی سے دل لگا لیا ھے؟ آجکل کے لڑکے اپنی بوڑھی ماں کو تو کچھ بتاتے ھی نہیں۔ آرتیم نے مجھ سے ایک لفظ کہے بغیر ھی شادی کرلی اور اس معاملے میں تم تو اس سے بھی بدتر ھو۔ جب ھاتھ پاؤں توڑکر چلنے پھرنے سے بالکل معذور ھو جاتے ھو تب کہیں تمھاری صورت دیکھنے کو ملتی ھے،، اس کی ماں نے اس کا بہت تھوڑا سا سامان ایک صاف سے تھیلے میں رکھتے ھوئے شکایت کے لہجے میں دھیرے سے کہا۔

پاویل نے اس کے کندھے پکڑکر اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔

''ماں، ان تتلیوں سے مجھے کیا لینا! تم تو جانتی ھو کہ 'کند ھم جنس با ھم جنس پرواز۔' کیا تمھیں میں ان تتلیوں جیسا معلوم ھوتا ھوں؟،،

اس کی ماں بےاختیار مسکرا دی۔

''نہیں ماں، میں نے قسم کھائی ھے کہ جب تک ھم دنیا سے سرمایہ‌داروں کا نام و نشان نہیں مٹا دیں‌گے تب تک میں لڑکیوں سے دور ھی

اس نے اپنی ماں کو گھر ہی پر ٹھیرنے کےلئے راضی کر لیا تھا کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ آخری جدائی وہ آسانی سے برداشت نہ کر سکےگی۔

گاڑی کا انتظار کرنےوالے مسافر دھکم دھکا کرتے ہوئے ڈبے میں گھس گئے۔ پاویل سب سے اوپروالی سیٹ پر چڑھ گیا اور وہاں سے بیٹھا بیٹھا گھبرائے ہوئے مسافروں کی چیخ پکار، تو تو میں میں اور ان کا ہاتھ مٹکا مٹکا کر باتیں کرنا دیکھتا رہا۔

حسب معمول ڈبے میں گٹھریوں اور پلندوں کی بہت افراط تھی اور انہیں جلدی جلدی سیٹوں کے نیچے چھپا دیا گیا تھا۔

جب گاڑی روانہ ہوئی تو یہ ہنگامہ کچھ کم ہوا اور مسافر کھانا کھانے کےلئے نشست جمانے لگے۔

تھوڑی ہی دیر میں پاویل سو گیا۔

کیئف پہنچ کر پاویل نے فوراً کریشچاتک سٹریٹ کا رخ کیا جو شہر کے بیچ میں واقع تھی۔ وہ بہت دھیرے دھیرے پل پر چڑھا۔ ہر چیز بالکل پہلے جیسی ہی تھی، کوئی بھی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ وہ چکنی ریلنگ پر ہاتھ پھسلاتا ہوا پل پار کرنے لگا۔ نیچے اترنے سے پہلے وہ تھوڑی دیر کےلئے رکا۔ پل پر کسی فرد بشر کا نام تک نہیں تھا۔ رات کی لامحدود وسعتیں اس کی مسحور آنکھوں کے سامنے ایک نہایت حسین اور شاندار

رھے تھے۔ ان کا غصہ بھی غضب کا تھا۔ ایک بار اپنی بیسا کھی سے کسی افسر کا سر پھوڑ دیا تھا جس کےلئے انہیں سال بھر کی سزا بھی کاٹنی پڑی۔ اس وقت ان کے فوجی تمغے بھی ان کی حفاظت نہ کر سکے۔ تم بالکل اپنے دادا پر پڑے ہو۔ اس میں اب مجھے کسی قسم کا شبہہ نہیں رہا۔،،

''اچھا ماں، ایسی دل دکھانےوالی باتوں کے ساتھ ہم ایک دوسرے سے کیسے رخصت ہو سکتے ھیں؟ لاؤ ذرا مجھے میرا اکارڈین تو دو۔ بہت عرصے سے میں نے اسے چھوا بھی نہیں ھے۔،،

سیپیوں کے بنے ہوئے پردوں پر اس نے اپنا سر جھکا لیا اور ساز چھیڑا۔ اس کی ماں غور سے سننے لگی اور اس کے بیٹے کی موسیقی میں جو ایک نئی خصوصیت پیدا ھو گئی تھی اس پر دل ھی دل میں حیران ہونے لگی۔

پہلے کبھی وہ اس طرح سے اکارڈین نہیں بجاتا تھا۔ وہ مست و پرکیف دھنیں، وہ ان کی گٹکریاں اور الاپیں، وہ مدھوش کردینےوالی تانیں جن کےلئے وہ نوجوان اکارڈین بجانےوالا سارے شہر میں مشہور تھا اب نہ جانے کہاں غائب ھو گئی تھیں۔ اس کی انگلیوں میں اب بھی وھی سبک‌پن اور روانی تھی لیکن ان سے اب جو نغمہ نکلتا تھا وہ نسبتاً زیادہ لطیف، حسین اور عمیق ہوتا تھا۔

پاویل اکیلا ھی اسٹیشن گیا۔

ـ کی نظروں کے سامنے انسانوں کا ایک لامتناهی
ـسلسله رواں تها۔ عورتوں کے چنچل قهقهے، مردوں
کی بهاری آوازیں، کسی نوجوان کی تیز آواز اور
کسی بوڑهے کی خرخر کرتی هوئی باریک آواز
ـویل کے کانوں میں آ رهی تهی۔ بهاگم بهاگ
جاتے هوئے لوگوں کا جوار بهاٹا ختم هونے هی
میں نهیں آتا تها۔ تیز روشنیوں والی ٹرامیں، موٹروں
کے سامنے کی چکاچوند کر دینے والی بتیاں، قریب کے
سینما گهر کے پهاٹک پر بجلی کے قمقموں کا هجوم...
ور هر جگه جدهر دیکهو لوگوں کا هجوم، جن
کی گفتگو کی بهنبهناهٹ سے سڑک مسلسل گونج
رهی تهی۔ بڑے شهر میں رات کا وقت بهی کیا
کیا منظر دکهاتا هے!

فیودور کے وهاں سے چلے جانے کی خبر سے
ـویل کو جو تکلیف هوئی تهی اس کی شدت سڑک
کی اس چهل پهل اور شور و غل سے کچھ کم هو
گئی۔ وه اب کهاں جائے؟ اس کے تمام دوست سولومینکا
میں رهتے تهے اور وه یهاں سے بهت دور تها۔
یک دم اسے یونیورسٹی اسٹریٹ والے گهر کا خیال
آیا جو وهاں سے بهت دور نهیں تها۔ هاں، وه
وهیں جائے گا۔ آخر فیودور کے بعد جس کامریڈ سے
ملنے کی اسے سب سے زیاده خواهش تهی وه ریتا
هی تو تهی۔ اور شائد رات گذارنے کا انتظام آکم
کے یهاں هو جائے۔

اس نے دور هی سے سرے والی کهڑکی میں
روشنی دیکهی۔ اپنے جذبات پر قابو رکھ کر اس

منظر پیش کر رہی تھیں۔ افق تاریکی کی مخملی تہوں میں لپٹا ہوا تھا اور آسمان پر ننھے ننھے ستارے ایک تابناک دمک کے ساتھ درخشاں تھے۔ اور نیچے جہاں زمین کسی نامعلوم نقطے پر جا کر آسمان سے مل جاتی تھی وہاں شہر نے اندھیرے کے دامن میں لاکھوں چھوٹی چھوٹی روشنیاں بکھیر دی تھیں...

بحث کرتی ہوئی آوازوں نے رات کا سکوت توڑ دیا، اور پاویل کو اپنے عالم خیال سے باھر آنا پڑا۔ کوئی اس طرف چلا آ رہا تھا۔ شہر کی جگمگاتی ہوئی روشنیوں کی طرف سے نظریں ھٹا کر پاویل پل سے نیچے اتر آیا۔

خطے کے اسپیشل ڈیپارٹمنٹ کے سنتری نے پاویل کو اطلاع دی کہ ژوخرائی بہت عرصہ ہوا وھاں سے چلا گیا تھا۔

یہ معلوم کرنے کےلئے کہ وہ نوجوان واقعی ژوخرائی کا ذاتی دوست ھے اس سنتری نے پاویل سے متعدد سوال پوچھے اور جب اسے اطمینان ھو گیا تو اس نے بتایا کہ ژوخرائی کو ترکستانی سورچے پر کام کرنے کےلئے تاشقند بھیج دیا گیا تھا۔ پاویل یہ خبر سنکر اتنا پریشان ھو گیا کہ اور تفصیلات پوچھے بغیر وہ الٹے پاؤں واپس لوٹا۔ اس پر اچانک ایسی تکان طاری ھو گئی کہ اسے آرام کرنے کےلئے وھیں دھلیز پر بیٹھ جانا پڑا۔

ایک ٹرام کھڑکھڑ کرتی ہوئی ادھر سے گذری اور تمام سڑک اس کے شور سے گونج اٹھی۔

پاویل کےلئے وہاں سے واپس چلے آنے کے علاوہ اور کوئی راستہ ھی نہیں تھا۔ شہر واپس آنے کی ساری خوشی اور جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔

اب فوری مسئلہ یہ تھا کہ رات کہاں بسر کی جائے۔

''چلتے چلتے ٹانگیں ٹوٹ جائیں‌گی لیکن کوئی پرانا دوست نہیں ملےگا کیوں کہ معلوم ھوتا ھے یہاں کوئی ھے ھی نہیں،، اپنی مایوسی کو برداشت کرکے وہ آپ ھی آپ بڑبڑانے لگا۔ پھر بھی اس نے ایک جگہ اور قسمت‌آزمائی کا فیصلہ کیا۔ اس نے سوچا پانکراتوف کا پتہ لگائے کہ وہ شہر میں ھے یا نہیں۔ وہ جہازی مزدور گھاٹ کے قریب ھی کہیں رھتا تھا اور اس کا گھر سولومینکا سے نسبتاً قریب بھی تھا۔

پانکراتوف کے گھر پہنچتے پہنچتے وہ تھک‌کر بالکل چور ھو گیا تھا۔ پاویل نے دروازے پر دستک دی جسے کسی زمانے میں زرد روغن کا شرف حاصل تھا۔ اور دل ھی دل میں اس نے عہد کیا: ''اگر یہ بھی نہ ملا تو میں اب کسی اور کو نہیں تلاش کروں‌گا۔ کسی کشتی کے نیچے گھس‌کر رات گذار دوں‌گا۔،،

ایک بوڑھی عورت نے دروازہ کھولا جس کی ٹھوڑی کے نیچے رومال کی گرہ بندھی ھوئی تھی۔ وہ پانکراتوف کی ماں تھی۔

''ماں، اگنات گھر پر ھے؟،،

''ھاں ابھی آیا ھے۔،،

نے شاہبلوط کی لکڑی کا بنا ہوا باھروالا بھاری دروازہ زور لگاکر کھینچا۔ چند سیکنڈ تک وہ باھر کھڑا رہا۔ ریتا کے کمرے سے کچھ آوازیں آ رھی تھیں اور کوئی گٹار بجا رہا تھا۔

"اچھا تو اب یہاں گٹار بجانے کی بھی اجازت ہو گئی۔ معلوم ہوتا ھے کہ قاعدے قانون اب اتنے سخت نہیں رھے"، اس نے اپنے دل میں کہا۔ پھر اس نے دھیرے سے دروازے پر دستک دی اور دل میں اسنڈتے ہوئے جذبات کو دبانے کےلئے وہ اپنا ہونٹ کاٹنے لگا۔

پیچ دار گھنگریالی زلفوںوالی ایک نوجوان عورت نے دروازہ کھولا اور کورچاگن کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"کس سے ملنا چاھتے ہو؟"

وہ پورا دروازہ کھولے کھڑی تھی اور کمرے میں نظر ڈالتے ھی پاویل سمجھ گیا کہ اس کا وھاں آنا بےسود تھا۔

"کیا میں استینووچ سے مل سکتا ہوں؟"

"وہ تو یہاں نہیں ھے۔ وہ جنوری ھی میں خارکوف چلی گئی تھی اور میں نے سنا ھے کہ اب وہ ماسکو میں ھے۔"

"اچھا کامریڈ آکم تو یہیں رھتے ھیں نا؟ یا وہ بھی چلے گئے؟"

"کامریڈ آکم بھی یہاں نہیں ھیں۔ وہ اب اودیسا کی صوبائی کمسومول تنظیم کے سکرٹری ھیں۔"

تنہا رہ گیا۔ اس نے اپنے مہمان کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھا اور حیرت سے اپنی آنکھیں جھپکانے لگا۔

''میں... یہ کیا... ارے تم!،،

پانکراتوف کے سرخ چہرے پر حیرت اور بوکھلاھٹ کے آثار دیکھ کر پاویل سے نہ رہا گیا اور وہ قہقہہ مار کر ھنس پڑا۔

''پاویل!،، پانکراتوف نے چلا کر کہا۔ ''ھم لوگ تو سمجھے تھے کہ تم سدھار گئے۔ اچھا ٹھیرو۔ بھلا تمھارا نام کیا ھے؟،،

پانکراتوف کی بڑی بہن اور ماں اس کی چیخ سنکر دوسرے کمرے سے بھاگی ھوئی آئیں۔ ان تینوں نے پاویل پر سوالات کی بوچھار کردی اور جب تک انہیں پورا اطمینان نہیں ھو گیا کہ وہ کوئی اور نہیں سچ‌سچ پاویل کورچاگن ھی ھے تب تک انہوں نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا۔

گھر کے تمام لوگوں کے سو جانے کے بہت دیر بعد تک پانکراتوف بیٹھا گذشتہ چار مہینوں کے واقعات اسے بتاتا رہا:

''ژارکی اور دمیتری تو پچھلے جاڑوں ھی میں خارکوف چلے گئے تھے۔ جانتے ھو وہ دونوں پھٹیچر کہاں گئے ھیں؟ کمیونسٹ یونیورسٹی میں، کسی ایسی ویسی جگہ بھی نہیں! وہ دونوں ابتدائی تعلیم کی جماعت میں بھرتی کر لئے گئے ھیں۔ شروع میں گئے تو ھم پندرہ آدمی تھے۔ تمھارے اس خاکسار نے بھی جوش میں آکر عرضی دی تھی۔ سوچا تھا کہ اب وقت آ گیا ھے کہ میں بھی اپنے بھیجے

اس نے پاویل کو پہچانا نہیں اور مڑکر وہ اپنے بیٹے کو پکارنے لگی:

''اگنات، کوئی تم سے ملنے آیا ہے!''

پاویل اس کے پیچھے پیچھے کمرے میں داخل ہوا اور اس نے اپنے سامان کا تھیلا فرش پر رکھ دیا۔ پانکراتوف میز پر بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا تھا۔ اس نے گردن گھماکر اپنے مہمان پر ایک سرسری نظر ڈالی۔

''مجھ سے اگر کوئی کام ہے تو بیٹھ کر فوراً کہہ ڈالو۔ اتنے میں میں تھوڑا سا شوربہ پیٹ میں ڈال لوں'' اس نے کہا۔ ''صبح سے کچھ کھایا نہیں ہے۔'' یہ کہکر اس نے شوربہ پینے کےلئے لکڑی کا ایک بڑا سا چمچہ اٹھا لیا۔

پاویل ایک شکستہ سی کرسی پر ایک طرف کو بیٹھ گیا۔ پھر اس نے اپنی ٹوپی اتارکر پرانی عادت کے مطابق اس سے اپنا ماتھا پونچھا۔

''کیا میں سچ‌سچ اتنا بدل گیا ہوں کہ اگنات نے بھی مجھے نہیں پہچانا؟'' اس نے اپنے آپ سے سوال کیا۔

پانکراتوف نے شوربے کے دو چار چمچے جلدی جلدی منھ میں ڈالے اور جب اس کے مہمان نے کچھ بھی نہ کہا تو اس نے گردن گھماکر اس کی طرف دیکھا۔

''بولو کیا بات ہے، کس کام سے آئے ہو؟''

روٹی کا نوالہ لئے ہوئے اس کا ہاتھ اٹھے کا

نہیں لوگوں کو فلسفی کہتے تھے۔ ہاں تو ان
میں ایک شخص تھا — بھلا سا نام تھا اس کا —
ڈوجانس یا ایسا ہی کچھ نام تھا جو ساری عمر
ایک پیپے میں رہا تھا... ان لوگوں میں سب سے
ہوشیار تو وہ تھا جو چالیس بار سفید کو سیاہ
اور سیاہ کو سفید ثابت کر سکتا تھا۔ میں تو
یہ جانتا ہوں کہ سب کے سب جعلئے تھے۔ جب
مجھ سے وہ سوال کیا گیا تو مجھے اسی طالبعلم
کی بتائی ہوئی بات یاد آئی اور میں نے دل میں
سوچا: ''اچھا تو یہ مجھے پھنسانے کی کوشش کر
رہا ہے۔،، میں نے اس ممتحن کو شرارت‌بھری
نگاہوں سے اپنی طرف تکتے دیکھا۔ میں نے بھی اسے
دوٹوک جواب دیدیا۔ میں نے کہا: ''فلسفہ بالکل
مہمل بکواس ہے۔ اور میں اس سے کوئی واسطہ
نہیں رکھنا چاہتا، کامریڈ۔ اب جیسے پارٹی کی
تاریخ ہے وہ بالکل الگ بات ہے۔ میں اس میں اپنا
سر کھپانے کےلئے خوشی سے تیار ہوں۔،، یہ سنکر
تو وہ لوگ میرے پیچھے ہی پڑ گئے۔ پوچھنے
لگے کہ میں نے فلسفے کے بارے میں یہ عجیب و غریب
رائے کس بنا پر قائم کی تھی۔ میں نے انہیں اس
طالبعلم کے بارے میں بتایا اور اس کی سکھائی ہوئی
سب باتوں کا بھی حوالہ دیا۔ تمام ممتحن میری
باتوں پر ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گئے۔ ظاہر
ہے وہ لوگ مجھی پر ہنس رہے تھے۔ میں بہت
برہم ہوا اور بس اتنا کہکر ''کیا مجھے بےوقوف
سمجھ رکھا ہے؟،، میں باہر چلا آیا۔

کا تھوڑا سا بھوسہ صاف کر ڈالوں۔ بھلا تم یقین کر سکتے ہو کہ ممتحنوں کے بورڈ نے مجھے ٹکا سا جواب دیدیا!،،

اس دل شکن واقعہ کی یاد آنے پر پانکراتوف نے جھنجھلاهٹ کا اظہار کیا اور پھر کہنے لگا:

''شروع میں تو سب ٹھیک ٹھاک چلتا رہا۔ میں ہر اعتبار سے بھرتی کر لئے جانے کے قابل تھا: میرے پاس پارٹی کی ممبری کا کارڈ تھا، میں کافی عرصے تک کمسومول میں کام کر چکا تھا۔ میری گذشتہ زندگی کے بارے میں بھی کوئی قابل اعتراض بات نہیں تھی، کوئی پچھلی شکایت نہیں تھی۔ لیکن جب سیاسی معلومات کا سوال آیا تو میں مصیبت میں پھنس گیا۔

''ممتحنوں کے بورڈ کے ایک کامریڈ سے میری جھڑپ ہو گئی۔ اس نے مجھ سے ایک چھوٹا سا انتہائی بےتکا سوال کیا۔ ''اچھا بتاؤ، کامریڈ پانکراتوف، تم فلسفے کے بارے میں کیا جانتے ہو؟،، سچ تو یہ ھے کہ میں فلسفے کے بارے میں ایک حرف بھی نہیں جانتا تھا۔ لیکن ہم لوگوں کے ساتھ جہاز گھاٹ پر ایک شخص کام کیا کرتا تھا جو اسکول کی پڑھائی ترک کرکے آوارہ گردی میں مبتلا ہو گیا تھا اور محض تفریحاً جہاز گھاٹ پر کام کرنے لگا تھا۔ مجھے یاد ھے کہ وہ ہم لوگوں کو یونان کے کچھ بہت ھی عقلمند لوگوں کے بارے میں بتایا کرتا تھا جو کہ اپنے خیال میں ہر بات کا جواب جانتے تھے۔ اس نے ہمیں بتایا تھا کہ

ہے ۔ وہ ابھی تک اپنے اسی پرانے کام پر ہے ۔ توکاریف سولوسینکا میں پارٹی کی ضلع کمیٹی کا سکرٹری ہے ۔ تمہارا کمیون کا ساتھی آکونیف کمسوسول کی ضلع کمیٹی میں ہے ۔ تالیا سیاسی تعلیم کے محکمے میں کام کرتی ہے ۔ سویتائیف ریل کی ورکشاپ میں تمہارا والا کام کر رہا ہے ۔ میں اسے زیادہ اچھی طرح نہیں جانتا ۔ بس کبھی کبھی صوبائی کمیٹی میں ملاقات ہو جاتی ہے ۔ کافی سمجھدار آدمی معلوم ہوتا ہے لیکن ذرا خودپسند ہے ۔ اچھا تمہیں آنا بورہارٹ یاد ہے نا؟ وہ بھی سولوسینکا میں ہے ۔ پارٹی کی ضلع کمیٹی کے عورتوں کے محکمے کی صدر ہے ۔ باقی لوگوں کے بارے میں تو میں نے تمہیں بتلا ھی دیا ہے ۔ ھاں پاویل، پارٹی نے بہت سے لوگوں کو تعلیم حاصل کرنے کےلئے بھیج دیا ہے ۔ تمام پرانے سرگرم کارکن صوبے کی سوویت اور پارٹی کے اسکول میں جاتے ھیں ۔ انہوں نے اگلے سال مجھے بھی بھیجنے کا وعدہ کیا ہے ۔“

جس وقت وہ سونے کےلئے لیٹے آدھی رات سے کافی زیادہ وقت ہو چکا تھا ۔ دوسرے دن صبح جب پاویل سوکر اٹھا اس وقت تک پانکراتوف اپنے کام پر جا چکا تھا ۔ اس کی بہن دوسیا نے جو بالکل اپنے بھائی کی شکل کی مضبوط، لمبی تڑنگی لڑکی تھی پاویل کو چائے پلائی اور تمام وقت شگفتہ گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا ۔ پانکراتوف کا باپ جو جہاز پر انجینیر تھا کہیں باھر گیا ہوا تھا ۔

"بعد میں صوبائی کمیٹی میں اس ممتحن نے ایک بار مجھے گھیر لیا اور تین گھنٹے تک وہ مجھے لکچر پلاتا رہا۔ معلوم یہ ہوا کہ جہاز گھاٹ پر کام کرنےوالے اس طالبعلم کے دماغ میں سب چیزیں گڈمڈ ہو گئی تھیں۔ مجھے بعد میں جا کر معلوم ہوا کہ فلسفے میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ دراصل وہ بہت ہی ضروری چیز ہے۔

دوباوا اور ژارکی امتحان میں پاس ہو گئے۔ دمیتری تو خیر ہمیشہ ہی سے پڑھنے کے معاملے میں بہت اچھا تھا لیکن ژارکی مجھ سے کچھ خاص بہتر نہیں ہے۔ شائد اسے اس کے تمغے کی وجہ سے لے لیا ہوگا۔ خیر کچھ بھی ہو میں یہیں کا یہیں رہ گیا۔ ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد مجھے جہاز گھاٹ کے انتظامی صیغے میں ایک کام دیا گیا، جہازوں پر مال لادنےوالے گھاٹ کے اسسٹنٹ چیف کا کام۔ میں ہمیشہ نوجوانوں کی طرف سے منیجروں سے لڑا کرتا تھا اور اب میں خود منیجر ہوں۔ آجکل اگر میں کسی کو کام چوری کرتے ہوئے پکڑتا ہوں یا کوئی آدمی حماقت کی کوئی حرکت کرتا ہے تو میں منیجر اور کمسومول کے سکرٹری دونوں ہی کی حیثیت سے اس کی اچھی طرح خبر لیتا ہوں۔ وہ میری آنکھوں میں دھول نہیں جھونک سکتے۔ خیر میں اپنے بارے میں بہت بتا چکا۔ اچھا اب اور کس کے بارے میں بتاؤں؟ تمہیں آکم کے بارے میں تو معلوم ہی ہو چکا ہے۔ پرانے لوگوں میں سے صوبائی کمیٹی میں اب صرف تفتہ رہ گیا

10*

ریل کی ورکشاپ میں اپنے کام پر بھیج دیا جائے،، پاویل نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہا۔ ''مہربانی کرکے اس سلسلے میں ضروری ھدایات جاری کر دیجئے۔،،

سکرٹری کرسی پر پیچھے کی طرف تن کر بیٹھ گیا۔

''خیر یہ تو ظاھر ھے کہ ھم کمسومول کے ممبروں کی فہرست میں تمہارا نام دوبارہ چڑھا دیں گے،، اس نے کچھ تامل سے جواب دیا۔ ''لیکن تمہیں ورکشاپ بھیجنے میں کچھ دشواری سی معلوم ھوتی ھے۔ سویتائیف وھاں کام کر رھا ھے۔ وہ صوبائی کمیٹی کا ممبر ھے۔ ھمیں تمہارے لئے کوئی دوسرا کام تلاش کرنا ھوگا۔،،

کورچاگن نے اپنی آنکھیں سکیڑ لیں۔

''میں سویتائیف کے کام میں دخل انداز ھونا نہیں چاھتا،، اس نے کہا۔ ''میں تو وھاں اپنے کام پر واپس جانا چاھتا ھوں، سکرٹری کی حیثیت سے نہیں۔ اور چونکہ ابھی میری صحت بھی کافی خراب ھے اس لئے میں آپ سے درخواست کروں گا کہ کوئی اور کام میرے سپرد نہ کیا جائے۔،،

سکرٹری راضی ھو گیا۔ اس نے کاغذ کے ایک پرزے پر جلدی سے چند الفاظ گھسیٹ دئے۔

''یہ لیکر کامریڈ تفتہ کے پاس چلے جاؤ۔ وہ سب انتظام کردے گا۔،،

عملے کے محکمے میں پہنچ کر پاویل نے دیکھا کہ تفتہ اپنے نائب کی خبر لے رھا ھے۔

جب پاویل چلنے لگا تو دوسیا نے اسے یاد دلایا :

"دیکھو بھول مت جانا۔ ہم لوگ کھانے پر تمہارا انتظار کریں گے۔"

پارٹی کی صوبائی کمیٹی میں حسب معمول خوب چہل پہل نظر آ رہی تھی۔ سامنے کا دروازہ بار بار کھلتا اور بند ہوتا تھا۔ برآمدوں اور دفتروں میں بہت لوگ جمع تھے اور انتظامی محکمے کے دروازے کے پیچھے سے ٹائپ رائٹروں کی دبی ہوئی کھٹ کھٹ کی آواز آ رہی تھی۔

پاویل کسی جانی پہچانی شکل کی تلاش میں تھوڑی دیر تک برآمدے میں ٹہلتا رہا لیکن جب اسے اپنا کوئی واقف کار وہاں نظر نہیں آیا تو سیدھا سکرٹری سے ملنے چلا گیا۔ سکرٹری روسی وضع کی نیلی قمیص پہنے ایک بڑی سی میز کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ پاویل کے داخل ہونے پر اس نے سر اٹھا کر سرسری طور پر اوپر دیکھا اور پھر لکھنے میں مصروف ہو گیا۔

پاویل سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا اور آکم کے جانشین کے چہرے مہرے کا جائزہ لیتا رہا۔

"میں آپ کے لئے کیا کر سکتا ہوں؟" سکرٹری نے اپنی تحریر ختم کرکے پوچھا۔

پاویل نے اسے اپنا پورا قصہ سنایا۔

"کامریڈ، اب کرنا یہ ہے کہ کمسومول کے ممبروں کی فہرست میں میرا نام دوبارہ چڑھا کر مجھے

ـوبائی محافظ خانے کے پرانے سے پرانے خرانٹ چوھے
کو بھی مات کرتے ھو۔ ولودکا، آخر تمہارا
بچپن کب ختم ھوگا اور تم میں کب عقل آئے گی؟،،

تفته اچھل کر کھڑا ھو گیا جیسے اسے پسو
نے کاٹ لیا ھو۔

''برائے مہربانی آپ مجھے نصیحت نہ کیجئے۔
یہاں کے کام کا ذمےدار میں ھوں۔ سرکلر میں جو
ھدایات دی جاتی ھیں وہ تعمیل کےلئے ھوتی ھیں،
پڑھ کر ردی کی ٹوکری میں ڈال دینے کےلئے نہیں۔
س وقت تم نے میری جو توھین کی ھے تو میں بھی
تمہیں سمجھ لوں گا کہ تم نے مجھے چوھا کیسے کہا۔،،

یہ آخری الفاظ بہت ھی دھمکی کے لہجے میں
کہے گئے تھے اور انہیں ادا کرتے وقت تفته نے
پنا ھاتھ اس انداز سے ھلایا کہ پاویل پر یہ
واضح ھو جائے کہ ملاقات ختم ھو گئی ھے۔
ور اس کے بعد تفته نے خطوں کا بنڈل اپنے سامنے
سرکا لیا جو کہ ابھی تک کھولے نہیں گئے تھے۔

پاویل دھیرے دھیرے دروازے کی طرف چل
دیا لیکن دفعتاً کچھ یاد کرکے وہ میز کے قریب
واپس گیا اور تفته کے سامنے پڑا ھوا سکرٹری کا
رقعہ اٹھا لیا۔ تفته اسے غور سے دیکھنے لگا۔ عملے
کے محکمے کے اس کلرک کے انداز میں کوئی ایسی
بات تھی جو ناخوشگوار بھی تھی اور مضحکہخیز
بھی۔ وہ بوڑھوں کی طرح دقیانوس اور بدمزاج تھا
اور اس کے بڑے بڑے کان ھر دم چوکنے رہتے تھے۔

''اچھی بات ھے،، پاویل نے پرسکون طنزیہ

پاویل ایک دو منٹ تک تو کھڑا ان کی رسا گرم گفتگو سنتا رہا لیکن جب اس نے دیکھا کہ یہ معاملہ تو طول پکڑتا جا رہا ہے تو اس نے عملے کے محکمے کے اس کارکن کی دھواں دھار تقریر ک سلسلہ بیچ ہی میں کاٹ دیا:

''تفتہ، یہ بحث پھر کبھی ختم کر لینا۔ یہ تمہارے لئے ایک رقعہ لایا ہوں، میرے کاغذات ٹھیک ٹھاک کرنے کے بارے میں ہے۔''

تفتہ کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا تھا۔ وہ ایک نظر کاغذ کے اس پرزے کو دیکھتا اور پھر کورچاگن کو، یہاں تک کہ آخرکار حقیقت اس پر روشن ہوئی۔

''ارے یہ لو! تو تم مرے نہیں تھے؟ چه چه، اب ہم کیا کریں گے۔ تمہارا تو نام فہرست سے کاٹ دیا گیا ہے۔ میں نے خود ہی تو مرکزی کمیٹی کو تمہارا کارڈ واپس کیا تھا۔ اور اس کے علاوہ مردم شماری کے وقت بھی تم موجود نہیں تھے۔ اور کمسومول کی مرکزی کمیٹی کے ایک سرکلر کے مطابق جن لوگوں کے نام مردم شماری کے دوران میں درج نہیں کئے گئے تھے وہ سب خارج کر دئے گئے ہیں۔ اب تو تمہیں دوبارہ باقاعدہ عرضی دینی پڑے گی۔'' تفتہ کے لہجے نے بحث کی کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑی تھی۔

پاویل کی تیوریاں چڑھ گئیں۔

''پھر وہی اپنے پرانے ہتھکنڈے دکھانے لگے۔ کیوں؟ تم ابھی ہو تو نوجوان لیکن کاغذات کے

ۃتی اور ہمدردی، بڑی گرم جوشی کے ساتھ ان
د ھاتھ ملانا اور پیٹھ پر دوستانہ انداز میں دھپ
ۃزنا، ان تمام باتوں کے درمیان پاویل وقتی طور
ہ تفتہ والے واقعے کو بھول گیا۔

پوری داستان سنا چکنے کے بعد جب اس نے
ۃتھیوں کو تفتہ کے ساتھ اپنی ملاقات کی روداد
سنائی تو سب کے سب برھم ھو کر بیک وقت تفتہ
نو برا بھلا کہنے لگے۔ اولگا تفتہ پر ایک قہرآلود
ظر ڈال کر سکرٹری کے دفتر میں داخل ھو گئی۔

"آؤ چلو، ھم سب لوگ نیژدانوف کے پاس
جائیں گے،" آکونیف نے بلند آواز میں کہا۔ "وہ
سکی عقل ٹھکانے لگا دیگا۔" یہ کہکر اس نے
ۃویل کے کندھے پر ھاتھ رکھا اور نوجوان
ۃستوں کی ٹولی اولگا کے پیچھے پیچھے سکرٹری کے
ۃفتر میں داخل ھوئی۔

"تفتہ کو تو اس کام سے ھٹا کر سال بھر
کے لئے پانکراتوف کی ماتحتی میں جہاز گھاٹ پر
سل ڈھونے کے لئے بھیج دینا چاھئے۔ وہ سر سے پاؤں
ک انتہائی ضابطہ پرست ھے!" اولگا نے بپھر کر کہا۔

جب آکونیف، اولگا اور دوسرے لوگوں نے
مطالبہ کیا کہ تفتہ کو عملے کے محکمے سے برخاست
کر دیا جائے تو صوبائی کمیٹی کا سکرٹری نہایت
شفیقانہ انداز میں مسکراتا رھا۔

"کورچاگن کو یقیناً پھر سے فہرست میں
ۃسل کر لیا جائے گا،" اس نے اولگا کو یقین دلاتے
ھوئے کہا۔ "اسے ممبری کا نیا کارڈ بھی فوراً

آواز میں کہا۔ ''اگر چاھو تو مجھ پر یہ الزام لگا سکتے ھو کہ میں نے تمہارے اعداد و شمار میں گڑبڑ ڈال دی۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ جو لوگ پہلے سے اطلاع دئے بغیر مر جاتے ھیں ان کے ساتھ تم یہ ڈانٹ پھٹکار کس طرح کرتے ھو؟ بھائی، جس کا جی چاھے وہ بیمار پڑ سکتا ھے اور اگر طبیعت چاھے تو مر بھی سکتا ھے۔ میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ھوں کہ ھدایات میں ان باتوں کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا ھوگا۔،،

''ھو! ھو! ھو!،، تفتہ کا نائب اپنی غیرجانبداری اور زیادہ دیر تک قائم نہ رکھ سکا اور قہقہہ مارکر ھنسنے لگا۔

تفتہ کی پنسل کی نوک ٹوٹ گئی اور اس نے جھلاکر اسے فرش پر پھینک دیا۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ اپنے حریف کو کچھ جواب دیتا بہت سے لوگ باتیں کرتے اور ھنستے ھوئے کمرے میں داخل ھوئے۔ ان میں آکونیف بھی تھا۔ جب ان لوگوں نے پاویل کو پہچانا تو ایک کھلبلی سی مچ گئی اور اس پر سوالوں کی بوچھار شروع ھو گئی۔ چند منٹ بعد کچھ نوجوانوں کی ایک ٹولی اور آئی۔ اس میں اولگا یورینیوا بھی تھی۔ پاویل کو زندہ دیکھ‌کر اولگا حیرت اور خوشی کے مارے مبہوت رہ گئی اور اس سے ھاتھ ملانے کے بعد وہ بڑی دیر تک اس کا ھاتھ پکڑے کھڑی رھی۔

پاویل کو اپنی پوری داستان پھر سے سنانی پڑی۔ ساتھیوں کی پرخلوص مسرت، ان کی صریحی

واپس آنے کی خبر نہیں ہے۔ ذرا سوچو کہ جب ہم لوگ اعلان کریں گے: ''اب آپ کے سامنے کورچاگن تقریر کرے گا!'' تو سب کو کتنا تعجب ہوگا۔ پاویل تم نے بھی نہ مرکر کتنا شاندار کام کیا ہے۔ مر جاتے تو مزدور طبقے کے کس کام کے رہ جاتے؟'' یہ کہکر آکونیف اپنے دوست کے گلے میں باھیں ڈال کر اسے ساتھ لئے ہوئے برآمدہ میں نکل گیا۔

''اولگا، چلتی ہو؟''

''ہاں ہاں، ضرور۔''

کورچاگن کھانا کھانے کےلئے پانکراتوف کے گھر نہیں گیا۔ دراصل وہ دن بھر وہاں گیا ھی نہیں۔ آکونیف اسے سوویت کی عمارت میں اپنے کمرے میں لے گیا۔ اپنے امکان بھر اس نے اسے بہترین کھانا کھلایا اور پھر اخباروں کا ایک بنڈل اور کمسومول کی ضلع کمیٹی کے بیورو کی میٹنگوں کی روداد کے دو موٹے موٹے فائیل اس کے سامنے رکھ کر کہا:

''ان سب کو ایک سرسری نظر سے دیکھ جاؤ۔ جب تم ٹائیفائیڈ میں پڑے اپنا وقت ضائع کر رہے تھے تو اس عرصے میں بہت سی باتیں ھو گئیں۔ میں شام تک واپس آؤں گا، پھر ہم دونوں ساتھ کلب چلیں گے۔ اگر تھک جاؤ تو تھوڑی دیر سو لینا۔''

مل جائے گا۔ میں تم سے متفق ہوں کہ تفتہ ضرورت سے زیادہ ضابطے کا پابند ہے۔ یہی اس کی سب سے بڑی کمزوری ہے،، وہ کہتا رہا۔ ''لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اپنے کام میں اتنا برا ثابت نہیں ہوا۔ اب تک میں نے جہاں بھی کام کیا ہے، وہاں میں نے کمسومول کے اراکین سے متعلق اعداد و شمار اتنی بےترتیبی کی حالت میں پائے ہیں کہ بتا نہیں سکتا۔ ایک بھی اطلاع پر بھروسا نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ہمارے عملے کے محکمے میں تمام اعداد و شمار کافی ترتیب کے ساتھ رکھے گئے ہیں۔ تم تو خود جانتی ہو کہ تفتہ اکثر رات میں بڑی دیر تک بیٹھا کام کرتا رہتا ہے۔ میں تو اس مسئلے کو اس طرح دیکھتا ہوں: اسے کسی وقت بھی کام سے ہٹایا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر اس کی جگہ کوئی آزاد منش سیدھا سادہ شخص رکھ دیا گیا جسے حساب کتاب رکھنے کا کوئی علم نہ ہوا تو یہ تو ممکن ہے کہ یہاں کے کام میں حد سے زیادہ ضابطہ پرستی نہ رہ جائے لیکن ساتھ ہی کوئی نظم و ترتیب بھی باقی نہیں رہے گی۔ اسے کام کرنے دو۔ میں اسے بلا کر اچھی طرح ڈانٹ دوں گا۔ کچھ دن تک تو اس کا اثر رہے گا ہی۔ پھر بعد میں دیکھا جائے گا۔،،

''اچھی بات ہے، رہنے دو،، آکونیف نے اس سے اتفاق ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ ''آؤ پاویل چلو سولوسینکا چلیں۔ آج رات کو کلب میں سرگرم اراکین کی ایک میٹنگ ہے۔ ابھی تک کسی کو تمہارے

آکونیف نے جھلسے ہوئے کاغذ کا وہ ٹکڑا
ـمپ پر سے اتار لیا اور اس کی سرخی پر ایک
ـر دوڑا کر دہشت زدہ ہوکر اپنا ماتھا پیٹ لیا۔

''میں اس کمبخت کو تین دن سے ڈھونڈ
ـہا ہوں! کچھ سمجھ میں ہی نہیں آتا تھا کہ کہاں
ـلا گیا۔ اب یاد آیا۔ اس دن والنتسیف نے اس کا
ـمپ کا شیڈ بنایا تھا اور پھر وہ خود بھی اسے
ـر جگہ تلاش کرتا رہا۔'' آکونیف نے اس
ـستاویز کو احتیاط کے ساتھ تہہ کرکے اپنے
ـے کے نیچے چھپا دیا۔ ''اچھا ان سب چیزوں
ـو ہم بعد میں ٹھیک کر دیں گے'' اس نے پاویل
ـو اطمینان دلاتے ہوئے کہا۔ ''ابھی تو کچھ
ـیا کر فوراً کلب چلنا ہے۔ آؤ پاویل، یہاں میز
ـ آجاؤ!''

ایک جیب سے اس نے اخبار میں لپٹی ہوئی
ـک لمبی سی سوکھی مچھلی اور دوسری سے ڈبل
ـی کے دو ٹکڑے نکالے۔ اس نے اخبار میز پر
ـیلا دیا اور مچھلی کا سر پکڑ کر اسے میز کے
ـرے پر زور سے پٹکا۔

کھاتے وقت آکونیف کے جبڑے بڑی مستعدی
ـے چل رہے تھے۔ اس دوران میں اس نے پاویل
ـو شہر کی تمام خبریں سنائیں اور تمام وقت
ـنسی مذاق کرتا رہا۔

آکونیف کلب میں کورچاگن کو پچھلے دروازے
ـے اسٹیج کے پیچھے لے گیا۔ اس بڑے سے ہال

اپنی جیبوں میں مختلف قسم کے کاغذ اور دستاویزات ٹھونس کر (آکونیف کو پورٹ فولیو استعمال کرنے سے اصولاً چڑ تھی اور وہ بری حالت میں پلنگ کے نیچے پڑا گرد کھا رہا تھا)، ضلع کمیٹی کے سکرٹری نے خدا حافظ کہا اور وہاں سے رخصت ہو گیا۔

اس دن شام کو جب وہ گھر لوٹا تو دیکھتا کیا ھے کہ اس کے کمرے میں پورے فرش پر اخبار پھیلے ہوئے ہیں اور پلنگ کے نیچے سے نکال کر کتابوں کا ایک ڈھیر لگا دیا گیا ھے۔ کچھ کتابیں میز پر بھی ڈھیر تھیں۔ پاویل پلنگ پر بیٹھا مرکزی کمیٹی کے تازہ ترین خطوط پڑھ رہا تھا جو اسے اپنے دوست کے تکیے کے نیچے ملے تھے۔

"تو نے میرے کمرے کی یہ کیا گت بنا دی، لفنگے!"، آکونیف نے بناوٹی غصے کے ساتھ کہا۔ "ارے کامریڈ، تم یہ کیا کر رہے ہو! وہ جو تم پڑھ رہے ہو وہ خفیہ دستاویزات ہیں! تمہارے جیسے کھوجی لوگوں کو اپنے کمرے میں داخل ہونے کی اجازت دینے کی سجھے یہ سزا مل رہی ھے!"

پاویل نے کھیسیں نکالتے ہوئے خط رکھ دیا۔

"جو خط میں پڑھ رہا تھا وہ تو خیر خفیہ نہیں ھے"، اس نے کہا۔ "لیکن وہ جو تم لیمپ کے شیڈ کی طرح استعمال کر رہے ہو اس پر "خفیہ" ضرور لکھا ھے۔ دیکھو چاروں طرف سے اس کے کنارے جھلس گئے ہیں!"

آکونیف کو بھی وہ لوگ اپنے حلقے میں
نیسیٹ لائے اور اس پر سوالوں کی بارش ہونے لگی:
''کہاں گئے تھے آج!؟''
''اچھا اب جلسے کی کارروائی شروع کرنا
چاہئے۔''
آکونیف نے ہاتھ اٹھا کر سب سے خاموش
رہنے کو کہا۔
''دوستو، آپ لوگ خاموش رہیں۔ توکاریف
کے آتے ہی ہم میٹنگ شروع کر دیں گے۔''
''وہ آ ہی گئے'' آنا نے کہا۔
اور واقعی ضلع پارٹی کمیٹی کا سکرٹری آ گیا
تھا۔ آکونیف اس سے ملنے کے لئے لپکا۔
''دادا آئیے، میں آپ کو اسٹیج کے پیچھے
نے ایک دوست سے ملانا چاہتا ہوں۔ لیکن معجزے
کے لئے تیار رہیے گا!''
''آخر یہ کیا قصہ شروع کیا ہے تم نے؟''
بڑھے نے سگریٹ کا ایک کش کھینچ کر خفگی
سے کہا۔ لیکن آکونیف اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے
نیسیٹ ہی لے گیا۔

...آکونیف نے میٹنگ کے صدر کی گھنٹی اتنے
زور سے بجائی کہ مجمع میں باتونی سے باتونی اشخاص
بھی خاموش ہو گئے۔
توکاریف کے پیچھے سے ''کمیونسٹ مینی فیسٹو''
کے جینئس مصنف کا شیروں جیسا سر سدابہار لکڑی
کے چوکھٹے میں سے مجمع کا جائزہ لے رہا تھا۔

کے ایک کونے میں، اسٹیج کی داھنی طرف پیانو کے قریب تالیا لاگوتینا اور آنا بورھارٹ ریلوے کی بستی کے کچھ کمسومول والوں کے ایک گروہ میں بیٹھی ھوئی تھیں۔ ریلوے ورکشاپ کے کمسومول کا سکرٹری والنتسیف آنا کے مقابل بیٹھا تھا۔ اس کا چہرہ ماہ اگست کے سیب کی طرح سرخ اور بال اور بھنویں پکے ھوئے گیہوں کی طرح سنہری تھیں۔ اس کی انتہائی پھٹی پرانی چمڑے کی جیکٹ کسی زمانے میں یقیناً سیاہ رھی ھوگی۔

اس کے برابر سویتائیف لاپرواھی سے پیانو کے ڈھکنے پر کہنی ٹکائے بیٹھا تھا۔ وہ بھورے بالوں اور پتلے پتلے نازک ھونٹوں‌والا ایک خوبصورت سا نوجوان تھا۔ اس کی قمیص کا اوپری بٹن کھلا ھوا تھا۔

اس گروہ کے قریب پہنچنے پر آکونیف نے آنا کو کہتے سنا:

"کچھ لوگ تو اس بات کی پوری کوشش میں ھیں کہ کسی طرح نئے ممبروں کا داخلہ زیادہ سے زیادہ دشوار اور پیچیدہ ھو جائے۔ سویتائیف کا شمار انہیں لوگوں میں ھے۔"

"کمسومول پکنک کرنے کی جگہ نہیں ھے" سویتائیف نے سرکش حقارت کے ساتھ تڑ سے جواب دیا۔

"ذرا نکولائی کو تو دیکھو" آکونیف کو دیکھتے ھی تالیا چلائی۔ "آج تو وہ بالکل منجھے ھوئے سماوار کی طرح چمک رھا ھے!"

ـولوسینکا کی کمسومول تنظیم کے ممبروں کی تعداد
ـہلے کے مقابلے میں تیس فی‌صدی بڑھ گئی ہے۔
ـور میں نے یہ بھی سنا ہے کہ ورکشاپوں اور
ـرڈوں میں سگریٹ لائٹر بننا بند ہو گیا ہے۔ اور
ـیوے کے قبرستان سے انجنوں کی پرانی لاشیں بنیادی
ـرست کےلئے نکالی جارہی ہیں۔ اس کا مطلب ہے
ـہ ہمارے ملک میں ایک نئی زندگی کا آغاز ہو
ـہا ہے اور ہمارا ملک اپنی طاقت کو مجتمع اور
ـنظم کر رہا ہے۔ یہی تو زندہ رہنے کا زمانہ
ـے! ایسے وقت پر میں کیسے مر سکتا تھا!،،
ـورچاگن کی آنکھوں میں خوشی کی مسکراہٹ چمکنے
ـگی۔

تالیوں کی زبردست گونج اور مبارکباد کے
ـعروں کے درمیان وہ اسٹیج سے اترا اور اس طرف چل
ـیا جہاں آنا اور تالیا بیٹھی ہوئی تھیں۔ اس کا
خیرمقدم کرنے کےلئے آگے بڑھے ہوئے ہاتھوں کو
ـس نے بڑے تپاک سے تھام لیا اور پھر تمام دوستوں
ـے ادھر ادھر کھسک‌کر اپنے بیچ میں اس کے
ـبیٹھنے کےلئے جگہ کردی۔ تالیا نے پاویل کا ہاتھ
ـنے ہاتھ میں لےکر کس‌کر دبا دیا۔

آنا کی آنکھیں ابھی تک حیرت سے پھٹی ہوئی
ـھیں۔ اس کی پلکیں ہلکے ہلکے کانپ رہی تھیں
ـور اس نے جن نظروں سے پاویل کو دیکھا وہ
ـرخلوص استقبال کے جذبے سے لبریز تھیں۔

دن تیزی سے گذرتے گئے۔ لیکن ان کے اس

آکونیف جلسے کی کارروائی شروع کرنے میں مصروف تھا لیکن توکاریف کی نظریں تمام وقت کورچاگن پر جمی ہوئی تھیں جو پردے کے پیچھے ایک بازو میں کھڑا اپنی باری کا انتظار کر رہا تھا۔

''ساتھیو! ایجنڈا میں موجود تنظیمی سوالات پر بحث شروع ہونے سے پہلے ایک کامریڈ نے بولنے کی اجازت مانگی ہے۔ توکاریف کی اور میری رائے ہے کہ انہیں بولنے کی اجازت دے دی جائے۔''

ہال میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے اتفاق ظاہر کیا اور آکونیف نے دفعتاً اعلان کیا:

''اب میں پاویل کورچاگن سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ آکر تقریر کرے!''

اس ہال میں بیٹھے ہوئے سو لوگوں میں سے کم سے کم اسی ایسے تھے جو کورچاگن کو جانتے تھے۔ اور جب اس کی مانوس شکل اسٹیج کی تیز روشنیوں میں ان کے سامنے آئی اور اس لمبے سے زرد رو نوجوان نے تقریر شروع کی تو تمام مجمع خوشی سے پاگل ہوکر چلانے لگا اور زوردار تالیوں کی گھن گرج سے پورا ہال گونج اٹھا۔

''پیارے ساتھیو!''

کورچاگن کی آواز جمی جمائی تھی لیکن وہ اپنے جذبات کو چھپا نہیں پا رہا تھا۔

''تو دوستو، میں آپ لوگوں کی صفوں میں اپنی جگہ لینے کے لئے واپس آ گیا ہوں۔ مجھے یہاں لوٹ آنے کی بہت خوشی ہے۔ مجھے یہاں اپنے بہت سے دوست نظر آ رہے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ

"میں تو پہلے ھی سمجھ گیا تھا کہ دال میں کالا
ہے۔ کیا تمہارے خیال میں میں پڑھنا نہیں چاھتا؟
یہ تمہاری انتہائی خودغرضی ھے۔ تم چاھتے ھو
کہ ھم لوگ خون پسینہ ایک کرکے کام کرتے
رھیں اور تم پڑھنے میں مصروف رھو۔ نہیں دوست،
یہ سب نہیں ھو سکتا۔ کل سے تمہیں تنظیم کا کام
شروع کر دینا ھوگا۔"
لیکن ایک طویل بحث کے بعد آکونیف راضی
ھو گیا۔
"اچھی بات ھے۔ میں تمہیں دو مہینے
کےلئے چھوڑے دیتا ھوں۔ اور مجھے امید ھے کہ
تم میری اس دریادلی کےلئے ممنون ھوگے۔ لیکن
مجھے ڈر ھے کہ سویتائیف سے تمہاری بنےگی نہیں۔
وہ حد سے زیادہ مغرور ھے۔"
ورکشاپ میں پاویل کی واپسی نے سویتائیف
کے کان کھڑے کر دئے تھے۔ اسے اس بات کا
یقین تھا کہ پاویل کے آ جانے سے اس کی لیڈری خطرہ
میں پڑ جائےگی۔ اس بات سے اس کے جذبۂخودپسندی
کو بہت ٹھیس پہنچی اور وہ زبردست مقابلے کی
تیاریاں کرنے لگا۔ لیکن تھوڑے ھی عرصے میں
اسے معلوم ھو گیا کہ وہ غلطی پر تھا۔ جب
کورچاگن کو معلوم ھوا کہ اسے کمسومول کے
بیورو کا ممبر بنانے کی کچھ بات چل رھی ھے
تو وہ سیدھا کمسومول کے سکرٹری کے دفتر میں
گیا اور آکونیف کے ساتھ اپنے معاھدے کا حوالہ
دے کر اس نے سکرٹری کو ایجنڈا میں سے وہ سوال

طرح گذرنے میں کوئی اکتا دینےوالی یکسانیت نہیں تھی کیوں کہ روز کوئی نہ کوئی نئی بات ہوتی رہتی تھی۔ اور صبح کے وقت جب پاویل اپنے دن بھر کے کام کا پروگرام بنانے بیٹھتا تو اسے سخت جھنجھلاھٹ کے ساتھ یہ احساس ہوتا کہ دن کتنا چھوٹا ہوتا ہے اور نہ جانے کتنے کام جن کا وہ منصوبہ بناتا تھا بغیر کئے ہی رہ جاتے تھے۔

پاویل آکونیف کے ساتھ رہنے لگا تھا۔ اسے ریل کی ورکشاپ میں مددگار بجلی فٹر کا کام مل گیا تھا۔

اسے آکونیف سے بہت لمبی بحث کرنی پڑی تب کہیں جاکر وہ اس بات پر راضی ہوا کہ اسے عارضی طور پر کمسوسول تنظیم کی رہنمائی کے کام سے چھٹی دیدیجائے۔

''ہمارے پاس لوگوں کی اتنی کمی ہے کہ ہم تمھیں ورکشاپ میں عیش کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے،، آکونیف نے اعتراض کیا تھا۔ ''مجھ سے یہ نہ کہو کہ تم بیمار ہو۔ میں خود ٹائیفائیڈ کے بعد مہینے بھر تک چھڑی لےکر لنگڑاتا ہوا مارا مارا پھرا تھا۔ پاویل، تم مجھے بےوقوف نہیں بنا سکتے۔ میں جانتا ہوں کہ اس میں ضرور کوئی راز ہے۔ بتاؤ کیا بات ہے؟،، آکونیف نے کہا۔

''نکولائی، تمھارا خیال ٹھیک ہے۔ راز تو ہے۔ بات یہ ہے کہ میں پڑھنے کےلئے وقت نکالنا چاہتا ہوں۔،،

''دیکھا نا!،، آکونیف خوش ہوکر چلایا۔

ہیں کی گئی ہے۔ ہفتے بھر کے اندر ہم اسے چمکا کر
بکل نیا بنا دیں گے،، کورچاگن نے مختصر سا جواب
دیا۔

سویتانیف اپنے کندھے جھٹک کر چلا گیا۔

ان لوگوں کو اپنی ورکشاپ صاف کرکے ھی سکین نہیں ھوئی۔ بجلی کے کھاتے کے نوجوانوں نے اس کے بعد یارڈ کی صفائی کا بیڑا اٹھا لیا۔ برسوں سے اس لمبے چوڑے یارڈ میں دنیا بھر کی فضول ناقابل استعمال چیزیں ڈھیر کی جا رھی تھیں۔ وہاں ریل گاڑیوں کے سینکڑوں پہیے اور دھرے، زنگ خوردہ لوھے کے انبار، ریل کی پٹریاں، بفر، ایکسل بکس — غرضیکہ لاکھوں من دھات وھاں نیلے آسمان کے نیچے پڑی زنگ کھا رھی تھی۔ لیکن کارخانے کے منتظمین نے ان نوجوانوں کی اس مہم کو روک دیا۔ ان سے کہدیا گیا: ''اس سے زیادہ اھم کام کرنے کو پڑے ھیں۔ یارڈ کی صفائی آئندہ بھی کی جا سکتی ھے۔،،

اس لئے بجلی والوں کو اپنے کھاتے کے دروازے کے سامنے یارڈ کے ایک چھوٹے سے حصے میں اینٹیں جما کر پکا فرش بنا لینے اور دروازہ کے باھر تار کا ایک پائیدان بچھا دینے پر ھی قناعت کرنی پڑی۔ لیکن کھاتے کے اندر کام کے اوقات کے بعد صفائی کا سلسلہ جاری رھا۔ ایک ھفتہ بعد جب کارخانے کا بڑا انجینیر استریژ ورکشاپ میں آیا تو اس نے دیکھا کہ ورکشاپ تو خوب روشن ھو گئی ھے۔ گرد اور تیل کی موٹی سی تہہ ہٹ جانے

کاٹ دینے پر راضی کر لیا۔ وہ ورکشاپ میں
کمسومول والوں کی ایک ٹولی کو سیاسی تعلیم دینے
کا کام کرنے لگا لیکن بیورو میں کام کرنے کا مطالبہ
نہیں کیا۔ حالانکہ کمسومول تنظیم کی رھنمائی
کے کام میں باضابطہ طور پر پاویل کا کوئی
ھاتھ نہیں تھا لیکن اس تنظیم کے اجتماعی کام ک
کوئی پہلو ایسا نہیں تھا جس میں پاویل کا اثر
محسوس نہ کیا جاتا ھو۔ اپنے رفیقانہ اور بےلاگ
انداز سے اس نے دشواریوں کو حل کرنے میں
سویتائیف کی بارھا مدد کی تھی۔

ایک دن کھاتے میں پہنچ کر سویتائیف نے
حیرت کے ساتھ دیکھا کہ وھاں کی کمسومول تنظیم
کے تمام ممبر اور کمسومول کے باھر کے تقریباً
پینتیس چالیس لڑکے کھڑکیاں دھونے اور مشینوں
پر سے برسوں کا جما ھوا میل صاف کرنے میں مصروف
ھیں اور ٹھیلے پر ڈھو ڈھوکر منوں کوڑا باھر
میدان میں لے جا کر پھینک رھے ھیں۔ پاویل بھی
ھاتھ میں ایک بڑا سا جھاڑن لئے مشین کے تیل اور
چکنائی سے چکتے ھوئے سیمنٹ کے فرش کو صاف
کرنے میں پورے جوش و خروش کے ساتھ جٹا ھوا
تھا۔

''دلدر صاف کیا جا رھا ھے؟ آخر صفائی
کا یہ کون سا موقع ھے؟،، سویتائیف نے پاویل سے
تعجب کے ساتھ پوچھا۔

''ھم لوگ اس میل سے عاجز آ گئے ھیں۔
میرے خیال میں بیس برس سے اس جگہ کی صفائی

انجینیر نے پھر ایک نئی پخ نکالی لیکن اس
.ز وہ کافی کھسیایا ہوا تھا۔
''اگر ایسا ہے تو ٹھیک ہے۔ شاباش، بہت
جنہا۔ یہ تو بہت ہی دلچسپ بات ہے۔ اچھا یہ
ؤ بتاؤ کہ یہ سب تم لوگوں نے کیا کیسے...
ے کیا کہنا چاہئے... میرا مطلب ہے کھاتے
ی صفائی کی یہ رضا کارانہ سہم؟ میں سمجھتا ہوں کہ
یہ سب کام کارخانے کے اوقات کے بعد ہی کیا
نیا ہوگا۔''
کورچاگن نے دیکھا کہ انجینیر کے لہجے
ے سچ‌سچ پریشانی ظاہر ہو رہی تھی۔
''اور نہیں تو کیا''، کورچاگن نے کہا۔ ''آپ
کیا سمجھے؟''
''ہاں لیکن...''
''کامریڈ استریژ، اس میں تعجب کرنے کی
کوئی بات نہیں ہے۔ آپ سے یہ کس نے کہہ دیا
نیا کہ بالشویک گندگی کو یوں ہی پڑا رہنے
یں گے؟ ابھی کیا ہے، ذرا اس صفائی کو پورے
ور شور سے شروع ہونے دیجئے، تب دیکھئے گا۔
بھی تو آپ کے لئے اس سے بھی زیادہ حیرت کے بہت
ے موقع آئیں گے۔''
اتنا کہکر بڑی احتیاط کے ساتھ انجینیر سے
چتا ہوا کہ کہیں اس پر روغن کے چھینٹے نہ پڑ
جائیں کورچاگن آگے بڑھ گیا۔
روز شام کے وقت پاویل پبلک لائبریری میں
یا جاتا تھا۔ وہ وہاں کافی رات گئے تک پڑھتا

کی وجہ سے لوہے کی سلاخوں والی بڑی بڑی کھڑکیوں سے اب سورج کی روشنی آزادی کے ساتھ اندر داخل ہوتی تھی اور ڈیزل انجنوں کے پالش کئے ہوئے تانبے کے حصے سورج کی کرنوں سے چمک اٹھتے تھے۔ مشینوں کے بھاری حصوں پر بھی سبز روغن کر دیا گیا تھا اور کسی نے پہیوں کے آروں پر زرد رنگ کے تیر بھی بنا دئے تھے۔

"خوب، خوب..." استریژ نے حیرت کے ساتھ زیرلب کہا۔

کھاتے کے دور کے ایک کونے میں کچھ لوگ اپنا کام ختم کر رہے تھے۔ استریژ ادھر ھی چل دیا۔ راستے میں اسے کورچاگن روغن کا ایک ڈبہ لئے ہوئے ملا۔

"دوست، ذرا ایک بات تو سنو" انجینیر نے اسے روک کر کہا۔ "تم نے یہاں جو کچھ کیا ھے اس سے تو میں بہت خوش ہوں لیکن تمہیں یہ روغن کہاں سے ملا؟ میں نے سخت تاکید کردی تھی کہ میری اجازت کے بغیر روغن قطعی استعمال نہ کیا جائے۔ اس قسم کے کاموں پر روغن ضائع نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارے پاس جتنا بھی روغن ھے وہ سب انجنوں کے پرزوں کےلئے درکار ھے۔"

"یہ روغن تو ھم نے پرانے ڈبوں کی تلی سے کھرچ کھرچ کر نکالا ھے۔ دو دن محنت تو ضرور کرنی پڑی لیکن اس طرح ھم لوگوں نے پچیس پونڈ روغن جمع کر لیا۔ کامریڈ انجینیر، ھم لوگ کوئی قانون نہیں توڑ رہے ھیں۔"

کوستیا فدین نے، جو چپٹی ناک‌والا چیچک رو
کسی سا لڑکا تھا اور سرست کا کام کرتا تھا،
وہے کی ایک پٹی میں سوراخ کرتے وقت ایک بہت
ہی قیمتی بدیسی برما توڑ دیا۔ یہ حادثہ سراسر
س کی لاپرواہی کا نتیجہ تھا۔ بات شائد اس سے
بھی زیادہ سنگین تھی کیوں‌کہ ایسا معلوم ہوتا
تھا کہ یہ شرارت اس نے جان بوجھ‌کر کی تھی۔
یہ حادثہ صبح کے وقت پیش آیا۔ سرست کے سینیر
فورمین خودوروف نے کوستیا سے لوہے کی ایک پٹی
میں کچھ سوراخ کرنے کو کہا تھا۔ کوستیا نے
پہلے تو انکار کیا، لیکن فورمین کے مصر ہونے پر
س نے لوہے کی پٹی اٹھا لی اور اس میں سوراخ کرنے
لگ۔ فورمین کام لینے کے معاملے میں بہت سخت
تھا، اور اس لئے مزدور اسے زیادہ پسند نہیں کرتے
تھے۔ پہلے وہ مینشویک رہ چکا تھا۔ وہ ورکشاپ
کی سماجی زندگی میں کوئی حصہ نہیں لیتا تھا اور
کمسومول‌والوں کو قطعی پسند نہیں کرتا تھا
لیکن اپنے کام میں مہارت رکھتا تھا اور بڑی ایمانداری
ور لگن کے ساتھ کام کرتا تھا۔ خودوروف نے دیکھا
کہ کوستیا "سوکھا" برما چلا رہا ہے۔ اس نے
برمے میں تیل نہیں ڈالا تھا۔ وہ بھاگا ہوا گیا اور
مشین روک دی۔

"اندھے ہو گیا؟ تمہیں برما چلانے کی بھی
تمیز نہیں ہے!" اس نے کوستیا کو ڈانٹا کیوں‌کہ
وہ جانتا تھا کہ اس طرح برما زیادہ دیر نہیں چلےگا۔
کوستیا نے اسے جھڑک دیا اور مشین پھر

رهتا تھا۔ اس نے تینوں لائبریرینوں سے دوستی کر لی تھی اور مسلسل کوششوں کے بعد انہیں اس بات پر راضی کر لیا تھا کہ وہ پوری آزادی کے ساتھ لائبریری میں کتابیں دیکھ سکتا ہے۔ کتابوں کی اونچی اونچی الماریوں پر سیڑھی لگا کر اپنی پسند کی کتابیں تلاش کرکے وہ وہاں گھنٹوں بیٹھا کتابوں کے ورق الٹتا رہتا تھا۔ بیشتر کتابیں پرانی تھیں۔ جدید تصنیفات کی صرف ایک چھوٹی سی الماری تھی جس میں خانہ جنگی سے متعلق چند کتابچے، مارکس کا ''سرمایہ،،، جیک لنڈن کی ''آئرن هیل،، اور اسی قسم کی کچھ اور کتابیں تھیں۔ پرانی کتابوں کا جائزہ لیتے وقت ''اسپرتاک،، نام کی ایک کتاب اس کے هاتھ لگ گئی۔ دو راتوں میں اس نے اسے پڑھ ڈالا اور ختم کر چکنے کے بعد الماری پر میکسم گورکی کی تصنیفات کے پاس رکھ دیا۔ اس قسم کی دلچسپ کتابوں کی بتدریج تلاش جن میں زمانۂ حال کے لائق انقلابی پیغام بھی هو کچھ عرصے تک جاری رهی۔

لائبریرینوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا، ان کے لئے فرق بھی کیا پڑتا تھا۔

ریل کی ورکشاپ میں کمسومول کی زندگی نہایت پرسکون ڈھرے پر چل رهی تھی لیکن ایک ناگہانی حادثے کی وجہ سے جو شروع میں بہت غیراهم معلوم هوتا تھا اس میں خلل پڑ گیا۔ واقعہ یہ هوا کہ اس کھاتے کی کمسومول تنظیم کے بیورو کے ایک ممبر

کے پیچھے والی پوری دیوار پر ریل کی ورکشاپ کا جھنڈا لگا ھوا تھا۔

سویتائیف اب کمسوسول کا ''کل وقتی'' کارکن تھا۔ پیشے کے لحاظ سے وہ لوھار تھا۔ لیکن اس کی تنظیمی صلاحیتوں کو دیکھتے ھوئے ترقی دے کر اسے کمسوسول تنظیم کے ایک اعلی عہدے پر تعینات کر دیا گیا تھا۔ وہ اب کمسوسول کی ضلع کمیٹی کے بیورو کا ممبر تھا اور اس کے علاوہ صوبائی کمیٹی کا بھی۔ وہ مشینیں بنانے کے ایک کارخانے کے صفارخانے میں کام کرتا تھا۔ ریلوے کی ورکشاپ میں تو وہ ابھی نیا نیا ھی آیا تھا۔ اس نے آتے ھی انتظام کی باگ ڈور مضبوطی سے اپنے ھاتھ میں سنبھال لی تھی۔ اپنی بات کے آگے وہ اور کسی کی سنتا ھی نہیں تھا اور اس کے مزاج میں جلدبازی بھی بہت تھی۔ شروع ھی سے اس نے کمسوسول کے دوسرے ممبروں کی حوصلہ شکنی کرکے انہیں پہل کرنے کا موقع ھی نہیں دیا تھا۔ وہ ھر کام خود کرنے پر مصر رھتا تھا اور جب کام پورا نہیں ھو پاتا تھا تو وہ اپنے ماتحت کام کرنے والوں پر نکمے پن کا الزام لگا کر انہیں خوب ڈانٹتا پھٹکارتا تھا۔

یہاں تک کہ دفتر کی سجاوٹ بھی اس کی نگرانی میں کی گئی تھی۔

وہ اس کمرے کی واحد نرم گدے دار آرام کرسی پر بیٹھا ھوا میٹنگ کی کارروائی چلا رہا تھا۔ یہ کرسی کلب سے لائی گئی تھی۔ وہ میٹنگ

چالو کردی۔ خودوروف کھاتے کے بڑے حاکم کے پاس شکایت کرنے گیا۔ اسی عرصے میں کوستیا مشین کو چلتا چھوڑکر تیل کی کپی لینے کےلئے لپکا تاکہ بڑے حاکم کے آنے تک سب معاملہ ٹھیک ہو جائے۔ لیکن جب تک وہ کپی لےکر لوٹے لوٹے برما ٹوٹ چکا تھا۔ بڑے حاکم نے اس واقعہ کی رپورٹ بھیجتے وقت فدین کو برخاست کر دینے کی تجویز رکھی۔ لیکن اس کھاتے کی کمسومول تنظیم کے بیورو نے فدین کی طرفداری کی کیوں کہ خودوروف کو کمسومول کے تمام سرگرم کارکنوں سے بغض تھا۔ منتظمین فدین کے برخاست کردئیے جانے پر مصر تھے اس لئے معاملے کو پوری ورکشاپ کی کمسومول تنظیم کے بیورو کے سامنے پیش کیا گیا۔ وہاں ایک اچھا خاصا جھگڑا شروع ہو گیا۔

بیورو کے پانچ ممبروں میں سے تین اس بات کے حق میں تھے کہ کوستیا کو باضابطہ طور پر تنبیھہ دےکر وہاں سے کسی دوسرے کام پر تبدیل کر دیا جائے۔ سویتائیف بھی ان تین میں سے ایک تھا۔ باقی دو کہتے تھے کہ فدین کو کوئی سزا نہ دی جائے۔

اس معاملے پر غور کرنے کےلئے بیورو کی میٹنگ سویتائیف کے دفتر میں بلائی گئی تھی۔ ایک بڑی سی میز کے گرد جس پر سرخ رنگ کا میزپوش بچھا ہوا تھا بڑھئی کھاتے کے کمسومول‌والوں کی بنائی ہوئی کئی بینچیں اور اسٹول پڑے تھے۔ دیوار پر لیڈروں کی تصویریں لگی ہوئی تھیں اور میز

''آخر قاعدے قانون کے بارے میں اس قدر بحث کیوں ہو رہی ہے؟،، خوسوتوف نے جھنجھلا کر کہا ۔ لیکن کورچاگن ہاتھ کے اشارہ سے اسے روک کر بیٹھ گیا ۔ ''ہاں تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ،، خوسوتوف کہتا رہا ۔ ''یہ تو سچ ہے کہ خودوروف دقیانوسی قسم کا آدمی ہے ۔ لیکن ڈسپلن کے بارے میں ہمیں کچھ کرنا ہی پڑےگا ۔ اگر کمسومول کے تمام ممبر اسی طرح برمے توڑتے رہے تو کچھ دن میں کام کرنے کےلئے کوئی برما ہی نہیں رہ جائےگا ۔ اس کے علاوہ اس طرح کی حرکتوں سے ہم غیر پارٹی مزدوروں کے سامنے بہت بری مثال قائم کر رہے ہیں ۔ میری رائے میں تو اس نوجوان کو سخت تنبیہہ کردینی چاہئے ۔،،

سویتائیف نے اسے اپنی تقریر ختم کرنےکا موقع ہی نہیں دیا اور اعتراض کرنے لگا ۔ دس منٹ گذر گئے ۔ اس عرصے میں کورچاگن کو اندازہ ہو گیا کہ ہوا کا کیا رخ ہے ۔ جب اس معاملے پر آخرکار ووٹ لیا جانے لگا تو اس نے اٹھکر بولنے کی اجازت مانگی ۔ سویتائیف نے بڑی بےدلی سے اسے بولنے کی اجازت دی ۔

''ساتھیو، میں آپ لوگوں کو فدین کے معاملے کے بارے میں اپنی رائے بتانا چاہتا ہوں ۔ ،، پاویل نے کہنا شروع کیا ۔ پوری کوشش کے باوجود اس کی آواز میں سختی تھی ۔

''فدین کا معاملہ ایک خطرے کا اشارہ ہے ۔ اور سب سے زیادہ اہمیت بذات خود کوستیا کی نہیں

صرف بیورو کے ممبروں کی تھی۔ پارٹی کے ناظم خوسونوف نے بولنے کی اجازت مانگی ھی تھی کہ اتنے میں بند دروازے پر کسی نے دستک دی۔ اس خلل پر سویتائیف کی تیوریاں چڑھ گئیں۔ دروازے پر پھر دستک ھوئی اور کاتیا زیلینووا نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ کورچاگن دروازے پر کھڑا تھا۔ کاتیا نے اسے اندر آجانے دیا۔

پاویل ایک خالی کرسی کی طرف بڑھا ھی تھا کہ سویتائیف نے اس سے مخاطب ھوکر کہا:

''کورچاگن، یہ میٹنگ صرف بیورو کے ممبروں کی ھے۔،،

پاویل کا چہرہ سرخ ھو گیا اور وہ دھیرے سے میز کی طرف مڑا۔

''مجھے معلوم ھے۔ میں فدین کے معاملے کے بارے میں تم لوگوں کی رائے سننا چاھتا ھوں۔ مجھے اس سلسلے میں ایک سوال اٹھانا ھے۔ آخر بات کیا ھے، کیا تمہیں میری موجودگی پر اعتراض ھے؟،،

''اعتراض تو نہیں ھے۔ لیکن تمہیں معلوم ھونا چاھئے کہ اس قسم کی محدود میٹنگوں میں صرف بیورو کے ممبر ھی شریک ھو سکتے ھیں۔ جتنے زیادہ لوگ ھوتے ھیں کھل کر بحث کرنا اور مسئلے کو پوری طرح سلجھانا اتنا ھی دشوار ھو جاتا ھے۔ لیکن! اب آ گئے ھو تو بیٹھ سکتے ھو۔،،

کورچاگن نے ابھی تک کبھی ایسی توھین برداشت نہیں کی تھی۔ اس کے ماتھے پر ایک شکن اور پڑ گئی۔

سطح پر ھیں۔ میری رائے میں تو کامریڈ خوسوتوف نے ڈسپلن کے بارے میں جو کچھ کہا وہ بہت ھی ناکافی ھے۔ اس سے بہت زیادہ کہنے کی ضرورت ھے۔ اب فوری مسئلہ ان پیچیدگیوں کو سلجھانے کا ھے۔ میں یہاں پرچار کا کام شروع کرنے نہیں آیا ھوں۔ لیکن ھمیں اپنے کام میں لاپرواھی اور بےڈھنگےپن کو ختم کرنا ھوگا۔ پرانے مزدور کھلے طور پر تسلیم کرتے ھیں کہ وہ پہلے اپنے مالکوں کےلئے یعنی سرمایہداروں کےلئے اب سے کہیں بہتر کام کرتے تھے۔ لیکن اب جب کہ ھم خود مالک ھیں تو کوئی وجہ نہیں ھے کہ ھم خراب ڈھنگ سے کام کریں۔ قصور کوستیا یا کسی دوسرے فرد کا اتنا نہیں ھے۔ قصور ھمارا، میرا مطلب ھے، ھم سب کا ھے۔ کیوں کہ اپنی خرابیوں کے خلاف ٹھیک سے لڑنے کی بجائے ھم لوگ کبھی کبھی کوئی نہ کوئی بہانہ تلاش کرکے کوستیا جیسے مزدوروں کی پشت پناھی کرتے ھیں۔

''ساموخن اور بتیلیاک نے ابھی یہاں کہا ھے کہ فدین بہت اچھا لڑکا ھے۔ وہ بہترین لڑکوں میں سے ھے۔ کمسومول کا سرگرم کارکن ھے اور اسی قسم کی اور بہت سی باتیں۔ اگر اس نے ایک برما توڑ دیا تو کیا ھوا۔ یہ غلطی کسی سے بھی سرزد ھو سکتی تھی۔ وہ ھمارا اپنا آدمی ھے جب کہ فورسین ھمارا آدمی نہیں ھے... لیکن کیا کبھی کسی نے خودوروف سے بھی اس سلسلے میں گفتگو کرنے کی کوشش کی؟ وہ چڑچڑا ھے، سب

ہے ۔ میں نے کل کچھ اعداد و شمار جمع کئے ہیں ۔،،
پاویل نے اپنی جیب سے ایک نوٹ بک نکالی ۔ ’’میں نے یہ اطلاع ٹائم کیپر سے حاصل کی ہے ۔ آپ لوگ ذرا غور سے سنئے: ہمارے کمسومول کے ممبروں میں سے تیئیس فی‌صدی روز کام پر پانچ سے لیکر پندرہ منٹ تک دیر سے آتے ہیں ۔ یہ تقریباً ایک عام بات ہو گئی ہے ۔ سترہ فی‌صدی ایسے ہیں جو ہر مہینے میں ایک یا دو دن کام پر آتے ہی نہیں ۔ غیر پارٹی نوجوان مزدوروں میں ناغے کا اوسط چودہ فی‌صدی ہے ۔ ساتھیو، یہ اعداد و شمار ہمارے منھ پر ایک زبردست طمانچہ ہیں ۔ میں نے کچھ اور بھی درج کئے ہیں: ہمارے پارٹی ممبروں میں چار فی‌صدی مہینے میں ایک دن غیرحاضر رہتے ہیں اور چار فی‌صدی کام پر دیر سے آتے ہیں ۔ غیر پارٹی مزدوروں میں گیارہ فی‌صدی مہینے میں ایک دن ناغہ کرتے ہیں اور تیرہ فی‌صدی ہمیشہ دیر سے کام پر آتے ہیں ۔ کارخانے میں جتنی ٹوٹ پھوٹ ہوتی ہے اس کا نوے فی‌صدی حصہ نوجوان مزدوروں کی وجہ سے ہوتا ہے جن میں نئے مزدوروں کی تعداد سات فی‌صدی ہے ۔ ان اعداد و شمار سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ پارٹی ممبروں اور بڑی عمر کے مزدوروں کے مقابلے میں ہم کمسومول والوں کا کام بہت ہی برا ہے ۔ لیکن صورت حال ہر جگہ یکساں نہیں ہے ۔ صفارخانے کا کام بہت عمدہ ہے اور بجلی کے کھاتے' میں بھی کام اتنا برا نہیں ہے ۔ لیکن باقی تمام لوگ کم و بیش ایک ہی

کو اس کے اصلی روپ میں دیکھ رہا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ پاویل کی بات ٹھیک ھے لیکن وہ اس قدر محتاط تھا کہ کھلے عام اس سے اتفاق ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے کورچاگن کی تقریر کا یہ مطلب نکالا کہ وہ تنظیم کی عام حالت پر ایک سخت تنقید اور اس کے یعنی سویتائیف کے اختیارات چھیننے کی ایک کوشش تھی، اس لئے اس نے اپنے حریف کو جڑ سے اکھاڑ دینے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے اپنی تقریر کی ابتدا ھی کورچاگن پر یہ الزام لگا کر کی کہ وہ خودوروف جیسے مینشویک کی پشت پناھی کر رہا تھا۔

یہ گرماگرم بحث تین گھنٹے تک چلتی رھی۔ اس دن بہت رات گئے یہ معاملہ اپنی پوری شدت کو پہنچ گیا۔ حقائق کی ناقابل تردید دلیل کے سامنے شکست کھا کر اور اکثریت کو کورچاگن کے حق میں کھو دینے کے بعد سویتائیف نے ایک بہت ھی غلط قدم اٹھایا۔ تمام جمہوری اصولوں کو توڑ کر اس نے آخری ووٹ لینے سے پہلے پاویل کو کمرے سے باھر نکل جانے کا حکم دیا۔

"اچھی بات ھے، میں چلا جاتا ھوں گو، سویتائیف، تمہاری یہ حرکت تمہیں زیب نہیں دیتی۔ میں تمہیں آگاہ کئے دیتا ھوں کہ اگر تم اپنی بات پر اڑے رھے تو کل میں اس معاملے کو عام ممبروں کی میٹنگ میں اٹھاؤں گا اور وھاں تم اکثریت کو اپنے حق میں کرنے میں کامیاب نہیں ھوگے۔ اس کا مجھے پورا یقین ھے۔ سویتائیف، تم غلطی

کچھ ہے مگر یہ مت بھولئے کہ اس کے پاس تیس سال کے کام کا تجربہ ہے! ہم اس کی سیاست کے بارے میں گفتگو نہیں کر رہے ہیں۔ اس معاملے میں وہ حق بجانب ہے کیوں کہ وہ باھرکا آدمی ہوکر بھی سرکاری مال کی حفاظت کر رہا ہے جب کہ ہم بیش قیمت اوزار توڑ رہے ہیں۔ آپ اس قسم کے حالات کو کیا کہیں گے؟ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں ابتدا ابھی سے کر دینی چاہئے اور اس مورچے پر ایک زبردست مہم چلانی چاہئے۔

''میری تجویز ہے کہ فدین کو کام چوری اور پیداوار میں رکاوٹ ڈالنے کے جرم میں کمسومول تنظیم سے نکال دیا جائے۔ اس کے معاملے کے بارے میں دیواری اخبار میں بحث کی جائے اور اس بات کا خوف کئے بغیر کہ اس کا کیا انجام ہوگا یہ اعداد و شمار کھلے طور پر ایک اداریہ مضمون کی شکل میں شائع کر دئے جائیں۔ ہم طاقتور ہیں اور ہماری پشت پر ایسی قوتیں ہیں جن پر ہم بھروسہ کر سکتے ہیں۔ کمسومول کے بیشتر ممبر اچھے مزدور ہیں۔ ان میں سے ساٹھ تو بویارکا کی مصیبتیں جھیل چکے ہیں اور وہ بہت ہی سخت استحان تھا۔ ان کی مدد اور تعاون سے ہم دشواریاں دور کر سکتے ہیں۔ صرف ہمیں اس پورے مسئلے کی طرف اپنا رویہ بنیادی طور پر تبدیل کرنا ہوگا۔،،

کورچاگن جو عموماً بہت پرسکون اور کم سخن رهتا تھا اس وقت اتنے جوش کے ساتھ بول رہا تھا کہ سویتائیف حیرت میں آ گیا۔ وہ پہلی بار پاویل

دلیا لاکر پاویل کے سامنے رکھ دیا اور پھر اپنے گیلے ہونٹوں کو سفید پیش بند کے دامن سے پونچھتے ہوئے بڑی محبت کے ساتھ کہا:

''کھاؤ نا، بیٹا۔''

جب وہ بوڑھا ریل کی ورکشاپ میں کام کرتا تھا تو اس زمانے میں پاویل اکثر توکاریف کے یہاں جایا کرتا تھا اور ان بوڑھے بڑھیا کے ساتھ اس نے نہ جانے کتنی خوشگوار شامیں بتائی تھیں۔ لیکن اس بار شہر واپس آنے کے بعد سے وہ اب پہلی بار ان کے ہاں گیا تھا۔

بوڑھے مستری نے پاویل کی داستان بڑے غور سے سنی۔ اس کا کھانے کا چمچہ مستقل چل رہا تھا اور بیچ بیچ میں ''ہوں ہاں'' کردینے کے علاوہ اس نے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ دلیے کا پیالہ خالی کرکے اس نے رومال سے اپنی مونچھ پونچھی اور پھر گلا صاف کرکے بولا:

''یقیناً تم ٹھیک بات کہتے ہو۔ وقت آ گیا ہے کہ اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کیا جائے۔ جتنے کمیونسٹ ورکشاپ میں ہیں اتنے ضلع بھر میں اور کہیں نہیں ہیں۔ اس لئے ہمیں وہیں سے کام کی ابتدا کرنی چاہئے۔ تو آخرکار تمہاری اور سویتائیف کی ٹکر ہو ہی گئی؟ بہت برا ہوا۔ وہ تھوڑا سا چھچھورا ضرور ہے لیکن تم تو ہر قسم کے لڑکوں کے ساتھ نباہ کر لیتے تھے۔ کیوں ہے

پر ہو۔ کامریڈ خوسوتوف، میں سمجھتا ہوں کہ آپ کا یہ فرض ہے کہ اس معاملے کو عام ممبروں کی میٹنگ میں اٹھانے سے پہلے آپ پارٹی کے گروپ میں اس پر بحث کر لیں۔،،

''مجھے دھمکانے کی کوشش نہ کرو،، سویتائیف نے سرکشی سے چلاکر کہا۔ ''پارٹی کے گروپ کے سامنے بھی جا سکتا ہوں اور مجھے ان سے تمہارے بارے میں کچھ باتیں بھی کہنی ہیں۔ اگر تم خود کام کرنا نہیں چاہتے تو کم سے کم جو لوگ کام کرنا چاہتے ہیں ان کے راستے میں رکاوٹ تو نہ ڈالو۔،،

باہر نکل کر پاویل نے دروازہ بند کردیا۔ اس نے اپنے تپتے ہوئے ماتھے پر ہاتھ پھیرا اور خالی دفتر میں سے ہوتا ہوا باہر کے پھاٹک کی طرف چل دیا۔ باہر سڑک پر نکل کر اس نے تازہ ہوا میں ایک گہرا سانس لیا اور پھر سگریٹ سلگا کر باتو پہاڑی پر اس چھوٹے سے مکان کی طرف چلدیا جہاں توکاریف رہتا تھا۔

جس وقت وہ وہاں پہنچا بوڑھا مستری کھانا کھا رہا تھا۔

''آؤ کیا خبر ہے؟ داریا، اس لڑکے کے لئے بھی ایک پلیٹ دلیا لادو،، توکاریف نے پاویل کو کھانے کی میز پر بلاتے ہوئے کہا۔

توکاریف کی بیوی داریا فومینچنا اتنی ھی زیادہ لمبی اور موٹی تازی تھی جتنا کہ اس کا شوہر چھوٹا اور دبلا تھا۔ اس نے ایک پلیٹ میں باجرے کا



نا؟ اچھا ھاں، یہ تو بتاؤ کہ ورکشاپ میں تم دراصل کام کیا کرتے ھو؟،،

''میں ایک کھاتے میں کام کر رھا ھوں۔ اور عام طور پر وھاں جو کچھ بھی ھوتا ھے اس میں شریک ھوتا ھوں۔ اپنی ٹولی کی ابتدائی تنظیم میں سیاسی تعلیم کا ایک حلقہ بھی چلا رھا ھوں۔،،

''اور بیورو میں؟،،

کورچاگن جھجکا۔

''چونکہ میری صحت ابھی پوری طرح ٹھیک نہیں ھوئی ھے اور اس کے علاوہ میں کچھ پڑھائی بھی کرنا چاھتا تھا اس لئے میں نے سوچا کہ کچھ عرصے تک تنظیم کی رھنمائی کے کام میں باضابطہ طور پر کوئی حصہ نہیں لوں گا۔،،

''تو یہ کہو!،، توکاریف نے اس کی بات پر ناپسندیدگی ظاھر کرتے ھوئے بلند آواز میں کہا۔ ''میرے بچے، اگر تمہاری صحت کا سوال نہ ھوتا تو میں ابھی تمہاری اچھی طرح خبر لیتا۔ اچھا اب کیسی ھے تمہاری صحت؟ کچھ بہتر ھے؟،،

''جی ھاں۔،،

''اچھا تو اب تم اچھی طرح دل لگا کر کام شروع کردو۔ یہ ھیرے پھیرے کی باتیں چھوڑ دو۔ کنارہ کش ھوکر بیٹھ رھنے سے کوئی فائدہ نہیں ھوگا! تم محض ذمےداری سے بچنے کی کوشش کر رھے ھو اور تم خود بھی اس بات کو جانتے ھو۔ اچھا تو اب کل ھی سے اپنی یہ غلطی درست کر لو۔ میں اس سلسلے میں آکونیف کی اچھی طرح

خبر لوں گا۔،، توکاریف کے لہجے سے اس کی جھنجھلاہٹ صاف ظاہر تھی۔

''نہیں، دادا،، پاویل نے جلدی سے اعتراض کرتے ہوئے کہا۔ ''میں نے خود ہی اس سے کہا تھا کہ مجھے کوئی کام نہ دے۔،،

توکاریف حقارت سے سیٹی بجانے لگا۔

''تم نے کہا اور اس نے چھٹی دیدی؟ اف! میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کمسومول والوں کا کیا کیا جائے... اچھا بیٹا، ذرا مجھے اخبار پڑھ کر تو سناؤ جیسے پہلے سنایا کرتے تھے۔ میری آنکھیں اب کمزور ہو چلی ہیں۔،،

ورکشاپ کے پارٹی کے بیورو نے کمسومول کے بیورو کی اکثریت کا فیصلہ منظور کر لیا اور پارٹی اور کمسومول کے ممبروں کی ٹولیاں مزدوروں کے ڈسپلن کی مثال قائم کرنے کے اہم اور مشکل کام میں جٹ گئیں۔ بیورو میں سویتائیف کی اچھی طرح خبر لی گئی۔ اس نے شروع میں تو بہت ہنگامہ برپا کرنے کی کوشش کی لیکن جب پارٹی کے سکرٹری لوپاخن نے اس کے لئے بھاگ نکلنے کا کوئی راستہ ہی نہ چھوڑا تو سویتائیف نے ہتھیار ڈالدئے اور کچھ حد تک اپنی غلطی بھی تسلیم کر لی۔ لوپاخن ایک ادھیڑ عمر کا آدمی تھا اور اس کے چہرے کی بےآب زردی اس بات کا ثبوت تھی کہ تپ دق اسے اندر ہی اندر کھائے جا رہی ہے۔

دوسرے دن دیواری اخباروں پر کئی مضامین

سویتائیف کی سگریٹ کا جلتا ہوا سرا کبھی سلگ کر سرخ ہو جاتا تھا اور کبھی بجھ سا جاتا تھا۔

''سویتائیف، کس لئے تمہیں مجھ پر غصہ ہے؟''

چند منٹ تک مکمل خاموشی رہی۔

''اچھا تو یہ بات ہے؟ میں سمجھا تھا کہ تمہیں کچھ کام کی بات کرنی ہے''، سویتائیف نے بناوٹی تعجب کے ساتھ کہا۔ لیکن اس کی آواز لڑکھڑا رہی تھی۔

پاویل نے اپنا ہاتھ مضبوطی کے ساتھ اس کے گھٹنے پر رکھ دیا۔

''سویتائیف، اتنے اونچے سے باتیں نہ کرو۔ اس قسم کی گفتگو صرف سفیروں کو زیب دیتی ہے۔ تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم مجھے اتنا ناپسند کیوں کرتے ہو؟''

سویتائیف بڑی بےچینی سے اپنی جگہ پر بیٹھا ہوا پہلو بدلنے لگا۔

''کیسی باتیں کر رہے ہو؟ مجھے بھلا تم پر کیوں غصہ ہونے لگا؟ میں نے خود تمہیں کام دیا تھا کہ نہیں؟ تمہیں نے انکار کر دیا۔ اور اب تم مجھ پر یہ الزام لگا رہے ہو کہ میں تمہیں باہر رکھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔''

لیکن اس کے الفاظ میں یقین کی کمی تھی اور پاویل سویتائیف کے گھٹنے پر اپنا ہاتھ رکھے ہوئے نہایت خلوص کے ساتھ کہتا رہا:

''اگر تم نہیں بتاتے تو میں بتاتا ہوں۔

لگے ہوئے تھے جنھوں نے ریلوے کی ورکشاپ کے کھاتوں میں ایک تہلکہ سا مچا دیا ہے۔ یہ مضامین زور زور سے پڑھے گئے اور ان پر خوب گرما گرم بحث ہوئی۔ اس دن شام کو نوجوانوں کی میٹنگ میں غیرمعمولی مجمع تھا اور وہاں صرف ان مضامین میں اٹھائے ہوئے سوالوں پر بحث کی گئی۔

فدین کو کمسومول سے نکال دیا گیا اور کمسومول کے بیورو میں سیاسی تعلیم کی ذمےداری سنبھالنے کےلئے ایک نیا ممبر شامل کر لیا گیا۔ وہ کورچاگن تھا۔

اس نئی منزل پر ریلوے کی ورکشاپ کے سامنے جو نئے کام تھے ان کی تشریح کرتے ہوئے نیژدانوف نے جو تقریر کی اسے غیرمعمولی توجہ کے ساتھ سنا گیا اور ہال میں مکمل خاموشی رہی۔

میٹنگ کے بعد جب سویتائیف باھر نکلا تو اس نے دیکھا کہ کورچاگن اس کا انتظار کر رہا ہے۔

’’آؤ ذرا میرے ساتھ چلو، مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ھیں،، پاویل نے کہا۔

’’کاھے کے بارے میں؟،، سویتائیف نے ترشی کے ساتھ پوچھا۔

پاویل اس کا ھاتھ پکڑکر اسے لے چلا اور کچھ دور جاکر وہ دونوں ایک بینچ کے قریب رک گئے۔

’’تھوڑی دیر یہاں بیٹھیں گے،، اس نے تجویز کی اور خود بینچ پر بیٹھ گیا۔

جب سویتائیف کی کھردری انگلیوں نے کورچاگن کا ھاتھ تھام لیا تو اسے بہت گہرے اطمینان کا احساس ھوا۔

ایک هفته گذر گیا۔ پارٹی کی ضلع کمیٹی میں کام ختم کرنے کا وقت قریب آ گیا تھا۔ دفتر میں خاموشی چھا گئی تھی۔ لیکن توکاریف ابھی تک کام کر رھا تھا۔ آرام کرسی پر بیٹھا ھوا وہ تازہ‌ترین رپورٹوں کا مطالعه کر رھا تھا که اتنے میں دروازے پر دستک ھوئی۔

''اندر آ جاؤ!،،

کورچاگن اندر داخل ھوا اور اس نے سوال ناموں کے دو بھرے ھوئے فارم سکرٹری کی میز پر رکھدئے۔

''یه کیا ھے؟،،

''یه غیرذمےداری کا خاتمه ھے، دادا۔ میرے خیال میں وقت آ گیا ھے۔ اگر آپ میرے ھم‌خیال ھوں تو میں آپ کی تائید کےلئے بہت شکرگذار ھوں گا۔،،

توکاریف نے سوال نامے کی سرخی پر ایک سرسری سی نظر ڈالی اور پھر اس نوجوان کی طرف دیکھا۔ پھر اس نے قلم اٹھاکر سوال‌نامے کے اس فقرے کے سامنے ''روسی کمیونسٹ پارٹی (بالشویک) کی ممبری کی امیدواری کےلئے پاویل آندریئوچ کورچاگن کی سفارش کرنےوالے ساتھیوں کی پارٹی ممبری کی مدت،، اس نے بڑے اعتماد کے ساتھ لکھدیا ''۱۹۰۳ء سے،، اور نیچے اپنے دستخط کر دئے۔

تمہارا خیال ہے کہ میں تمہارے کام کرنے کے طریقے کی راہ میں روڑے اٹکانا چاہتا ہوں۔ تم سمجھتے ہو کہ میں تمہارے کام پر دانت لگائے بیٹھا ہوں۔ اگر ایسا نہ سمجھتے ہوتے تو کوستیاوالے معاملے میں مجھ سے اس طرح نہ جھگڑتے۔ اس قسم کے تعلقات سے ہمارا کام تباہ ہو جائےگا۔ اگر اس کا تعلق صرف ہم دونوں کی ذات سے ہوتا تو میں ذرہ برابر پرواہ نہ کرتا۔ مجھے اس بات کی قطعی فکر نہ ہوتی کہ تم میرے بارے میں کیا رائے رکھتے ہو۔ لیکن کل سے ہم دونوں کو ساتھ کام کرنا ہے۔ بھلا اس طرح کیسے کام چلےگا؟ دیکھو سنو۔ ہم دونوں کے درمیان کسی قسم کا جھگڑا نہیں ہونا چاہئے۔ ہم اور تم دونوں مزدور ہیں۔ اگر تم ہم لوگوں کے مقصد کو ہر چیز سے زیادہ عزیز رکھتے ہو تو تم میرے ہاتھ میں ہاتھ دےکر اپنی رضامندی کا اظہار کر دوگے اور آپس کے اس جھگڑے کو بھلا دوگے اور کل سے ہم دونوں دوستوں کی طرح کام شروع کریں‌گے۔ لیکن جب تک تم اپنے دماغ سے ان تمام خرافات باتوں کو نکال نہیں دوگے اور تکڑم بازی سے دور نہیں رہوگے تب تک کام کے دوران میں پیش آنےوالی ہر دشواری پر میری اور تمہاری جوتم پیزار ہوتی رہےگی۔ لو، میں اپنا دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں، ابھی وقت ہے۔ اگر چاہو تو تم بھی اسی جذبے کے ساتھ اسے تھام لو۔،،

صیقل شدہ پیتل اور اعلیٰ درجے کے موٹے شیشے سے چمکتے ہوئے وہ دونوں سلیپنگ کوچ پہلے پلیٹ فارم پر کھڑے تھے۔ چوڑی چوڑی کھڑکیوں والا بیٹھنے کا ڈبہ تیز روشنیوں سے جگمگا رہا تھا لیکن اس کے قریب والے ڈبے میں بالکل اندھیرا تھا۔

پاویل اس ٹھاٹ دار پل مین ڈبے کی سیڑھیوں کی طرف بڑھا اور اندر داخل ہونیکے ارادے سے اس نے ڈبے کے باہر لگا ہوا ڈنڈا پکڑا۔

اتنے میں اسٹیشن کی دیوار کے قریب سے جھپٹ کر ایک شخص نے اس کا کندھا پکڑ لیا۔

"کہاں جا رہے ہو؟"

آواز مانوس سی تھی۔ پاویل نے مڑ کر اس شخص کی چمڑے کی جیکٹ، چوڑے چھجے والی ٹوپی، اس کی پتلی سی چونچ دار ناک اور اس کی آنکھوں کے شکی اور محتاط انداز کو دیکھا۔

وہ آرتیوخن تھا۔ پہلے تو اس نے پاویل کو پہچانا ہی نہیں لیکن اسے پہچانتے ہی اس نے اس کا کندھا چھوڑ دیا۔ اس کے سنجیدہ چہرے کا تناؤ کچھ کم ہوا۔ حالانکہ اس کی نگاہیں سوالیہ انداز میں پاویل کے اوزاروں کے تھیلے پر ہی جمی رہیں۔

"کہاں جا رہے تھے؟" اس نے نسبتاً بے تکلفی سے پوچھا۔

پاویل نے مختصراً اسے بتا دیا۔ ڈبے کے پیچھے سے ایک اور شخص نکلا۔

''یہ لو، بیٹا۔ مجھے پکا یقین ہے کہ تم ہمیشہ میرے ان سفید بالوں کی لاج رکھوگے۔،،

کمرے میں سخت گرمی اور گھٹن تھی۔ ہر شخص کے ذہن میں یہی خیال سب سے اہم تھا کہ کس طرح جلد سے جلد سولوسینکا کے چیسٹنٹ کے درختوں کے سکون بخش سائے میں پہنچا جائے۔

''پاویل، بس ختم کرو، اب ایک منٹ بھی برداشت نہیں ہوتا،، سویتائیف نے منت کے ساتھ کہا۔ وہ پسینے میں نہایا ہوا تھا۔ کاتیا اور دوسرے لوگوں نے اس کی تائید کی۔

پاویل کورچاگن نے کتاب بند کردی اور تعلیمی حلقے کا کام ختم ہو گیا۔

جوں ہی وہ لوگ ایک ساتھ اٹھے دیوار پر لگے ہوئے پرانے ڈھنگ کے ایرکسن ٹیلیفون کی گھنٹی ٹن ٹنا اٹھی۔ سویتائیف نے بڑھ کر ٹیلیفون اٹھا لیا۔ کمرے میں اتنا شور ہو رہا تھا کہ اسے بہت چلاکر بولنا پڑا تاکہ دوسری طرف اس کی آواز سنی جا سکے۔

ٹیلیفون رکھکر وہ کورچاگن سے مخاطب ہوا۔

''پولستانی سفارت خانے کے دو ریل کے ڈبے اسٹیشن پر کھڑے ہیں۔ ان کی بتیاں کام نہیں کر رہی ہیں۔ شائد بجلی کے تار میں کوئی خرابی ہو گئی ہے۔ ٹرین گھنٹے بھر بعد چھٹنے والی ہے۔ پاویل، تم اپنے اوزار لےکر ذرا لپک تو جاؤ۔ یہ کام بہت ضروری ہے۔،،

پته لگا لیا کہ تار کہاں پر جل گیا تھا۔ چند ھی منٹ بعد گلیارے میں پہلی بتی جلی اور وہاں ایک دھندلی سی روشنی پھیل گئی۔

''کمپارٹمنٹ کے بلب بدلنے پڑیں گے۔ سب فیوز ھو گئے ھیں،، کورچاگن نے کنڈکٹر سے کہا جو کہ اسے راستہ دکھا رہا تھا۔

''تب تو مجھے میم صاحب کو بلانا پڑے گا۔ چابی انہیں کے پاس ھے۔،، کنڈکٹر بجلی کے مستری کو وھاں اکیلا چھوڑنا نہیں چاھتا تھا اس لئے اس نے اسے ساتھ آنے کو کہا۔

کمپارٹمنٹ میں پہلے وہ عورت داخل ھوئی اور اس کے پیچھے کورچاگن۔ کنڈکٹر راستہ روکے دروازے پر کھڑا رہا۔ پاویل نے چمڑے کے دو نہایت عمدہ سفری تھیلوں، سیٹ پر لاپرواھی سے پڑے ھوئے ریشمی گاؤن، عطر کی شیشی اور کھڑکی کے نیچےوالی میز پر رکھے ھوئے ملاکیٹ کے چھوٹے سے سنگاردان کو غور سے دیکھا۔ وہ عورت گدےدار کوچ پر ایک کونے میں بیٹھ گئی اور اپنے سنہرےبالوں پر ھاتھ پھیرتے ھوئے بجلی کے مستری کو کام کرتے دیکھنے لگی۔

''میڈم، کیا آپ مجھے کچھ دیر کےلئے جانے کی اجازت دیں گی؟،، کنڈکٹر نے ذرا مشکل سے اپنی بیلوں جیسی موٹی گردن جھکاکر انتہائی خوشامدانہ لہجے میں کہا۔ ''میجر صاحب نے ٹھنڈی بیئر منگوائی ھے۔،،

* ''ذرا ٹھہرو - میں ابھی ان کے کنڈکٹر کو بلائے لاتا ہوں -''

جس وقت کورچاگن کنڈکٹر کے پیچھے پیچھے اس سیلون گاڑی میں داخل ہوا اس وقت وہاں کئی لوگ نہایت عمدہ سفری لباس پہنے، نک سک سے درست بیٹھے ہوئے تھے - ایک میز کے قریب جس پر مشجر کا میزپوش بچھا ہوا تھا ایک عورت دروازے کی طرف پیٹھ کئے بیٹھی تھی - جب پاویل اندر داخل ہوا اس وقت وہ عورت اپنے رو برو کھڑے ہوئے ایک لمبے قد کے افسر سے باتیں کر رہی تھی - بجلی کے مستری کے داخل ہوتے ہی ان دونوں نے اپنی گفتگو بند کردی -

کورچاگن نے جلدی سے اس ڈبے کی آخری بتی سے گلیارے میں جانےوالے بجلی کے تار کا معائنہ کیا اور اسے درست پاکر وہ خرابی کی تلاش جاری رکھنے کےلئے ڈبے کے باہر چلا گیا - بیلوں جیسی گردن‌والا وہ تگڑا سا کنڈکٹر جس کی وردی پر پولستانی عقاب کے نقش‌والے پیتل کے بڑے بڑے بٹن چمک رہے تھے مستقل اس کے پیچھے لگا ہوا تھا -

''ذرا دوسرے ڈبے میں چلکر دیکھیں - یہاں تو سب ٹھیک ہے - بیٹری بھی کام کر رہی ہے - وھیں کوئی خرابی ہوگی -''

کنڈکٹر نے چابی گھماکر دروازہ کھولا اور وہ دونوں اس تاریک گلیارے میں داخل ہوئے - تار پر اپنی ٹارچ کی روشنی ڈالکر پاویل نے فوراً

کی بیٹی نیلی لیش‌چینسکی تھی۔ اس نے بھی پاویل کی حیرت بھری نظروں کو دیکھا۔ پاویل نے تو اسے پہچان لیا تھا۔ لیکن ان چار برسوں میں وہ خود اتنا بدل گیا تھا کہ لیش‌چینسکی کے لئے یہ پہچاننا دشوار تھا کہ یہ بجلی کا مستری اس کا وہی فسادی پڑوسی تھا۔

اس کے اس طرح حیرت کے ساتھ گھورنے پر جھنجھلا کر وہ اپنی تیوریاں چڑھا کر کمپارٹمنٹ کے دروازے کی طرف چلی گئی اور وہاں بڑی بے صبری کے ساتھ اپنے پیٹنٹ لیدر کے جوتے کی ایڑی فرش پر کھٹکھٹاتی رہی۔ پاویل نے دوسرے بلب کی طرف توجہ کی۔ اس نے بلب گھما کر نکالا اور اسے بتی کے سامنے دیکھتے ہوئے پولستانی زبان میں پوچھا:

''کیا ویکتر بھی یہیں ہے؟''

اپنے اس سوال پر اسے خود بھی تقریباً اتنا ہی تعجب ہوا جتنا کہ اس عورت کو۔

پاویل نے اس کی طرف پیٹھ کئے ہوئے ہی یہ سوال کیا تھا اس لئے وہ نیلی کا چہرہ نہ دیکھ سکا۔ لیکن اس سوال پر اس کی طویل خاموشی اس بات کی شاہد تھی کہ وہ بوکھلا گئی تھی۔

''کیوں، کیا تم اسے جانتے ہو؟''

''ہاں، جانتا ہوں اور بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ دراصل ہم دونوں پڑوسی تھے''، پاویل مڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

''تم... تم پاویل ہو۔ میری...''، نیلی بالکل بوکھلا گئی تھی۔

"تم جا سکتے ہو"، اس عورت نے بہت تصنع کے ساتھ کہا۔

یہ گفتگو پولستانی زبان میں ہوئی تھی۔

گلیارے کی بتی کی شعاعیں اس عورت کے کندھے پر پڑ رہی تھیں۔ اس کے نہایت عمدہ گاؤن میں بھی، جو بہترین فرانسیسی سلک کا بنا ہوا تھا اور جسے پیرس کے بہترین لباس بنانےوالوں نے تیار کیا تھا، اس کے شانے اور بازو برہنہ نظر آ رہے تھے۔ اس کے نازک کانوں کی دونوں لوؤں میں ہیرے کے بندے چمک رہے تھے۔ کورچاگن کو اس کا صرف ایک سرسری شانہ اور بازو دکھائی دے رہا تھا۔ اس کا چہرہ اندھیرے میں چھپا ہوا تھا۔ اپنا پیچ کش تیزی سے گھماتے ہوئے پاویل نے چھت کا نکاس بدلا اور ایک لمحہ بعد اس کمپارٹمنٹ کی بتیاں بھی روشن ہو گئیں۔ اب صرف صوفے کے اوپروالا بلب دیکھنا باقی رہ گیا تھا جہاں وہ خاتون بیٹھی ہوئی تھی۔

"مجھے وہ بلب ٹیسٹ کرنا ہے"، کورچاگن نے اس کے سامنے جاکر کہا۔

"ہاں، شائد میں تمہارے کام میں حائل ہوں؟"، خاتون نے نہایت شستہ روسی میں کہا۔ وہ بڑی نزاکت کے ساتھ اٹھی اور بالکل اس کے برابر کھڑی ہو گئی۔ اب اسے اس کا پورا چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے کمان جیسے ابرو اور حقارت کے انداز میں بھنچے ہوئے ہونٹ وہ بخوبی پہچانتا تھا۔ اسے کوئی شبہہ هي نہیں تھا کہ وہ وکیل

لوٹ لیا گیا ھے۔ اور وہ اب بالکل بےسرست حالت میں پڑا ھے؟ مجھے یقین ھے کہ سمر ھاؤس اور جھاڑیاں وغیرہ تو سب نوچ ڈالی گئی ھوں‌گی،، نیلی نے حسرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''وہ گھر اب تمہارا نہیں رھا۔ وہ اب ھمارا ھے اور ھم لوگ اپنی چیز کیوں ضائع کرنے لگے۔،،

نیلی تضحیک کے انداز میں دھیرے سے ھنس دی۔

''اچھا، معلوم ھوتا ھے کہ تمہیں سکھایا پڑھایا خوب گیا ھے! لیکن یہ نہ بھولو کہ یہ گاڑی پولستانی سفارت خانے کی ھے۔ یہاں میں مالکن ھوں اور تم آج بھی اسی طرح نوکر کے نوکر ھی ھو جیسے ھمیشہ تھے۔ تم یہاں بجلی کی مرمت کرنے آئے ھو تاکہ میں آرام سے صوفے پر لیٹ کے پڑھ سکوں۔ سمجھے؟ تمہاری ماں ھمارے یہاں کپڑے دھویا کرتی تھی اور تم پانی بھرتے تھے۔ آج بھی ھم عین مین انہیں حالات میں ملے ھیں۔،،

اس کے لہجے میں اپنی فتح پر کینہ‌ور خوشی کی آمیزش تھی۔ پاویل نے اپنے چاقو سے تار کے سرے کو صاف کرتے ھوئے اس پولستانی عورت پر کھلی ھوئی حقارت کی نظر ڈالی۔

''تمہارے لئے تو میں ایک تنکا بھی ھلانےوالا نہیں۔ لیکن چوں‌کہ تم سرمایہ‌داروں نے سفیروں کا طریقہ ایجاد کیا ھے اس لئے ھم کو بھی وھی کھیل کھیلنا پڑتا ھے۔ ھم سفیروں کے سر قلم نہیں کرتے، صرف یہی نہیں بلکہ ان کے ساتھ نہایت

''جی ہاں، آپ کی باورچن کا بیٹا،، کورچاگن نے اس کی دشواری حل کر دی۔

''لیکن تم کتنا بڑھ گئے ہو! مجھے تو وہ دن یاد ہیں جب تم بالکل لاابالی سے چھوکرے تھے۔،،

نیلی نے بےتکلفی سے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔

''ویکتر کو کیوں پوچھ رہے ہو؟ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے تمہاری اور اس کی دوستی تو قطعی نہیں تھی،، اس نے اپنی شوخ باریک آواز میں کہا۔ یہ اچانک ملاقات اس کی اکتاہٹ کو دور کرنے کا ایک خوشگوار ذریعہ بن سکتی تھی۔

پیچ تیزی سے دیوار میں دھنستا جا رہا تھا۔

''ویکتر پر میرا ایک قرض ہے جو اس نے ابھی تک چکایا نہیں۔ جب اس سے ملاقات ہو تو کہہ دینا کہ میں اس کا خاطر خواہ فیصلہ ہونے کی طرف سے ابھی تک نا امید نہیں ہوا ہوں۔،،

''بتاؤ، کتنی رقم ہے۔ میں اس کی طرف سے ادا کر دوں گی۔،،

وہ بخوبی جانتی تھی کہ کورچاگن کس قرض کا ذکر کر رہا ہے۔ وہ جانتی تھی کہ پیتلورا کے سپاہیوں سے پاویل کو گرفتار کرانے میں ویکتر ہی کا ہاتھ تھا۔ لیکن اس ''چیتھڑے لگے شخص،، کا مذاق اڑانے کی غرض سے اس نے یہ توہین آمیز لہجہ اختیار کیا۔

کورچاگن کچھ نہ بولا۔

''اچھا بتاؤ، کیا یہ سچ ہے کہ ہمارا گھر

''کہاں بھاگے چلے جا رہے، مجسمۂ تعلیم و سیاست؟،،

''لائبریری جا رہا ہوں، چاچی۔ مجھے جانے دو،، پاویل نے بھی دل لگی کے اسی انداز میں کہا اور دھیرے سے اس کا شانہ پکڑکر اسے ایک طرف کو ہٹا دیا۔ کاتیا اپنا کندھا چھڑاکر اس کے ساتھ چلنے لگی۔

''پاویل، میری بات سنو! تم جانتے ہو کہ ہر وقت پڑھائی ممکن نہیں ہے۔ میں بتاتی ہوں تمہیں کہ تم کیا کرو۔ آج شام کو ہمارے ساتھ ایک پارٹی میں چلو۔ آج ذینا گلادش کے یہاں محفل جمےگی۔ تمام لڑکیاں تمہیں بلانے کےلئے میرے پیچھے پڑی رہتی ہیں۔ لیکن تمہیں تو آجکل سیاسی تعلیم کے علاوہ اور کسی چیز کا ہوش ہی نہیں ہے۔ کیا تمہارا کبھی تفریح کو دل نہیں چاہتا؟ ایک دن اگر نہ بھی پڑھوگے تو تمہارا ایسا کیا نقصان ہو جائےگا۔ شائد کچھ فائدہ ہی ہو،، کاتیا نے اسے پھسلاتے ہوئے کہا۔

''کیسی پارٹی ہے؟ وہاں کیا کیا ہوگا؟،،

''کیا کیا ہوگا؟،، کاتیا نے اسے چڑھاتے ہوئے مسکراکر اس کے الفاظ دہرائے۔ ''وہاں کوئی عبادت کرنے تو آئےگا نہیں۔ یوں ہی تھوڑی دیر ہنسی مذاق میں وقت اچھا گذر جائےگا اور کیا۔ تم اکارڈین بجا لیتے ہو نا؟ میں نے کبھی تمہیں بجاتے نہیں سنا۔ آج شام چلکر ہم لوگوں کو بھی سناؤ۔ بولو، چلوگے نا؟ اچھا میری خاطر؟ ذینا

شرافت کے ساتھ پیش آتے ھیں، تمھارے لئے تو اتنا بھی نہیں کہا جا سکتا۔،،

نیلی کا چہرہ سرخ ھو گیا۔

''اگر تم وارسا پر قبضہ کرنے میں کامیاب ھو جاؤ تو تم میرے ساتھ کیا کروگے؟ تم میری بوٹیاں اڑا دوگے یا شائد مجھے اپنی داشتہ بنا لوگے؟،،

وہ بڑی ادا کے ساتھ دروازے پر کھڑی ھوئی تھی۔ اس کے زودحس نتھنے جو کوکین کے عادی تھے کانپنے لگے۔ صوفے کے اوپروالی بتی روشن ھوئی اور پاویل سیدھا کھڑا ھو گیا۔

''تم؟ تمھارے جیسے لوگوں کو مارنے کی کسے فرصت ھے! ھمارے مارے بغیر تم کوکین کے استعمال سے خود ھی مر جاؤگے۔ اور جہاں تک داشتہ کا سوال ھے میں ایک آوارہ طوائف کو تم پر کہیں زیادہ ترجیح دوں‌گا!،،

وہ اپنا اوزاروں کا تھیلا اٹھاکر دروازے کی طرف چلدیا۔ اسے راستہ دینے کےلئے نیلی ایک طرف کو ھٹ گئی۔ وہ گلیارے میں ابھی آدھی دور ھی گیا ھوگا کہ اس نے اپنے پیچھے نیلی کے منھ سے نکلی ھوئی یہ گالی سنی: ''ذلیل بالشویک!،،

دوسرے دن شام کو لائبریری جاتے وقت پاویل کی ملاقات کاتیا زیلینووا سے ھو گئی۔ اس نے اپنے چھوٹے سے ھاتھ سے اس کی آستین پکڑکر مذاق سے اس کا راستہ روک لیا۔

طرف پیٹھ کرکے بیٹھ جاتے تھے۔ اور پھر کھیل چلانےوالی میزبان لڑکی کہتی تھی: ''کبوتروں کو دانہ چگاؤ!،، تو دونوں پیچھے کی طرف اپنی گردنیں گھمانا شروع کرتے تھے یہاں تک کہ ان کے ھونٹ مل جاتے تھے اور اس بات پر تماشبین بےحد لطف‌اندوز ھوتے تھے۔ اس کے بعد ان لوگوں نے ''انگوٹھی،، اور ''ڈاکیہ آیا،، نام کے کھیل کھیلے۔ یہ دونوں بھی بوسےبازی کے کھیل تھے۔ لیکن ''ڈاکیہ آیا،، میں خاص بات یہ تھی کہ اس کھیل کو کھیلنےوالے روشن برساتی میں سر عام ایک دوسرے کا بوسہ لینے کی بجائے کمرے میں جاکر بتیاں گل کرکے یہ کام انجام دیتے تھے۔ جن لوگوں کو ان کھیلوں میں دلچسپی نہیں تھی ان کےلئے کونے میں ایک چھوٹی سی گول میز پر پھولوں کے ناموں‌والے خاص قسم کے تاشوں کی ایک گڈی رکھی ھوئی تھی۔ پاویل کے بالکل برابر بیٹھی ھوئی کرنجی آنکھوں‌والی ایک سولہ‌ساله لڑکی نے، جس نے اپنا نام مورا بتایا تھا، بہت شرمائی ھوئی نظروں سے دیکھکر اسے ایک پتا پکڑا دیا اور بڑے نرم لہجے میں کہا:

''وائیلیٹ۔،،

چند سال پہلے پاویل اس قسم کی پارٹیوں میں شریک ھو چکا تھا اور حالانکہ وہ خود ان نکمی، غیرسنجیدہ حرکتوں میں براہ‌راست حصہ نہیں لیتا تھا لیکن وہ انہیں غیرفطری یا معیوب بھی نہیں سمجھتا تھا۔ لیکن چونکہ اب وہ نچلے متوسط طبقے

کے چچا کے پاس ایک اکارڈین ہے۔ لیکن اسے بجانا بالکل نہیں آتا۔ ارے کتاب کے کیڑے، لڑکیاں تیرے پیچھے دیوانی ہیں۔ اچھا تم سے یہ کس نے کہہ دیا ہے کہ کمسومول کے ممبروں کو تفریح اور جشن سے دور رہنا چاہئے؟ آؤ چلو، میں اب زیادہ خوشامد نہیں کروں گی۔ نہیں چلوگے تو میں خفا ہو جاؤں گی اور پھر مہینے بھر تک تم سے بات بھی نہیں کروں گی۔''

کاتیا مکانوں کی رنگائی پتائی کا کام کرتی تھی۔ وہ بہت ہی اچھی کامریڈ اور اعلی درجے کی کمسومول کی ممبر تھی۔ پاویل اس لڑکی کا دل دکھانا نہیں چاہتا تھا اس لئے وہ راضی ہو گیا حالانکہ ایسی پارٹیوں میں جاکر اسے ہمیشہ کچھ عجیب عجیب سا لگتا تھا اور وہ وہاں اپنے آپ کو اجنبی سا محسوس کرتا تھا۔

انجن ڈرائیور گلادش کے مکان پر نوجوانوں کا اچھا خاصہ پرشور مجمع ہو گیا تھا۔ رہنے کا بڑا کمرہ اور سامنے والے باغیچے کے رخ کی برساتی ان پندرہ بیس لڑکے لڑکیوں کے حوالے کرکے گھر کے بڑے لوگ دوسرے کمرے میں چلے گئے تھے۔ جس وقت کاتیا پاویل کو ساتھ لئے باغیچے کو پار کرکے برساتی میں داخل ہوئی اس وقت وہاں ایک کھیل جاری تھا جسے ''کبوتروں کو دانہ چگانا'' کہتے تھے۔ برساتی کے بیچ میں دو کرسیاں پیٹھ جوڑکر رکھ دی گئی تھیں۔ میزبان لڑکی کے آواز دینے پر ایک لڑکا اور ایک لڑکی ایک دوسرے کی

پاویل نے اس کے سوال کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ پھر بھی اس کے دل میں اس لڑکی کی بابت اور زیادہ معلومات حاصل کرنے کی خواهش پیدا هوئی۔ اس نے سورا سے کئی سوال پوچھے جن کا اس نے بڑی خوشی سے جواب دیا۔ چند هی منٹ بعد پاویل یه معلوم کر چکا تھا کہ وہ ثانوی اسکول میں پڑھتی تھی، اس کا باپ کار کی ورکشاپ میں کام کرتا تھا۔ اور وہ پاویل کو بہت عرصے سے جانتی تھی اور اس کے ساتھ جان پہچان پیدا کرنے کی خواهش رکھتی تھی۔

''تمہارا پورا نام کیا ھے؟،، پاویل نے پوچھا۔

''سورا والنتسیوا۔،،

''تمہارا بھائی یارڈ کے کمسومول کی تنظیم کا سکرٹری ھے نا؟،،

''ھاں۔،،

اب پاویل اسے پہچان گیا تھا۔ ظاهر تھا که والنتسیف نے، جوکه ضلع کی کمسومول تنظیم کے سب سے زیادہ سرگرم کارکنوں میں سے ایک تھا، اپنی بہن کی تربیت کی طرف کوئی توجه نہیں کی تھی اور وہ ایک عاسیانه خیالات کی جاهل اور سطحی لڑکی بنتی جا رهی تھی۔ گذشته ایک سال کے دوران میں وہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ بوسے بازی کی ایسی متعدد پارٹیوں میں شریک هو چکی تھی۔ اس نے پاویل کو بتایا که وہ اسے کئی بار اپنے بھائی کے گھر پر دیکھ چکی تھی۔

کی قصباتی زندگی سے ہمیشہ کےلئے ناتا توڑ چکا تھا اس لئے اسے یہ پارٹی انتہائی قابل نفرت اور کچھ مضحکہ‌خیز معلوم ہو رہی تھی۔

لیکن پھر بھی وہ پھولوں کے نام والے تاش کے پتے ہاتھ میں لئے وہاں بیٹھا تھا۔

اس تاش کے پتے پر اس نے لفظ ''وائیلیٹ،، کے سامنے یہ تحریر پڑھی: ''میں تمہیں بہت پسند کرتی ہوں۔ ،،

پاویل نے اس لڑکی کی طرف دیکھا۔ اس نے بھی بلا کسی جھجک یا پریشانی کے اسے جواباً دیکھا۔

''کیوں؟،،

اس نے یہ سوال بہت ھی روکھے‌پن سے کیا تھا۔ لیکن مورا پہلے ھی سے جواب سوچے بیٹھی تھی۔

''گلاب،، اس نے زیرلب کہا اور اسے دوسرا پتا تھما دیا۔

''گلاب،، والے پتے پر یہ خرافات درج تھی: ''تم میرےلئے معیاری آدمی ھو۔'' کورچاگن اس لڑکی کی طرف مخاطب ھوا اور شعوری طور پر اپنے لہجے میں نرمی لانے کی کوشش کرتے ھوئے اس نے پوچھا:

''آخر تم ان سب خرافات باتوں میں حصہ کیوں لیتی ھو؟،،

مورا یہ سنکر اتنی حیران ھوئی کہ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کہے۔

''کیا تم برا مان گئے؟،، اس نے نخرے کے ساتھ اپنا ھونٹ لٹکا کر پوچھا۔

''اچھا، دوست، تم لوگ ناچو ۔ میں اور سورا تو چلے ۔ ''

ایک دن شام کو آنا بورھارٹ یوں ھی آکونیف سے ملنے اس کے گھر گئی ۔ اس وقت وھاں کورچاگن اکیلا ھی تھا ۔

''پاویل، کیا تم بہت مصروف ھو؟ کیا تم میرے ساتھ شہر کی سوویت کے مکمل اجلاس نہیں چل سکتے؟ میں اکیلے نہیں جانا چاھتی ۔ خصوصاً اس لئے کہ وھاں سے لوٹنے میں بڑی دیر ھو جائےگی ۔ ''

کورچاگن فوراً چلنے کو تیار ھو گیا ۔ وہ اپنا پلنگ کے سرھانے ٹنگا ھوا ماؤزر پستول بھی لے جانا چاھتا تھا لیکن پھر اس نے سوچا کہ وہ بہت بھاری ھوگا ۔ اس لئے اس نے میز کی دراز میں سے آکونیف کا ریوالور نکالکر اپنی جیب میں ڈال لیا ۔ اس نے آکونیف کے نام ایک پرچہ لکھکر چھوڑ دیا اور کمرہ بند کرکے چابی ایسی جگہ چھپاکر رکھدی کہ آکونیف کے علاوہ اور کسی کو نہ ملے ۔

تھیٹر میں جہاں وہ مکمل اجلاس ھو رہا تھا ان کی ملاقات پانکراتوف اور اولگا یورینیوا سے ھوئی ۔ وہ سب لوگ ھال میں اکٹھے بیٹھے اور وقفوں میں سب ایک ساتھ باھر ٹہلنے گئے ۔ جیسا کہ آنا کو اندیشہ تھا میٹنگ بہت دیر میں ختم ھوئی ۔

سورا کو احساس ہوا کہ اس کے ساتھی کو اس کا انداز کچھ پسند نہیں آیا تھا۔ کورچاگن کے چہرے پر ایک حقارت‌آمیز مسکراہٹ دیکھ کر اس نے ''کبوتروں کو دانہ چگانے،، سے صاف انکار کر دیا۔ وہ دونوں کچھ دیر تک وہاں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ اس عرصے میں سورا نے اپنے بارے میں بہت سی باتیں بتائیں۔ اتنے میں زیلینووا وہاں آئی۔

''میں تمہیں اکارڈین لا دوں؟،، اس نے پاویل سے پوچھا۔ اور پھر سورا پر ایک شرارت بھری نظر ڈال کر کہا: ''اچھا تو اتنی دیر میں تم نے دوستی بھی کرلی؟،،

پاویل نے کاتیا کو زبردستی اپنی میز پر بٹھا لیا اور چاروں طرف شور و غل اور قہقہوں کا فائدہ اٹھا کر اس نے کہا:

''میں اکارڈین نہیں بجاؤں گا۔ میں اور سورا تو جا رہے ہیں۔،،

''اوخو! اوہو! تو آپ کو یہ سب بہت ناگوار گذرا ہے کیوں؟،، زیلینووا نے طعنہ دیا۔

''ہاں یہی بات ہے۔ اچھا، کاتیا، یہ بتاؤ کہ ہمارے علاوہ یہاں اور بھی کوئی کمسومول والا ہے یا ہمیں اکیلے 'کبوتر باز' ہیں؟،،

''ارے نہیں۔ یہ مذاق تو اب ختم ہو گیا،، کاتیا نے اسے منانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''اب ہم لوگ ناچنے جا رہے ہیں۔،،

کورچاگن کھڑا ہو گیا۔

بیٹھ گیا۔ وہ بڑی فکرمندی سے تاریکی میں گھور رہی تھی اور اپنے ساتھی کے سوالوں کا جواب بہت گھبرا کر اٹک اٹک کر دے رہی تھی۔ دور ایک سایہ دیکھ کر وہ بہت دہشت زدہ ہوئی۔ لیکن قریب پہنچنے پر جب وہ سایہ ٹیلیفون کے کھمبے سے زیادہ ڈراؤنی چیز نہیں ثابت ہوا تو وہ زور سے ہنس پڑی اور اس نے پاویل سے اپنی گھبراہٹ کا اقرار کیا۔ اس نے پاویل کا بازو پکڑ لیا اور اس کا کندھا اپنے کندھے سے ملا کر اسے بہت تقویت حاصل ہوئی۔

''میں ابھی ہوں تو تیئیس برس کی لیکن ڈرتی ایسا ہوں جیسے بوڑھی عورتیں۔ لیکن اگر تم کہو کہ میں بزدل ہوں تو یہ بات نہیں ہے۔ مگر آج رات مجھے نہ جانے کیوں اتنا ڈر لگ رہا ہے۔ اگرچہ تم ساتھ ہو اس لئے میں بالکل محفوظ محسوس کر رہی ہوں۔ لیکن سچ سچ میں اپنے خوف پر بہت شرمندہ ہوں۔''

تاریک رات، راستے کی ویرانی اور شہر کے گرد و نواح کے علاقے میں پرسوں رات ایک ہولناک قتل کی خبر سے جو ان لوگوں نے ابھی میٹنگ میں سنی تھی، آنا کے دل میں کافی دہشت بیٹھ گئی تھی۔ لیکن پاویل کا اطمینان اور اس کی جلتی ہوئی سگریٹ کی مدھم سی روشنی جو اس کے چہرے کے ایک حصے کو لمحہ بھر کےلئے روشن کر دیتی تھی اور جس میں دلیری کا ثبوت دینےوالے اس کے

"میری رائے میں تو آج رات تم میرے گھر پر ہی رہ جاؤ"، اولگا نے تجویز کی۔ "بہت دیر ہو گئی ہے اور تمہیں جانا بھی بہت دور ہے۔"

لیکن آنا نے انکار کردیا۔ "پاویل نے کہا ہے کہ وہ مجھے گھر تک پہنچا آئےگا"، اس نے جواب دیا۔

پانکراتوف اور اولگا تو بڑی سڑک کی طرف چلے گئے اور وہ دونوں پہاڑی پر ہوکر سولوسینکا جانےوالی سڑک پر چلدئے۔

وہ رات بہت تاریک تھی اور گھٹن بھی کافی تھی۔ میٹنگ میں شریک ہونےوالے لوگ جس وقت اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہوئے اس وقت تمام شہر سو رہا تھا۔ رفتہ رفتہ ان کے قدموں کی آہٹ اور ان کی آوازیں بھی رات کی خاموشی میں کھو گئیں۔ آنا اور پاویل شہر کے وسطی علاقے سے تیز قدم بڑھاتے ہوئے شہر سے باہر کی طرف چلے جا رہے تھے۔ سنسان بازار میں انہیں گشتی پہرےداروں کے ایک دستے نے روکا اور ان کے کاغذات کی جانچ کرنے کے بعد چھوڑ دیا۔ وہ دونوں سایہ‌دار کشادہ سڑک پار کرکے ایک اندھیری ویران سڑک پر آنکلے جو ایک خالی میدان میں سے ہوکر جاتی تھی۔ بائیں طرف گھوم کر وہ ریلوے کے خاص گوداموں کے متوازی جانےوالی سڑک پر چلنے لگے۔ یہ گودام سیمنٹ کی ہیبتناک تاریک عمارتوں کے ایک سلسلے کی شکل میں یہاں سے وہاں تک پھیلے ہوئے تھے۔ آنا کے دل میں ایک موہوم سا خوف

کھڑا تھا۔ دو سال قبل توپ کے ایک بھاری سے گولے سے اس کا اندرونی حصہ بالکل مسمار ہو گیا تھا اور سامنےوالا حصہ بھی کھنڈر بن چکا تھا۔ اب اس بنگلے کے نام پر سامنےوالی دیوار میں صرف ایک بڑا سا سوراخ منھ پھاڑے سڑک کے کنارے بھکاری کی طرح کھڑا اپنی مفلسی اور بےسروسامانی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ اوپر پشتے پر ایک ریل گاڑی گڑگڑاتی ہوئی گذر گئی۔

''اب تو ہم بالکل گھر کے قریب پہنچ گئے،، آنا نے اطمینان کا سانس لےکر کہا۔

پاویل نے چوری چوری اپنا ھاتھ چھڑانے کی کوشش کی لیکن آنا بھلا کب چھوڑنےوالی تھی۔ وہ اس ویران بنگلے کے سامنے سے گذرے۔

یک‌بیک ان کے پیچھے بھاگتے ہوئے قدموں اور گھرے گھرے سانس لینے کی آواز آئی۔ وہ دونوں ناگھانی پکڑے گئے تھے۔

کورچاگن نے جھٹکا دےکر اپنا بازو چھڑانے کی کوشش کی لیکن آنا دھشت‌زدہ ھوکر پوری طاقت کے ساتھ اس سے چمٹی رھی۔ اور جب تک وہ اپنا بازو چھڑائے چھڑائے موقع ھاتھ سے نکل گیا تھا۔ اس کی گردن ایک آھنی شکنجے میں جکڑ دی گئی اور دوسرے ھی لمحے قاتل نے اسے جھٹکا دےکر اپنے رو برو کھڑا کر لیا۔ اس نے اپنا ھاتھ بڑھاکر پاویل کی قمیص کا کالر اتنے کس کر اینٹھا کہ اس کا دم گھٹتے گھٹتے بچا۔ وہ اس کے چہرے کے سامنے ایک ریوالور تانے ہوئے تھا اور

کھنچے ہوئے ابرو چمک اٹھتے تھے، یہ سب دیکھکر آنا کے تمام خوف دور ہو گئے۔

ریلوے کے گودام پیچھے رہ گئے تھے۔ ایک چھوٹی سی کھاڑی تھی جس پر پل بنا ہوا تھا۔ انہوں نے اس پل کو پار کیا اور ریلوے لائن کے نیچے نیچے چلنےوالی سرنگ کی طرف جانےوالی سڑک پر بڑھتے رہے۔ یہی سرنگ شہر کے اس حصے کو ریلوے کے علاقے سے جوڑتی تھی۔

اسٹیشن کی عمارت ان کی داھنی طرف بہت پیچھے چھوٹ گئی تھی۔ ریلوے یارڈ کے آگے جا کر یہ سڑک ایک بند گلی سے مل جاتی تھی۔ وہ دونوں اپنی منزل کے بہت قریب پہنچ گئے تھے۔

اوپر ریلوے لائن کے کنارے سگنلوں اور پٹری بدلنےوالے سوئچوں کی رنگین بتیاں تاریکی میں اپنی آنکھیں جھپکا رہی تھیں۔ اور ریلوے یارڈ کے قریب ایک انجن دن کا کام ختم کرکے گاڑی سے علیحدہ ہوکر رات بھر کےلئے گھر جاتے وقت تھکی ہوئی آھیں بھر رہا تھا۔

ریل کی سرنگ کے باھر ایک زنگ‌آلود کڑے سے سڑک کی بتی لٹک رہی تھی جو ہوا کے جھونکوں سے ھل جاتی تھی اور اس کی دھندلی زرد روشنی سرنگ کی ایک دیوار سے دوسری دیوار تک جھول رہی تھی۔

سرنگ سے تقریباً دس گز کے فاصلے پر بڑی سڑک کے کنارے ایک چھوٹا سا بنگلہ تن تنہا

اس غنڈے نے اپنی ٹوپی ٹھونس دی تھی۔ وہ بڑی کھوپڑی‌والا غنڈا جس کے ھاتھ میں کورچاگن کی زندگی اور موت کا فیصلہ تھا زنابالجبر کے اس مقام کی طرف اس طرح کھنچا چلا گیا جیسے جنگلی درندہ اپنے شکار کی طرف کھنچتا ھے۔ ظاھر تھا کہ وہ اس گروہ کا سردار تھا اور ان حالات میں ایک بےعمل تماشبین کا کردار اسے زیب نہیں دیتا تھا۔ جس چھوکرے کو وہ اپنی زد میں لئے کھڑا تھا وہ تو ابھی بالکل ناپختت چوزہ ھی تھا، ”ڈپو کے چھوکروں“ میں سے ایک معلوم ھوتا تھا۔ ایسے کن کے لونڈے سے کیا خطرہ ھو سکتا تھا۔

”اس کی کھوپڑی پر ایک دو ھاتھ کس کے رسید کر دو اور اس سے کہدو کہ کھیت چلا جائے۔ دم دبا کر بھاگے گا، سیدھا شہر پہنچ کر ھی دم لے گا۔ پلٹ کر ادھر دیکھے گا بھی نہیں۔“ غنڈوں کے سردار نے اپنی گرفت ڈھیلی کر دی۔

”بھاگ جاؤ یہاں سے... جس راستے آئے ھو اسی راستے لوٹ جاؤ اور اگر ذرا بھی چوں چپڑ کی تو گولی گدی کے پار ھو جائے‌گی۔“ یہ کہکر غنڈے نے ریوالور کی نلی کورچاگن کے ماتھے پر رکھ دی۔ ”بس اب رفو چکر ھو جاؤ“ اس نے بھرائی ھوئی آواز میں چپکے سے کہا اور ریوالور نیچے کرکے اسے یقین دلایا کہ اسے گولی کا خوف کھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

کورچاگن پیچھے کی طرف لڑکھڑایا اور اپنے قاتل پر نظر جما کر آڑا آڑا بھاگنے لگا۔ غنڈے

مستقل ریوالور کی نلی اس کی آنکھوں کے سامنے گھما رہا تھا۔

پاویل کی مبہوت و مسحور آنکھیں زندگی اور موت کی اس اعصاب شکن کش مکش میں ریوالور کے دھانے کے ساتھ ساتھ گھوم رہی تھیں۔ ریوالور کی نلی میں سے موت اسے گھور رہی تھی اور اس طرف سے اپنی آنکھیں ایک لمحہ کےلئے بھی ہٹانے کی نہ تو اس میں جرأت تھی نہ خواہش۔ وہ اپنے انجام کا منتظر تھا۔ لیکن قاتل نے گولی نہیں چلائی اور پاویل نے اپنی پھٹی ہوئی آنکھوں سے اس رہزن کا چہرہ، اس کی بڑی سی کھوپڑی، اس کا چوکور جبڑہ اور اس کی بڑھی ہوئی ڈاڑھی اور مونچھوں کی سیاہی دیکھی۔ لیکن ٹوپی کے چوڑے چھجے کے نیچے اس کی آنکھیں نہیں دکھائی دے رہی تھیں۔

کورچاگن نے کنکھیوں سے آنا کے کھریا جیسے سفید چہرے کی ایک مختصر جھلک دیکھی۔ ان تین غنڈوں میں سے ایک اسے گھسیٹ کر دیوار کے سوراخ میں لےجا رہا تھا۔ غنڈے نے اس کے ہاتھ بڑی بےرحمی سے مروڑکر اسے زمین پر گرا دیا تھا۔ ایک دوسرا سایہ آنا کی طرف لپکا لیکن پاویل صرف سرنگ کی دیوار پر اس کا عکس ہی دیکھ پایا۔ اسے پیچھے سے کھنڈر کے اندر ہونےوالی ہاتھا پائی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ آنا اپنی جان کی بازی لگاکر لڑ رہی تھی۔ اس کی گھٹی ہوئی چیخ یک لخت رک گئی کیونکہ اس کے منھ میں

دهشت‌زدہ ہو گئی تھی کہ وہ اس تڑپتے ہوئے غنڈے کو تکتی رہی پھر بھی اسے یقین نہیں ہوا کہ وہ اب بالکل محفوظ ہے۔

کورچاگن اسے روشنی کے دائرے سے ہٹا کر واپس شہر کی طرف اندھیرے میں گھسیٹ لے گیا۔ جس وقت وہ دونوں بھاگتے ہوئے اسٹیشن کی طرف جا رہے تھے سرنگ کے قریب ریلوے لائن کے پشتے پر کچھ ٹمٹماتی ہوئی روشنیاں نظر آئیں اور ریل کی پٹریوں پر گولی چلنے کی آواز گونج گئی۔

جس وقت وہ باتو پہاڑی پر آنا کے گھر پہنچے مرغ بانگ دے رہے تھے۔ آنا جاتے ہی پلنگ پر لیٹ گئی۔ کورچاگن میز کے قریب بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا اور لہرا کر اوپر اٹھتے ہوئے دھوئیں کے سرمئی بادلوں کو دیکھ رہا تھا... اپنی زندگی میں اس نے یہ چوتھی بار قتل کیا تھا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ کیا ہمت واقعی کوئی چیز ہوتی ہے، ایک ایسی چیز جو ہمیشہ بالکل بےعیب شکل میں ظہور میں آتی ہے؟ اپنے اس سانحے کے دوران کے احساسات و تاثرات پر نظرثانی کرتے ہوئے اسے یہ تسلیم کرنا پڑا کہ شروع میں چند سیکنڈ تک جب ریوالور کا سیاہ منحوس دھانہ اس کے سامنے ناچ رہا تھا اس وقت اس کے دل پر واقعی ایک دہشت طاری ہو گئی تھی۔ ان دو تاریک سایوں کے بچ کر نکل جانے کی وجہ کیا محض یہ تھی کہ اس کی بینائی کچھ کمزور ہو

نے جب یہ دیکھا کہ وہ ابھی تک ڈر رہا ہے کہ کہیں اس پر گولی نہ چلا دی جائے تو وہ مڑکر کھنڈر کی طرف چلدیا ۔

کورچاگن کا ہاتھ فوراً جیب کی طرف گیا ۔ کاش اس کا ہاتھ کافی تیز چل سکے! وہ پھرتی سے گھوما اور بائیں ہاتھ بڑھاکر اس نے جلدی سے نشانہ لےکر گولی چلا دی ۔

اس غنڈے کو اپنی غلطی کا احساس بہت دیر میں ہوا ۔ قبل اس کے کہ وہ اپنا ہاتھ اٹھائے گولی اس کے پہلو میں پیوست ہو چکی تھی ۔

گولی لگتے ہی وہ ایک ہلکی سی چیخ مارکر چکر کھاتا ہوا سرنگ کی دیوار پر گرا اور دیوار میں اپنے پنجے گاڑنے کی ناکام کوشش کرتا ہوا وہ رفتہ رفتہ زمین پر ڈھیر ہو گیا ۔ کھنڈر سے ایک سایہ نکل کر نیچے نالے کی طرف چلا ۔ کورچاگن نے اسے نشانہ بناکر ایک گولی اور چلائی ۔ اتنے میں ایک دوسرا سایہ اپنی کمر دوہری کئے چھتے کی تاریک گہرائیوں کی طرف تیر سا جھپٹا ۔ ایک اور گولی چلی ۔ وہ تاریک سایہ گولی سے اڑے ہوئے پلستر کی گرد میں اٹا ہوا ایک طرف کو کودا اور رات کی سیاہی میں گم ہو گیا ۔ رات کی خاموشی کو چیرتی ہوئی براؤننگ پستول سے ایک اور گولی چلی ۔ دیوار کے قریب وہ بڑی کھوپڑی والا غنڈہ ایڑیاں رگڑ رگڑکر دم توڑ رہا تھا ۔

کورچاگن نے سہارا دےکر آنا کو اٹھایا ۔ ابھی اس پر جو کچھ گذری تھی اس سے وہ اتنی

تاریکی میں غائب نہیں ہو گیا، تب تک وہ دھلیز پر کھڑی اس کی طرف دیکھتی رہی۔

ریلوے کے سنتریوں کےلئے وہ قتل ایک معمہ بن کر رہ گیا تھا لیکن کورچاگن کی رپورٹ سے مسئلہ بالکل حل ہو گیا۔ یہ تو فوراً پہچان لیا گیا تھا کہ وہ لاش فمکا نامی ایک نمبری بدمعاش کی تھی جو کئی بار کا سزایافتہ قاتل اور ڈاکو تھا۔

دوسرے دن ریل کی سرنگ‌والے اس واقعے کا ذکر ہر شخص کی زبان پر تھا۔ اور یہی واقعہ پاویل اور سویتائیف کی ایک اچانک ٹکر کا سبب بن گیا۔

سویتائیف کام کے اوقات ھی کے دوران میں ورکشاپ میں آیا اور کورچاگن کو باھر بلا لے گیا۔ خاموشی کے ساتھ اس کے آگے آگے چلتے ہوئے سویتائیف اسے برآمدہ کے دوروالے کونے میں لے گیا۔ وہ بہت ھیجانی حالت میں تھا اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رھا تھا کہ بات کی ابتدا کس طرح کرے۔ آخرکار اس نے ایک دم سوال کر ھی ڈالا:

"مجھے بتاؤ کل کیا ھوا تھا؟"

"میرا تو خیال تھا کہ تمہیں معلوم ھوگا۔"

سویتائیف نے بےچینی سے اپنے کندھے جھٹکے۔ پاویل کو یہ علم نہیں تھا کہ ریل کی سرنگ‌والے واقعے میں سویتائیف کو دوسروں کی به نسبت زیادہ دلچسپی تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اسکی تمام

گئی ہے اور؟ اسے بائیں ھاتھ سے گولی چلانی پڑی تھی؟ نہیں، ایسا نہیں تھا ۔ وہ لوگ چند ھی قدموں کے فاصلے پر تھے اور اس کا نشانہ اس طرح چوکنا نہیں چاھئے تھا لیکن ذھنی کشاکش اور تعجیل کی وجہ سے، جو خوف و اضطراب کی بین علامتیں ھیں، اس کا ھاتھ کانپ گیا تھا ۔

میز پر رکھے ھوئے لیمپ کی روشنی میں اس کا سر صاف نظر آ رھا تھا ۔ آنا ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ رھی تھی اور اس کے چہرے کی ھر حرکت کو ذھن‌نشین کرتی جا رھی تھی ۔ اس کی آنکھیں بالکل پرسکون تھیں، صرف اس کی پیشانی پر پڑے ھوئے بل اس کے شدید ذھنی غور و فکر کی غمازی کر رھے تھے ۔

''کیا سوچ رھے ھو، پاویل؟''

اس اچانک سوال سے چونک کر اس کے خیالات روشنی کے حلقے سے باھر دھوئیں کی طرح ادھر ادھر پھیل گئے اور اس کے ذھن میں جو بات سب سے پہلے آئی وھی اس نے کہہ دی:

''مجھے کمانڈانٹ کے دفتر جا کر فوراً اس معاملے کی رپورٹ کرنی چاھئے ۔''

وہ بڑی بےدلی سے اٹھا ۔ وہ بہت تھکن محسوس کر رھا تھا ۔

آنا اس کا ھاتھ تھامے رھی کیوں‌کہ وہ وھاں اکیلے رھنے کے تصور سے گھبرا رھی تھی ۔ پھر وہ اسے دروازہ تک چھوڑنے گئی اور جب تک وہ نوجوان جس کا اس پر اتنا بڑا احسان تھا رات کی

اندازہ ہونے لگا کہ اس شخص کو کیا چیز پریشان کر رہی تھی۔ ”اگر اسے آنا میں کوئی خاص دلچسپی نہ ہوتی تو وہ اس واقعے پر اس قدر پریشان نہ ہو جاتا۔ لیکن اگر آنا سچ مچ اسے عزیز ہے تو...“ اور اس سوال میں آنا کی طرف جو توہین‌آمیز رویہ پوشیدہ تھا اس پر پاویل جل اٹھا:

”آخر تم یہ کیوں جاننا چاہتے ہو؟“

سویتائیف نے بدبدا کر چند بےربط سے فقرے کہے۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ پاویل اس کے شبہات کو بخوبی سمجھتا ہے اس لئے اس نے غصہ ہو کر کہا:

”دیکھو، الٹے مجھ سے سوال کرکے مجھے چکمہ دینے کی کوشش نہ کرو۔ میں صرف اپنے سوال کا سیدھا سیدھا جواب چاہتا ہوں۔“

”کیا تم آنا سے محبت کرتے ہو؟“

کچھ دیر تک خاموشی رہی۔ آخرکار سویتائیف نے بڑی کوشش کرکے جواب دیا:

”ہاں۔“

کورچاگن بڑی مشکل سے اپنے غصے پر قابو رکھکر پیچھے مڑا اور برآمدے میں تیز قدم رکھتا ہوا چل دیا۔ اس نے پلٹ کر ایک بار بھی پیچھے نہیں دیکھا۔

ایک دفعہ رات کے وقت جب پاویل اپنے پلنگ پر لیٹا کوئی کتاب پڑھ رہا تھا تو آکونیف کافی دیر تک عجیب شش و پنج کے عالم میں اپنے دوست

ظاھری بےتوجہی کے باوجود اس لوھار کے دل میں آنا بورھاٹ کےلئے ایک گہرا لگاؤ پیدا ھو گیا تھا۔ وہ واحد شخص نہیں تھا جو اس لڑکی کی کشش کا شکار ھوا تھا لیکن اوروں کے مقابلے میں اس کی حالت زیادہ نازک تھی۔ لاگوتینا کی زبانی اسے ابھی راتوالے واقعے کی اطلاع ملی تھی اور اس وقت صرف ایک سوال جس کا وہ کوئی جواب ابھی تک نہیں پا سکا تھا اسے ذھنی اذیت پہنچا رھا تھا۔ وہ اس سوال کو بجلی کے مستری سے سیدھے سیدھے تو نہیں پوچھ سکتا تھا لیکن اس کے لئے جواب حاصل کرنا ضروری تھا۔ اس کے شریفانہ احساسات تو کہتے تھے کہ اس قسم کا اندیشہ کرنا خودغرضی اور ذلالت کا ثبوت ھے۔ لیکن دل میں اسنڈتے ھوئے متعدد جذبات کی کشمکش میں وحشیانہ اور غیرمہذبانہ جذبات کی فتح ھوئی۔

''کورچاگن، بات سنو،، اس نے بھرائی ھوئی آواز میں کہا۔ ''یہ گفتگو محض ھم دونوں تک محدود ھے۔ میں جانتا ھوں کہ تم آنا کے خیال سے اس کے بارے میں ذکر کرنا نہیں چاھتے ھو لیکن تم مجھ پر پوری طرح بھروسا کر سکتے ھو۔ مجھے تم صرف یہ بتا دو کہ جس وقت وہ غنڈہ تمہیں پستول کا نشانہ بنائے کھڑا تھا اس عرصے میں کیا دوسرے غنڈوں نے آنا کے ساتھ زنا کی تھی؟،،

اپنے سوال پر خود ھی بوکھلا کر اس نے بات ختم کرنے سے پہلے ھی اپنی نظریں جھکا لیں۔

رفتہ رفتہ پاویل کو ایک موھوم سا احساس اور

بھی مشترک ھیں۔ تالیا بہت اچھی لڑکی ھے۔ کوئی دشواری ھی نہیں۔،،

دوسرے دن کورچاگن وھاں سے ڈپو کے مزدوروں کے ھوسٹل میں چلا گیا۔ اور چند دن بعد آنا نے تالیا اور نکولائی کے اعزاز میں ایک دعوت دی، ایک معمولی سی کمیونسٹ دعوت جس میں کھانے پینے کی جھنجھٹ نہیں تھی۔ اس شام کو بہت سی پچھلی یادیں تازہ کی گئیں اور سب کی پسندیدہ کتابوں کے اقتباسات پڑھے گئے۔ ان لوگوں نے بہت سے گانے گائے اور اچھے گائے۔ ان کا پرجوش نغمہ دور دور تک گونج اٹھا۔ بعد میں کاتیا زیلینووا اور والنتسیوا ایک اکارڈین اٹھا لائیں اور پرکیف موسیقی کی تانوں اور نقرئی زیروبم سے کمرہ گونجنے لگا۔ اس دن شام کو پاویل نے معمول سے اچھا اکارڈین بجایا۔ اور جب بے‌ڈول پانکراتوف ناچنے کےلئے میدان میں آیا تو سب لوگ بہت خوش ھوئے اور پاویل اپنی افسردہ سی طرز کو جو اس نے حال میں اختیار کیا تھا چھوڑ کر خوب لہک لک کر اکارڈین بجانے لگا:

دنیکن آنکھ میچے بیٹھا ھے
ھائے، سائبیریا کی چیکا نے
کولچاک کے اڑا دیے پرزے

اکارڈین پر بیتے ھوئے طوفانی اور پرحوادث دنوں کے نغمے بھی بج رھے تھے اور موجودہ دوستی،

کے پلنگ کے گرد منڈلاتا رہا۔ آخرکار وہ پلنگ کے کنارے پر بیٹھ گیا اور پاویل کی کتاب پر اس نے اپنا ہاتھ رکھدیا۔

"سنو، پاویل۔ میرے سینے پر ایک بوجھ ہے جسے میں ھلکا کرنا چاھتا ھوں۔ اگر دیکھا جائے تو کوئی خاص اھم بات نہیں ہے لیکن ایک اعتبار سے اھم ہے بھی۔ بات یہ ہے کہ میرے اور تالیا لاگوتینا کے درمیان کچھ غلط فہمی ھو گئی ہے۔ صورت یہ ہے کہ میں اسے شروع میں کافی پسند کرتا تھا۔" آکونیف نے جھینپتے ھوئے اپنا سر کھجایا لیکن جب اس نے دیکھا کہ اس کے دوست کے چہرے پر ھنسی کے کوئی آثار نہیں ھیں تو اس کی ھمت بندھی۔ "لیکن پھر تالیا... خیر تم تو جانتے ھی ھو۔ اچھا میں تمہیں یہ سب غیردلچسپ تفصیلات نہیں سناؤں گا۔ ان کے بغیر بھی بات کافی آسانی سے سمجھ میں آجائےگی۔ ھاں تو کل میں نے اور اس نے فیصلے کیا ہے کہ ھم دونوں ایک دوسرے سے وابستہ ھو جائیں اور دیکھیں کہ گاڑی کیسی چلتی ہے۔ میں اب بائیس برس کا ھوں اور ھم دونوں کو ووٹ دینے کا حق ہے۔ ھم دونوں برابری کی بنا پر ساتھ رہنا چاھتے ھیں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

کورچاگن سوال پر غور کرنے لگا۔

"نکولائی، میں کیا کہہ سکتا ھوں؟ تم دونوں ھی میرے دوست ھو۔ ھم سب ایک ھی قبیلہ کے رکن ھیں۔ اور ھم لوگوں میں باقی تمام باتیں

لیکن ان کے درمیان اور ان دنیاؤں کے درمیان جن کے وہ علمبردار ہیں ایک گہری خلیج حائل ہے۔ ان کے درمیان کا چھہ قدم کا فاصلہ بغیر جان کی بازی لگائے پار نہیں کیا جا سکتا۔

یہ سرحد ہے۔

بحیرۂ اسود سے لیکر دور شمال میں بحر منجمد تک ہزاروں میل لمبی سرحد پر سوویت اشتراکی جمہوریتوں کے ان خاموش سنتریوں کی قطار اپنی لوہے کی ڈھالوں پر محنت کا یہ عظیم الشان نشان لئے بےحس و حرکت کھڑی ہے۔ اور جس جگہ وہ خونی پرندےوالا کھمبا لگا ہے وہیں سے سوویت یوکرین اور سرمایہ‌دار پولینڈ کی سرحد شروع ہوتی ہے۔ یہ مقام یوکرینی علاقے کے ایک چھوٹے سے شہر بریزدوف سے چھہ میل کے فاصلے پر واقع ہے جو یوکرین کے عقبی علاقے میں ایک طرف سمٹا سا کھڑا ہے اور اس کی دوسری طرف چھوٹا سا پولستانی قصبہ کوریتس ہے۔ سلاووتا سے اناپول تک کی سرحد ''این،، سرحدی بٹالین کے پہرے میں ہے۔

سرحد کے یہ کھمبے برف سے ڈھکے ہوئے کھیتوں کو پار کرتے ہوئے، جنگلوں کو کاٹ کر صاف کئے ہوئے راستوں پر آگے بڑھتے ہوئے وادیوں میں اتر جاتے ہیں، پھر پہاڑیوں پر چڑھ کر ان کی چوٹیوں کے پیچھے گم ہو جاتے ہیں، اور کسی دریا کے اونچے سے ساحل پر پہنچ کر اس کڑاکے کی سردی میں اجنبی دیس کے میدانوں کا جائزہ لینے کےلئے رک جاتے ہیں۔

جدوجہد اور خوشی کے بھی۔ لیکن جب ساز والنتسیف کے ھاتھ میں دیا گیا اور اس نے ''یابلوچکو،، ناچ کی پھڑکتی ہوئی دھن چھیڑی تو کورچاگن خود نہایت جوش کے ساتھ ایڑیاں پٹک پٹک کر ناچتا ھوا میدان میں اترا۔ اپنی زندگی میں اس کے ناچنے کا یہ تیسرا اور آخری موقع تھا۔

# چوتھا باب

یہ سرحد ھے۔ دو کھمبے خاموش عداوت کے انداز میں ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ہوئے ھیں اور دونوں دو مختلف دنیاؤں کے علمبردار ھیں۔ ایک کھمبا بہت چکنا اور پالش کیا ھوا ھے اور اس پر سفید اور سیاہ رنگ کی پٹیاں ھیں، بالکل ویسی ھی جیسی کہ پولیس‌والے کے کھڑے ہونے کی کیبن پر ہوتی ھیں۔ اس کھمبے کے اوپر مضبوط کیلوں سے ایک سروالا عقاب جڑا ھوا ھے۔ عقاب کے پر پھیلے ہوئے ھیں، وہ اپنے پنجے پٹیوں‌دار کھمبے میں گاڑے ہوئے ھے اور اس کی مڑی ہوئی چونچ ایک تناؤ کے ساتھ آگے کی طرف بڑھی ہوئی ھے۔ وہ سامنے‌والے کھمبے پر لگی ہوئی ھنسیے اور ھتھوڑے کے نشان‌والی لوھے کی ڈھال کو للچائی ہوئی نگاھوں سے دیکھ رھا ھے۔ یہ کھمبا دراصل شاہ‌بلوط کا ایک کھردار لیکن مضبوط اور گول شہتیر ھے جو مضبوطی سے زمین میں گڑا ھوا ھے۔ دونوں کھمبے ایک ھی سطح پر گڑے ہوئے ھیں

بھی مشترک ہیں۔ تالیا بہت اچھی لڑکی ہے۔ کوئی دشواری ہی نہیں۔،،

دوسرے دن کورچاگن وہاں سے ڈپو کے مزدوروں کے ہوسٹل میں چلا گیا۔ اور چند دن بعد آنا نے تالیا اور نکولائی کے اعزاز میں ایک دعوت دی، ایک معمولی سی کمیونسٹ دعوت جس میں کھانے پینے کی جھنجھٹ نہیں تھی۔ اس شام کو بہت سی پچھلی یادیں تازہ کی گئیں اور سب کی پسندیدہ کتابوں کے اقتباسات پڑھے گئے۔ ان لوگوں نے بہت سے گانے گائے اور اچھے گائے۔ ان کا پرجوش نغمہ دور دور تک گونج اٹھا۔ بعد میں کاتیا زیلینووا اور والنتسیوا ایک اکارڈین اٹھا لائیں اور پرکیف موسیقی کی تانوں اور نقرئی زیروبم سے کمرہ گونجنے لگا۔ اس دن شام کو پاویل نے معمول سے اچھا اکارڈین بجایا۔ اور جب بےڈول پانکراتوف ناچنے کےلئے میدان میں آیا تو سب لوگ بہت خوش ہوئے اور پاویل اپنی افسردہ سی طرز کو جو اس نے حال میں اختیار کیا تھا چھوڑکر خوب لہک لہک کر اکارڈین بجانے لگا:

دنیکن آنکھ میچے بیٹھا ہے
ہائے، سائبیریا کی چیکا نے
کولچاک کے اڑا دیے پرزے

اکارڈین پر بیتے ہوئے طوفانی اور پرحوادث دنوں کے نغمے بھی بج رہے تھے اور موجودہ دوستی،

ئے پلنگ کے گرد منڈلاتا رہا۔ آخرکار وہ پلنگ کے کنارے پر بیٹھ گیا اور پاویل کی کتاب پر اس نے اپنا ہاتھ رکھدیا۔

''سنو، پاویل۔ میرے سینے پر ایک بوجھ ہے جسے میں ہلکا کرنا چاہتا ہوں۔ اگر دیکھا جائے تو کوئی خاص اہم بات نہیں ہے لیکن ایک اعتبار سے اہم ہے بھی۔ بات یہ ہے کہ میرے اور تالیا لاگوتینا کے درمیان کچھ غلط فہمی ہو گئی ہے۔ صورت یہ ہے کہ میں اسے شروع میں کافی پسند کرتا تھا۔،، آکونیف نے جھینپتے ہوئے اپنا سر کھجایا لیکن جب اس نے دیکھا کہ اس کے دوست کے چہرے پر ہنسی کے کوئی آثار نہیں ہیں تو اس کی ہمت بندھی۔ ''لیکن پھر تالیا... خیر تم تو جانتے ہی ہو۔ اچھا میں تمہیں یہ سب غیردلچسپ تفصیلات نہیں سناؤں گا۔ ان کے بغیر بھی بات کافی آسانی سے سمجھ میں آجائےگی۔ ہاں تو کل میں نے اور اس نے فیصلے کیا ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے وابستہ ہو جائیں اور دیکھیں کہ گاڑی کیسی چلتی ہے۔ میں اب بائیس برس کا ہوں اور ہم دونوں کو ووٹ دینے کا حق ہے۔ ہم دونوں برابری کی بنا پر ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟،،

کورچاگن سوال پر غور کرنے لگا۔

''نکولائی، میں کیا کہہ سکتا ہوں؟ تم دونوں ہی میرے دوست ہو۔ ہم سب ایک ہی قبیلہ کے رکن ہیں۔ اور ہم لوگوں میں باقی تمام باتیں

اندازہ ہونے لگا کہ اس شخص کو کیا چیز پریشان کر رہی تھی۔ ''اگر اسے آنا میں کوئی خاص دلچسپی نہ ہوتی تو وہ اس واقعے پر اس قدر پریشان نہ ہو جاتا۔ لیکن اگر آنا سچ مچ اسے عزیز ہے تو...''
اور اس سوال میں آنا کی طرف جو توہین آمیز رویہ پوشیدہ تھا اس پر پاویل جل اٹھا:

''آخر تم یہ کیوں جاننا چاہتے ہو؟''

سویتائیف نے بدبدا کر چند بے ربط سے فقرے کہے۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ پاویل اس کے شبہات کو بخوبی سمجھتا ہے اس لئے اس نے غصہ ہو کر کہا:

''دیکھو، الٹے مجھ سے سوال کرکے مجھے چکمہ دینے کی کوشش نہ کرو۔ میں صرف اپنے سوال کا سیدھا سیدھا جواب چاہتا ہوں۔''

''کیا تم آنا سے محبت کرتے ہو؟''

کچھ دیر تک خاموشی رہی۔ آخرکار سویتائیف نے بڑی کوشش کرکے جواب دیا:

''ہاں۔''

کورچاگن بڑی مشکل سے اپنے غصے پر قابو رکھکر پیچھے مڑا اور برآمدے میں تیز قدم رکھتا ہوا چل دیا۔ اس نے پلٹ کر ایک بار بھی پیچھے نہیں دیکھا۔

ایک دفعہ رات کے وقت جب پاویل اپنے پلنگ پر لیٹا کوئی کتاب پڑھ رہا تھا تو آکونیف کافی دیر تک عجیب شش و پنج کے عالم میں اپنے دوست

ظاهری بے توجہی کے باوجود اس لوھار کے دل میں آنا بورھاٹ کےلئے ایک گہرا لگاؤ پیدا ھو گیا تھا۔ وہ واحد شخص نہیں تھا جو اس لڑکی کی کشش کا شکار ھوا تھا لیکن اوروں کے مقابلے میں اس کی حالت زیادہ نازک تھی۔ لاگوتینا کی زبانی اسے ابھی رات‌والے واقعے کی اطلاع ملی تھی اور اس وقت صرف ایک سوال جس کا وہ کوئی جواب ابھی تک نہیں پا سکا تھا اسے ذھنی اذیت پہنچا رھا تھا۔ وہ اس سوال کو بجلی کے مستری سے سیدھے سیدھے تو نہیں پوچھ سکتا تھا لیکن اس کے لئے جواب حاصل کرنا ضروری تھا۔ اس کے شریفانہ احساسات تو کہتے تھے کہ اس قسم کا اندیشہ کرنا خودغرضی اور ذلالت کا ثبوت ھے۔ لیکن دل میں اسنڈتے ھوئے متعدد جذبات کی کشمکش میں وحشیانہ اور غیرمہذبانہ جذبات کی فتح ھوئی۔

"کورچاگن، بات سنو،" اس نے بھرائی ھوئی آواز میں کہا۔ "یہ گفتگو محض ھم دونوں تک محدود ھے۔ میں جانتا ھوں کہ تم آنا کے خیال سے اس کے بارے میں ذکر کرنا نہیں چاھتے ھو لیکن تم مجھ پر پوری طرح بھروسا کر سکتے ھو۔ مجھے تم صرف یہ بتا دو کہ جس وقت وہ غنڈہ تمہیں پستول کا نشانہ بنائے کھڑا تھا اس عرصے میں کیا دوسرے غنڈوں نے آنا کے ساتھ زنا کی تھی؟"

اپنے سوال پر خود ھی بوکھلا کر اس نے بات ختم کرنے سے پہلے ھی اپنی نظریں جھکا لیں۔

رفتہ رفتہ پاویل کو ایک موھوم سا احساس اور

تاریکی میں غائب نہیں ہو گیا، تب تک وہ دھلیز پر کھڑی اس کی طرف دیکھتی رہی۔

ریلوے کے سنتریوں کےلئے وہ قتل ایک معمہ بن کر رہ گیا تھا لیکن کورچاگن کی رپورٹ سے مسئلہ بالکل حل ہو گیا۔ یہ تو فوراً پہچان لیا گیا تھا کہ وہ لاش فمکا نامی ایک نمبری بدمعاش کی تھی جو کئی بار کا سزایافتہ قاتل اور ڈاکو تھا۔

دوسرے دن ریل کی سرنگ‌والے اس واقعے کا ذکر ہر شخص کی زبان پر تھا۔ اور یہی واقعہ پاویل اور سویتائیف کی ایک اچانک ٹکر کا سبب بن گیا۔

سویتائیف کام کے اوقات ھی کے دوران میں ورکشاپ میں آیا اور کورچاگن کو باھر بلا لے گیا۔ خاموشی کے ساتھ اس کے آگے آگے چلتے ہوئے سویتائیف اسے برآمدہ کے دوروالے کونے میں لے گیا۔ وہ بہت ہیجانی حالت میں تھا اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رھا تھا کہ بات کی ابتدا کس طرح کرے۔ آخرکار اس نے ایک دم سوال کر ھی ڈالا :

”مجھے بتاؤ کل کیا ھوا تھا؟“

”میرا تو خیال تھا کہ تمہیں معلوم ھوگا۔“

سویتائیف نے بےچینی سے اپنے کندھے جھٹکے۔ پاویل کو یہ علم نہیں تھا کہ ریل کی سرنگ‌والے واقعے میں سویتائیف کو دوسروں کی به نسبت زیادہ دلچسپی تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اسکی تمام

گئی ہے اور اسے بائیں ہاتھ سے گولی چلانی پڑی تھی؟ نہیں، ایسا نہیں تھا۔ وہ لوگ چند ہی قدموں کے فاصلے پر تھے اور اس کا نشانہ اس طرح چوکنا نہیں چاہئے تھا لیکن ذہنی کشاکش اور تعجیل کی وجہ سے، جو خوف و اضطراب کی بین علامتیں ہیں، اس کا ہاتھ کانپ گیا تھا۔

میز پر رکھے ہوئے لیمپ کی روشنی میں اس کا سر صاف نظر آ رہا تھا۔ آنا ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ رہی تھی اور اس کے چہرے کی ہر حرکت کو ذہن‌نشین کرتی جا رہی تھی۔ اس کی آنکھیں بالکل پرسکون تھیں، صرف اس کی پیشانی پر پڑے ہوئے بل اس کے شدید ذہنی غور و فکر کی غمازی کر رہے تھے۔

"کیا سوچ رہے ہو، پاویل؟"

اس اچانک سوال سے چونک کر اس کے خیالات روشنی کے حلقے سے باہر دھوئیں کی طرح ادھر ادھر پھیل گئے اور اس کے ذہن میں جو بات سب سے پہلے آئی وہی اس نے کہدی:

"مجھے کمانڈانٹ کے دفتر جا کر فوراً اس معاملے کی رپورٹ کرنی چاہئے۔"

وہ بڑی بےدلی سے اٹھا۔ وہ بہت تھکن محسوس کر رہا تھا۔

آنا اس کا ہاتھ تھامے رہی کیوں‌کہ وہ وہاں اکیلے رہنے کے تصور سے گھبرا رہی تھی۔ پھر وہ اسے دروازہ تک چھوڑنے گئی اور جب تک وہ نوجوان جس کا اس پر اتنا بڑا احسان تھا رات کی

دھشت‌زدہ ہو گئی تھی کہ وہ اس تڑپتے ہوئے غنڈے کو تکتی رہی پھر بھی اسے یقین نہیں ہوا کہ وہ اب بالکل محفوظ ہے۔

کورچاگن اسے روشنی کے دائرے سے ہٹا کر واپس شہر کی طرف اندھیرے میں گھسیٹ لے گیا۔ جس وقت وہ دونوں بھاگتے ہوئے اسٹیشن کی طرف جا رہے تھے سرنگ کے قریب ریلوے لائن کے پشتے پر کچھ ٹمٹماتی ہوئی روشنیاں نظر آئیں اور ریل کی پٹریوں پر گولی چلنے کی آواز گونج گئی۔

جس وقت وہ باتو پہاڑی پر آنا کے گھر پہنچے مرغ بانگ دے رہے تھے۔ آنا جاتے ہی پلنگ پر لیٹ گئی۔ کورچاگن میز کے قریب بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا اور لہرا کر اوپر اٹھتے ہوئے دھوئیں کے سرمئی بادلوں کو دیکھ رہا تھا... اپنی زندگی میں اس نے یہ چوتھی بار قتل کیا تھا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ کیا ہمت واقعی کوئی چیز ہوتی ہے، ایک ایسی چیز جو ہمیشہ بالکل بے‌عیب شکل میں ظہور میں آتی ہے؟ اپنے اس سانحے کے دوران کے احساسات و تاثرات پر نظرثانی کرتے ہوئے اسے یہ تسلیم کرنا پڑا کہ شروع میں چند سیکنڈ تک جب ریوالور کا سیاہ منحوس دہانہ اس کے سامنے ناچ رہا تھا اس وقت اس کے دل پر واقعی ایک دھشت طاری ہو گئی تھی۔ ان دو تاریک سایوں کے بچ کر نکل جانے کی وجہ کیا محض یہ تھی کہ اس کی بینائی کچھ کمزور ہو

نے جب یہ دیکھا کہ وہ ابھی تک ڈر رہا ہے کہ کہیں اس پر گولی نہ چلا دی جائے تو وہ مڑکر کھنڈر کی طرف چلدیا ۔

کورچاگن کا ہاتھ فوراً جیب کی طرف گیا ۔ کاش اس کا ہاتھ کافی تیز چل سکے! وہ پھرتی سے گھوما اور بائیں ہاتھ بڑھا کر اس نے جلدی سے نشانہ لے کر گولی چلا دی ۔

اس غنڈے کو اپنی غلطی کا احساس بہت دیر میں ہوا ۔ قبل اس کے کہ وہ اپنا ہاتھ اٹھائے گولی اس کے پہلو میں پیوست ہو چکی تھی ۔

گولی لگتے ہی وہ ایک ہلکی سی چیخ مار کر چکر کھاتا ہوا سرنگ کی دیوار پر گرا اور دیوار میں اپنے پنجے گاڑنے کی ناکام کوشش کرتا ہوا وہ رفتہ رفتہ زمین پر ڈھیر ہو گیا ۔ کھنڈر سے ایک سایہ نکل کر نیچے نالے کی طرف چلا ۔ کورچاگن نے اسے نشانہ بنا کر ایک گولی اور چلائی ۔ اتنے میں ایک دوسرا سایہ اپنی کمر دوھری کئے چھتے کی تاریک گہرائیوں کی طرف تیر سا جھپٹا ۔ ایک اور گولی چلی ۔ وہ تاریک سایہ گولی سے اڑے ہوئے پلستر کی گرد میں اٹا ہوا ایک طرف کو کودا اور رات کی سیاھی میں گم ہو گیا ۔ رات کی خاموشی کو چیرتی ہوئی براؤننگ پستول سے ایک اور گولی چلی ۔ دیوار کے قریب وہ بڑی کھوپڑی والا غنڈہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر دم توڑ رہا تھا ۔

کورچاگن نے سہارا دے کر آنا کو اٹھایا ۔ ابھی اس پر جو کچھ گذری تھی اس سے وہ اتنی

اس غنڈے نے اپنی ٹوپی ٹھونس دی تھی۔ وہ بڑی کھوپڑی‌والا غنڈا جس کے ھاتھ میں کورچاگن کی زندگی اور موت کا فیصلہ تھا زنابالجبر کے اس مقام کی طرف اس طرح کھنچا چلا گیا جیسے جنگلی درندہ اپنے شکار کی طرف کھنچتا ھے۔ ظاھر تھا کہ وہ اس گروہ کا سردار تھا اور ان حالات میں ایک بےعمل تماشبین کا کردار اسے زیب نہیں دیتا تھا۔ جس چھوکرے کو وہ اپنی زد میں لئے کھڑا تھا وہ تو ابھی بالکل ناپخت چوزہ ھی تھا، ''ڈپو کے چھوکروں،، میں سے ایک معلوم ھوتا تھا۔ ایسے کل کے لونڈے سے کیا خطرہ ھو سکتا تھا۔

''اس کی کھوپڑی پر ایک دو ھاتھ کس‌کے رسید کر دو اور اس سے کہدو کہ کھیت چلا جائے۔ دم دبا کر بھاگےگا، سیدھا شہر پہنچ کر ھی دم لےگا۔ پلٹ کر ادھر دیکھےگا بھی نہیں۔،، غنڈوں کے سردار نے اپنی گرفت ڈھیلی کر دی۔

''بھاگ جاؤ یہاں سے... جس راستے آئے ھو اسی راستے لوٹ جاؤ اور اگر ذرا بھی چوں چپڑ کی تو گولی گدی کے پار ھو جائےگی۔،، یہ کہکر غنڈے نے ریوالور کی نلی کورچاگن کے ماتھے پر رکھ دی۔ ''بس اب رفو چکر ھو جاؤ،، اس نے بھرائی ھوئی آواز میں چپکے سے کہا اور ریوالور نیچے کرکے اسے یقین دلایا کہ اسے گولی کا خوف کھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

کورچاگن پیچھے کی طرف لڑکھڑایا اور اپنے قاتل پر نظر جما کر آڑا آڑا بھاگنے لگا۔ غنڈے

مستقل ریوالور کی نلی اس کی آنکھوں کے سامنے گھما رہا تھا۔

پاویل کی مبہوت و مسحور آنکھیں زندگی اور موت کی اس اعصاب شکن کش مکش میں ریوالور کے دہانے کے ساتھ ساتھ گھوم رہی تھیں۔ ریوالور کی نلی میں سے موت اسے گھور رہی تھی اور اس طرف سے اپنی آنکھیں ایک لمحہ کےلئے بھی ہٹانے کی نہ تو اس میں جرأت تھی نہ خواہش۔ وہ اپنے انجام کا منتظر تھا۔ لیکن قاتل نے گولی نہیں چلائی اور پاویل نے اپنی پھٹی ہوئی آنکھوں سے اس رہزن کا چہرہ، اس کی بڑی سی کھوپڑی، اس کا چوکور جبڑہ اور اس کی بڑھی ہوئی ڈاڑھی اور مونچھوں کی سیاھی دیکھی۔ لیکن ٹوپی کے چوڑے چھجے کے نیچے اس کی آنکھیں نہیں دکھائی دے رہی تھیں۔

کورچاگن نے کنکھیوں سے آنا کے کھریا جیسے سفید چہرے کی ایک مختصر جھلک دیکھی۔ ان تین غنڈوں میں سے ایک اسے گھسیٹ کر دیوار کے سوراخ میں لےجا رہا تھا۔ غنڈے نے اس کے ھاتھ بڑی بےرحمی سے مروڑ کر اسے زمین پر گرا دیا تھا۔ ایک دوسرا سایہ آنا کی طرف لپکا لیکن پاویل صرف سرنگ کی دیوار پر اس کا عکس ھی دیکھ پایا۔ اسے پیچھے سے کھنڈر کے اندر ھونےوالی ھاتھا پائی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ آنا اپنی جان کی بازی لگا کر لڑ رہی تھی۔ اس کی گھٹی ہوئی چیخ یک لخت رک گئی کیوں کہ اس کے منھ میں

کھڑا تھا۔ دو سال قبل توپ کے ایک بھاری سے گولے سے اس کا اندرونی حصہ بالکل مسمار ہو گیا تھا اور سامنے والا حصہ بھی کھنڈر بن چکا تھا۔ اب اس بنگلے کے نام پر سامنے والی دیوار میں صرف ایک بڑا سا سوراخ منھ پھاڑے سڑک کے کنارے بھکاری کی طرح کھڑا اپنی مفلسی اور بےسروسامانی کا مظاھرہ کر رھا تھا۔ اوپر پشتے پر ایک ریل گاڑی گڑگڑاتی ھوئی گذر گئی۔

''اب تو ھم بالکل گھر کے قریب پہنچ گئے،، آنا نے اطمینان کا سانس لے کر کہا۔

پاویل نے چوری چوری اپنا ھاتھ چھڑانے کی کوشش کی لیکن آنا بھلا کب چھوڑنے والی تھی۔ وہ اس ویران بنگلے کے سامنے سے گذرے۔

یک‌بیک ان کے پیچھے بھاگتے ھوئے قدموں اور گہرے گہرے سانس لینے کی آواز آئی۔ وہ دونوں ناگہانی پکڑے گئے تھے۔

کورچاگن نے جھٹکا دے کر اپنا بازو چھڑانے کی کوشش کی لیکن آنا دھشت‌زدہ ھوکر پوری طاقت کے ساتھ اس سے چمٹی رھی۔ اور جب تک وہ اپنا بازو چھڑائے چھڑائے موقع ھاتھ سے نکل گیا تھا۔ اس کی گردن ایک آھنی شکنجے میں جکڑ لی گئی اور دوسرے ھی لمحے قاتل نے اسے جھٹکا دے کر اپنے روبرو کھڑا کر لیا۔ اس نے اپنا ھاتھ بڑھا کر پاویل کی قمیص کا کالر اتنے کس کر اینٹھا کہ اس کا دم گھٹتے گھٹتے بچا۔ وہ اس کے چہرے کے سامنے ایک ریوالور تانے ھوئے تھا اور

کھنچے ہوئے ابرو چمک اٹھتے تھے، یہ سب دیکھکر آنا کے تمام خوف دور ہو گئے۔

ریلوے کے گودام پیچھے رہ گئے تھے۔ ایک چھوٹی سی کھاڑی تھی جس پر پل بنا ہوا تھا۔ انہوں نے اس پل کو پار کیا اور ریلوے لائن کے نیچے نیچے چلنےوالی سرنگ کی طرف جانےوالی سڑک پر بڑھتے رہے۔ یہی سرنگ شہر کے اس حصے کو ریلوے کے علاقے سے جوڑتی تھی۔

اسٹیشن کی عمارت ان کی داھنی طرف بہت پیچھے چھوٹ گئی تھی۔ ریلوے یارڈ کے آگے جاکر یہ سڑک ایک بند گلی سے مل جاتی تھی۔ وہ دونوں اپنی منزل کے بہت قریب پہنچ گئے تھے۔

اوپر ریلوے لائن کے کنارے سگنلوں اور پٹری بدلنےوالے سوئچوں کی رنگین بتیاں تاریکی میں اپنی آنکھیں جھپکا رہی تھیں۔ اور ریلوے یارڈ کے قریب ایک انجن دن کا کام ختم کرکے گاڑی سے علیحدہ ہوکر رات بھر کےلئے گھر جاتے وقت تھکی ہوئی آھیں بھر رہا تھا۔

ریل کی سرنگ کے باھر ایک زنگآلود کڑے سے سڑک کی بتی لٹک رہی تھی جو ہوا کے جھونکوں سے ھل جاتی تھی اور اس کی دھندلی زرد روشنی سرنگ کی ایک دیوار سے دوسری دیوار تک جھول رہی تھی۔

سرنگ سے تقریباً دس گز کے فاصلے پر بڑی سڑک کے کنارے ایک چھوٹا سا بنگلہ تن تنہا

بیٹھ گیا۔ وہ بڑی فکرمندی سے تاریکی میں گھور رہی تھی اور اپنے ساتھی کے سوالوں کا جواب بہت گھبراکر اٹک اٹک کر دے رہی تھی۔ دور ایک سایہ دیکھ کر وہ بہت دہشت‌زدہ ہوئی۔ لیکن قریب پہنچنے پر جب وہ سایہ ٹیلیفون کے کھمبے سے زیادہ ڈراؤنی چیز نہیں ثابت ہوا تو وہ زور سے ہنس پڑی اور اس نے پاویل سے اپنی گھبراہٹ کا اقرار کیا۔ اس نے پاویل کا بازو پکڑ لیا اور اس کا کندھا اپنے کندھے سے ملاکر اسے بہت تقویت حاصل ہوئی۔

"میں ابھی ہوں تو تیئیس برس کی لیکن ڈرتی ایسا ہوں جیسے بوڑھی عورتیں۔ لیکن اگر تم کہو کہ میں بزدل ہوں تو یہ بات نہیں ہے۔ مگر آج رات مجھے نہ جانے کیوں اتنا ڈر لگ رہا ہے۔ اگرچہ تم ساتھ ہو اس لئے میں بالکل محفوظ محسوس کر رہی ہوں۔ لیکن سچ‌مچ میں اپنے خوف پر بہت شرمندہ ہوں۔"

تاریک رات، راستے کی ویرانی اور شہر کے گرد و نواح کے علاقے میں پرسوں رات ایک ہولناک قتل کی خبر سے جو ان لوگوں نے ابھی میٹنگ میں سنی تھی، آنا کے دل میں کافی دہشت بیٹھ گئی تھی۔ لیکن پاویل کا اطمینان اور اس کی جلتی ہوئی سگریٹ کی مدھم سی روشنی جو اس کے چہرے کے ایک حصے کو لمحہ بھر کےلئے روشن کر دیتی تھی اور جس میں دلیری کا ثبوت دینےوالے اس کے

"میری رائے میں تو آج رات تم میرے گھر پر ہی رہ جاؤ"، اولگا نے تجویز کی۔ "بہت دیر ہو گئی ہے اور تمہیں جانا بھی بہت دور ہے۔"

لیکن آنا نے انکار کردیا۔ "پاویل نے کہا ہے کہ وہ مجھے گھر تک پہنچا آئےگا"، اس نے جواب دیا۔

پانکراتوف اور اولگا تو بڑی سڑک کی طرف چلے گئے اور وہ دونوں پہاڑی پر ہوکر سولوسینکا جانےوالی سڑک پر چلدئے۔

وہ رات بہت تاریک تھی اور گھٹن بھی کافی تھی۔ میٹنگ میں شریک ہونےوالے لوگ جس وقت اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہوئے اس وقت تمام شہر سو رہا تھا۔ رفتہ رفتہ ان کے قدموں کی آہٹ اور ان کی آوازیں بھی رات کی خاموشی میں کھو گئیں۔ آنا اور پاویل شہر کے وسطی علاقے سے تیز قدم بڑھاتے ہوئے شہر سے باہر کی طرف چلے جا رہے تھے۔ سنسان بازار میں انہیں گشتی پہرےداروں کے ایک دستے نے روکا اور ان کے کاغذات کی جانچ کرنے کے بعد چھوڑ دیا۔ وہ دونوں سایہدار کشادہ سڑک پار کرکے ایک اندھیری ویران سڑک پر آنکلے جو ایک خالی میدان میں سے ہوکر جاتی تھی۔ بائیں طرف گھوم کر وہ ریلوے کے خاص گوداموں کے متوازی جانےوالی سڑک پر چلنے لگے۔ یہ گودام سیمنٹ کی ہیبتناک تاریک عمارتوں کے ایک سلسلے کی شکل میں یہاں سے وہاں تک پھیلے ہوئے تھے۔ آنا کے دل میں ایک موہوم سا خوف

''اچھا، دوست، تم لوگ ناچو - میں اور سورا تو چلے - ''

ایک دن شام کو آنا بورھارٹ یوں ھی آکونیف سے ملنے اس کے گھر گئی - اس وقت وھاں کورچاگن اکیلا ھی تھا -

''پاویل، کیا تم بہت مصروف ھو؟ کیا تم میرے ساتھ شہر کی سوویت کے مکمل اجلاس نہیں چل سکتے؟ میں اکیلے نہیں جانا چاھتی - خصوصاً اس لئے کہ وھاں سے لوٹنے میں بڑی دیر ھو جائے گی - ''

کورچاگن فوراً چلنے کو تیار ھو گیا - وہ اپنا پلنگ کے سرھانے ٹنگا ھوا ساؤزر پستول بھی لے جانا چاھتا تھا لیکن پھر اس نے سوچا کہ وہ بہت بھاری ھوگا - اس لئے اس نے میز کی دراز میں سے آکونیف کا ریوالور نکالکر اپنی جیب میں ڈال لیا - اس نے آکونیف کے نام ایک پرچہ لکھکر چھوڑ دیا اور کمرہ بند کرکے چابی ایسی جگہ چھپا کر رکھدی کہ آکونیف کے علاوہ اور کسی کو نہ ملے -

تھیٹر میں جہاں وہ مکمل اجلاس ھو رھا تھا ان کی ملاقات پانکراتوف اور اولگا یورینیوا سے ھوئی - وہ سب لوگ ھال میں اکٹھے بیٹھے اور وقفوں میں سب ایک ساتھ باھر ٹہلنے گئے - جیسا کہ آنا کو اندیشہ تھا میٹنگ بہت دیر میں ختم ھوئی -

سورا کو احساس ہوا کہ اس کے ساتھی کو اس کا انداز کچھ پسند نہیں آیا تھا۔ کورچاگن کے چہرے پر ایک حقارت آمیز مسکراہٹ دیکھ کر اس نے "کبوتروں کو دانہ چگانے" سے صاف انکار کر دیا۔ وہ دونوں کچھ دیر تک وہاں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ اس عرصے میں سورا نے اپنے بارے میں بہت سی باتیں بتائیں۔ اتنے میں زیلینووا وہاں آئی۔

"میں تمہیں اکارڈین لا دوں؟" اس نے پاویل سے پوچھا۔ اور پھر سورا پر ایک شرارت بھری نظر ڈال کر کہا: "اچھا تو اتنی دیر میں تم نے دوستی بھی کرلی؟"

پاویل نے کاتیا کو زبردستی اپنی میز پر بٹھا لیا اور چاروں طرف شور و غل اور قہقہوں کا فائدہ اٹھا کر اس نے کہا:

"میں اکارڈین نہیں بجاؤں گا۔ میں اور سورا تو جا رہے ہیں۔"

"اوخو! اوہو! تو آپ کو یہ سب بہت ناگوار گذرا ہے کیوں؟" زیلینووا نے طعنہ دیا۔

"ہاں یہی بات ہے۔ اچھا، کاتیا، یہ بتاؤ کہ ہمارے علاوہ یہاں اور بھی کوئی کمسومول والا ہے یا ہمیں اکیلے 'کبوتر باز' ہیں؟"

"ارے نہیں۔ یہ مذاق تو اب ختم ہو گیا" کاتیا نے اسے منانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "اب ہم لوگ ناچنے جا رہے ہیں۔"

کورچاگن کھڑا ہو گیا۔

پاویل نے اس کے سوال کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ پھر بھی اس کے دل میں اس لڑکی کی بابت اور زیادہ معلومات حاصل کرنے کی خواهش پیدا هوئی۔ اس نے سورا سے کئی سوال پوچھے جن کا اس نے بڑی خوشی سے جواب دیا۔ چند هی سنٹ بعد پاویل یه معلوم کر چکا تھا که وہ ثانوی اسکول میں پڑھتی تھی، اس کا باپ کار کی ورکشاپ میں کام کرتا تھا۔ اور وہ پاویل کو بہت عرصے سے جانتی تھی اور اس کے ساتھ جان پہچان پیدا کرنے کی خواهش رکھتی تھی۔

''تمہارا پورا نام کیا هے؟،، پاویل نے پوچھا۔

''سورا والنتسیوا ۔،،

''تمہارا بھائی یارڈ کے کمسومول کی تنظیم کا سکرٹری هے نا؟،،

''هاں ۔،،

اب پاویل اسے پہچان گیا تھا۔ ظاهر تھا که والنتسیف نے، جوکه ضلع کی کمسومول تنظیم کے سب سے زیادہ سرگرم کارکنوں میں سے ایک تھا، اپنی بہن کی تربیت کی طرف کوئی توجه نہیں کی تھی اور وہ ایک عاسیانه خیالات کی جاهل اور سطحی لڑکی بنتی جا رهی تھی۔ گذشته ایک سال کے دوران میں وہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ بوسے بازی کی ایسی ستعدد پارٹیوں میں شریک هو چکی تھی۔ اس نے پاویل کو بتایا که وہ اسے کئی بار اپنے بھائی کے گھر پر دیکھ چکی تھی۔

کی قصباتی زندگی سے ہمیشہ کےلئے ناتا توڑ چکا تھا اس لئے اسے یہ پارٹی انتہائی قابل نفرت اور کچھ مضحکہ‌خیز معلوم ہو رہی تھی۔

لیکن پھر بھی وہ پھولوں کے نام والے تاش کے پتے ھاتھ میں لئے وھاں بیٹھا تھا۔

اس تاش کے پتے پر اس نے لفظ ''وائیلیٹ،، کے سامنے یہ تحریر پڑھی: ''میں تمہیں بہت پسند کرتی ہوں۔ ،،

پاویل نے اس لڑکی کی طرف دیکھا۔ اس نے بھی بلاکسی جھجک یا پریشانی کے اسے جواباً دیکھا۔

''کیوں؟،،

اس نے یہ سوال بہت ھی روکھےپن سے کیا تھا۔ لیکن سورا پہلے ھی سے جواب سوچے بیٹھی تھی۔

''گلاب،، اس نے زیرلب کہا اور اسے دوسرا پتا تھما دیا۔

''گلاب،، والے پتے پر یہ خرافات درج تھی: ''تم میرےلئے معیاری آدمی‌ھو۔'' کورچاگن اس لڑکی کی طرف مخاطب ھوا اور شعوری طور پر اپنے لہجے میں نرمی لانے کی کوشش کرتے ھوئے اس نے پوچھا:

''آخر تم ان سب خرافات باتوں میں حصہ کیوں لیتی ھو؟،،

مورا یہ سنکر اتنی حیران ھوئی کہ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کہے۔

''کیا تم برا مان گئے؟،، اس نے نخرے کے ساتھ اپنا ھونٹ لٹکا کر پوچھا۔

''اچھا، دوست، تم لوگ ناچو ۔ میں اور سورا
ؤ چلے ۔ ''

ایک دن شام کو آنا بورھارٹ یوں ھی آکونیف
سے ملنے اس کے گھر گئی ۔ اس وقت وھاں کورچاگن
کیلا ھی تھا ۔

''پاویل، کیا تم بہت مصروف ھو؟ کیا
تم میرے ساتھ شہر کی سوویت کے مکمل اجلاس
نہیں چل سکتے؟ میں اکیلے نہیں جانا چاھتی ۔
خصوصاً اس لئے کہ وھاں سے لوٹنے میں بڑی دیر
ھو جائے گی ۔ ''

کورچاگن فوراً چلنے کو تیار ھو گیا ۔ وہ
اپنا پلنگ کے سرھانے ٹنگا ھوا ساؤزر پستول بھی لے
جانا چاھتا تھا لیکن پھر اس نے سوچا کہ وہ بہت
بھاری ھوگا ۔ اس لئے اس نے میز کی دراز میں سے
آکونیف کا ریوالور نکالکر اپنی جیب میں ڈال
لیا ۔ اس نے آکونیف کے نام ایک پرچہ لکھکر چھوڑ
دیا اور کمرہ بند کرکے چابی ایسی جگہ چھپا کر
رکھدی کہ آکونیف کے علاوہ اور کسی کو
نہ ملے ۔

تھیٹر میں جہاں وہ مکمل اجلاس ھو رھا
تھا ان کی ملاقات پانکراتوف اور اولگا یورینیوا
سے ھوئی ۔ وہ سب لوگ ھال میں اکٹھے بیٹھے اور
وقفوں میں سب ایک ساتھ باھر ٹہلنے گئے ۔ جیسا
کہ آنا کو اندیشہ تھا میٹنگ بہت دیر میں
ختم ھوئی ۔

سورا کو احساس ہوا کہ اس کے ساتھی کو اس کا انداز کچھ پسند نہیں آیا تھا۔ کورچاگن کے چہرے پر ایک حقارت‌آمیز مسکراہٹ دیکھ کر اس نے ''کبوتروں کو دانہ چگانے'' سے صاف انکار کر دیا۔ وہ دونوں کچھ دیر تک وہاں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ اس عرصے میں سورا نے اپنے بارے میں بہت سی باتیں بتائیں۔ اتنے میں زیلینووا وہاں آئی۔

''میں تمہیں اکارڈین لا دوں؟'' اس نے پاویل سے پوچھا۔ اور پھر سورا پر ایک شرارت بھری نظر ڈال کر کہا: ''اچھا تو اتنی دیر میں تم نے دوستی بھی کرلی؟''

پاویل نے کاتیا کو زبردستی اپنی میز پر بٹھا لیا اور چاروں طرف شور و غل اور قہقہوں کا فائدہ اٹھا کر اس نے کہا:

''میں اکارڈین نہیں بجاؤں گا۔ میں اور سورا تو جا رہے ہیں۔''

''اوخو! اوھو! تو آپ کو یہ سب بہت ناگوار گذرا ہے کیوں؟'' زیلینووا نے طعنہ دیا۔

''ھاں یہی بات ہے۔ اچھا، کاتیا، یہ بتاؤ کہ ھمارے علاوہ یہاں اور بھی کوئی کمسومول والا ہے یا ھمیں اکیلے 'کبوتر باز' ہیں؟''

''ارے نہیں۔ یہ مذاق تو اب ختم ہو گیا'' کاتیا نے اسے منانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''اب ھم لوگ ناچنے جا رہے ہیں۔''

کورچاگن کھڑا ہو گیا۔

بیٹھ گیا۔ وہ بڑی فکرمندی سے تاریکی میں گھور رہی تھی اور اپنے ساتھی کے سوالوں کا جواب بہت گھبرا کر اٹک اٹک کر دے رہی تھی۔ دور ایک سایہ دیکھ کر وہ بہت دہشت زدہ ہوئی۔ لیکن قریب پہنچنے پر جب وہ سایہ ٹیلیفون کے کھمبے سے زیادہ ڈراؤنی چیز نہیں ثابت ہوا تو وہ زور سے ہنس پڑی اور اس نے پاویل سے اپنی گھبراہٹ کا اقرار کیا۔ اس نے پاویل کا بازو پکڑ لیا اور اس کا کندھا اپنے کندھے سے ملا کر اسے بہت تقویت حاصل ہوئی۔

"میں ابھی ہوں تو تیئیس برس کی لیکن ڈرتی ایسا ہوں جیسے بوڑھی عورتیں۔ لیکن اگر تم کہو کہ میں بزدل ہوں تو یہ بات نہیں ہے۔ مگر آج رات مجھے نہ جانے کیوں اتنا ڈر لگ رہا ہے۔ اگرچہ تم ساتھ ہو اس لئے میں بالکل محفوظ محسوس کر رہی ہوں۔ لیکن سچ سچ میں اپنے خوف پر بہت شرمندہ ہوں۔"

تاریک رات، راستے کی ویرانی اور شہر کے گرد و نواح کے علاقے میں پرسوں رات ایک ہولناک قتل کی خبر سے جو ان لوگوں نے ابھی میٹنگ میں سنی تھی، آنا کے دل میں کافی دہشت بیٹھ گئی تھی۔ لیکن پاویل کا اطمینان اور اس کی جلتی ہوئی سگریٹ کی مدھم سی روشنی جو اس کے چہرے کے ایک حصے کو لمحہ بھر کےلئے روشن کر دیتی تھی اور جس میں دلیری کا ثبوت دینےوالے اس کے

''میری رائے میں تو آج رات تم میرے گھر پر ھی رہ جاؤ،، اولگا نے تجویز کی۔ ''بہت دیر ھو گئی ھے اور تمہیں جانا بھی بہت دور ھے۔،،

لیکن آنا نے انکار کردیا۔ ''پاویل نے کہا ھے کہ وہ مجھے گھر تک پہنچا آئے گا،، اس نے جواب دیا۔

پانکراتوف اور اولگا تو بڑی سڑک کی طرف چلے گئے اور وہ دونوں پہاڑی پر ھوکر سولوسینکا جانےوالی سڑک پر چلدئیے۔

وہ رات بہت تاریک تھی اور گھٹن بھی کافی تھی۔ میٹنگ میں شریک ھونےوالے لوگ جس وقت اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ ھوئے اس وقت تمام شہر سو رہا تھا۔ رفتہ رفتہ ان کے قدموں کی آھٹ اور ان کی آوازیں بھی رات کی خاموشی میں کھو گئیں۔ آنا اور پاویل شہر کے وسطی علاقے سے تیز قدم بڑھاتے ھوئے شہر سے باھر کی طرف چلے جا رھے تھے۔ سنسان بازار میں انہیں گشتی پہرےداروں کے ایک دستے نے روکا اور ان کے کاغذات کی جانچ کرنے کے بعد چھوڑ دیا۔ وہ دونوں سایہ‌دار کشادہ سڑک پار کرکے ایک اندھیری ویران سڑک پر آنکلے جو ایک خالی میدان میں سے ھوکر جاتی تھی۔ بائیں طرف گھوم کر وہ ریلوے کے خاص گوداموں کے متوازی جانےوالی سڑک پر چلنے لگے۔ یہ گودام سیمنٹ کی ھیبتناک تاریک عمارتوں کے ایک سلسلے کی شکل میں یہاں سے وھاں تک پھیلے ھوئے تھے۔ آنا کے دل میں ایک موھوم سا خوف

کھڑا تھا۔ دو سال قبل توپ کے ایک بھاری سے گولے سے اس کا اندرونی حصہ بالکل مسمار ہو گیا تھا اور سامنےوالا حصہ بھی کھنڈر بن چکا تھا۔ اب اس بنگلے کے نام پر سامنےوالی دیوار میں صرف ایک بڑا سا سوراخ منھ پھاڑے سڑک کے کنارے بھکاری کی طرح کھڑا اپنی مفلسی اور بےسروسامانی کا مظاهرہ کر رہا تھا۔ اوپر پشتے پر ایک ریل گاڑی گڑگڑاتی ہوئی گذر گئی۔

''اب تو ہم بالکل گھر کے قریب پہنچ گئے،، آنا نے اطمینان کا سانس لےکر کہا۔

پاویل نے چوری چوری اپنا ھاتھ چھڑانے کی کوشش کی لیکن آنا بھلا کب چھوڑنےوالی تھی۔ وہ اس ویران بنگلے کے سامنے سے گذرے۔

یکبیک ان کے پیچھے بھاگتے ہوئے قدموں اور گہرے گہرے سانس لینے کی آواز آئی۔ وہ دونوں ناگہانی پکڑے گئے تھے۔

کورچاگن نے جھٹکا دےکر اپنا بازو چھڑانے کی کوشش کی لیکن آنا دھشتزدہ ہوکر پوری طاقت کے ساتھ اس سے چمٹی رہی۔ اور جب تک وہ اپنا بازو چھڑائے چھڑائے موقع ھاتھ سے نکل گیا تھا۔ اس کی گردن ایک آھنی شکنجے میں جکڑ لی گئی اور دوسرے ھی لمحے قاتل نے اسے جھٹکا دےکر اپنے روبرو کھڑا کر لیا۔ اس نے اپنا ھاتھ بڑھاکر پاویل کی قمیص کا کالر اتنے کس کر اینٹھا کہ اس کا دم گھٹتے گھٹتے بچا۔ وہ اس کے چہرے کے سامنے ایک ریوالور تانے ہوئے تھا اور

کھنچے ہوئے ابرو چمک اٹھتے تھے، یہ سب دیکھکر آنا کے تمام خوف دور ہو گئے۔

ریلوے کے گودام پیچھے رہ گئے تھے۔ ایک چھوٹی سی کھاڑی تھی جس پر پل بنا ہوا تھا۔ انہوں نے اس پل کو پار کیا اور ریلوے لائن کے نیچے نیچے چلنےوالی سرنگ کی طرف جانےوالی سڑک پر بڑھتے رہے۔ یہی سرنگ شہر کے اس حصے کو ریلوے کے علاقے سے جوڑتی تھی۔

اسٹیشن کی عمارت ان کی داھنی طرف بہت پیچھے چھوٹ گئی تھی۔ ریلوے یارڈ کے آگے جاکر یہ سڑک ایک بند گلی سے مل جاتی تھی۔ وہ دونوں اپنی منزل کے بہت قریب پہنچ گئے تھے۔

اوپر ریلوے لائن کے کنارے سگنلوں اور پٹری بدلنےوالے سوئچوں کی رنگین بتیاں تاریکی میں اپنی آنکھیں جھپکا رہی تھیں۔ اور ریلوے یارڈ کے قریب ایک انجن دن کا کام ختم کرکے گاڑی سے علیحدہ ھوکر رات بھر کےلئے گھر جاتے وقت تھکی ہوئی آھیں بھر رہا تھا۔

ریل کی سرنگ کے باھر ایک زنگآلود کڑے سے سڑک کی بتی لٹک رہی تھی جو ھوا کے جھونکوں سے ھل جاتی تھی اور اس کی دھندلی زرد روشنی سرنگ کی ایک دیوار سے دوسری دیوار تک جھول رہی تھی۔

سرنگ سے تقریباً دس گز کے فاصلے پر بڑی سڑک کے کنارے ایک چھوٹا سا بنگلہ تن تنہا

اس غنڈے نے اپنی ٹوپی ٹھونس دی تھی۔ وہ بڑی کھوپڑی والا غنڈا جس کے ھاتھ میں کورچاگن کی زندگی اور موت کا فیصلہ تھا زنابالجبر کے اس مقام کی طرف اس طرح کھنچا چلا گیا جیسے جنگلی درندہ اپنے شکار کی طرف کھنچتا ہے۔ ظاھر تھا کہ وہ اس گروہ کا سردار تھا اور ان حالات میں ایک بےعمل تماشبین کا کردار اسے زیب نہیں دیتا تھا۔ جس چھوکرے کو وہ اپنی زد میں لئے کھڑا تھا وہ تو ابھی بالکل ناپختہ چوزہ ھی تھا، ''ڈپو کے چھوکروں،، میں سے ایک معلوم ھوتا تھا۔ ایسے کل کے لونڈے سے کیا خطرہ ھو سکتا تھا۔

''اس کی کھوپڑی پر ایک دو ھاتھ کس کے رسید کر دو اور اس سے کہدو کہ کھیت چلا جائے۔ دم دبا کر بھاگے گا، سیدھا شہر پہنچ کر ھی دم لے گا۔ پلٹ کر ادھر دیکھے گا بھی نہیں۔،، غنڈوں کے سردار نے اپنی گرفت ڈھیلی کر دی۔

''بھاگ جاؤ یہاں سے... جس راستے آئے ھو اسی راستے لوٹ جاؤ اور اگر ذرا بھی چوں چپڑ کی تو گولی گدی کے پار ھو جائے گی۔،، یہ کہکر غنڈے نے ریوالور کی نلی کورچاگن کے ماتھے پر رکھ دی۔ ''بس اب رفو چکر ھو جاؤ،، اس نے بھرائی ھوئی آواز میں چپکے سے کہا اور ریوالور نیچے کرکے اسے یقین دلایا کہ اسے گولی کا خوف کھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

کورچاگن پیچھے کی طرف لڑکھڑایا اور اپنے قاتل پر نظر جما کر آڑا بھاگنے لگا۔ غنڈے

مستقل ریوالور کی نلی اس کی آنکھوں کے سامنے گھما رہا تھا۔

پاویل کی مبہوت و مسحور آنکھیں زندگی اور موت کی اس اعصاب شکن کش مکش میں ریوالور کے دھانے کے ساتھ ساتھ گھوم رہی تھیں۔ ریوالور کی نلی میں سے موت اسے گھور رہی تھی اور اس طرف سے اپنی آنکھیں ایک لمحہ کےلئے بھی ہٹانے کی نہ تو اس میں جرأت تھی نہ خواہش۔ وہ اپنے انجام کا منتظر تھا۔ لیکن قاتل نے گولی نہیں چلائی اور پاویل نے اپنی پھٹی ہوئی آنکھوں سے اس رہزن کا چہرہ، اس کی بڑی سی کھوپڑی، اس کا چوکور جبڑہ اور اس کی بڑھی ہوئی ڈاڑھی اور مونچھوں کی سیاھی دیکھی۔ لیکن ٹوپی کے چوڑے چھجے کے نیچے اس کی آنکھیں نہیں دکھائی دے رہی تھیں۔

کورچاگن نے کنکھیوں سے آنا کے کھریا جیسے سفید چہرے کی ایک مختصر جھلک دیکھی۔ ان تین غنڈوں میں سے ایک اسے گھسیٹ کر دیوار کے سوراخ میں لےجا رہا تھا۔ غنڈے نے اس کے ھاتھ بڑی بےرحمی سے مروڑکر اسے زمین پر گرا دیا تھا۔ ایک دوسرا سایہ آنا کی طرف لپکا لیکن پاویل صرف سرنگ کی دیوار پر اس کا عکس ھی دیکھ پایا۔ اسے پیچھے سے کھنڈر کے اندر ھونےوالی ھاتھا پائی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ آنا اپنی جان کی بازی لگاکر لڑ رہی تھی۔ اس کی گھٹی ھوئی چیخ یک لخت رک گئی کیوں کہ اس کے منھ میں

دهشت زدہ ہو گئی تھی کہ وہ اس تڑپتے ہوئے غنڈے کو تکتی رہی پھر بھی اسے یقین نہیں ہوا کہ وہ اب بالکل محفوظ ہے۔

کورچاگن اسے روشنی کے دائرے سے ہٹا کر واپس شہر کی طرف اندھیرے میں گھسیٹ لے گیا۔ جس وقت وہ دونوں بھاگتے ہوئے اسٹیشن کی طرف جا رہے تھے سرنگ کے قریب ریلوے لائن کے پشتے پر کچھ ٹمٹماتی ہوئی روشنیاں نظر آئیں اور ریل کی پٹریوں پر گولی چلنے کی آواز گونج گئی۔

جس وقت وہ باتو پہاڑی پر آنا کے گھر پہنچے مرغ بانگ دے رہے تھے۔ آنا جاتے ہی پلنگ پر لیٹ گئی۔ کورچاگن میز کے قریب بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا اور لہرا کر اوپر اٹھتے ہوئے دھوئیں کے سرمئی بادلوں کو دیکھ رہا تھا... اپنی زندگی میں اس نے یہ چوتھی بار قتل کیا تھا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ کیا ہمت واقعی کوئی چیز ہوتی ہے، ایک ایسی چیز جو ہمیشہ بالکل بے عیب شکل میں ظہور میں آتی ہے؟ اپنے اس سانحے کے دوران کے احساسات و تاثرات پر نظرثانی کرتے ہوئے اسے یہ تسلیم کرنا پڑا کہ شروع میں چند سیکنڈ تک جب ریوالور کا سیاہ منحوس دہانہ اس کے سامنے ناچ رہا تھا اس وقت اس کے دل پر واقعی ایک دہشت طاری ہو گئی تھی۔ ان دو تاریک سایوں کے بچ کر نکل جانے کی وجہ کیا محض یہ تھی کہ اس کی بینائی کچھ کمزور ہو

نے جب یہ دیکھا کہ وہ ابھی تک ڈر رہا ہے کہ کہیں اس پر گولی نہ چلا دی جائے تو وہ مڑکر کھنڈر کی طرف چلدیا۔

کورچاگن کا ہاتھ فوراً جیب کی طرف گیا۔ کاش اس کا ہاتھ کافی تیز چل سکے! وہ پھرتی سے گھوما اور بائیں ہاتھ بڑھاکر اس نے جلدی سے نشانہ لےکر گولی چلا دی۔

اس غنڈے کو اپنی غلطی کا احساس بہت دیر میں ہوا۔ قبل اس کے کہ وہ اپنا ہاتھ اٹھائے گولی اس کے پہلو میں پیوست ہو چکی تھی۔

گولی لگتے ہی وہ ایک ہلکی سی چیخ مارکر چکر کھاتا ہوا سرنگ کی دیوار پر گرا اور دیوار میں اپنے پنجے گاڑنے کی ناکام کوشش کرتا ہوا وہ رفتہ رفتہ زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ کھنڈر سے ایک سایہ نکل‌کر نیچے نالے کی طرف چلا۔ کورچاگن نے اسے نشانہ بناکر ایک گولی اور چلائی۔ اتنے میں ایک دوسرا سایہ اپنی کمر دوہری کئے چھتے کی تاریک گہرائیوں کی طرف تیر سا جھپٹا۔ ایک اور گولی چلی۔ وہ تاریک سایہ گولی سے اڑے ہوئے پلستر کی گرد میں اٹا ہوا ایک طرف کو کودا اور رات کی سیاہی میں گم ہو گیا۔ رات کی خاموشی کو چیرتی ہوئی براؤننگ پستول سے ایک اور گولی چلی۔ دیوار کے قریب وہ بڑی کھوپڑی‌والا غنڈہ ایڑیاں رگڑرگڑکر دم توڑ رہا تھا۔

کورچاگن نے سہارا دےکر آنا کو اٹھایا۔ ابھی اس پر جو کچھ گذری تھی اس سے وہ اتنی

تاریکی میں غائب نہیں ہو گیا، تب تک وہ دھلیز پر کھڑی اس کی طرف دیکھتی رہی۔

ریلوے کے سنتریوں کےلئے وہ قتل ایک معمه بن کر رہ گیا تھا لیکن کورچاگن کی رپورٹ سے مسئله بالکل حل ہو گیا۔ یه تو فوراً پہچان لیا گیا تھا که وہ لاش فمکا نامی ایک نمبری بدمعاش کی تھی جو کئی بار کا سزایافته قاتل اور ڈاکو تھا۔

دوسرے دن ریل کی سرنگ‌والے اس واقعے کا ذکر ہر شخص کی زبان پر تھا۔ اور یہی واقعه پاویل اور سویتائیف کی ایک اچانک ٹکر کا سبب بن گیا۔

سویتائیف کام کے اوقات ھی کے دوران میں ورکشاپ میں آیا اور کورچاگن کو باهر بلا لے گیا۔ خاموشی کے ساتھ اس کے آگے آگے چلتے ہوئے سویتائیف اسے برآمده کے دوروالے کونے میں لے گیا۔ وہ بہت ہیجانی حالت میں تھا اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا که بات کی ابتدا کس طرح کرے۔ آخرکار اس نے ایک دم سوال کر ھی ڈالا:

”مجھے بتاؤ کل کیا ھوا تھا؟“

”میرا تو خیال تھا که تمہیں معلوم ھوگا۔“

سویتائیف نے بےچینی سے اپنے کندھے جھٹکے۔ پاویل کو یه علم نہیں تھا که ریل کی سرنگ‌والے واقعے میں سویتائیف کو دوسروں کی به نسبت زیادہ دلچسپی تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا که اسکی تمام

گئی ہے اور؟ اسے بائیں ہاتھ سے گولی چلانی پڑی تھی؟ نہیں، ایسا نہیں تھا۔ وہ لوگ چند ہی قدموں کے فاصلے پر تھے اور اس کا نشانہ اس طرح چوکنا نہیں چاہئے تھا لیکن ذہنی کشاکش اور تعجیل کی وجہ سے، جو خوف و اضطراب کی بین علامتیں ہیں، اس کا ہاتھ کانپ گیا تھا۔

میز پر رکھے ہوئے لیمپ کی روشنی میں اس کا سر صاف نظر آ رہا تھا۔ آنا ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ رہی تھی اور اس کے چہرے کی ہر حرکت کو ذہن‌نشین کرتی جا رہی تھی۔ اس کی آنکھیں بالکل پرسکون تھیں، صرف اس کی پیشانی پر پڑے ہوئے بل اس کے شدید ذہنی غور و فکر کی غمازی کر رہے تھے۔

''کیا سوچ رہے ہو، پاویل؟،،

اس اچانک سوال سے چونک کر اس کے خیالات روشنی کے حلقے سے باہر دھوئیں کی طرح ادھر ادھر پھیل گئے اور اس کے ذہن میں جو بات سب سے پہلے آئی وہی اس نے کہدی:

''مجھے کمانڈانٹ کے دفتر جا کر فوراً اس معاملے کی رپورٹ کرنی چاہئے۔،،

وہ بڑی بےدلی سے اٹھا۔ وہ بہت تھکن محسوس کر رہا تھا۔

آنا اس کا ہاتھ تھامے رہی کیوں‌کہ وہ وہاں اکیلے رہنے کے تصور سے گھبرا رہی تھی۔ پھر وہ اسے دروازہ تک چھوڑنے گئی اور جب تک وہ نوجوان جس کا اس پر اتنا بڑا احسان تھا رات کی

اندازہ ہونے لگا کہ اس شخص کو کیا چیز پریشان کر رہی تھی۔ "اگر اسے آنا میں کوئی خاص دلچسپی نہ ہوتی تو وہ اس واقعے پر اس قدر پریشان نہ ہو جاتا۔ لیکن اگر آنا سچ مچ اسے عزیز ہے تو..." اور اس سوال میں آنا کی طرف جو توھین آمیز رویہ پوشیدہ تھا اس پر پاویل جل اٹھا:

"آخر تم یہ کیوں جاننا چاہتے ہو؟"

سویتائیف نے بدبدا کر چند بےربط سے فقرے کہے۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ پاویل اس کے شبہات کو بخوبی سمجھتا ہے اس لئے اس نے غصہ ہو کر کہا:

"دیکھو، الٹے مجھ سے سوال کرکے مجھے چکمہ دینے کی کوشش نہ کرو۔ میں صرف اپنے سوال کا سیدھا سیدھا جواب چاہتا ہوں۔"

"کیا تم آنا سے محبت کرتے ہو؟"

کچھ دیر تک خاموشی رہی۔ آخرکار سویتائیف نے بڑی کوشش کرکے جواب دیا:

"ہاں۔"

کورچاگن بڑی مشکل سے اپنے غصے پر قابو رکھکر پیچھے مڑا اور برآمدے میں تیز قدم رکھتا ہوا چل دیا۔ اس نے پلٹ کر ایک بار بھی پیچھے نہیں دیکھا۔

ایک دفعہ رات کے وقت جب پاویل اپنے پلنگ پر لیٹا کوئی کتاب پڑھ رہا تھا تو آکونیف کافی دیر تک عجیب شش و پنج کے عالم میں اپنے دوست

ظاھری بےتوجہی کے باوجود اس لوھار کے دل میں آنا بورھاٹ کےلئے ایک گہرا لگاؤ پیدا ھو گیا تھا۔ وہ واحد شخص نہیں تھا جو اس لڑکی کی کشش کا شکار ھوا تھا لیکن اوروں کے مقابلے میں اس کی حالت زیادہ نازک تھی۔ لاگوتینا کی زبانی اسے ابھی راتوالے واقعے کی اطلاع ملی تھی اور اس وقت صرف ایک سوال جس کا وہ کوئی جواب ابھی تک نہیں پا سکا تھا اسے ذھنی اذیت پہنچا رھا تھا۔ وہ اس سوال کو بجلی کے مستری سے سیدھے سیدھے تو نہیں پوچھ سکتا تھا لیکن اس کے لئے جواب حاصل کرنا ضروری تھا۔ اس کے شریفانہ احساسات تو کہتے تھے کہ اس قسم کا اندیشہ کرنا خودغرضی اور ذلالت کا ثبوت ھے۔ لیکن دل میں اسنڈتے ھوئے متعدد جذبات کی کشمکش میں وحشیانہ اور غیرمہذبانہ جذبات کی فتح ھوئی۔

''کورچاگن، بات سنو،، اس نے بھرائی ھوئی آواز میں کہا۔ ''یہ گفتگو محض ھم دونوں تک محدود ھے۔ میں جانتا ھوں کہ تم آنا کے خیال سے اس کے بارے میں ذکر کرنا نہیں چاھتے ھو لیکن تم مجھ پر پوری طرح بھروسا کر سکتے ھو۔ مجھے تم صرف یہ بتا دو کہ جس وقت وہ غنڈہ تمہیں پستول کا نشانہ بنائے کھڑا تھا اس عرصے میں کیا دوسرے غنڈوں نے آنا کے ساتھ زنا کی تھی؟،،

اپنے سوال پر خود ھی بوکھلا کر اس نے بات ختم کرنے سے پہلے ھی اپنی نظریں جھکا لیں۔

رفتہ رفتہ پاویل کو ایک موھوم سا احساس اور

بھی مشترک ہیں۔ تالیا بہت اچھی لڑکی ہے۔ کوئی دشواری ہی نہیں۔،،

دوسرے دن کورچاگن وہاں سے ڈپو کے مزدوروں کے ہوسٹل میں چلا گیا۔ اور چند دن بعد آنا نے تالیا اور نکولائی کے اعزاز میں ایک دعوت دی، ایک معمولی سی کمیونسٹ دعوت جس میں کھانے پینے کی جھنجھٹ نہیں تھی۔ اس شام کو بہت سی پچھلی یادیں تازہ کی گئیں اور سب کی پسندیدہ کتابوں کے اقتباسات پڑھے گئے۔ ان لوگوں نے بہت سے گانے گائے اور اچھے گائے۔ ان کا پرجوش نغمہ دور دور تک گونج اٹھا۔ بعد میں کاتیا زیلینووا اور والنتسیوا ایک اکارڈین اٹھا لائیں اور پرکیف موسیقی کی تانوں اور نقرئی زیروبم سے کمرہ گونجنے لگا۔ اس دن شام کو پاویل نے معمول سے اچھا اکارڈین بجایا۔ اور جب بےڈول پانکراتوف ناچنے کےلئے میدان میں آیا تو سب لوگ بہت خوش ہوئے اور پاویل اپنی افسردہ سی طرز کو جو اس نے حال میں اختیار کیا تھا چھوڑکر خوب لہک لک کر اکارڈین بجانے لگا:

دنیکن آنکھ میچے بیٹھا ہے
ھائے، سائبیریا کی چیکا نے
کولچاک کے اڑا دیے پرزے

اکارڈین پر بیتے ہوئے طوفانی اور پرحوادث دنوں کے نغمے بھی بج رہے تھے اور موجودہ دوستی،

گے پلنگ کے گرد منڈلاتا رہا۔ آخرکار وہ پلنگ کے کنارے پر بیٹھ گیا اور پاویل کی کتاب پر اس نے اپنا ھاتھ رکھدیا۔

"سنو، پاویل۔ میرے سینے پر ایک بوجھ ھے جسے میں ھلکا کرنا چاھتا ھوں۔ اگر دیکھا جائے تو کوئی خاص اھم بات نہیں ھے لیکن ایک اعتبار سے اھم ھے بھی۔ بات یہ ھے کہ میرے اور تالیا لاگوتینا کے درمیان کچھ غلط فہمی ھو گئی ھے۔ صورت یہ ھے کہ میں اسے شروع میں کافی پسند کرتا تھا۔" آکونیف نے جھینپتے ھوئے اپنا سر کھجایا لیکن جب اس نے دیکھا کہ اس کے دوست کے چہرے پر ھنسی کے کوئی آثار نہیں ھیں تو اس کی ھمت بندھی۔ "لیکن پھر تالیا... خیر تم تو جانتے ھی ھو۔ اچھا میں تمھیں یہ سب غیردلچسپ تفصیلات نہیں سناؤں گا۔ ان کے بغیر بھی بات کافی آسانی سے سمجھ میں آ جائے گی۔ ھاں تو کل میں نے اور اس نے فیصلے کیا ھے کہ ھم دونوں ایک دوسرے سے وابستہ ھو جائیں اور دیکھیں کہ گاڑی کیسی چلتی ھے۔ میں اب بائیس برس کا ھوں اور ھم دونوں کو ووٹ دینے کا حق ھے۔ ھم دونوں برابری کی بنا پر ساتھ رھنا چاھتے ھیں۔ تمھارا کیا خیال ھے؟"

کورچاگن سوال پر غور کرنے لگا۔

"نکولائی، میں کیا کہہ سکتا ھوں؟ تم دونوں ھی میرے دوست ھو۔ ھم سب ایک ھی قبیلہ کے رکن ھیں۔ اور ھم لوگوں میں باقی تمام باتیں

لیکن ان کے درمیان اور ان دنیاؤں کے درمیان جن کے وہ علمبردار ھیں ایک گہری خلیج حائل ھے۔ ان کے درمیان کا چھہ قدم کا فاصلہ بغیر جان کی بازی لگائے پار نہیں کیا جا سکتا۔

یہ سرحد ھے۔

بحیرۂ اسود سے لیکر دور شمال میں بحر منجمد تک ھزاروں میل لمبی سرحد پر سوویت اشتراکی جمہوریتوں کے ان خاموش سنتریوں کی قطار اپنی لوھے کی ڈھالوں پر محنت کا یہ عظیم الشان نشان لئے بےحس و حرکت کھڑی ھے۔ اور جس جگہ وہ خونی پرندےوالا کھمبا لگا ھے وھیں سے سوویت یوکرین اور سرمایہ‌دار پولینڈ کی سرحد شروع ھوتی ھے۔ یہ مقام یوکرینی علاقے کے ایک چھوٹے سے شہر بریزدوف سے چھہ میل کے فاصلے پر واقع ھے جو یوکرین کے عقبی علاقے میں ایک طرف سمٹا سا کھڑا ھے اور اس کی دوسری طرف چھوٹا سا پولستانی قصبہ کوریتس ھے۔ سلاووتا سے اناپول تک کی سرحد ''این،، سرحدی بٹالین کے پہرے میں ھے۔

سرحد کے یہ کھمبے برف سے ڈھکے ھوئے کھیتوں کو پار کرتے ھوئے، جنگلوں کو کاٹ کر صاف کئے ھوئے راستوں پر آگے بڑھتے ھوئے وادیوں میں اتر جاتے ھیں، پھر پہاڑیوں پر چڑھ کر ان کی چوٹیوں کے پیچھے گم ھو جاتے ھیں، اور کسی دریا کے اونچے سے ساحل پر پہنچ کر اس کڑاکے کی سردی میں اجنبی دیس کے میدانوں کا جائزہ لینے کےلئے رک جاتے ھیں۔

جدوجہد اور خوشی کے بھی۔ لیکن جب ساز والنتسیف کے ہاتھ میں دیا گیا اور اس نے "یابلوچکو" ناچ کی پھڑکتی ہوئی دھن چھیڑی تو کورچاگن خود نہایت جوش کے ساتھ ایڑیاں پٹک پٹک کر ناچتا ہوا میدان میں اترا۔ اپنی زندگی میں اس کے ناچنے کا یہ تیسرا اور آخری موقع تھا۔

# چوتھا باب

یہ سرحد ہے۔ دو کھمبے خاموش عداوت کے انداز میں ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ہوئے ہیں اور دونوں دو مختلف دنیاؤں کے علمبردار ہیں۔ ایک کھمبا بہت چکنا اور پالش کیا ہوا ہے اور اس پر سفید اور سیاہ رنگ کی پٹیاں ہیں، بالکل ویسی ہی جیسی کہ پولیس‌والے کے کھڑے ہونے کی کیبن پر ہوتی ہیں۔ اس کھمبے کے اوپر مضبوط کیلوں سے ایک سروالا عقاب جڑا ہوا ہے۔ عقاب کے پر پھیلے ہوئے ہیں، وہ اپنے پنجے پٹیوں‌دار کھمبے میں گاڑے ہوئے ہے اور اس کی مڑی ہوئی چونچ ایک تناؤ کے ساتھ آگے کی طرف بڑھی ہوئی ہے۔ وہ سامنے‌والے کھمبے پر لگی ہوئی ہنسیے اور ہتھوڑے کے نشان‌والی لوہے کی ڈھال کو للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔ یہ کھمبا دراصل شاہ‌بلوط کا ایک کھردار لیکن مضبوط اور گول شہتیر ہے جو مضبوطی سے زمین میں گڑا ہوا ہے۔ دونوں کھمبے ایک ہی سطح پر گڑے ہوئے ہیں

لگاتا ہوا سرخ فوج کے اس سپاہی کی طرف آ رہا ہے۔ وہ انتہائی کھردرے قسم کے فوجی بوٹ، سبزی مائل بھورے رنگ کی وردی اور اس پر سیاہ رنگ کا ایک کوٹ پہنے ہے جس پر بٹنوں کی دو قطاریں چمک رہی ہیں۔ اس کے سر پر چوکور چندیا والی فوجی ٹوپی ہے جس پر سفید عقاب کا بلا لگا ہوا ہے۔ اس کے کندھے کی پٹیوں اور کالر کے سامنےوالے حصے پر اور بھی کئی سفید عقاب بنے ہوئے ہیں۔ لیکن ان سے اس کے جسم میں کوئی حرارت پیدا نہیں ہوتی۔ سخت پالے کی وجہ سے اس کی ہڈیاں تک اکڑ گئی ہیں۔ وہ اپنے ٹھٹھرے ہوئے کانوں کو مسلتا ہے اور چلتے وقت اس کی ایڑیاں آپس میں ٹکراتی رہتی ہیں۔ پتلے پتلے دستانوں میں اس کے ہاتھ بالکل اکڑ گئے ہیں۔ وہ پولستانی سپاہی ایک لمحے کے لئے بھی چلنا بند نہیں کر سکتا بلکہ کبھی کبھی تو وہ بھاگنے لگتا ہے کیونکہ اگر وہ رک جائے تو ایک لمحے میں اس کا ایک ایک جوڑ اکڑکر رہ جائے۔ جب دونوں سنتری ایک دوسرے کے مقابل آئے تو پولستانی سپاہی پیچھے گھوم کر سرخ فوج کے سپاہی کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

سرحد پر گفتگو کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ لیکن جب دور دور تک کوئی نہ ہو اور سب سے قریب کا سنتری بھی تقریباً پون میل کے فاصلے پر ہو تو کون بتا سکتا ہے کہ سنتری خاموشی سے گشت لگا رہے ہیں یا بین الاقوامی قوانین کے خلاف کوئی حرکت کر رہے ہیں۔

کڑاکے کا جاڑا پڑ رہا ہے۔ ایسے ہی دن تو پالے کی وجہ سے برف فیلٹ کے جوتوں کے نیچے چرسر کرنے لگتی ہے۔ سرخ فوج کا ایک دیو قاست سپاہی قدیم زمانے کے دیوپیکر سورماؤں جیسا بڑا سا فوجی خود پہنے ہنسیے اور ہتھوڑے کے نشان والے ایک کھمبے کے قریب سے بھاری قدم رکھتا ہوا اپنے گشت پر چل پڑا۔ وہ بھورے رنگ کا ایک بڑا سا فوجی کوٹ جس کے کالر کا سامنے والا حصہ سبز رنگ کا ہے، اور فیلٹ کے جوتے پہنے ہے۔ اس فوجی کوٹ کے اوپر وہ پوستین کا ایک اور کوٹ پہنے ہے جو اس کی ایڑیوں تک پہنچتا ہے اور جس کا کالر بھی اسی تناسب سے کافی بڑا ہے۔ یہ کوٹ تو انسان کے جسم کو تیز سے تیز برفانی طوفان میں بھی گرم رکھ سکتا ہے۔ وہ سر پر کپڑے کی ایک فوجی ٹوپی پہنے ہے اور اس کے ہاتھ پوستین کے دستانوں میں محفوظ ہیں۔ اس نے اپنی رائفل کندھے پر لٹکا رکھی ہے اور گشت لگاتے وقت اوپر والے کوٹ کا دامن برف پر ایک لکیر بناتا چلتا ہے۔ وہ سنتری دیسی تمباکو کا بنا ہوا سگریٹ بہت مزا لے لے کر پی رہا ہے۔ کھلے میدانوں میں سوویت سنتری سرحد پر تقریباً پانچ پانچ فرلانگ کے فاصلے پر تعینات ہیں۔ اس طرح ہر سنتری اپنے پاس والے سنتری کو ہمیشہ دیکھ سکتا ہے۔ پولستانی سرحد پر اتنے ہی فاصلے کے لئے دو سنتری تعینات ہیں۔

پولستانی پیدل فوج کا ایک سپاہی گشت

''کامریڈ بالشویک، آپ کے پاس بھلا ماچس ہے؟ کیا آپ ذرا دیر کےلئے اپنی ماچس ادھر پھینک دیں گے؟،، اس بار پولستانی سپاھی روسی زبان میں بولا۔

سرخ فوج کے سپاھی نے اپنے پڑوسی پر گہری نظر ڈالکر اس کا جائزہ لیا۔ ''سردی کے مارے میاں کا حلیہ خراب ھو گیا ھے،، اس نے دل میں سوچا۔ ''یہ بےچارہ غریب سرمایہ‌دار فوج کا سپاھی سہی مگر اس کی زندگی ھے بڑی مصیبت کی۔ ذرا سوچنے کی بات ھے اس سردی میں یہ لباس پہناکر پہرہ دینے کےلئے کھدیڑ دیا گیا ھے۔ اس لئے تو خرگوش کی طرح اچک‌کر چلتا ھے۔ اور اسی پر ستم یہ کہ سگریٹ پینے کا بھی انتظام نہیں۔،، بغیر مڑے ھوئے سرخ فوج کے اس سپاھی نے دیاسلائی کی ڈبیا سرحد کے پار اس کی طرف پھینکی۔ اس نے ھوا میں ھی اسے دبوچ لیا اور کئی ناکام کوششوں کے بعد اپنی سگریٹ جلاکر ماچس اسی طرح سرحد کے پار واپس پھینک دی۔ سرخ فوج کے سپاھی نے اپنی خواھش کے باوجود فوجی قانون توڑتے ھوئے کہا:

''تم رکھ لو، میرے پاس اور ھے۔،،

سرحد کی دوسری طرف سے جواب ملا:

''بہت بہت شکریہ، میں اسے نہیں رکھ سکتا۔ ورنہ اگر تمہاری ڈبیا میرے پاس پکڑی گئی تو مجھے دو سال جیل میں کاٹنے پڑیں گے۔،،

سرخ فوج کے سپاھی نے ماچس کو غور سے

پولستانی سپاہی کو سگریٹ کی طلب ستا رہی ہے۔ لیکن وہ اپنی ماچس بیرک میں بھول آیا ہے۔ اور اس وقت گویا محض اسے جلانے کےلئے ہوا کا رخ بھی ایسا ہے کہ سوویت سرحد کی طرف سے تمباکو کی دلفریب خوشبو اس کی ناک میں آ رہی ہے۔ پولستانی سپاہی نے اپنے کانوں کو مسلنا بند کرکے گردن گھماکر پیچھے دیکھا کہ کون جانے کپتان صاحب یا حضور لفٹیننٹ صاحب گھوڑسوار گشت کو ساتھ لےکر کسی ٹیلے کے پیچھے سے سامنے آ جائیں۔ وہ اکثر نگرانی کےلئے نکلا کرتے ہیں۔ لیکن سورج کی روشنی میں چمکتی ہوئی دور تک پھیلی برف کی سفیدی کے علاوہ کچھ بھی نظر نہیں آتا تھا۔ آسمان پر بادل کا ایک دھبہ تک نہیں تھا۔

''کامریڈ، تمہارے پاس ماچس ہے؟،، قانون‌شکنی کی ابتدا اس پولستانی سپاہی نے کی۔ اور تلوار جیسی سنگین‌والی فرانسیسی رائفل کو کندھے پر لٹکا کے اس نے بڑی محنت سے اپنے کوٹ کی جیب کی گہرائی سے اپنی ٹھٹھری ہوئی انگلیوں سے سستی سگریٹوں کا ایک پیکٹ نکالا۔

سرخ فوج کے سپاہی نے اس کی آواز سنی لیکن سرحدی فوجی قوانین کے مطابق سرحد کے پار کسی سے گفتگو کرنا سخت منع تھا۔ اس کے علاوہ وہ ٹھیک سے سمجھ بھی نہیں پایا تھا کہ وہ سپاہی کہنا کیا چاہتا ہے۔ اس لئے وہ خاموشی سے اپنے راستے پر چلتا رہا۔ فیلٹ کے نرم جوتوں میں گرمائے ہوئے اس کے قدم مضبوطی کے ساتھ چرمراتی ہوئی برف پر پڑ رہے تھے۔

علاقے کی تقریباً پینتالیس میل لمبی سرحد کی چوکیوں پر اسی کی بٹالین کے سپاھی تعینات تھے۔ سرحد کی تنی پٹی کی حفاظت کی ذمہ‌داری اس پر تھی۔ اس کے ساتھوالا افسر بریزدوف سے آیا تھا۔ وہ عام فوجی تعلیم کی تنظیم کا بٹالین کمیسار کورچاگن تھا۔

رات بھر برفباری ھوئی تھی اور تازہ سفید برف کی تہوں کا ایک شفاف بےداغ غالیچہ بچھا ھوا تھا جسے کسی انسان یا حیوان کا پیر بھی نہیں لگ تھا۔ وہ دونوں اپنے گھوڑے بڑھائے ھوئے جنگل سے نکلے اور سرحد پر لگے ھوئے کھمبوں کی متوازی قطاروں سے تقریباً چالیس قدم کے فاصلے پر واقع ایک کھلے میدان کو پار کرنے ھی والے تھے کہ گوریلوف نے دفعتاً اپنے گھوڑے کی لگام کھینچ لی۔ کورچاگن نے گھوڑا موڑکر دیکھا کہ گاوریلوف گھوڑے کی پیٹھ پر سے جھکا ھوا برف پر بنی ھوئی یک عجیب و غریب لیک کا غور سے معائنہ کر رھا ھے۔ ایسا معلوم ھوتا تھا جیسے کوئی شخص یک چھوٹا سا دانتےدار پہیا برف پر چلاتا ھوا لے گیا ھو۔ یہ معلوم کرنا دشوار تھا کہ وہ مخلوق کس سمت سے آئی تھی لیکن بٹالین کمانڈر کے رکنے کی وجہ یہ نہیں تھی۔ وھاں سے دو ھی قدم کے فاصلے پر برف کی ایک سفوف جیسی پتلی سی تہہ کے نیچے ایک دوسری لیک تھی لیکن یہ کسی انسان کے قدموں کے نشان تھے۔ قدموں کے ان نشانوں کے بارے میں کسی قسم کا شبہہ نہیں تھا۔ یہ سلسلہ

دیکھا۔ اس کے لیبل پر ایک ھوائی جہاز بنا ھوا تھا جس کے سامنے والے پنکھے کی جگہ پر ایک مضبوط گھونسہ بنا تھا اور ماچس کا نام تھا ''الٹی میٹم۔''

''ٹھیک ھی کہتا ھے، یہ ماچس وہ لوگ برداشت نہ کر سکیں گے۔''

وہ سپاھی سرخ فوج کے سپاھی کے متوازی چلتا رھا۔ اس ویران میدان میں تنہائی کا احساس اسے کھائے جا رھا تھا۔

گھوڑے ھموار سکون بخش رفتار سے قدم بڑھائے چلے جا رھے تھے اور ان کی زینیں ھمآھنگی کے ساتھ چرسرا رھی تھیں۔ گھوڑوں کے سانس برفانی ھوا میں جم کر ایک لمحہ کے لئے سفید بھاپ کے چھوٹے چھوٹے بادلوں میں تبدیل ھو جاتے تھے۔ سیاہ گھوڑے کے نتھنوں کے گرد سفید کھرے کا ایک مستقل دائرہ سا بنا ھوا تھا۔ بٹالین کمانڈر کی چپ چتکبری گھوڑی نہایت شاندار انداز میں قدم بڑھاتی ھوئی اپنی حسین گردن کو محراب کی شکل میں خم کرکے اپنی لگام کا دھانہ چبا رھی تھی۔ دونوں گھوڑسوار لمبے فوجی کوٹ پہنے ھوئے تھے جن کی کمر پر پٹیاں کسی ھوئی تھیں اور آستینوں پر سرخ رنگ کے تین تین چوکور نشان بنے تھے۔ فرق صرف اتنا تھا کہ بٹالین کمانڈر گاوریلوف کے کوٹ کے کالر کا سامنے والا حصہ سبز رنگ کا تھا اور اس کے ساتھی کا سرخ۔ گاوریلوف سرحد کی حفاظت کرنے والی فوج کے ساتھ تھا۔ اس

کے قریب پہنچتے ھی سرخ فوج کے سپاھی نے اپنی کندھے پر لٹکی ھوئی رائفل جھٹکے سے اتار لی اور پنی سگریٹ کا باقی حصہ برف پر گرا دیا۔

''سلام، کامریڈ۔ تمہارے گشت کے علاقے کا کیا حال چال ھے؟،، بٹالین کمانڈر نے اپنا ھاتھ سرخ فوج کے سپاھی کی طرف بڑھا کر پوچھا۔ اس نے بھی ھاتھ ملانے کےلئے جلدی سے اپنا دستانہ اتار دیا۔ سرحد کا وہ سنتری اتنا لمبا تھا کہ اس سے ھاتھ ملانے کےلئے بٹالین کمانڈر کو گھوڑے پر سے جھکنے کی ضرورت نہیں پڑی۔

پولستانی دور سے انہیں دیکھتا رھا۔ وہ حیرت کر رھا تھا کہ سرخ فوج کے وہ دو افسر ایک معمولی سپاھی سے اس طرح مل رھے تھے جیسے کوئی اپنے قریبی دوست سے ملتا ھے۔ ایک لمحے کےلئے اس نے خود اپنے کو میجر زاکرژیوسکی سے ھاتھ ملاتے ھوئے تصور کیا لیکن یہ تو خیال ھی اتنا بے تکا تھا کہ وہ گھبرا کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

''کامریڈ بٹالین کمانڈر، میں تو ابھی ڈیوٹی پر آیا ھوں،، سرخ فوج کے سپاھی نے اطلاع دی۔

''وھاں پر وہ لیک دیکھی تم نے؟،،

''نہیں، ابھی تو نہیں دیکھی۔،،

''رات دو بجے سے چھہ بجے تک یہاں ڈیوٹی پر کون تھا؟،،

''سروتینکو تھا، کامریڈ بٹالین کمانڈر۔،،

''اچھی بات ھے۔ لیکن ذرا چوکس رھو۔،،

سیدھا جنگل کی طرف چلا گیا تھا اور یہ قطعی یقینی تھا کہ وہ جاسوس سرحد کے پار پولستانی علاقے کی طرف سے آیا تھا۔ بٹالین کمانڈر نے اپنا گھوڑا بڑھایا اور لیک کے پیچھے پیچھے سنتری کی سمت میں چلا۔ پیر کے نشانوں کا یہ سلسلہ سرحد کے اس پار تک چلا گیا تھا اور پولستانی علاقے میں بھی دس بارہ قدم کے فاصلے تک صاف نظر آ رہا تھا۔

''رات کو کسی نے سرحد ضرور پار کی ھے،، بٹالین کمانڈر نے زیرلب کہا۔ ''معلوم ھوتا ھے تیسری پلٹن پھر سو رھی ھے۔ آج صبح کی رپورٹ میں اس کا کوئی ذکر تک نہیں ھے۔ خدا کی مار ھو ان پر!،، گووریلوف کی کھچڑی مونچھوں کے بالوں پر اسکے جمے ھوئے سانس کے چھوٹے چھوٹے ابخرات چاندی کی طرح چمک رھے تھے اور اسکی مونچھیں شدید خفگی کے انداز میں اسکے ھونٹ پر لٹک آئی تھیں۔

دور کچھ فاصلے پر دو انسانی جسم گھوڑسواروں کی سمت آتے ھوئے دکھائی دئیے۔ ان میں سے ایک تو سیاہ لباس پہنے ھوئے ایک دبلا پتلا سا شخص تھا جسکی رائفل کی فرانسیسی سنگین سورج میں چمک رھی تھی اور دوسرا بھیڑ کی کھال کے زرد رنگ کے کوٹ میں ملبوس ایک لحیم شحیم شخص تھا۔ اپنے پہلو میں ایڑی کی ٹھوکر کھا کر چتکبری گھوڑی فوراً اچک پڑی اور گھوڑسوار ان دونوں ادھر آتے ھوئے آدمیوں کی سمت چل دئیے۔ گھوڑسواروں

ادھر لے آئی یا اسی قسم کی دوسری حرکتیں ۔ لیکن غیرقانونی طور پر سرحد کے پار بڑے پیمانے کی آمد و رفت بھی خاصی ھوتی ھے اور اس کے پیچھے بڑے بڑے پیسےوالے لوگوں کا ھاتھ ھے ۔ اور تم نے سنا کہ سرحد کے تمام گاؤں میں پولستانیوں نے ایسی دکانیں کھول دی ھیں جہاں ھر چیز مل سکتی ھے؟ ظاھر ھے کہ یہ دکانیں ان لوگوں نے اپنے افلاس زدہ کسانوں کےلئے تو کھولی نہیں ھیں ۔ ''

بٹالین کمانڈر کی باتیں سن کر کورچاگن سوچنے لگا کہ سرحد پر کی زندگی سراغ رسانی کے مسلسل کام کی طرح ھے ۔

''ممکن ھے کہ چوری سے مال کی درآمد برآمد کے علاوہ اس سے بھی زیادہ سنگین کوئی بات ھو رھی ھو ۔ تمہارا کیا خیال ھے، کامریڈ گوریلوف؟''

''یہی تو مصیبت ھے'' بٹالین کمانڈر نے بڑی آزردگی سے جواب دیا ۔

بریزدوف جنگل کے درمیان آباد ایک چھوٹا سا قصبہ تھا جس کا شمار یہودیوں کی بستی میں ھوتا تھا ۔ اس میں بےترتیبی سے ادھر ادھر بکھرے ھوئے دو یا تین سو مکان تھے اور ایک بڑا سا بازار کا چوک تھا جس کے بیچ میں بیس پچیس دکانیں تھیں ۔ یہ چوک ھمیشہ لید اور گوبر سے گندا رھتا تھا ۔ قصبے کے اطراف کسانوں کی جھونپڑیاں تھیں اور وسطی علاقے میں جہاں یہودی رھتے

اور اپنا گھوڑا بڑھانے سے پہلے کمانڈر نے سختی کے ساتھ تنبیہ کے انداز میں کہا:

''اور ہاں دیکھو، ذرا ان لوگوں کے ساتھ کم ٹہلو۔''

سرحد سے بریزدوف جانےوالی چوڑی سڑک پر اپنا گھوڑا آھستہ آھستہ دوڑاتے ھوئے کمانڈر نے اپنے ساتھی سے کہا: ''سرحد پر بہت چوکس رہنے کی ضرورت ھوتی ھے۔ ذرا سی لغزش ھوئی تو لینے کے دینے پڑ جاتے ھیں۔ ھمارے اس کام پر ایک لمحے کےلئے بھی غافل رھنا ناممکن ھے۔ دن دھاڑے تو سرحد پار کرنا اتنا آسان نہیں ھے لیکن رات کے وقت بہت ھوشیار رھنا پڑتا ھے۔ کامریڈ کورچاگن، اب تمہیں بتاؤ، سرحد کا جتنا حصہ میری نگرانی میں ھے وہ چار گاؤں میں سے ھوکر گذرتا ھے جسکی وجہ سے مسئلہ اور بھی ٹیڑھا ھو گیا ھے۔ سنتری چاھے جتنے قریب قریب کھڑے کئے جائیں لیکن ھر شادی بیاہ یا دعوت کے موقع پر دونوں طرف کے لوگ مستقل اپنے دوستوں اور عزیزوں کے ھاں آتے جاتے رھتے ھیں۔ سرحد کے دونوں طرف کی جھونپڑیوں کے درمیان بس چند قدم کا فاصلہ ھے اور بیچ میں جو چھوٹی سی ندی ھے وہ بھی اتنی اتھلی ھے کہ چوزہ بھی پار کرلے اور اسی لئے چوری چھپے ادھر سے ادھر مال کی درآمد برآمد ھوتی رھتی ھے۔ حالانکہ یہ سچ ھے کہ کاروبار بہت چھوٹے پیمانے پر ھوتا ھے مثلاً کوئی بڑھیا چوری سے پولستانی شراب کی ایک دو بوتلیں

مثال کے طور پر کل اس نے پادری کے گھر کے پھاٹک پر ایک نئی تختی لگی دیکھی تھی جس پر یہ تحریر تھی: ''بریزدوف ضلع کمیٹی، یوکرین کی نوجوان کمیونسٹ لیگ۔''

ربی سوچنے لگا کہ یہ تختی برے شگون کے علاوہ اور کسی چیز کی علامت نہیں ہو سکتی۔ وہ اپنے خیالات میں ایسا گم تھا کہ اس نے اپنے عبادت خانے کے دروازے پر چپکا ہوا نوٹس اس وقت تک دیکھا ھی نہیں جب تک کہ وہ بالکل اسکی ناک کے سامنے نہیں آ گیا:

''آج کلب میں محنت کش نوجوانوں کا ایک عام جلسہ ھوگا۔ اس جلسے میں عاملہ کمیٹی کے صدر لسیتسن اور نوجوان کمیونسٹ لیگ کی ضلع کمیٹی کے ایکٹنگ سکرٹری کورچاگن کی تقریریں ھونگی۔ جلسے کے بعد نوسالہ تعلیم کے اسکول کے طالب علم ناچ گانے کا ایک پروگرام بھی پیش کریں گے۔''

غصے میں آ کر ربی نے وہ کاغذ نوچ ڈالا۔

''اچھا، تو ان لوگوں نے پر نکالنے شروع کردئیے!''

مقامی گرجا سے ملے ہوئے بڑے سے باغ کے بیچ میں ایک بہت بڑا پرانا مکان تھا جو کسی زمانے میں وھاں کے پادری کی ملکیت تھا۔ جن کمروں میں پادری اور اسکی بیوی رہا کرتے تھے انکے

تھے قصائی باڑے جانےوالی سڑک پر ایک بوسیدہ سی افسردہ کن عمارت میں یہودیوں کا ایک پرانا عبادت خانہ تھا۔ حالانکہ اس عبادت خانے میں سنیچر کے دن اب بھی کافی مجمع جمع ہو جاتا تھا لیکن اب اسکی بہار لٹ چکی تھی۔ اور ربی* جس قسم کی زندگی بسر کرنے پر مجبور تھا وہ اسے قطعی پسند نہیں تھی۔ ۱۹۱۷ء کا واقعہ یقیناً کوئی بہت ھی منحوس واقعہ ہوگا جبھی تو اس دوردراز علاقے میں بھی نوجوان اب اسکی ویسی عزت نہیں کرتے تھے جیسی کہ انہیں اسکی حیثیت کو دیکھتے ہوئے کرنی چاھئے تھی۔ بوڑھے لوگ تو ضرور ابھی تک شرع کے مطابق حلال کھانا کھاتے تھے لیکن نہ جانے کتنے نوجوان چھوکرے سور کا گوشت کھاتے تھے جسے شرعاً حرام قرار دیا گیا تھا۔ اس خیال ھی سے گھن آتی تھی اور ربی بورخ نے غصے میں آکر قریب کھڑے ہوئے سور کے پیٹ میں ایک ٹھوکر ماری جو غلاظت کے ڈھیر میں کھانے کےلئے کچھ تلاش کر رہا تھا۔ ربی اس بات سے قطعی خوش نہیں تھا کہ بریزدوف کو ایک ضلع کا مرکز بنا دیا گیا تھا اور نہ ھی وہ ان کمیونسٹوں کو پسند کرتا تھا جو نہ جانے کہاں سے آکر اس قصبے پر ٹوٹ پڑے تھے اور ہر چیز کو الٹ پلٹ کئے دے رہے تھے۔ ہر روز کوئی نہ کوئی ناخوشگوار بات ہو جاتی تھی۔

---

* یہودیوں کے علمائے دین۔ (ایڈیٹر)

کچھ دیر ہوئے گھر جا چکا تھا اور کورچاگن اس عمارت میں اکیلا رہ گیا تھا۔ برف نے کھڑکی پر عجیب عجیب بیل بوٹے بنا رکھے تھے لیکن اندر کمرہ گرم تھا۔ میز پر مٹی کے تیل کا ایک لیمپ جل رہا تھا۔ کورچاگن گذشتہ کچھ دنوں کے واقعات کو یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے یاد آ رہا تھا کہ اگست میں ریل کی ورکشاپ کی کمسومول تنظیم نے کس طرح اسے نوجوانوں کو منظم کرنے کا کام سونپ کر ایک مرمت گاڑی کے ساتھ یکاترینوسلاف بھیجا تھا۔ خزاں کے آخری دنوں تک اس گاڑی کے ڈیڑھ سو کارکنوں کے ساتھ اسٹیشن اسٹیشن گھوم کر اس نے جنگ کی لائی ہوئی تباھی اور بدنظمی کو درست کرنے، ٹوٹ پھوٹ کی مرمت کرنے اور بالکل ھی ٹوٹے اور جلے ہوئے ریل کے ڈبوں کا ملبہ صاف کرنے میں سرگرمی سے حصہ لیا تھا۔ اس دوران میں ان لوگوں نے سنیلنیکووا سے پولوگ تک کا چکر لگایا تھا۔ یہ وہ علاقہ تھا جہاں کسی زمانے میں ماخنو کے لٹیرے گروھوں نے لوٹ مار مچا رکھی تھی اور وھاں سے بھاگنے سے پہلے وہ لوگ بلاوجہ بہت کچھ نقصان اور تباھی کر گئے تھے۔ گلیائی پولے میں پانی کی ٹنکی کے اینٹوں کے ستون کی مرمت کرنے اور بارود سے اڑائی ہوئی پانی کی ٹنکی پر لوھے کی چادر کے پیوند لگانے میں پورا ایک ھفتہ لگ گیا تھا۔ حالانکہ کورچاگن لوھار کا کام بالکل نہیں جانتا تھا اور سخت مشقت کے اس کام کی اسے عادت بھی نہیں

پھپھوندی لگے ہوئے سنسان‌پن میں ایک عجیب موت کی سی گھٹن تھی۔ وہ بوڑھا اور بڑھیا بھی اس مکان جیسے ہی پرانے اور غیردلچسپ تھے اور کافی عرصے سے ایک دوسرے سے اکتا چکے تھے۔ نئے مالکوں کے آتے ہی مکان کی اداسی ہوا ہو گئی۔ وہ بڑا ہال جس میں وہاں کے پرانے پارسا مکین گرجا کے تیوہاروں کے دن اپنے مہمانوں کی دعوتیں کیا کرتے تھے، اب ہر وقت لوگوں سے بھرا رہتا تھا کیونکہ اب اس مکان میں بریزدوف کی کمیونسٹ پارٹی کمیٹی کا دفتر تھا۔ سامنےوالے ہال کے فوراً بعد داھنی طرف کے ایک چھوٹے سے کمرے کے دروازے پر کھریا سے لکھا تھا: ''کمسومول ضلع کمیٹی''۔ کورچاگن جو عام فوجی تعلیم کی دوسری بٹالین کے فوجی کمیسار کے علاوہ حال ہی میں منظم‌شدہ کمسومول کی ضلع کمیٹی کا ایکٹنگ سکرٹری بھی ہو گیا تھا، دن میں کچھ دیر اسی کمرے میں بیٹھ‌کر کام کرتا تھا۔

آنا کے گھروالی دعوت کو آٹھ مہینے گذر گئے تھے لیکن اسے ایسا لگتا تھا جیسے ابھی کل ہی کا واقعہ ہو۔ کورچاگن نے کاغذات کا گڈا اپنے سامنے سے ھٹا‌کر ایک طرف کو سرکا دیا اور آرام سے کرسی پر ٹیک لگا‌کر خیالات میں گم ہو گیا...

مکان میں مکمل خاموشی تھی۔ رات کافی ہو چکی تھی اور پارٹی کمیٹی کے دفتر میں کوئی بھی نہیں تھا۔ ضلع پارٹی کمیٹی کا سکرٹری تروفیموف

یہ واقعہ بالکل اچانک پیش آیا تھا۔ وہاں پر موجود کسی نوجوان نے غالباً کہا تھا کہ عادت — مثلاً سگریٹ پینے کی عادت — قوت ارادی سے زیادہ طاقتور ہوتی ہے۔ اس مسئلے پر لوگوں میں اختلاف رائے تھا۔ شروع میں تو بجلی کے مستری نے کچھ بھی نہ کہا لیکن بعد میں تالیا کے کہنے پر آخرکار وہ بھی بحث میں شریک ہو گیا۔

''انسان کی عادتیں اسکی غلام ہوتی ہیں نہ کہ وہ اپنی عادتوں کا۔ اگر ایسا نہ ہو تو ہمارا نہ جانے کیا حال ہو؟،،

''کہنا تو بہت آسان ہے،، سویتائیف نے ایک کونے سے بیٹھے بیٹھے کہا۔ ''کورچاگن کو لمبی چوڑی باتیں کرنے کا بڑا شوق ہے۔ وہ اپنی عقل خود اپنے لئے استعمال کیوں نہیں کرتا؟ وہ خود بھی تو سگریٹ پیتا ہے نا؟ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ یہ بہت بری عادت ہے۔ یقیناً جانتا ہے لیکن اس میں اس عادت کو چھوڑ دینے کی طاقت نہیں ہے۔،، پھر اپنا لہجہ بدلتے ہوئے سویتائیف بڑے طنز کے ساتھ کہتا رہا: ''ابھی زیادہ دنوں کی بات نہیں ہے وہ تعلیمی کلاسوں میں لوگوں کو تہذیب یافتہ بنانے کے کام میں مصروف تھا۔ لیکن کیا اس وجہ سے وہ خود بیہودہ الفاظ کے استعمال سے پرہیز کرتا تھا؟ جو بھی پاویل کو جانتا ہے وہ بتا سکتا ہے کہ حالانکہ وہ اکثر گالی نہیں بکتا لیکن جب اسکی زبان کھل جاتی ہے تب کوئی حد نہیں رہ جاتی۔ دوسروں کو نصیحت کرنا تو بہت آسان ہوتا ہے،

تھی پھر بھی بجلی کا وہ مستری بھی رنچ لے کر دوسروں کے ساتھ کام میں جٹا رہا تھا اور اس عرصے میں اس نے نہ جانے کتنے ہزار زنگ لگے پیچ کسے ہونگے کہ اب اسے ان کی ٹھیک تعداد یاد بھی نہیں تھی۔

خزاں کا موسم کافی گذارکر گاڑی اپنے گھر واپس لوٹی اور ریل کی ورکشاپ میں پھر ڈیڑھ سو تجربہ کار کام کرنےوالوں کا اضافہ ھو گیا...

بجلی کا مستری کورچاگن اب آنا کے گھر اکثر جانے لگا تھا۔ اسکے ماتھے کی شکنیں غائب ھو گئی تھیں اور روتوں کو بھی ھنسا دینےوالی اس کی ھنسی پھر واپس آگئی تھی۔

ایک بار پھر سیلے کچیلے چہروںوالے ریل کی ورکشاپ کے جوان مزدور جدوجہد کے گذرے ہوئے ایام کی داستانیں سننے کےلئے اسکے گرد جمع ہونے لگے — اس تاج پوش دیو کا تختہ الٹنے کےلئے جو انکی گردنوں پر سوار تھا، روس کے غلام لیکن عزم بغاوت رکھنےوالے کسانوں کی کوششوں اور استیپان رازین اور پگاچوف ایسے سورماؤں کی بغاوتوں کی داستانیں سننے کےلئے۔

ایک دن شام کو آنا کے گھر پر، جب وھاں نوجوانوں کا اجتماع معمول سے کچھ زیادہ ھی تھا، پاویل نے اعلان کیا کہ سگریٹ پینا چھوڑ دیگا۔ یہ غیرصحت‌مند عادت اسے بچپن ھی سے پڑ گئی تھی۔

”اب میں کبھی سگریٹ نہیں پیونگا،، اس نے پختہ ارادے کے ساتھ اعلان کیا۔

موسم خزاں کے سیلاب نے ان لٹھوں کو تتربتر کردیا
اور دریا کا تند دھارا اس بےحد ضروری ایندھن
کو بہا لے چلا۔ ایک بار پھر سولومینکا کے باشندوں
کو مدد کےلئے جانا پڑا، اس بار بیش قیمت ایندھن
کو بچانے کےلئے۔

کورچاگن بھی اس کام میں کسی سے پیچھے
رہنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے ہفتے بھر تک، جب
تک ساحل پر ایندھن کے اونچے اونچے ڈھیر
نہیں لگ گئے اس نے کسی کو بتایا ہی نہیں کہ
اسے سردی لگ گئی ہے۔ برفانی پانی اور خزاں
کی مرطوب سردی نے اسکے خون میں چھپے ہوئے
دشمن کو شہ دی اور وہ تیز بخار میں مبتلا ہو
گیا۔ دو ہفتے تک اسکے جوڑ جوڑ میں شدید
تکلیف ہوتی رہی اور اسکا جسم بالکل نڈھال ہو
گیا۔ جب وہ ہسپتال سے لوٹا تو اتنا کمزور ہو
چکا تھا کہ اسے کارخانے میں بنچ پر بیٹھے بیٹھے
کام کرنا پڑتا تھا۔ فورمین اسے دیکھ کر بہت
مغموم ہوکر سر ہلاتا۔ چند دن بعد ڈاکٹری بورڈ
نے اسے کام کے ناقابل قرار دے دیا اور
کام سے علحدہ کر دیا گیا اور علحدگی کی
تنخواہ کے علاوہ اسے پنشن کی سند بھی دے دی
گئی۔ لیکن اس نے بہت خفگی کے ساتھ اسے قبول کرنے
سے انکار کردیا۔

بہت اداس ہوکر وہ ریل کی ورکشاپ سے چلا
آیا۔ وہ اپنی چھڑی پر اپنے جسم کا بوجھ ڈال کر
بہت دھیرے دھیرے چل رہا تھا لیکن قدم اٹھاتے

خود اس پر عمل کرنا پڑے تو معلوم ہو۔،،

کچھ دیر ہر ایک پر کھچاؤ بھری خاموشی طاری رہی۔ سویتائیف کے لہجے کی ترشی سے تمام مجمع پر سکتہ سا طاری ہو گیا۔ کورچاگن نے فوراً جواب نہیں دیا۔ پھر رفتہ رفتہ اس نے اپنے ہونٹوں سے سگریٹ نکالی اور پرسکون لہجے میں کہا:

''میں اب کبھی سگریٹ نہیں پیوں گا۔،،

پھر کچھ دیر رک کر وہ بولا:

''میں یہ فیصلہ سویتائیف کے کہنے سے نہیں بلکہ خود اپنی خاطر کر رہا ہوں۔ جو آدمی اپنی بری عادت پر قابو نہیں پا سکتا وہ انسان کہلانے کے لائق نہیں۔ اب صرف گالی بکنے کا سوال رہ جاتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ میں ابھی ایک اس شرمناک عادت پر پوری طرح قابو نہیں پا سکا ہوں لیکن اس بات کو تو سویتائیف بھی تسلیم کرتا ہے کہ اس نے مجھے اکثر گالی بکتے نہیں سنا ہے۔ سگریٹ چھوڑنے کے مقابلے میں گندے الفاظ استعمال کرنے کی عادت چھوڑنا بہت مشکل ہے۔ لاکھ کوشش کرنے پر بھی کبھی کبھی ایسے الفاظ زبان سے نکل ہی جاتے ہیں۔ میں ابھی یہ وعدہ تو نہیں کر سکتا کہ اب کبھی میری زبان سے گالی کا لفظ نہیں نکلے گا لیکن جلد ہی میں یہ بھی کرکے دکھا دوں گا۔،،

برف‌باری شروع ہونے سے پہلے دریا کے دھارے کے ساتھ بہہ کر آنے والے ایندھن کے لٹھوں نے نہر کا راستہ روک لیا اور وہیں جم کر رہ گئے۔ پھر

جمی ھوئی تھی۔ اس علاقے کی کمسومول کمیٹی نے
بھی اس شہر میں بکھرے ھوئے کمسومول کے ممبروں
کو یکجا کرکے ضلع کی نوجوان لیگ کی تنظیم قائم
کرنے کا کام اسکے سپرد کر دیا۔ اور اس طرح
اسکی زندگی کے ایک نئے دور کا آغاز ھوا۔

باھر بہت گرمی اور گھٹن تھی۔ عاملہ کمیٹی
کے صدر کے دفتر کی کھڑکی سے چیری کے درخت
کی ایک شاخ اندر جھانک رھی تھی۔ سڑک کے
پار پولستانی گرجا کے گھنٹا گھر پر لگی ھوئی
سنہری صلیب سورج کی روشنی میں چمک رھی تھی۔
اور کھڑکی کے سامنےوالے صحن میں عاملہ کمیٹی
کی عمارت کے نگراں کے ھنس کے مخملی پروںوالے
چھوٹے چھوٹے بچے جو آس پاس کی گھاس ھی کی
طرح سبز رنگ کے تھے، کھانے کی تلاش میں ادھر
ادھر پھدک رھے تھے۔

عاملہ کمیٹی کے صدر نے وہ خط شروع سے
آخر تک پڑھ ڈالا جو ابھی اسے ملا تھا۔ اسکے
چہرے پر ایک سیاھی سی دوڑ گئی اور اس نے
اپنا بڑا سا کھردرا ھاتھ اپنے گھنے بالوں میں پھیرا
اور پھر ھاتھ بالوں میں ھی رک گیا۔

بریزدوف کی عاملہ کمیٹی کے صدر نکولائی
نکولائیوچ لسیتسن کی عمر ابھی صرف چوبیس سال
کی تھی لیکن اس کے دفتر میں کام کرنےوالے لوگوں
اور پارٹی کے مقامی کارکنوں میں سے کسی کو
بھی اسِ پر یقینِ نہیں آتا تھا۔ وِہ لمبا چوڑا اور

ھی شدید درد ٹیسیں مارنے لگتا تھا۔ اس کی ماں نے کئی بار اسے گھر آنے کو لکھا لیکن اپنی ماں کا خیال آتے ھی اسے اسکے آخری الفاظ یاد آ جاتے تھے:

''جب ھاتھ پاؤں توڑ کر چلنے پھرنے سے بالکل معذور ھو جاتے ھو تب جا کر مجھے تمھاری صورت دیکھنے کو ملتی ھے۔''

صوبائی کمیٹی کے دفتر میں اسے کمسومول اور پارٹی کے کارڈ دے دئیے گئے اور حتی الامکان کم سے کم لوگوں سے مل کر، تاکہ درد جدائی بھی کم سے کم ھو، وہ چپکے سے شہر چھوڑ کر اپنی ماں کے پاس چل دیا۔ دو ھفتے تک اسکی بوڑھی ماں اسکی سوجی ھوئی ٹانگیں بھاپ سے سینکتی اور انکی مالش کرتی رھی اور مہینے بھر بعد وہ اس قابل ھو گیا کہ چھڑی کا سہارا لئے بغیر چل سکتا تھا۔ رات کی سیاھی چھٹ گئی اور ایک نئے دن کا آغاز ھوا۔ اسکا دل پھر خوشی سے بھر گیا۔ ایک دن اس نے پھر گاڑی پکڑی اور صوبے کے مرکز جا پہنچا۔ وہ تین دن تک وھاں رھا اور اسکے بعد محکمۂ تنظیم نے اسے خط دے کر صوبائی فوجی کمیسار کے پاس بھیج دیا اور لکھ دیا کہ اسے کسی فوجی ٹریننگ کے دستے کے ساتھ سیاسی کارکن کی حیثیت سے لگا دیا جائے۔

ھفتے بھر بعد پاویل کو دوسری بٹالین کا فوجی کمیسار بنا کر ایک چھوٹے سے شہر بھیج دیا گیا۔ جب وہ وھاں پہنچا تو چاروں طرف برف

کا صدر روز رات کو بہت دیر تک اپنے دفتر میں بیٹھا فصل سے متعلق رپورٹوں کا مطالعہ کرتا رہتا تھا۔ لیکن اس وقت اس کے ہاتھ میں جو خط تھا اس نے ایک لمحے کےلئے ماضی قریب کی یادیں تازہ کر دی تھیں۔ وہ خط تار برقی کی مختصر اور جامع زبان میں ادا کی ہوئی ایک تنبیہہ تھی:

''قطعی خفیہ۔ بریزدوف کی عاملہ کمیٹی کے صدر لسیتسن کے نام۔

''پچھلے کچھ دنوں سے سرحد پر کافی سرگرمی دیکھی گئی ہے اور سرحدی علاقوں کے لوگوں کے دلوں میں دہشت بٹھانے کےلئے پولستانی ایک بہت بڑا گروہ سرحد کے پار بھیجنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ محتاط رہو۔ محکمۂ مال کی تمام قیمتی اور اہم چیزیں مع ٹیکس کی وصول‌شدہ رقم کے علاقائی مرکز بھجوا دو۔''

لسیتسن اپنی کھڑکی سے ضلع عاملہ کمیٹی کی عمارت میں داخل ہونےوالے ہر شخص کو دیکھ سکتا تھا۔ اس نے سر اٹھایا تو کورچاگن کو برساتی کے قریب دیکھا۔ ایک لمحے بعد دروازے پر دستک ہوئی۔

''بیٹھ جاؤ۔ مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں'' لسیتسن نے پاویل سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

گھنٹے بھر تک وہ دونوں دفتر میں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔

گٹھے ہوئے جسم کا آدمی، جس کی صورت شکل سے سختی اور اکثر اوقات رعب و دبدبہ ٹپکتا تھا، کم سے کم پینتیس برس کا معلوم ہوتا تھا۔ تنومند جسم، موٹی سی گردن پر مضبوطی سے جما ہوا بڑا سا سر، تیز بھوری آنکھوں میں فولادی چمک اور چوڑا سا مضبوط جبڑا۔ وہ نیلے رنگ کی برجس اور بھوری ٹیونک پہنتا تھا جو پرانی ہوکر کافی گھس گئی تھی۔ اس کے سینے پر بائیں جیب کے اوپر ''آرڈر آف دی ریڈ بینر'' کا تمغہ لگا رہتا تھا۔

اپنے باپ اور دادا کی طرح لسیتسن بھی تقریباً بچپن ھی سے دھات کا کام کرنے لگا تھا اور اکتوبر انقلاب سے پہلے وہ تولا کے بندوق کے کارخانے میں خراد چلانے کا کام کرتا تھا۔

خزاں کی اس رات کے بعد سے جب تولا کا وہ بندوق‌ساز کندھے پر رائفل رکھ‌کر مزدوروں کا اقتدار قائم کرنے کےلئے لڑائی پر چلا گیا تھا، وہ واقعات کے طوفان میں پھنس گیا تھا۔ انقلاب اور پارٹی کی ضروریات کے مطابق نکولائی لسیتسن کو ایک ایک کرکے کئی دشوار معرکے سر کرنے کےلئے بھیجا گیا اور ترقی کی شاندار راہ طے کرتا ہوا وہ سرخ فوج کے ایک معمولی سپاھی سے بڑھ‌کر ایک کمانڈر اور رجمنٹ کا کمیسار بن گیا۔

لڑائیوں کی گولے باری اور توپوں کی گرج اب ایک قصۂ پارینہ بن‌کر رہ‌گئی تھی۔ نکولائی لسیتسن اب سرحد کے اس ضلع میں تعینات تھا۔ زندگی پرامن نپی‌تلی رفتار سے چل رھی تھی اور عاملہ کمیٹی

لیا گیا اور وہ قیمتی اشیاء علاقائی محکمۂ مال کی تجوریوں میں رکھ دی گئیں۔

اس کے چند دن بعد ایک گھوڑسوار سرپٹ گھوڑا دوڑاتا ہوا سرحد کی سمت سے بریزدوف آیا۔ گھوڑے کے منہ سے جھاگ نکل رہا تھا۔ جس وقت وہ گھوڑسوار شہر کی سڑکوں پر سے ہوکر گذرا تو شہر کے کاهل نکمے لوگ اسے تعجب سے دیکھنے لگے۔

عاملہ کمیٹی کے دفتر کے پھاٹک پر پہنچ کر گھوڑسوار اپنے گھوڑے سے کود پڑا اور ایک ہاتھ سے اپنی جھولتی ہوئی تیغ سنبھال کر سامنےوالی سیڑھیوں پر اپنے بھاری بوٹ پٹکتا ہوا تیزی سے اوپر چڑھ گیا۔ لسیتسن نے فکرمندی سے پیشانی پر بل ڈال کر اسکے لائے ہوئے خط کو لے لیا اور لفافے پر دستخط کرکے اسے واپس کردیا۔ خط حوالے کرکے وہ سرحدی سنتری پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے سستانے کا موقع دئے بغیر ایڑ لگاکر پھر اسی سمت میں گھوڑا سرپٹ بھگاتا ہوا واپس چلا گیا جدھر سے آیا تھا۔

عاملہ کمیٹی کے صدر کے علاوہ کسی کو بھی اس خط کے مضمون کی اطلاع نہیں تھی اور اس نے ابھی خط پڑھا تھا۔ لیکن شہروالوں کی ناک بہت تیز تھی، انہیں ہر بات کی اطلاع پہلے ہی سے مل جاتی تھی۔ یہاں کے تین چھوٹے تاجروں میں سے دو معمولی پیمانے پر چوری سے مال کی درآمد برآمد کرتے رہتے تھے اور یہ کاروبار کرتے

کورچاگن دفتر سے نکلا تو دوپہر ہو چکی تھی۔ وہ عمارت سے باھر آیاھی تھا کہ لسیتسن کی چھوٹی بہن، ایک شرمیلی سی بچی جو اپنی عمر کے لحاظ سے ضرورت سے زیادہ سنجیدہ تھی، باغ سے اس کی طرف بھاگی ھوئی آئی۔ کورچاگن کو دیکھتے ھی وہ ھمیشہ بڑے تپاک سے مسکراتی تھی اور کورچاگن بھی اسے بڑے پیار سے انیوتکا کے نام سے پکارتا تھا۔ اس وقت بھی اس نے ماتھے پر سے اپنے کٹے ھوئے بالوں کی ایک لٹ پیچھے ہٹاتے ھوئے بہت شرماکر اس کا استقبال کیا:

"کیا نکولائی اکیلا ھے؟" اس نے پوچھا۔

"ماریا مخائیلوونا بڑی دیر سے اسکا کھانا تیار کرکے بیٹھی ھوئی ھیں۔"

"انیوتکا، اندر چلی جاؤ، وہ اکیلا ھی ھے۔"

دوسرے دن صبح پوپھٹنے سے بہت پہلے ھی تین گاڑیاں جن میں موٹے تازے گھوڑے جتے ھوئے تھے آکر عاملہ کمیٹی کے دفتر کے سامنے رکیں۔ گاڑیوں کے ساتھ آئے ھوئے لوگوں نے نہایت دبی زبان میں کچھ باتیں کیں اور پھر محکمۂ مال سے کئی سہربند تھیلے لاکر گاڑی پر لاد دئیے گئے۔ چند منٹ بعد ھی وہ گاڑیاں بڑی سڑک پر گڑگڑاتی ھوئی آنکھ سے اوجھل ھو گئیں۔ انکی حفاظت کےلئے کورچاگن کی رہنمائی میں مسلح سپاھیوں کا ایک دستہ بھی تھا۔ علاقائی مرکز تک کا تقریباً پچیس میل کا راستہ (جس میں سے پندرہ سولہ میل کا راستہ جنگل میں ھوکر جاتا تھا) بہ خیر و عافیت طے کر

اور سور گرمی سے پریشان، کوڑے کرکٹ کے ڈھیر میں کھانے کی چیزیں تلاش کر رہے تھے۔

طلایہ کے سپاھیوں نے شہر کے کنارے پر باغوں میں سورچہ جما لیا جہاں سے انہیں کھلے کھیت اور دور تک پھیلی ھوئی سیدھی سڑک صاف نظر آ رھی تھی۔

لسیتسن کے پاس جو پیغام آیا تھا وہ بہت ھی مختصر تھا:

''کل رات پدوبتسی کے علاقے میں مختصر سی لڑائی کے بعد تقریباً سو گھوڑسواروں کا گروہ سرحد پار کرکے سوویت علاقے میں داخل ھو گیا ھے۔ ان لوگوں کے پاس دو ھلکی مشین گنیں بھی ھیں۔ حفاظتی تدابیر کرو۔ سلاووتا کے جنگل میں جاکر یہ گروہ کہیں غائب ھو گیا اور اسکا پتہ نہیں چل سکا۔ سرخ کزاکوں کا ایک رسالہ اس کا تعاقب کرنے کےلئے روانہ کر دیا گیا ھے۔ یہ رسالہ کل دن میں کسی وقت بریزدوف سے ھوکر گذرےگا۔ انہیں دشمن نہ سمجھ بیٹھنا۔ گاوریلوف، کمانڈر، مخصوص سرحدی بٹالین۔ ''

ایک گھنٹہ بھی نہ گذرنے پایا تھا کہ شہر آنےوالی سڑک پر ایک گھوڑسوار نظر آیا۔ اس کے پیچھے تقریباً پانچ فرلانگ کے فاصلے پر گھوڑسواروں کا ایک گروہ آ رھا تھا۔ کورچاگن کی تیز نگاھیں انکی نقل و حرکت کو بڑے غور سے دیکھ رھی

کرتے وہ آنےوالے خطرے کو ہمیشہ پہلے سے بھانپ لیتے تھے۔

فوجی ٹریننگ کی بٹالین کے ہیڈکوارٹر کی طرف جانےوالے فٹ پاتھ پر دو شخص تیز قدم بڑھائے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ ان میں سے ایک پاویل کورچاگن تھا۔ وہ اپنا پستول لگائے ہوئے تھا لیکن دیکھنےوالوں کو اس پر کوئی حیرت نہ ہوئی کیونکہ یہ تو اسکا معمول تھا۔ لیکن یہ بات کہ دوسرا شخص پارٹی کمیٹی کا سکرٹری تروفیموف بھی پستول لگائے تھا کچھ تشویشناک ضرور تھی۔

چند منٹ بعد دس بارہ آدمی رائفلوں پر سنگینیں چڑھائے ہیڈکوارٹر سے بھاگتے ہوئے باھر نکلے اور چوراھےوالی چکی کی طرف چل دئے۔ کمیونسٹ پارٹی اور کمسومول کے باقی ممبروں کو پارٹی کمیٹی کے دفتر میں ھتھیار تقسیم کئے جا رہے تھے۔ عاملہ کمیٹی کا صدر سر پر کزاکوں جیسی ٹوپی پہنے اور حسب معمول اپنی پیٹی میں ساؤزر پستول لٹکائے گھوڑا دوڑاتا ہوا ادھر سے گذرا۔ یقیناً کوئی اھم بات ہونےوالی تھی۔ شہر کا بڑا چوک اور چھوٹی چھوٹی سڑکیں ویران ہو گئیں۔ وھاں کسی فردبشر کا نام نشان تک باقی نہیں رہا۔ پلک جھپکاتے چھوٹی چھوٹی دکانوں کے دروازوں پر باوا آدم کے زمانے کے بڑے بڑے تالے ٹھونک دئے گئے اور کھڑکیاں بند کر لی گئیں۔ صرف نڈر مرغیاں

اسکے علاوہ سرحد وہاں سے قریب ہونے کی وجہ سے مستقل انتھک چوکسی ہر شخص پر لازم تھی۔

لسیتسن، تروفیموف، کورچاگن، سرگرم اراکین کی اس چھوٹی سی ٹولی کے ساتھ جو انھوں نے اپنے گرد منظم کی تھی صبح سے شام تک کام میں لگے رہتے تھے۔ حفاظتی انتظامات کو مضبوط بنانے سے متعلق پارٹی اور کمسومول کے کاموں کے علاوہ وہ سوویتوں کے نئے انتخابات کی تیاریاں کرنے، لٹیروں کے خلاف لڑنے، تہذیبی سرگرمیوں کی تنظیم کرنے اور چوری چھپے مال کی درآمد برآمد بند کروانے میں مصروف رہتے تھے۔

گھوڑے پر گشت لگایا، وہاں سے اترے تو دفتر کی میز پر جا بیٹھے، وہاں سے اٹھے تو میدان تک چلے گئے جہاں فوجی تعلیم پانےوالے نوجوان بڑی محنت سے قواعد کرتے رہتے تھے۔ پھر کلب اور اسکول اور دن میں کمیٹی کی دو یا تین میٹنگیں۔ دوسری بٹالین کے فوجی کمیسار کا سارا دن اسی چکر میں نکل جاتا تھا۔ اکثر تو وہ اپنا ماؤزر پستول کمر پر لگائے راتیں بھی گھوڑے کی پیٹھ پر ھی گذار دیتا تھا، راتیں جن کا سکوت بس کبھی کبھی ”ٹھہرو، کون ہے؟“ کی تیز آواز اور سرحد کے اس پار سے چوری سے لائے ہوئے مال سے لدی ہوئی گاڑی کے تیزی سے بھاگتے ہوئے پہیوں کی گڑگڑاھٹ سے منتشر ھو جاتا تھا۔

کمسومول کی بریزدوف ضلع کمیٹی تین افراد پر مشتمل تھی: کورچاگن، والگا کے علاقے کی چپاں

تھیں۔ وہ آگےوالا اکیلا گھوڑسوار ساتویں سرخ کزاک رجمنٹ کا ایک نوجوان سپاھی تھا اور سراغ رسانی کے کام میں ابھی بالکل مبتدی معلوم ھوتا تھا۔ اسی لئے حالانکہ وہ بہت محتاط ھوکر چل رھا تھا لیکن پھر بھی وہ سڑک کے کنارے کے باغوں میں چھپے ھوئے سپاھیوں کو نہیں دیکھ پایا۔ قبل اسکے کہ اسے علم ھوتا پیڑوں اور جھاڑیوں کے پیچھے سے مسلح سپاھیوں نے نکل کر اسے گھیر لیا، اور جب اس نے انکی ٹیونکوں پر کمسومول کے بلے دیکھے تو وہ کھسیاکر مسکرانے لگا۔ مختصر سی گفتگو کے بعد وہ واپس مڑا اور گھوڑا سرپٹ دوڑاتا ھوا گھوڑسواروں کے قریب پہنچ گیا جو دلکی چال سے گھوڑے دوڑاتے ھوئے چلے آرھے تھے۔ سنتریوں نے سرخ کزاکوں کو گذر جانے دیا اور پھر پہرے پر باغ میں جا کھڑے ھوئے۔

کئی دن بڑی فکر کے ساتھ گذارنے کے بعد لسیتسن کو اطلاع ملی کہ دھشت پھیلانےوالوں کا وہ گروہ اپنے مقصد میں ناکام رھا تھا اور سرخ گھوڑسواروں کے مسلسل تعاقب کی وجہ سے حملہآوروں کو دم دباکر سرحد کے پار واپس چلے جانے پر مجبور ھونا پڑا تھا۔

مٹھی بھر بالشویک — انکی کل تعداد انیس تھی — اس ضلع میں سوویت طرز زندگی کی تعمیر کرنے میں سرگرمی سے جٹ گئے۔ یہ ایک نیا علاقہ تھا اور اسلئے ھر کام نئے سرے سے شروع کرنا پڑ رھا تھا۔

کی چمک سے بچنے کےلئے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھے سیڑھیوں پر کھڑی تھی۔

''کامریڈ فوجی کمیسار، امید ہے کہ جلد ہی آپ سے پھر ملاقات ہوگی،، اس نے مسکرا کر کہا۔

گھوڑے نے بےصبری کے ساتھ اپنے سم پٹکے اور اپنی گردن تان کر لگام کو جھٹکا دینے لگا۔

''اچھا، اب میں جاتا ہوں، کامریڈ رکیتینا۔ تو یہ طے رہا: کل سے آپ پڑھانا شروع کر دینگی۔،،

لگام کو کچھ ڈھیلا محسوس کرتے ہی گھوڑا دلکی چال سے چل دیا۔ دفعتاً پاویل کے کانوں میں کسی کے زور زور سے چیخنے کی آواز آئی جیسے گاؤں میں آگ لگ جانے کے وقت عورتیں چیختی ہیں۔ جلدی سے اپنا گھوڑا موڑ کر فوجی کمیسار نے دیکھا کہ ایک نوجوان کسان عورت بےتحاشہ گاؤں کی طرف بھاگی چلی آ رہی ہے۔ رکیتینا نے آگے بڑھ کر اسے روکا۔ آس پاس کی جھونپڑیوں سے لوگوں نے جھانک کر دیکھا۔ زیادہ‌تر تو بوڑھے اور بڑھیائیں ہی تھیں کیونکہ جتنے لوگ کام کرنے لائق تھے سب کھیتوں پر کام کرنے چلے گئے تھے۔

''ارے، لوگو! دوڑو! جلدی چلو! جلدی چلو! وہ لوگ وہاں ایک دوسرے کو مارے ڈال رہے ہیں!،،

جس وقت کورچاگن اپنا گھوڑا بھگا کر وہاں پہنچا تو لوگ اس عورت کے گرد جمع ہونے لگے تھے اور اسکا سفید شلوکا کھینچ کھینچ کر اس پر بےتابانہ سوالات کی بارش کر رہے تھے۔ لیکن

جیسی آنکھوں‌والی ایک لڑکی لیدا پولیوخ جو عورتوں کے محکمے کی ذمہ‌دار تھی اور تیسرا ایک لمبا سا خوبصورت نوجوان ژینکا رازولیخین جو ابھی کچھ ھی عرصہ پہلے تک کالج میں پڑھتا تھا۔ رازولیخین ھیجان انگیز قسم کے جانبازی کے کارناموں سے بےحد دلچسپی رکھتا تھا اور شرلاک ھومس اور لوئی بوسینار کے متعلق تو اس ک قول سند تھا۔ پہلے وہ پارٹی کی ضلع کمیٹی کے دفتر کا کام سنبھالتا تھا۔ اسی لئے حالانکہ کمسومول تنظیم میں داخل ھوئے اسے ابھی صرف چار ھی مہینے ھوئے تھے لیکن نوجوان ساتھیوں کے سامنے وہ اپنے آپ کو بہت ”پرانا بالشویک،، ظاھر کرتا تھا۔ علاقائی کمیٹی نے کافی پس و پیش کے بعد اسے سیاسی تعلیم ک کام سنبھالنے کےلئے بریزدوف بھیجا تھا محض اس لئے کہ انکے پاس بھیجنے کےلئے کوئی دوسرا آدمی نہیں تھا۔

سورج بالکل سر پر چمک رھا تھا۔ گرمی سے کہیں چھٹکارا نہیں تھا اور تمام جاندار سائے کی پناہ ڈھونڈھتے رھتے تھے۔ کتے تک سائبانوں میں گھس گئے تھے اور کاھلی اور نیند کے مارے لیٹے ھانپ رھے تھے۔ گاؤں بھر میں زندگی کا نشان صرف اس سور میں مل رھا تھا جو کنویں کے پاس کیچڑ میں عیش کے ساتھ لوٹ رھا تھا۔

کورچاگن نے اپنا گھوڑا کھولا اور گھٹنے کے شدید درد کی وجہ سے اپنا ھونٹ کاٹتے ھوئے اس کی پیٹھ پر سوار ھو گیا۔ اسکول کی معلمہ سورج

کورچاگن نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور وہ سرپٹ بھاگ پڑا۔ اپنے سوار کی للکار پر گھوڑا آندھی کی طرح بھاگتا ہوا ان دوڑتے ہوئے گاؤں والوں سے آگے نکل گیا۔ کنوتیوں پر بل دئیے اور طوفانی رفتار سے اپنے پاؤں تلے زمین کو روندتا ہوا وہ اپنی رفتار مسلسل تیز کرتا جا رہا تھا۔ سامنے ایک ٹیلے پر ایک ہوا چکی اپنے ہاتھ پھیلائے کھڑی تھی گویا اس کا راستہ روکنا چاہتی ہو۔ داھنی طرف دریا کے کنارے چراگاھیں تھیں اور بائیں طرف کالے گیہوں کا ایک کھیت اونچی نیچی سطح پر افق تک پھیلا ہوا تھا۔ پکے ہوئے کالے گیہوں کی بالیں ہوا میں جھوم رہی تھیں۔ سڑک کے کنارے پوست کے سرخ پھول کھلے ہوئے تھے۔ چاروں طرف مکمل خاموشی اور ناقابل برداشت گرمی تھی۔ لیکن دور سے جہاں دریا کی روپہلی پٹی سورج کی دھوپ کا مزا لے رہی تھی، لڑائی کا شوروغل سنائی دے رہا تھا۔

گھوڑا اسی برق رفتاری کے ساتھ نیچے چراگاھوں کی طرف چلا جا رہا تھا۔ ”اگر کہیں لڑکھڑایا تو ہم دونوں کا خاتمہ ہے“ ایک لمحے کے لئے یہ خیال پاویل کے ذہن میں بجلی کی طرح کوند گیا۔ لیکن اب رکنے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ گھوڑے کی پیٹھ پر جھک کر چپ چاپ سنسناتی ہوئی ہوا کی سیٹیاں سننے کے علاوہ اب اسکے پاس کوئی چارہ ہی نہ تھا۔

طوفان کی طرح گھوڑا دوڑاتا ہوا وہ اس کھیت

اسکی بےربط چیخوں کا وہ کوئی بھی مطلب نہیں نکال سکے تھے۔ ''ارے خون ہو گیا! وہ لوگ انہیں کاٹے ڈال رہے ہیں!،، وہ بس یہی کہے جا رہی تھی۔ اتنے میں الجھی ہوئی ڈاڑھی‌والا ایک بوڑھا اپنا گاڑھے کا پاجامہ ایک ہاتھ سے تھامے عجیب بےتکے انداز میں پھدکتا ہوا ادھر آیا۔

''آخر یہ کیا چیخ پکار مچا رکھی ہے! بند کرو اسے!،، بوڑھے نے اس اختلاجی عورت کو ڈانٹ کر کہا۔ ''کون مارے ڈال رہا ہے؟ کسے مارے ڈال رہا ہے؟ کیا ہوا، کیا؟ کمبخت چیں چیں کئے چلی جا رہی ہے۔ چپ رہ!،،

''ارے ہمارے لوگ ہیں اور وہ پدوبتسی‌والے ہیں... مینڈ پر جھگڑا ہو رہا ہے۔ وہ ہمارے لوگوں کو مارے ڈال رہے ہیں!،،

اب ساری بات سمجھ میں آ گئی۔ عورتیں رونے لگیں، بوڑھے غصے سے چلانے لگے۔ سارے گاؤں میں خبر پھیل گئی اور جگہ جگہ اس کا چرچا ہونے لگا: ''پدوبتسی‌والے ہمارے آدمیوں کو ہنسیوں سے کاٹے ڈال رہے ہیں... پھر وہی مینڈوں پر جھگڑا ہے!،، صرف ان لوگوں کو چھوڑکر جو بیماری کی وجہ سے بستر سے لگے تھے باقی تمام لوگ باہر گاؤں کی سڑک پر نکل آئے اور لاٹھیوں، کدالوں، کلہاڑیوں وغیرہ سے لیس ہوکر ان کھیتوں کی طرف بھاگے جہاں دونوں گاؤں کے لوگ اپنے کھیتوں کی مینڈوں کے سلسلے میں ہر سال کی طرح زبردست لڑائی کر رہے تھے۔

تیزی سے گھوما اور ایک بار پھر پستول سے گولی داغی۔ لڑنےوالوں میں سے کچھ نے اپنے ھنسیے پھینک دئے اور واپس لوٹ پڑے۔ کھیت میں اپنا گھوڑا دوڑاتے ہوئے اور مسلسل گولیاں چلاتے ہوئے کمیسار نے صورت حال پر قابو پا لیا۔ کسان بھاگ کھڑے ہوئے اور ادھر ادھر بکھر گئے تاکہ ان پر اس خون خرابے کی ذمہ‌داری بھی نہ آنے پائے اور وہ اس خوفناک گھوڑسوار سے بھی محفوظ رھیں جو غصے سے پاگل ھوکر مسلسل گولیاں چلا رھا تھا۔

خیریت یہ ھوئی کہ کوئی مارا نہیں گیا اور جو زخمی ھوئے تھے وہ اچھے ھو گئے۔ لیکن تھوڑے ھی دن بعد پدوبتسی میں اس معاملے کی تحقیقات کے لئے ضلع کی عدالت کا ایک اجلاس ھوا لیکن جج تمام کوششوں کے باوجود سرغنوں کا پتہ نہ لگا سکا۔ ایک سچے بالشویک کے صبر اور استقلال کے ساتھ جج نے اپنے روبرو کھڑے ھوئے ان اکل کھرے کسانوں پر یہ بات واضح کرنے کی کوشش کی کہ انکی یہ حرکت کس قدر وحشیانہ تھی اور ساتھ ھی انہیں یہ بھی اچھی طرح سمجھا دیا کہ آئندہ اس قسم کا دنگا فساد برداشت نہیں کیا جائیگا۔

”کامریڈ جج، سارا قصور ان مینڈوں کا ھے“، ان لوگوں نے کہا۔ ”نہ جانے کبسے ھمیشہ یہ گڈمڈ ھو جاتی ھیں اور ھر سال ھم لوگوں کو ان پر لڑنا پڑتا ھے۔“

میں داخل ہوا جہاں غصے سے پاگل ہوکر لوگ بڑی درندگی کے ساتھ لڑائی میں لگے ہوئے تھے۔ کئی آدمی زمین پر زخمی پڑے تھے اور انکے زخموں سے خون کے دھارے جاری تھے۔

ایک ڈاڑھی‌والا کسان ہاتھ میں ہنسیا کا ٹوٹا ہوا سوٹھ لئے ایک نوجوان کا پیچھا کر رہا تھا جسکے چہرے سے خون کی دھار بہہ رہی تھی۔ ڈاڑھی‌والا کسان گھوڑے سے ٹکراکر گر پڑا۔ قریب ہی ایک دھوپ سے سنولایا ہوا قوی ہیکل شخص اپنے زمین پر پڑے ہوئے حریف کے پیڑو پر کس‌کس‌کر اپنے بھاری بوٹوں کی ٹھوکریں جما رہا تھا۔

جھگڑتے ہوئے لوگوں کے بیچ میں پوری رفتار سے گھوڑا دوڑاکر کورچاگن نے انکو منتشر کر دیا۔ قبل اسکے کہ وہ لوگ اس حیرت انگیز واقعے کو پوری طرح سمجھ سکتے پاویل اندھادھند گھوڑادوڑاتا ہوا ایک ایک کو کھدیڑنے لگا۔ وہ جانتا تھا کہ درندگی کے جذبے سے لڑنے‌والے ان لہولہان لوگوں کو منتشر کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ انہیں دہشت زدہ کر دیا جائے۔

”بدمعاشو، الگ ہٹ جاؤ!“ اس نے غصے سے چلاکر کہا۔ ”ورنہ میں ایک ایک کو گولی سے اڑا دونگا، کمبخت لٹیرے کہیں کے!“

اور پھر اپنا پستول نکال‌کر اس نے ایک شخص کے سر کے اوپر سے گولی چلائی جس کا چہرہ وحشیانہ غصے سے اینٹھا ہوا تھا۔ گھوڑا پھر

''بیس برس بعد تو ایک بھی مینڈ باقی نہیں رهیگی، کامریڈ اسین پیمائش ۔ ،،

بوڑھے نے اس پر ایک شفیقانه نظر ڈالی ۔

''تمہارا مطلب کمیونسٹ سماج سے ھے؟ ارے وہ تو بہت دور کی بات ھے ۔ نه جانے کب آئےگا وہ دن! ،،

''آپ نے بدانووکا کے اجتماعی فارم کے بارے میں سنا ھے؟،،

''ھاں ھاں، میں سمجھا تمہارا کیا مطلب ھے ۔ ،،

''تو پھر ؟،،

''میں بدانووکا ھو آیا ھوں ۔ لیکن کامریڈ کورچاگن، وہ تو اپنی قسم کی ایک ھی چیز ھے ۔ ھمارے ھاں کتنے ھیں اس قسم کے اجتماعی فارم؟،،

کمیشن زمین کی پٹیوں کی پیمائش کرتا رھا ۔ دو نوجوان کھونٹیاں گاڑتے جا رہے تھے اور دونوں طرف کھڑے ھوئے کسان بڑے غور سے یه دیکھ رہے تھے که کھونٹیاں وھیں پر گاڑی جائیں جہاں اس سے پہلےوالی حدوں کی آدھی سڑی ھوئی کھونٹیاں گھاس میں چھپی ھوئی بمشکل نظر آ رھی تھیں ۔

اپنے مریل گھوڑے کو چابک رسید کرتے ھوئے باتونی کوچوان اپنی سواریوں سے مخاطب ھوا :

''میری تو سمجھ میں نہیں آتا که یه کمسومولوالے چھوکرے کہاں سے آ گئے ھیں،، وہ بولا ۔ ''میری یاد میں تو اب سے پہلے اس ناد کی کوئي چیز تھي نہیں ۔ مجھے یقین ھے که یه

پھر بھی کچھ کسانوں کو اس لڑائی کےلئے جواب‌ده ہونا پڑا۔

ہفتہ بھر بعد ایک کمیشن وہاں بھیجا گیا اور اس نے باعث نزاع زمین کی حدیں مقرر کرنے کےلئے کھونٹیاں گاڑنی شروع کردیں۔

”میں تیس برس سے کھیتوں کی پیمائش کا کام کر رہا ہوں اور ہمیشہ جھگڑا انہیں مینڈوں پر ہوتا ہے“، کمیشن کے بوڑھے امین پیمائش نے اپنا فیتہ لپیٹتے ہوئے کہا۔ اس گرمی میں اس بوڑھے کو اتنی بھاگ دوڑ کرنا پڑی تھی کہ وہ پسینے میں نہا گیا تھا۔ ”یہ چراگاہیں جس طرح تقسیم کی گئی ہیں اگر دیکھو تو تمہیں یقین نہیں آ سکتا۔ کوئی شرابی بھی اس سے زیادہ سیدھی لکیریں کھینچ سکتا تھا۔ اور کھیتوں کی حالت تو اور بھی بدتر ہے۔ تین تین قدم چوڑی پٹیاں اور وہ بھی ایک دوسری کو کاٹتی ہوئی۔ انہیں الگ کرنے کی کوشش میں ہی آدمی پاگل ہو جائے۔ اور یہ کھیت تقسیم ہوکر اور بھی چھوٹے چھوٹے حصوں میں بٹتے جا رہے ہیں۔ جیسے ہی بیٹے جوان ہوتے ہیں وہ اپنے باپ کی زمین میں سے اپنا حصہ الگ کروا لیتے ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں، اب سے بیس برس بعد کھیتی کے لائق زمین رہ ہی نہیں جائیگی، بس مینڈیں ہی مینڈیں ہونگی۔ ابھی یہ حال ہے کہ کم سے کم دس فیصدی زمین اس طرح مینڈوں میں ضائع ہو گئی ہے۔“

کورچاگن مسکرا دیا۔

گاڑی‌والے نے اپنے بالوں سے بھرے ہوئے سینے کو کھجایا جو اسکی گاڑھے کی قمیص کے کھلے ہوئے گریبان میں سے نظر آ رہا تھا اور گھوڑے کے پیٹ پر ایک چابک گھما کر رسید کر دیا۔ گاڑی میں رازولیخین اور لیدا بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ دونوں کام سے پدوبتسی جا رہے تھے۔ لیدا عورتوں کے نمائندوں کی ایک کانفرنس کرنا چاہتی تھی اور رازولیخین کو وھاں مقامی تنظیم کے کام کو منظم کرنے میں مدد دینے کےلئے بھیجا گیا تھا۔

''تو تم کمسومول‌والوں کو پسند نہیں کرتے؟'' لیدا نے مذاق میں گاڑی‌والے سے پوچھا۔

جواب دینے سے پہلے وہ تھوڑی دیر تک اپنی چھوٹی سی ڈاڑھی کو نوچتا رہا۔

''نہیں، مجھے ان پر کوئی اعتراض تو نہیں ھے... میں تو اس کے حق میں ھوں کہ نوجوانوں کو خوشیاں منانے اور مست رھنے اور ناٹک وغیرہ کرنے کا پورا موقع دینا چاہئے۔ مجھے تو خود ھنسی مذاق‌والے ناٹک بہت پسند ھیں بشرطیکہ اچھے ھوں۔ شروع شروع میں تو ھمارا یہ خیال ضرور تھا کہ یہ چھوکرے ھاتھ سے نکل جائیں‌گے لیکن ھوا اس کا بالکل الٹا۔ میں نے لوگوں کو کہتے سنا ھے کہ یہ لوگ شراب پینے اور دنگا فساد مچانے وغیرہ کے بہت خلاف ھیں۔ وہ کتابیں پڑھنے پر زیادہ زور دیتے ھیں۔ لیکن وہ لوگ خدا کے سخت خلاف ھیں اور مستقل اس فکر میں رھتے ھیں کہ گرجا پر قبضہ جما کر اسے کلب بنا دیں۔

سب جھگڑا اسکول کی اس استانی کا شروع کیا ہوا ھے۔ اسکا نام رکیتینا ھے، شائد تم بھی اسے جانتے ہوگے؟ ھے تو وہ جوان عورت مگر آفت کی پرکالہ ھے۔ اس نے گاؤں بھر کی تمام عورتوں کو بھڑکا دیا ھے، انکے دماغ میں نہ جانے کیسی الٹی سیدھی باتیں بھر دی ھیں۔ اور تمام جھگڑے اسی وجہ سے شروع ھوتے ھیں۔ اب یہ حالت ہو گئی ھے کہ آدمی اپنی بیوی کو بھی نہیں مار سکتا! پہلے تو یہ ھوتا تھا کہ جب کبھی کسی بات پر غصہ آیا اور بیوی کے ایک گھونسہ جڑ دیا تو وہ چپکے سے کھسک جاتی تھی اور جا کر منھ پھلا کر بیٹھ جاتی تھی۔ لیکن اب تو وہ اتنا ھنگامہ مچاتی ھے کہ کچھ کہنے کی بھی ھمت نہیں ھوتی۔ اب تو وہ عوامی عدالت کی دھمکی دیتی ھے اور جو نوجوان عورتیں ھیں وہ تو طلاق کی دھمکی دیتی ھیں اور دنیا بھر کے قانون بگھارنے لگتی ھیں۔ میری گانکا کو ھی دیکھ لو۔ اس سے زیادہ خاموش اور سیدھی چھوکری ڈھونڈے سے نہیں مل سکتی تھی۔ اب وہ جا کر ڈیلی گیٹ بن گئی ھے۔ میرا خیال ھے کہ یہ ڈیلی گیٹ عورتوں کی کسی قسم کی مکھیا ھوتی ھے۔ اس کے پاس سارے گاؤں کی عورتیں آتی ھیں۔ میں نے جب یہ سنا تو میں تو اسی چابک سے اسکی خبر لینے والا تھا لیکن پھر میں ٹال گیا، کچھ کہا ھی نہیں۔ میری بلا سے جہنم میں جائیں، میں کیا کر سکتا ھوں! جہاں تک گھر کے کام کاج وغیرہ کا تعلق ھے اس میں وہ چھوکری اتنی بری نہیں ھے۔“

لینے سے زیادہ دلچسپ کام تمہارے خیال میں اور کوئی نہیں ہے؟،،

''اچھا اپنا ھاتھ ہٹاؤ اور فوراً میرے بستر پر سے چلے جاؤ!،، لیدا نے اسے دھکا دیکر کہا۔ رازولیخین کی خوشامدانہ چکنی چپڑی مسکراھٹ سے اسے همیشه سے نفرت تھی اور وہ اسے بہت ھی توھین آمیز اور ذلیل کرنےوالی باتیں سنا دینا چاھتی تھی لیکن نیند اس پر غالب آ گئی اور اس نے پھر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

''بس بس، رھنے دو! آخر اتنے نخرے کیوں کررھی ھو؟ تم نے خانقاہ میں تو پرورش پائی نہیں ہے؟ مجھ سے اتنا پاکباز بننے کی کوشش نہ کرو، تم مجھے چرکا نہیں دے سکتیں۔ اگر تم واقعی روشن خیال عورت ھوتیں تو میری خواھش پوری کرنے کے بعد جی بھر کے سوتیں۔،،

معاملہ طے سمجھ کر وہ پھر جا کر پلنگ کے سرے پر بیٹھ گیا اور اس نے لیدا کے کندھے پر اس طرح ھاتھ رکھا گویا وہ اسکی ملکیت ھو۔

''چلو دفعان ھو!،، لیدا اب پوری طرح بیدار تھی۔ ''میں کل کورچاگن سے یہ سب کہونگی۔،،

رازولیخین نے اس کا ھاتھ پکڑ لیا اور جھلا کر کہا:

''میں تمہارے کورچاگن کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کرتا اور دیکھو زیادہ ھاتھ پاؤں نہ چلاؤ، نہیں تو مجھے تمہارے ساتھ زبردستی کرنی پڑیگی۔،،

اسکے بعد کچھ دیر تک ھاتھا پائی ھوتی رھی اور پھر اندھیرے میں دو زوردار چانٹوں کی آواز

یہ بات تو اچھی نہیں ہے۔ اسی وجہ سے بوڑھے لوگ انکے خلاف ہو گئے ہیں۔ لیکن مجموعی طور پر وہ برے لوگ نہیں ہیں۔ مجھ سے پوچھو تو وہ لوگ یہ بڑی غلطی کرتے ہیں کہ گاؤں کے تمام مفلس اور پھٹے حال ہی لوگوں کو اپنے ساتھ لیتے ہیں جو دوسروں کے ہاں مزدوری کرتے ہیں یا جو اپنی کھیتی باڑی ٹھیک سے نہیں چلا پاتے۔ وہ لوگ امیر کسانوں کے بیٹوں سے کوئی سروکار ہی نہیں رکھتے۔ ،،

گاڑی کھڑکھڑ کرتی ہوئی پہاڑی کی ڈھلان پر اتری اور اسکول کی عمارت کے سامنے جا کر رک گئی۔

اسکول کی نوکرانی ان نوواردوں کے ٹھہرنے کا انتظام کرکے خود سائبان میں پیال پر سونے چلی گئی تھی۔ لیدا اور رازولیخین ابھی ایک میٹنگ سے لوٹے تھے جو ذرا دیر سے ختم ہوئی تھی۔ جھونپڑی کے اندر اندھیرا تھا۔ لیدا جلدی سے جوتے اتارکر بستر پر لیٹ گئی اور فوراً ہی سو گئی۔ اپنے جسم پر رازولیخین کے ہاتھوں کا لمس محسوس کرکے وہ چونک کر جاگ پڑی۔ وہ اسکے جسم پر اس طرح ہاتھ پھیر رہا تھا کہ لیدا کو اسکی نیت کے بارے میں کسی قسم کا شبہہ نہیں رہ گیا۔

’’کیا چاہتے ہو؟،،

’’ہش، لیدا، شور نہ کرو۔ میں تو وہاں اکیلے لیٹے لیٹے اکتا گیا۔ یہاں پڑے پڑے خراٹے

سرحد کے گاؤں میں ایک ایک کرکے کمسومول تنظیم کے مرکزے قائم ہونے لگے۔ ضلع کمیٹی کے ممبروں نے کمیونسٹ تحریک کی ان نوخیز کونپلوں کی بڑی توجہ کے ساتھ پرورش کی۔ لیدا پولیوخ اور کورچاگن مختلف جگہوں پر جاکر وہاں تنظیم کے مقامی اراکین کے ساتھ کام کرنے میں کافی وقت صرف کرتے تھے۔

رازولیخین دیہات میں جانا پسند نہیں کرتا تھا۔ وہ کسان لڑکوں کا اعتماد حاصل کرنا نہیں جانتا تھا اور اسی لئے جہاں بھی وہ جاتا تھا بنابنایا کھیل بگاڑ دیتا تھا۔ لیدا اور پاویل کو کسان نوجوانوں کے ساتھ دوستی پیدا کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی تھی۔ لڑکیاں تو لیدا سے فوراً مانوس ہو جاتی تھیں اور اسے اپنے ہی میں سے ایک سمجھنے لگتی تھیں اور وہ رفتہ رفتہ ان میں کمسومول تنظیم کےلئے دلچسپی پیدا کرتی تھی۔ جہاں تک کورچاگن کا تعلق تھا ضلع کے تمام نوجوان اسے جانتے تھے۔ سولہ سو نوجوانوں نے جو فوج میں بھرتی کئے جانےوالے تھے اسکی بٹالین میں ابتدائی فوجی تعلیم حاصل کی تھی۔ اسکے اکارڈین نے پرچار کے کام میں کبھی اتنا اہم حصہ نہیں لیا تھا جتنا کہ یہاں دیہات میں۔ اپنے اس باجے کی وجہ سے پاویل نوجوانوں میں بہت مقبول ہو گیا تھا جو شام کے وقت گاؤں کی گلی کے نکڑ پر تفریح کرنے کےلئے جمع ہو جاتے تھے۔ اور بہت سے بانکے چھیلے نوجوان تو اسی راہ سے کمسومول

آئی - رازولیخین کود کر الگ ہٹ گیا اور لیدا اندھیرے میں راستہ ٹٹولتی ہوئی دروازے پر پہنچی اور پھر دھکا دیکر دروازہ کھولا اور باہر صحن میں چلی گئی - وہ وہاں چاندنی میں غصے اور نفرت میں بھری کھڑی رہی -

''اندر آجاؤ، بیوقوف کہیں کی!،، رازولیخین نے جل کر اس سے پکار کر کہا -

وہ اپنی چارپائی باہر لے گیا اور رات وہیں چھجے کے نیچے بسر کی - لیدا نے اندر سے دروازے کی کنڈی لگا لی اور بستر میں دبک کر پھر سو گئی -

صبح وہ دونوں گھر کےلئے روانہ ہوئے - رازولیخین بوڑھے کوچوان کے پاس بیٹھا سگریٹ پھونکے جا رہا تھا -

''کہیں یہ 'دیکھو سجھے ھاتھ نہ لگانا، سچ سچ ہی نہ جاکر پاویل سے سارا بھانڈا پھوڑ دے، کمبخت! کسے خیال تھا کہ یہ ایسی تنگ خیال نکلے گی - بنتی ایسا ہے کہ جیسے بڑی حسینہ ہو اور صورت شکل خاک بھی نہیں - لیکن مجھے اس سے سمجھوتا کر لینا چاھئے ورنہ بعد میں بڑی مصیبت ہوگی - یوں ہی کورچاگن میرے پیچھے پڑا ہے - ،،

وہ اٹھ کر لیدا کے پاس چلا آیا - اس نے پشیمانی کا اظہار کیا اور چہرے پر ندامت ک انداز لاتے ہوئے معافی مانگتے ہوئے بدبدا کر کچھ کہا -

ترکیب کارگر ثابت ہوئی - گاؤں میں داخل ہونے سے پہلے لیدا نے وعدہ کیا کہ وہ رات والے واقعے کا ذکر کسی سے نہیں کریگی -

ملی کہ اس دن رات کو چوری سے کچھ مال گاؤں کی چکی پر لایا جائیگا۔ نیلی آنکھوں‌والا یہ گرم مزاج لڑکا بحث کرنے کا بہت شوقین تھا اور مذہب کے خلاف تحریک میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیتا تھا۔ یہ خبر پاتے ہی اسنے کمسومول کے تمام ممبروں کو اکٹھا کیا اور ایک ٹریننگ رائفل اور دو سنگینیں لیکر وہ تمام لوگ رات کی سنسان گھڑیوں میں نکل پڑے اور چکی کے قریب اپنے شکار کی گھات میں چھپ گئے۔ ریاستی سیاسی ادارے کی سرحدی چوکی کو بھی چوری سے مال آنے کی اطلاع مل گئی تھی اور ان لوگوں نے بھی اپنے سپاھیوں کا ایک دستہ بھیج دیا تھا۔ رات کے اندھیرے میں ان دونوں ٹولیوں کی ٹکر ھو گئی اور اگر سرحدی سنتریوں نے چوکسی سے کام نہ لیا ھوتا تو نوجوانوں کو اس معرکے میں کافی نقصان اٹھانا پڑتا۔ ھوا صرف یہ کہ نوجوانوں کے ھتھیار چھین لئے گئے اور انھیں وھاں سے تین میل دور ایک گاؤں میں لے جاکر بندکر دیا گیا۔

کورچاگن اس وقت اتفاق سے گاوریلوف کے گھر پر تھا۔ جب بٹالین کمانڈر نے صبح کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو وہ فوراً گھوڑے پر سوار ھوکر ان لڑکوں کو چھڑوانے کےلئے بھاگا۔ ریاستی سیاسی ادارے کے آدمی نے ھنستے ھوئے اسکو یہ کہانی سنائی۔

''کامریڈ کورچاگن، میں بتاؤں کہ ھم لوگ کیا کریں،، وہ بولا۔ ''یہ سب بڑے اچھے نوجوان

میں داخل ہوئے۔ اکارڈین کی مسحورکن موسیقی سنتے سنتے ہی انکے دلوں میں کمسومول کےلئے بھی دلچسپی ہوئی، وہ موسیقی جو کبھی پرجوش اور دل کو گرمانےوالی ہوتی تھی اور کبھی جنگی جوش اور شجاعت سے بھری ہوئی۔ اور کبھی اس سے نرم اور لطیف دھنیں بھی نکلتی تھیں جیسی کہ صرف یوکرین کے درد اور حسرتبھرے گیتوں کی ہو سکتی ہیں۔ وہ اکارڈین بھی سنتے تھے اور اکارڈین بجانےوالے نوجوان کی بات بھی جو کسی زمانے میں ریلوے میں مزدور تھا اور اب فوجی کمیسار اور کمسومول کا سکرٹری تھا۔ اور انہیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اکارڈین کی موسیقی اور اسکی باتوں میں ایک ہمآہنگی تھی۔ جلد ہی گاؤں میں نئے گیت گونجنے لگے اور کسانوں کی جھونپڑیوں میں انجیل اور کتاب مناجات کے علاوہ اور کتابیں بھی نظر آنے لگیں۔

چوری سے مال کی درآمد برآمد کرنےوالوں کو اب سرحد کے سنتریوں کے علاوہ ایک نئی دشواری کا سامنا ہونے لگا۔ کمسومول تنظیم کے اراکین میں سوویت حکومت کو بہت پکے دوست اور سرگرم مددگار مل گئے۔ کبھی کبھی سرحد کے گاؤں کی کمسومول تنظیمیں جوش میں آکر دشمن کا پتہ لگانے کے سلسلے میں حد سے آگے بڑھ جاتی تھیں اور تب پاویل کو اپنے نوعمر ساتھیوں کی مدد کےلئے آنا پڑتا تھا۔ ایک بار پدوبتسی کی تنظیم کے سکرٹری گریشا خورووادکو کو ذاتی ذرائع سے اطلاع

گشت لگانے نہیں نکلیں گے تو میں انہیں چھوڑ سکتا ہوں،، سخاروف نے پاویل سے کہا۔ ''اگر مدد ہی کرنا چاہتے ہیں تو اور بہت سے طریقے ہیں۔،،

''اچھی بات ہے، میں انکی ضمانت لیتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ یہ لوگ اب کبھی مجھے اس طرح شرمندہ نہیں کریں گے۔،،

تمام نوجوان گانے گاتے ہوئے پدوبنسی واپس چلے گئے۔ معاملہ راز رکھا گیا۔ اور تھوڑے ہی دن بعد وہ چکی‌والا پکڑ لیا گیا لیکن اس بار قانونی طور پر۔

میدان‌ولا کے جنگلوں میں امیر جرمن کسانوں کی ایک بستی تھی۔ ان امیر کسانوں کے فارم چوتھائی چوتھائی میل کے فاصلے پر واقع تھے اور ایسے مضبوط بنے ہوئے تھے گویا چھوٹے موٹے قلعے ہوں۔ آنتونیوک نام کا لٹیرا اپنے گروہ کے ساتھ یہیں میدان‌ولا میں اڈا جمائے تھا اور یہیں سے چھاپے مارتا تھا۔ آنتونیوک ایک زمانے میں زار کی فوج میں سارجنٹ میجر تھا۔ اس نے اپنے عزیزوں رشتہ‌داروں میں سے سات قاتل جمع کرکے ایک گروہ تیار کر لیا تھا اور پستولوں سے مسلح ہوکر وہ لوگ دیہات کی سڑکوں پر رہزنی کرتے تھے۔ اسے خون بہانے میں ذرا بھی جھجک نہیں ہوتی تھی۔ اسے رئیس قسم کے سٹے بازوں کو لوٹنے میں بھی کوئی عار نہیں تھا لیکن ساتھ ہی وہ سوویت کارکنوں کو بھی نہیں چھوڑتا

ھیں اور ھم انہیں پریشان کرنا نہیں چاھتے۔ مگر تم ذرا انہیں ڈانٹ دو کہ وہ آئندہ ھمارا کام کرنے کی کوشش نہ کریں۔ ،،

سنتری نے سائبان کا دروازہ کھولا اور وہ گیارھوں لڑکے کھسیائے ھوئے اٹھے اور کھڑے پہلو بدلتے رھے۔

''ان کو دیکھو،، ریاستی سیاسی ادارے کے اس آدمی نے بناوٹی غصے کے ساتھ کہا۔ ''ان لوگوں نے سارا معاملہ چوپٹ کر دیا، اب مجھے ان لوگوں کو خطے کے ھیڈکوارٹر بھیجنا پڑیگا۔ ،،

اب گریشا سے نہ رھا گیا۔

''لیکن کامریڈ سخاروف،، اس نے مشتعل ھوکر کہنا شروع کیا۔ ''ھم لوگوں کا جرم کیا ھے؟ ھم بہت دنوں سے ان لوگوں کی تاک میں تھے۔ ھم تو صرف سوویت حکام کی مدد کرنا چاھتے تھے اور آپ نے ھمیں یہاں ڈاکوؤں کی طرح حوالات میں بند کر دیا ھے۔ ،، یہ کہکر اس نے اس طرح منہ پھیر لیا جیسے اسکے ساتھ کوئی بہت بڑی بےانصافی کی گئی ھو۔

تھوڑی دیر تک نہایت سنجیدگی کے ساتھ آپس میں صلاح مشورہ کرنے کے بعد سخاروف اور کورچاگن نے فیصلہ کیا کہ اب لڑکوں کو کافی ڈرایا جا چکا تھا حالانکہ اس عرصے میں انہیں اپنی سنجیدگی قائم رکھنے میں بڑی دشواری ھوئی۔

''اگر تم ان لوگوں کی ضمانت لینے کو تیار ھو اور وعدہ کرو کہ یہ لوگ کبھی سرحد پر

کرنے گیا لیکن دونوں بار آنتونیوک بھاگ نکلا۔

ان لٹیروں کے خلاف لڑنے کےلئے خطے کے سرکز سے ایک خاص دستہ بریزدوف بھیجا گیا۔ اس دستے کا کمانڈر فلاتوف نام کا ایک بانکا نوجوان تھا۔ عاملہ کمیٹی کے صدر کو اپنے آنے کی اطلاع دینے کی بجائے، جیساکہ سرحدی ضابطوں کا مطالبہ تھا، یہ چھیلا نوجوان سیدھے سب سے قریبی گاؤں سیماکی گیا۔ رات کے سناٹے میں وہ گاؤں میں پہنچا اور گاؤں کے باھر کی طرف کے ایک مکان میں اپنے آدمیوں کے ساتھ اس نے ڈیرا ڈال دیا۔ اس مکان کے پڑوس میں رھنےوالے کمسومول تنظیم کے ایک رکن نے ان مسلح آدمیوں کو اس پراسرار طریقے سے آکر وھاں ٹھہرتے دیکھا اور وہ فوراً گؤں کی سوویت کے صدر کے پاس اس بات کی اطلاع کرنے گیا۔ گؤں کی سوویت کے صدر کو اس دستے کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں تھی اس لئے اس نے اس نوجوان کمیونسٹ کو مدد حاصل کرنے کےلئے فوراً ضلع کے سرکز روانہ کردیا کیونکہ وہ سمجھا کہ یہ لوگ یقیناً لٹیرے ھونگے۔ فلاتوف کی حماقت کی وجہ سے اس رات کئی لوگوں کی جان گئی ھوتی۔ لسیتسن نے آدھی رات کے وقت ملیشیاوالوں کو جگایا اور درجن آدمیوں کو ساتھ لیکر فوراً سیماکی میں ''لٹیروں،، سے نبٹنے کےلئے چل پڑا۔ وہ لوگ سرپٹ گھوڑے دوڑاتے ھوئے اس مکان کے قریب پہنچے اور گھوڑوں سے اتر کر چھاردیواری پھاندکر انھوں نے مکان کو

تھا۔ تیز رفتاری آنتونیوک کا اصولی قول تھا۔ آج وہ کوآپریٹو سوسائٹی کے دو کلرکوں کو لوٹتا تو کل وہاں سے دس بارہ میل دور کے گاؤں میں جا کر ڈاکخانے کے کسی ملازم کے ھتھیار وغیرہ چھین لیتا اور اسکے پاس جو کچھ ھوتا، کوڑی کوڑی لوٹ لیتا۔ آنتونیوک کا ایک رقیب بھی تھا، گوردیئی۔ دونوں ایک ھی تھیلی کے چٹے بٹے تھے، صرف نام کا فرق تھا اور ان دونوں کی وجہ سے اس علاقے کی ملیشیا اور ریاستی سیاسی ادارے کے سپاھیوں کا ناک میں دم تھا۔ آنتونیوک بریزدوف کے گرد و نواح میں لوٹ مار کیا کرتا تھا اور رفتہ رفتہ شہر جانےوالی سڑکوں پر نکلنا بھی خطرناک ھو گیا تھا۔ وہ لٹیرا ابھی تک گرفت میں نہیں آسکا تھا۔ جب وہ ھر طرف سے گھر جاتا تھا تو چپ چاپ دم دبا کر سرحد پار بھاگ جاتا تھا اور جب اسکے لوٹنے کا لوگوں کو قطعی اندیشہ نہیں رہ جاتا تھا تو وہ پھر واپس آجاتا تھا۔ ھر بار گرفت سے بچ کر نکل جانے کی وجہ ھی سے وہ بہت بڑی مصیبت بن گیا تھا۔ جب بھی اس لٹیرے کی کسی نئی حرکت کی رپورٹ آتی تو لسیتسن غصے سے اپنے ھونٹ چبانے لگتا۔

”آخر یہ زھریلا سانپ کب تک ھمیں ڈستا رھیگا؟ یہ بدمعاش اگر باز نہ آیا تو مجھے خود اسکی سرکوبی کےلئے جانا ھوگا،، اس نے دانت پیس کر کہا۔ ضلع کی عاملہ کمیٹی کا صدر دوبار کورچاگن اور تین دوسرے کمیونسٹوں کو ساتھ لیکر تعاقب

جرمن انقلاب کی خوش خبری، همبرگ کے
بیریکیڈوں پر گولیاں چلنے کی هلکی سی گونج
سوویت یونین کے سرحدی علاقوں میں بھی پہنچی۔
سرحد پر ایک تناؤ کی فضا طاری هو گئی۔ اخبار
بڑی پراشتیاق امید سے پڑھے جانے لگے۔ مغرب سے
انقلاب کی هوا کے جھونکے آ رهے تھے۔ کمسومول
کی ضلع کمیٹی کے دفتر میں نوجوان کمیونسٹوں کی
عرضیاں سرخ فوج میں بھرتی هونے کےلئے آنے لگیں۔
کورچاگن کو تمام وقت کمسومول کی تنظیموں کے
نوجوانوں کو یه سمجھانا پڑتا تھا که سوویت دیس
امن کی پالیسی پر چل رها تھا اور اسکا اپنے پڑوسیوں
سے جنگ کرنے کا کوئی اراده نہیں تھا۔ لیکن
اس کا کوئی اثر نہیں هوتا تھا۔ هر اتوار کو
تمام ضلع کے کمسومول کے ممبروں کی میٹنگ پادری
کے گھر کے بڑے سے باغ میں هوتی تھی اور ایک
دن دوپہر کے وقت پدوبتسی کی تنظیم کے تمام ممبر
فوجی صفوں کی شکل میں مارچ کرتے هوئے ضلع کمیٹی
کے دفتر کے صحن میں داخل هوئے۔ کورچاگن نے
کھڑکی سے انہیں دیکھا اور باهر برساتی میں نکل
آیا۔ گیاره نوعمر لڑکے لمبے لمبے بوٹ پہنے اور
کندھوں پر کرمچ کے بڑے بڑے تھیلے لٹکائے هوئے
دروازے پر آکر رک گئے۔ خورووادکو انکے
آگے آگے تھا۔

''گریشا، یه کیا هے؟'' کورچاگن نے تعجب
سے پوچھا۔

جواب دینے کی بجائے خورووادکو نے پاویل

چاروں طرف سے گھیر لیا۔ دروازے پر جو سنتری کھڑا پہرا دے رہا تھا اسے پستول کی موٹھ کے ایک ھی وار میں گرا دیا گیا۔ اسکے بعد لسیتسن نے اپنے کندھے سے دھکا دیکر دروازہ توڑا اور اپنے سپاھیوں کے ساتھ کمرے میں داخل ھوا جہاں چھت سے لٹکے ھوئے مٹی کے تیل کے لیمپ کی دھندلی سی روشنی ھو رھی تھی۔ ایک ھاتھ میں دستی بم اور دوسرے میں پستول لئے ھوئے لسیتسن اتنے زور سے گرجا کہ کھڑکیوں کے شیشے کانپ گئے:

''ھتھیار ڈال دو ورنہ میں ابھی تم سب کو گولی سے اڑا دوںگا!،،

ایک سکنڈ کی بھی دیر ھوتی تو نیند سے چونک کر جاگتے ھوئے وہ لوگ جو اچھل کر کھڑے ھو رھے تھے گولیوں کی بوچھار سے وھیں ڈھیر کردئے جاتے۔ لیکن اپنے سامنے اس شخص کو ھاتھ میں دستی بم لئے کھڑا دیکھکر ان لوگوں کے دل میں اتنی دھشت بیٹھ گئی کہ انھوں نے اپنے ھاتھ اوپر اٹھا دئے۔ چند منٹ بعد جب ''لٹیروں،، کو جانگھیے پہنے ھوئے ھی باھر لاکر کھڑا کیا گیا تو فلاتوف کی نظر لسیتسن کی ٹیونک پر لگے ھوئے تمغے پر پڑی۔ اور اس نے فوراً صفائی دینی شروع کی۔

لسیتسن غصے کے مارے آپے سے باھر ھو گیا اور اس نے شدید حقارت کے ساتھ زمین پر تھوک کر کہا:

''بیوقوف کہیں کا!،،

جہاں ہم لوگوں کو ہتھیار دئے جائینگے۔ ارے تم لوگ دیکھتے کہ اس بات کا لڑکوں پر کیسا اثر ہوا! انہوں نے کھود کھود کر مجھ سے اور تفصیلات معلوم کرنے کی بہت کوشش کی لیکن میں نے ان سے صاف کہہ دیا کہ سوال پوچھنے کی بجائے وہ لوگ فوراً تیاریاں شروع کردیں۔ میں نے ان لوگوں سے پھر کہا کہ جو لوگ رکنا چاہیں وہ صاف صاف بتا دیں۔ ہمیں صرف رضا کاروں کی ضرورت ہے۔ خیر میرے تمام لڑکے چلے گئے اور مجھے بڑی فکر ہونے لگی۔ فرض کرلو کوئی نہ آیا تو؟ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر ایسا ہوا تو میں یہاں کی تنظیم ہی کو توڑ دوں‌گا اور کہیں دوسری جگہ چلا جاؤں‌گا۔ میں گاؤں کے باہر بیٹھا انتظار کر رہا تھا۔ میرا دل دھڑک رہا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ آنا شروع ہوئے، ایک ایک کرکے۔ ان میں سے کچھ جاکر اپنے گھروں پر روئے تھے۔ یہ انکی صورتوں سے صاف ظاہر تھا حالانکہ وہ اسے چھپانے کی کوشش کر رہے تھے۔ دس کے دس وہاں حاضر ہو گئے۔ ایک بھی پیچھے نہیں رہا۔ یہ ہے ہماری پدوبتسی کی تنظیم، دیکھا آپ نے!،، اس نے بڑے فاتحانہ انداز میں اپنی تقریر ختم کی۔

لیدا پولیوخ اسکا یہ قصہ سن کر بالکل حیران رہ گئی اور اسے ڈانٹنے لگی۔ وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

،،کیا مطلب ہے تمہارا؟ انہیں پرکھنے کا یہی بہترین طریقہ ہے، میں جو کہتا ہوں۔ ایک

کو آنکھ سے اشارہ کیا اور اسے ساتھ لیکر عمارت کے اندر چلا گیا۔ لیدا، رازولیخین اور کمسوسول کے دو اور ممبر اس نووارد کو گھیرے ہوئے اس سے اس واقعے کے بارے میں دریافت کر رہے تھے۔ خورووادکو نے دروازہ بند کر لیا اور اپنی بھوری بھویں چڑھاکر اعلان کیا:

''کامریڈ، میں نے امتحان کے طور پر ان لوگوں کو فوجی ڈیوٹی پر طلب کیا ہے۔ یہ ترکیب خود میں نے سوچی تھی۔ آج صبح میں نے ان نوجوانوں سے کہا کہ ضلع کے دفتر سے ایک بہت ہی خفیہ تار کے ذریعہ اطلاع آئی ہے کہ ہم لوگ جرمن سرمایہ‌دار قوتوں کے خلاف جنگ کا اعلان کرنےوالے ہیں اور جلد ہی ہم لوگ پولستانی رؤسا کے خلاف بھی لڑائی شروع کردیں‌گے۔ میں نے ان سے کہا کہ ماسکو سے آئے ہوئے حکم کے مطابق تمام نوجوان کمیونسٹوں کو جنگ کے مورچے پر لڑنے کےلئے طلب کیا گیا ہے۔ جسے جانے سے ڈر لگتا ہو وہ عرضی دے سکتا ہے، اسے یہیں چھوڑ دیا جائیگا۔ وہ آرام سے اپنے گھر پر رہ سکتا ہے۔ میں نے انہیں حکم دیا کہ وہ جنگ کے بارے میں کسی سے ذکر نہ کریں اور ایک ایک ڈبل روٹی اور ایک ایک گوشت ک ٹکڑا لیکر، اور جنہیں گوشت نہ مل سکے وہ پیاز یا لہسن ہی لیکر، چلے آئیں۔ میں نے ان سے کہا کہ ہم لوگ خفیہ طور پر گڈؤں کے باہر جمع ہوکر ضلع کے مرکز جائینگے اور وہاں سے خطے کے مرکز

کی خطے کی کمیٹی کے دفتر میں داخل ہوتا تھا۔

ایک دن اسی طرح جب رازولیخین دفتر میں داخل ہوا تو خطے کی کمیٹی کے سکرٹری فیدوتوف نے پوچھا: ''کہو بریزدوف کی کیا خبریں ہیں؟،،

فیدوتوف کے دفتر میں ہمیشہ لوگوں کی بھیڑ رہتی تھی اور تمام لوگ ایک ساتھ باتیں کرتے تھے۔ ان حالات میں کام کرنا کوئی آسان بات نہیں تھی کہ چار مختلف آدمیوں کی باتیں سن رہے ہیں، جواب پانچویں کو دے رہے ہیں اور ساتھ ہی کچھ لکھ بھی رہے ہیں۔ حالانکہ فیدوتوف ابھی بہت کم عمر تھا لیکن وہ ۱۹۱۹ء سے پارٹی کا ممبر تھا۔ انھیں طوفانی دنوں میں یہ ممکن تھا کہ پندرہ سال کا لڑکا پارٹی میں داخل کر لیا جائے۔

''ارے بہت سی خبریں ہیں،، رازولیخین نے بےپروائی سے جواب دیا۔ ''اتنی ہیں کہ ایک بار میں بتانا بھی مشکل ہے۔ صبح سے رات تک مسلسل کولھو کے بیل کی طرح کام میں جٹے رہنا پڑتا ہے، اتنی بہت سی چیزوں کی طرف توجہ دینی ہوتی ہے، تمھیں معلوم نہیں۔ ہمیں سب کام نئے سرے سے شروع کرنا پڑا۔ میں نے کمسومول کی دو نئی تنظیمیں منظم کیں۔ اچھا پہلے یہ بتاؤ کہ مجھے یہاں بلایا کس لئے ہے؟،، یہ کہہکر وہ بڑے کاروباری انداز سے ایک آرام کرسی پر بیٹھ گیا گویا اسے کام کے بارے میں بڑی فکر ہے۔

محکمۂ معاشیات کے صدر کرسکی نے ایک

ایک کی اصلیت کا پته چل جاتا ھے۔ ان میں سے کوئی بھی دھوکےباز نہیں ھے۔ میں تو انہیں رگڑا کر خطے کے مرکز لے جاتا تاکه انہیں میری بات کا اعتبار قائم رهتا لیکن بیچارے تھک کر چور ھو گئے ھیں۔ کورچاگن، تمہیں انکے سامنے ایک تقریر کرنی ھوگی۔ بولو کروگے نا؟ تقریر کے بغیر کام نہیں چلےگا۔ ان سے کہه دینا که فوجی بھرتی کچھ عرصے کےلئے ملتوی کردی گئی ھے یا اسی قسم کا اور کوئی بہانه کردینا لیکن یه ضرور کہه دینا که بہرحال همیں ان لوگوں پر فخر ھے۔ ،،

کورچاگن خطے کے مرکز بہت کم جاتا تھا کیونکه راستے میں کئی دن لگ جاتے تھے اور پھر کام اتنا زیادہ تھا که ضلعؑ میں ھر وقت اسکا موجود رهنا سخت ضروری تھا۔ لیکن اسکے برخلاف رازولیخین شہر جانے کا بہانه ھی ڈھونڈتا رهتا تھا۔ وہ سر سے پاؤں تک پوری طرح هتھیاروں سے لیس ھوکر سفر پر نکلتا تھا گویا فینیمور کوپر کے کسی ناول کا هیرو ھو۔ گاڑی پر جنگل سے ھوکر گذرتے وقت وہ کووں یا بھاگتی ھوئی گلہریوں پر نشانه لگاتا تھا۔ راهگیروں کو روک کر ان سے بڑی سختی سے پوچھتا تھا که وہ کون ھیں، کہاں سے آ رہے ھیں اور کہاں جا رہے ھیں۔ شہر پہنچ کر وہ اپنے هتھیار اتار دیتا تھا، رائفل گاڑی میں پیال کے نیچے چھپا دیتا تھا اور پستول اپنی جیب میں ڈال کر معمولی حالت میں کمسومول

''اچھا کورچاگن کو ہمارے پاس بھیج تو دینا،، فیدوتوف نے اسکے چلتے وقت کہا۔ ''ہم لوگ اسے بہت ہی کم جانتے ہیں۔،،

''اچھی بات ہے لیکن دیکھو، اسے ہم سے چھیننے کی کوشش نہ کرنا۔ ہم یہ نہیں کرنے دینگے۔،،

اس سال سرحد پر اکتوبر انقلاب کی سالگرہ کا جشن معمول سے کچھ زیادہ ہی جوش و خروش کے ساتھ منایا گیا۔ سرحد کے دیہات میں جشن کی تیاریاں کرنےوالی کمیٹی کا صدر کورچاگن کو چنا گیا۔ پدوبتسی میں میٹنگ ہونے کے بعد آس پاس کے تین گاؤں کے پانچ ہزار کسانوں کا تقریباً تین فرلانگ لمبا جلوس سرخ پرچم لہراتا ہوا سرحد تک گیا۔ جلوس کے آگے آگے ایک فوجی بینڈ اور ٹریننگ بٹالین کے سپاہی تھے۔ وہ لوگ سوویت علاقے میں سرحد کے کھمبوں کی قطار کے متوازی بڑی نظم اور ترتیب کے ساتھ مارچ کرتے ہوئے ان دیہات کی طرف جا رہے تھے جنہیں سرحد نے دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ پولستانیوں نے اب سے پہلے اپنی سرحد پر اس قسم کی کوئی چیز نہیں دیکھی تھی۔ بٹالین کمانڈر گاوریلوف اور کورچاگن اس جلوس کے آگے گھوڑوں پر سوار چلے جا رہے تھے۔ انکے پیچھے بینڈوالے بینڈ بجاتے چل رہے تھے، پرچم ہوا میں لہرا رہے تھے اور لوگوں کے گانے کی آواز دور دور تک گونج رہی تھی۔ گاؤں کے نوجوان

لمحے کےلئے اپنی میز پر رکھے ہوئے کاغذات کے ڈھیر سے نظر اٹھاکر دیکھا۔

''ہم نے تو کورچاگن کو بلایا تھا، تمہیں نہیں،، اس نے کہا۔

رازولیخین نے سگریٹ کے دھوئیں کا ایک گہرا سا بادل اڑاتے ہوئے کہا:

''کورچاگن یہاں آنا پسند نہیں کرتا، اسی لئے مجھے اپنے تمام کام کے علاوہ یہاں بھی آنا پڑتا ہے... عام طور پر کچھ سکرٹری تو بالکل عیش کرتے ہیں۔ کوئی کام وہ خود کرتے ہی نہیں۔ میرے ایسے گدھوں کو سارا بار سنبھالنا پڑتا ہے۔ جب کبھی کورچاگن سرحد پر چلا جاتا ہے تو دو تین ہفتے تک لوٹتا ہی نہیں اور سارا کام مجھے دیکھنا پڑتا ہے۔،،

رازولیخین کا یہ کھلا اشارہ کہ ضلع کے سکرٹری کے عہدے کےلئے وہ زیادہ مناسب آدمی ہے سب لوگ سمجھ گئے۔

رازولیخین کے چلے جانے کے بعد فیدوتوف نے دوسرے لوگوں سے کہا: ''یہ شخص مجھے زیادہ پسند نہیں ہے۔،،

رازولیخین کی چالاکی کا پردہ اتفاق سے فاش ہو گیا۔ ایک دن لسیتسن اپنی ڈاک لینے فیدوتوف کے دفتر آیا کیونکہ یہ دستور تھا کہ ضلع سے جو بھی وہاں آتا تھا وہ ڈاک ساتھ لیکر جاتا تھا۔ ان دونوں کی گفتگو کے دوران میں رازولیخین کی قلعی کھل گئی۔

نہیں گیا۔ لوگ بہت مست ہوکر مارچ کر رہے تھے اور انکے نغموں سے فضا گونج رہی تھی۔

ایک چھوٹے سے ٹیلے پر ایک پولستانی سنتری کھڑا تھا۔ جلوس نپی تلی چال سے اس ٹیلے کے قریب آتا جا رہا تھا اور کوچ کا ترانہ گونج اٹھا۔ پولستانی سنتری نے بڑی مستعدی سے رائفل اتارکر فوجی سلام کیا اور کورچاگن نے صاف طور پر اسکے الفاظ سنے:

''کمیون زندہباد!''

سپاہی کی آنکھوں سے پاویل سمجھ گیا کہ یہ الفاظ اسی نے کہے تھے۔ پاویل مسحور سا ہوکر اسے دیکھنے لگا۔

دوست! فوجی وردی کے نیچے ایک ایسا دل دھڑک رہا تھا جو سرحد کے اس پار کے مظاہرہ کرنےوالوں کے ساتھ ھمدردی رکھتا تھا۔ پاویل نے دھیرے سے پولستانی زبان میں جواب دیا:

''کامریڈ، سلام!''

جتنی دیر تک جلوس ادھر سے گذرتا رہا وہ سپاھی اسی طرح کھڑا رہا۔ اس چھوٹے سے شخص کی شکل دیکھنے کےلئے پاویل نے کئی بار پیچھے مڑکر دیکھا۔ اب وہ ایک دوسرے پولستانی کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اسکے گل مچھوں کے بال کہیں کہیں سفید ہونے لگے تھے لیکن اسکی فوجی ٹوپی کے چمکدار چھجے کے نیچے اسکی آنکھیں جذبات سے بالکل عاری تھیں۔ پاویل کے ذھن پر ابھی تک اس پہلے سپاھی کے الفاظ کا اثر تھا اس

اپنی سب سے اچھی پوشاکیں پہنے ہوئے بہت شاد اور مسرور نظر آ رہے تھے۔ گاؤں کی لڑکیاں بڑے چنچل انداز میں ھنس رہی تھیں اور باتیں کر رہی تھیں۔ مرد اور عورتیں سنجیدگی کے ساتھ مارچ کر رہے تھے اور بوڑھوں کے چہرے خوش اور بشاش نظر آ رہے تھے۔ جہاں تک نظر جاتی تھی انسانوں کا یہ سمندر پھیلا ہوا تھا۔ اس کا ایک کنارہ سرحد کا خط تھا لیکن ان لوگوں میں سے ایک نے بھی سرحد کے پار قدم نہیں رکھا۔ کورچاگن اس انسانی سمندر کو آگے بڑھتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ کمسومول کے ترانے: ''گھنے جنگلوں سے برطانیہ کے ساحل تک سرخ فوج کا کوئی ثانی نہیں ھے!،، کے ختم ہوتے ھی لڑکیوں نے کورس میں گانا شروع کیا: ''دور پہاڑی کے اس پار لڑکیاں کھیت کاٹ رہی ھیں...،،

سوویت سنتریوں نے کھلی ہوئی مسکراھٹ کے ساتھ اس جلوس کا خیرمقدم کیا۔ پولش سنتری حیران کھڑے دیکھ رہے تھے۔ حالانکہ پولستانی کمان کو پہلے سے اس جلوس کی اطلاع دے دی گئی تھی لیکن پھر بھی سرحد کے اس پار اس کی وجہ سے کافی کھلبلی مچی۔ خفیہ پولیس کے گھوڑسوار سپاھی بڑی بیچینی سے گشت لگا رہے تھے۔ سرحد کے سنتریوں کی تعداد پانچ گنا بڑھا دی گئی تھی اور اسکے علاوہ پہاڑیوں کے پیچھے محفوظ دستے کے بہت سے سپاھی ناگہانی ضرورت کےلئے تیار چھپے بیٹھے تھے۔ لیکن جلوس اپنی حد سے باھر

تو بینڈ نے انٹرنیشنل کی دھن چھیڑی۔ اسکے بعد پھول پتیوں سے سجے ہوئے ایک ڈائس پر سے پرجوش تقریریں کی گئیں۔ نوجوانوں اور سفیدبالوں‌والے تجربہ‌کار مجاھدوں نے مجمع کے سامنے تقریریں کیں۔ کورچاگن بھی اپنی مادری زبان ''یوکرینی،، میں بولا۔ اس کے الفاظ دریا کے اس پار سرحد کے دوسری طرف بھی سنائی دے رہے تھے۔ یہ دیکھ‌کر خفیہ پولیس نے گاؤں‌والوں کو تتربتر کرنا شروع کر دیا که کہیں ان پرجوش الفاظ کو سن‌کر ان لوگوں کے دلوں میں بغاوت کی آگ نه بھڑک اٹھے، چابکوں کی سڑاسڑ کی آوازوں سے فضا گونج اٹھی اور لوگوں کو ڈرانے کےلئے ھوا میں کچھ فائر کئے گئے۔

سڑکیں خالی ھو گئیں۔ پولیس کی گولیوں سے خوف‌زدہ ھوکر نوجوان چھتوں سے کود کودکر بھاگ گئے۔ سوویت علاقے سے لوگوں نے یہ سب کچھ دیکھا اور انکے چہرے اداس ھو گئے۔ جو کچھ ابھی اس نے دیکھا تھا اس پر بےحد خفا ھوکر ایک بوڑھا گڈریا گاؤں کے کچھ لڑکوں کی مدد سے ڈائس پر چڑھ گیا اور بہت مشتعل ھوکر مجمع کے سامنے تقریر کرنے لگا:

''میرے بچو! تم نے دیکھا، کیا ھو رھا ھے۔ ایک زمانے میں ھمارے ساتھ بھی ایساھی سلوک کیا جاتا تھا۔ لیکن اب کسان گاؤں کا مالک ھے۔ اب کہیں ھنٹر نہیں ھے۔ جاگیرداروں کی حکومت ختم ھو گئی ھے اور اب ھماری پیٹھ پر انکے کوڑے نہیں برستے۔ میرے بیٹو، اب اس کا دارومدار تم

لئے اس نے پولستانی زبان میں زیرلب کہا گویا اپنے آپ سے باتیں کر رہا ہو:

''کاسریڈ، سلام!،،

لیکن کوئی جواب نہ ملا۔

گاوریلوف مسکرا دیا۔ اس نے دونوں بار پاویل کو سن لیا تھا۔

''تم ضرورت سے زیادہ کی امید کر رہے ہو،، اس نے کہا۔ ''وہ سب کے سب سیدھے سادے پیدل فوج کے سپاھی نہیں ھیں۔ ان میں سے کچھ فوجی پولیس کے سپاھی بھی ھیں۔ تم نے اس کی آستین پر لگا ھوا وہ بلا نہیں دیکھا؟ وہ یقیناً فوجی پولیس کا آدمی تھا۔،،

جلوس کا اگلا سرا پہاڑی سے اترکر ایک ایسے گاؤں کی طرف جا رھا تھا جسے سرحد نے دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ سوویت علاقےوالے گاؤں کے آدھے حصے نے ان مہمانوں کا شاندار استقبال کرنے کی تیاریاں کی تھیں۔ گاؤں کے تمام باشندے چشمے کے کنارے سرحدوالے پل پر کھڑے انتظار کر رہے تھے۔ نوجوان سڑک کے دونوں طرف قطاریں باندھے کھڑے تھے۔ سرحد کے پار پولستانی علاقے میں لوگ جھونپڑیوں اور سائبانوں کی چھتوں پر جھنڈ کے جھنڈ بیٹھے ھوئے شدید دلچسپی کے ساتھ چشمے کے دوسری طرف کی سرگرمیاں دیکھ رہے تھے۔ چوپالوں میں اور باغیچوں کی چہاردیواریوں کے قریب کسانوں کے غول کھڑے تھے۔ جس وقت جلوس انسانوں کی قطاروں کے بیچ سے ھوکر گذرا

کے موقع پر پکڑ لیا گیا۔ اسے گرفتار کرنے کا سہرا خرولنسکی کمیون کے کسانوں کے سر رہا۔

اس بستی کی شادی کی دعوت میں ان مہمانوں کی موجودگی کی خبر مقامی عورتوں کے ذریعے حاصل ہوئی تھی۔ خبر پاتے ہی وہاں کی کمسومول تنظیم کے ممبروں نے فوراً ایک آدمی کے ہاتھ یہ اطلاع بریزدوف بھجوائی اور خود وہ بارہ کے بارہ جتنے ہتھیار دستیاب ہو سکے لیکر گاڑی پر بیٹھ کر میدان‌ولا کی طرف چل پڑے۔ سیماکی میں اس نامہ‌بر کی ملاقات اتفاق سے فلاتوف کے دستے سے ہو گئی اور وہ لوگ فوراً اس ڈاکو کی تلاش میں چل پڑے۔ خرولنسکی کے ان نوجوانوں نے فارم کو گھیر لیا اور آنتونیوک کے گروہ اور انکے درمیان گولیاں چلنے لگیں۔ اس گروہ کے لوگ فارم میں بنے ہوئے مکان کے ایک حصے میں چھپ کر بیٹھ گئے اور جو بھی قریب آتا تھا اس پر وہ گولی چلا دیتے تھے۔ ان لوگوں نے جھپٹ کر وہاں سے بھاگ نکلنے کی کوشش کی لیکن انہیں پھر عمارت کے اندر کھدیڑ دیا گیا اور اس کوشش میں گروہ کے ایک آدمی کی جان گئی۔ آنتونیوک پہلے بھی کئی بار اس طرح گھر چکا تھا لیکن وہ ہر بار اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر اور دستی بموں کی مدد سے اڑتا ہوا بھاگ نکلتا تھا۔ وہ اس بار بھی بھاگ نکلتا کیونکہ خرولنسکی کے نوجوان کمیونسٹوں میں سے دو مارے جا چکے تھے۔ لیکن فلاتوف عین وقت پر پہنچ گیا۔ آنتونیوک سمجھ گیا کہ اب اس کی شامت آ گئی ہے۔ وہ صبح

پر ہے کہ جاگیردار پھر کبھی نہ واپس آنے پائیں۔ میں بوڑھا آدمی ہوں، مجھے تقریر کرنا نہیں آتا لیکن اگر میں کہہ پاتا تو تمہیں بہت سی باتیں بتاتا۔ زار کی حکومت میں ہم لوگ بیلوں کی طرح کام کرتے تھے پھر بھی ہماری زندگی مفلسی اور فاقوں ھی میں گذرتی تھی... بالکل ان بیچاروں کی طرح!،، یہ کہہکر اس نے اپنا سوکھا ہوا ہڈیالا ہاتھ دریا کے دوسرے کنارے کی طرف اٹھایا اور پھر وہ ضبط نہ کر سکا اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا جس طرح صرف چھوٹے بچے یا بہت بوڑھے لوگ ھی رو سکتے ھیں۔

اسکے بعد گریشا خورووادکو بولا۔ گوریلوف نے اسکی غصے سے بھری تقریر سن کر اپنا گھوڑا پھرا کر دریا کے دوسرے کنارے کی طرف دیکھا کہ کوئی اس کی تقریر کی رپورٹ تو نہیں لکھ رہا ہے۔ لیکن دریا کے کنارے بالکل سناٹا تھا۔ پل پر کا سنتری بھی ہٹا لیا گیا تھا۔

’’اچھا تو معلوم ہوتا ہے کہ عوامی کمیساریت برائے امور خارجہ کے نام احتجاجی خط نہیں بھیجا جائےگا،، اس نے ہنس کر کہا۔

خزاں کے ختم کے قریب ایک دفعہ رات کو جب بارش ہو رھی تھی تو آنتونیوک اور اسکے سات ساتھیوں کی لوٹ مار کا خونی باب ہمیشہ کےلئے بندکر دیا گیا۔ وہ لٹیرا میدان‌ولا کی جرمن بستی کے ایک امیر کسان کے ھاں شادی کی دعوت

کا ثبوت دے چکی تو ایک کمانڈر نے، جو خوبصورت لیکن بےجان سا شخص تھا، کورچاگن سے مخاطب ہوکر سختی کے ساتھ پوچھا:

''تم گھوڑے پر کیوں سوار ہو؟ ٹریننگ کی بٹالینوں کے کمانڈروں اور کمیساروں کو گھوڑے رکھنے کا حق نہیں ہے۔ اپنے گھوڑے کو اصطبل میں چھوڑکر پیدل قواعد پر حاضر ہو۔''

کورچاگن جانتا تھا کہ اگر وہ گھوڑے سے اترا تو وہ قواعد میں حصہ نہیں لے سکےگا کیونکہ اسکی ٹانگیں اس لائق نہیں تھیں کہ وہ ان پر میل بھر بھی چل سکے۔ لیکن وہ اپنی حالت اس شیخی مارنےوالے چھیلے کو کیسے سمجھا سکتا تھا جو اوپر سے نیچے تک چمڑے کے تسموں میں کسا ہوا تھا؟

''میں پیدل قواعد میں حصہ نہیں لے سکوں‌گا۔''

''کیوں نہیں لے سکوگے؟''

یہ محسوس کرکے کہ اسے کوئی نہ کوئی تسلی بخش وجہ تو بتانی ہی پڑیگی کورچاگن نے دبی زبان میں کہا:

''میری ٹانگیں سوجی ہوئی ہیں اور میں ہفتے بھر تک بھاگ دوڑ نہیں کر سکتا۔ لیکن کامریڈ، کیا میں جان سکتا ہوں کہ آپ کون ہیں؟''

''پہلی بات یہ کہ میں تمہاری رجمنٹ کا چیف آف اسٹاف ہوں اور دوسری یہ کہ میں ایک بار پھر تمہیں گھوڑے سے اترنے کا حکم دیتا

تک ہر کھڑکی سے گولیاں چلاتا رہا لیکن پوپھٹنے سے پہلے ہی اسے گرفتار کر لیا گیا۔ ان ساتوں میں سے ایک نے بھی ھتھیار نہیں ڈالے اور سانپوں کی اس بانبی کو نیست و نابود کرنے میں چار جانیں گئیں۔ ان میں سے تین تو خرولنسکی کی حال ھی میں منظم کی ھوئی کمسومول تنظیم کے رکن تھے۔

کورچاگن کی بٹالین علاقائی فوجوں کی موسم خزاں کی فوجی قواعد کےلئے طلب کی گئی۔ بٹالین نے ڈویژن کے کیمپ تک تقریباً پچیس میل کا فاصلہ موسلادھار بارش میں ایک ھی دن کے اندر طے کر لیا۔ وہ لوگ صبح سویرے ھی روانہ ھو گئے تھے اور کافی رات گئے اپنی منزل پر پہنچے۔ بٹالین کا کمانڈر گوسیف اور اس کا کمیسار دونوں گھوڑوں پر گئے تھے۔ بٹالین کے آٹھ سو رنگروٹ تھک کر بالکل چور وھاں پہنچے اور فوراً سو گئے۔ علاقائی ڈویژن کے ھیڈکوارٹر نے بٹالین کو اطلاع دینے میں دیر کی تھی۔ قواعد دوسرے دن صبح کو شروع ھونےوالی تھی۔ پھربھی معائنے کےلئے جس وقت بٹالین کے سپاھی پوری وردی پہن کر اور رائفلیں لیکر کھڑے ھوئے تو اس وقت انکی صورت ھی بالکل بدلی ھوئی نظر آ رھی تھی۔ گوسیف اور کورچاگن دونوں ھی نے ان نوجوانوں کو ٹریننگ دینے میں کافی وقت صرف کیا تھا اور انہیں یقین تھا کہ انکی بٹالین معائنے میں پوری اتریگی۔ سرکاری معائنے کے بعد جب بٹالین پریڈ کے میدان میں اپنی مشاقی

کورچاگن اب اپنے وطن کی زمین پر تھا، اس لئے اس نے گوسیف کو تمام راستے بتا دئے۔ بٹالین دو حصوں میں تقسیم ہو گئی اور بہت لمبا چکر لگا کر فرضی دشمن کی پشت پر جا پہنچی اور فاتحانہ نعرے لگاتی ہوئی اسٹیشن کی عمارت میں داخل ہوئی۔ اس حربی تدبیر کو بہت سراھا گیا۔ بریزدوف کی بٹالین اسٹیشن پر قابض رہی اور مفتوح بٹالین جو اسٹیشن کی حفاظت کر رہی تھی جنگوں میں بھاگ گئی اور یہ قرار پایا گیا کہ اسکے آدھے باعمل سپاھی لڑائی میں ''مارے'' گئے۔

بٹالین کا آدھا حصہ کورچاگن کی کمان میں تھا۔ اپنے سپاھیوں کو ایک صف میں کھڑا ہونے کا حکم دیکر وہ سڑک کے بیچ میں کھڑا تیسری کمپنی کے کمانڈر اور سیاسی تعلیم دینےوالے افسر سے باتیں کر رہا تھا کہ اتنے میں سرخ فوج کا ایک سپاھی بھاگا ھوا اس کے پاس آیا۔

''کامریڈ کمیسار'' اس نے ھانپتے ہوئے کہا۔ ''بٹالین کمانڈر نے دریافت کرایا ھے کہ آیا مشین گن چلانےوالے سپاھی ریلوے لائن کے چوراھوں پر مورچہ جمائے ہوئے ھیں یا نہیں۔ کمیشن ادھر ھی آرھا ھے۔''

پاویل اور اسکے ساتھ کے کمانڈر ایک چوراھے کی طرف چل دئے۔ رجمنٹ کا کمانڈر اور اسکے ایڈیکانگ وھاں موجود تھے۔ گوسیف کو کامیابی کے ساتھ معرکہ سر کر لینے کےلئے مبارکباد دی گئی۔ ھاری ہوئی بٹالین کے نمائندے کھسیائے

هوں۔ اگر تم چلنے پھرنے سے معذور ہو تو تمہیں فوج میں نہیں ہونا چاہئے۔،،

پاویل کو ایسا محسوس ہوا کہ جیسے کسی نے اسکے منھ پر ایک چابک رسید کر دی ہو۔ اس نے طیش میں آ کر اپنے گھوڑے کی لگام زور سے پکڑ لی لیکن گوسیف کے مضبوط ہاتھ نے اسے روک لیا۔ چند لمحوں کےلئے پاویل کے دل میں احساس توہین اور ضبط کے درمیان کش مکش چلتی رہی۔ لیکن اب پاویل کورچاگن سرخ فوج کا وہ سپاہی نہیں تھا جو اپنی مرضی کے مطابق ایک رسالہ چھوڑکر دوسرے میں جاکر بھرتی ہو سکتا تھا۔ وہ اب بٹالین کمیسار تھا اور اسکی بٹالین اسکے پیچھے کھڑی تھی۔ اگر اس وقت اس نے حکم کی تعمیل نہ کی تو اسکے سپاہیوں کے سامنے ڈسپلن کی بہت بری مثال قائم ہوگی! اس نے اپنی بٹالین کو اس بر خود غلط گدھے کی خاطر اتنا تیار نہیں کیا تھا۔ وہ چپ چاپ رکابوں میں سے پیر نکال کر گھوڑے سے اترا اور جوڑوں کے شدید درد کو کسی طرح دبا کر پیدل چلتا ہوا اپنی بٹالین کے دائیں بازو میں جاکر کھڑا ہو گیا۔

کئی دن تک موسم خلاف معمول بہت خوشگوار رہا۔ قواعد کے پانچویں دن فوجیں شیپیتوفکا کے قریب تھیں۔ قواعد یہیں ختم ہونےوالی تھی۔ بریزدوف کی بٹالین کے سپرد کلیمینتووچی گاؤں کی سمت سے اسٹیشن پر قبضہ کرنے کا کام کیا گیا تھا۔

اچھی نہیں تھی۔ دو دن تک تو وہ مسلسل بارہ بارہ گھنٹے تک سوتا رہا اور پھر تیسرے دن وہ آرتیم سے ملنے ریلوے یارڈ گیا۔ اس گندی دھوئیں سے کالی عمارت کا ماحول پاویل کو اپنے مزاج کے موافق معلوم ہوتا تھا۔ وہ ندیدوں کی طرح کوئلے کے دھوئیں میں سانس لینے لگا۔ وہ اسی ماحول کے لئے بنا تھا اور وہ اسی ماحول میں رہنا بھی چاہتا تھا۔ وہ ایسا محسوس کرنے لگا کہ گویا اس دن سے اس کی کوئی بےانتہا عزیز چیز چھن گئی ہو۔ مہینوں سے اس نے انجن کی سیٹی کی آواز نہیں سنی تھی، اور وہ بھٹی میں کوئلہ جھونکنےوالا اور بجلی کے کھاتے میں کام کرنےوالا نوجوان اس مانوس ماحول کےلئے اسی طرح بےقرار ہو اٹھا جیسے کوئی جہازی بہت عرصے تک ساحل پر رہنے کے بعد سمندر کی بیکراں وسعتوں کےلئے تڑپتا ھے۔ بہت دیر تک وہ اپنے اس جذبے پر قابو نہیں پا سکا۔ اس نے آرتیم سے بہت زیادہ باتیں نہیں کیں۔ آرتیم اب لوھا گلانے کی بھٹی پر کام کرتا تھا۔ پاویل نے دیکھا کہ اس کی پیشانی پر ایک نئی شکن پڑ گئی تھی۔ وہ اب دو بچوں کا باپ تھا۔ ظاھر تھا کہ وہ بہت دشوار زندگی گذار رہا تھا۔ اس نے پاویل سے اپنے مصائب کا دکھڑا نہیں رویا لیکن وہ خود ھی سمجھ گیا۔

گھنٹے دو گھنٹے تک وہ دونوں ساتھ ساتھ کام کرتے رھے اور پھر ایک دوسرے سے رخصت ھو گئے۔ ریلوے کے چوراھے پر پاویل نے اپنا

ہوئے کھڑے رہے ۔ انہوں نے اپنی شکست کا کوئی عذر پیش کرنے کی بھی کوشش نہیں کی۔

گوسیف نے کہا: ''اس فتح کا سہرا میں قبول نہیں کر سکتا۔ ہمیں راستہ تو کورچاگن نے دکھایا تھا۔ وہ اسی علاقے کا رہنےوالا ہے۔''

چیف آف اسٹاف اپنے گھوڑے پر سوار پاویل کے قریب آیا اور بڑے طنز کے ساتھ بولا: ''کامریڈ، تم تو اچھا خاصہ بھاگ لیتے ہو۔ میں سمجھتا ہوں وہ گھوڑا محض رعب ڈالنے کےلئے رکھ چھوڑا تھا؟'' وہ کچھ اور کہنے جا رہا تھا لیکن پاویل کے چہرے کا انداز دیکھ کر وہ رک گیا۔

''تمہیں اس کا نام تو نہیں معلوم ہے؟'' کورچاگن نے بڑے کمانڈروں کے چلے جانے کے بعد گوسیف سے پوچھا۔

گوسیف نے دوستانہ انداز میں اس کے کندھے پر ہاتھ مارا۔

''ارے اس چھچھورے کی بات کی فکر نہ کرو ۔ اس کا نام چوژانن ہے۔ میرا خیال ہے پہلے زار کی فوج میں وہ لفٹیننٹ تھا۔''

اس دن پاویل اپنے ذہن پر زور دیکر بار بار یہ یاد کرنے کی کوشش کرتا رہا کہ اس نے یہ نام کہاں سنا ہے لیکن اسے یاد نہ آیا۔

فوجی قواعد ختم ہو گئی۔ کورچاگن کی بٹالین کی بہت تعریف کی گئی اور وہ بریزدوف واپس چلی گئی۔ کورچاگن اپنی ماں سے ملنے کےلئے دو چار دن کےلئے رک گیا کیونکہ اسکی حالت کچھ

''خیر اس کا ذکر چھوڑو،، پاویل نے لیدا سے کہا۔ ''یہاں کی کچھ اچھی خبریں سناؤ۔ کیا تم گروشیوکا گئی تھیں؟ وہاں کے نوجوانوں کا کیا حال چال ہے؟،،

جتنی دیر لیدا اسے وہاں کی خبریں سناتی رہی پاویل کوچ پر لیٹ کر اپنے دکھتے ہوئے اعضا کو آرام دینے لگا۔

''پرسوں رکیتینا کو پارٹی میں امیدوار ممبر کی حیثیت سے بھرتی کر لیا گیا۔ اب ہماری پدوبتسی کی تنظیم کافی مضبوط ہو گئی ہے۔ رکیتینا بہت اچھی لڑکی ہے، وہ مجھے بہت پسند ہے۔ رفتہ رفتہ مدرس ہماری طرف آنے شروع ہو گئے ہیں۔ کچھ تو پوری طرح ہمارے ساتھ آ بھی گئے ہیں۔،،

کورچاگن اور پارٹی کی ضلع کمیٹی کا نیا سکرٹری لچیکوف اکثر شام کے وقت لسیتسن کے گھر پر جمع ہوتے تھے اور تینوں تقریباً صبح تک ایک بڑی سی میز پر بیٹھے پڑھتے رہتے تھے۔

سونے کے کمرے میں جانے والا دروازہ جہاں لسیتسن کی بہن اور بیوی سوتی تھیں مضبوطی سے بند کر دیا جاتا تھا اور تینوں ایک چھوٹی سی کتاب پر جھک کر چپکے چپکے باتیں کرتے تھے۔ لسیتسن کو صرف رات ہی کو پڑھنے کا وقت ملتا تھا۔ پھر بھی جب پاویل گاؤں سے اپنے گشت پر سے لوٹتا تھا تو اسے یہ دیکھ کر بڑا رنج ہوتا

گھوڑا روکا اور بڑی دیر تک اسٹیشن کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اس نے گھوڑے کو چابک لگایا اور جنگل میں ہوتا ہوا سرپٹ سڑک پر نکل گیا۔

جنگل کی سڑکوں پر اب کسی قسم کا خطرہ نہیں تھا۔ بالشویکوں نے چھوٹے بڑے تمام لٹیروں کا صفایا کردیا تھا اور اس علاقے کے گاؤں والے اب سکون سے زندگی بسر کرتے تھے۔

پاویل دو پہر کے قریب بریزدوف پہنچا۔ اس کا استقبال کرنے کےلئے لیدا پولیوخ ضلع کمیٹی کے دفتر کی برساتی میں بھاگی ہوئی آئی۔

''خوش آمدید!،، اس نے بڑے تپاک سے مسکرا کر کہا۔ ''ہم لوگ تمہاری بہت کمی محسوس کرتے تھے۔ ،، یہ کہتے ہوئے اس نے پاویل کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور دونوں اندر چلے گئے۔

''رازولیخین کہاں ہے؟،، اس نے اپنا کوٹ اتارتے ہوئے لیدا سے پوچھا۔

''معلوم نہیں،، لیدا نے بڑی بےدلی سے جواب دیا۔ ''ارے ہاں۔ یاد آیا، وہ صبح کہہ رہا تھا کہ تمہاری جگہ عمرانیات کا کلاس لینے وہ اسکول جائیگا۔ وہ کہتا ہے کہ یہ کام تمہارا نہیں، اس کا ہے۔،،

پاویل کو یہ بات بہت ناگوار گذری اور اسے اس پر تعجب بھی ہوا۔ رازولیخین کو وہ ہمیشہ سے ناپسند کرتا تھا۔ ''وہ شخص تو اسکول میں سب گوڑکے رکھ دیگا،، اس نے جھنجھلا کر سوچا۔

جو پہلے چکی پر کام کرتا تھا اور بعد میں غریب کسانوں کی کمیٹی کا ممبر بن گیا تھا، انقلاب کےلئے لڑتا ہوا مارا گیا تھا۔

اپنے بیٹے کی موت کے صدمے سے وہ بڑھیا بستر سے لگ گئی۔ اسکے پڑوسی اسے تسلی دینے کی کوشش کر رہے تھے۔ اور اس کا بیٹا اپنی بےوقت موت کا راز اپنے سینے میں چھپائے خاموش، بےحس و حرکت لیٹا تھا۔

گریشا کے قتل سے تمام گاؤں‌والوں کا غصہ بھڑک اٹھا تھا۔ اس گاؤں میں کمسومول کے اس نوجوان لیڈر اور غریب کسانوں کے حمایتی کے دوستوں کی تعداد دشمنوں سے کہیں زیادہ تھی۔

رکیتینا کو اس خبر سے بہت صدمہ پہنچا تھا اور وہ اپنے کمرے میں بیٹھی پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ جب کورچاگن کمرے میں داخل ہوا تو اس نے سر اٹھا کر دیکھا بھی نہیں۔

''رکیتینا، تمہارے خیال میں اسے کس نے مارا ہوگا؟،، کورچاگن نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور دھم سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

''وہی چکی‌والے غنڈے ہونگے۔ ان چوروں کی آنکھ میں گریشا ہمیشہ کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا۔،،

گریشا خوروواد کو کے جنازے میں دو گاؤں کے لوگ شریک ہوئے۔ کورچاگن بھی اپنی بٹالین کو ساتھ لایا اور کمسومول تنظیم کے تمام اراکین اپنے ساتھی کو اپنا آخری خراج عقیدت پیش کرنے

تھا کہ اس کے ساتھی اس سے بہت آگے نکل گئے ھیں۔

ایک دن پدوبتسی سے ایک شخص یہ خبر لایا کہ پرسوں رات نہ جانے کن لوگوں نے گریشا خوروواد کو کو قتل کر دیا۔ خبر سنتے ھی پاویل اپنی ٹانگوں کی تکلیف کا خیال کئے بغیر عاملہ کمیٹی کے اصطبل کی طرف بھاگا اور جلدی سے گھوڑے پر زین کس کر سرپٹ گھوڑا بھگاتا ھوا سرحد کی طرف چل دیا۔

گاؤں کی سوویت کے دفتروالی جھونپڑی میں ایک میز پر صنوبر کی شاخوں کے درمیان گریشا کی لاش رکھی ھوئی تھی اور سوویت کا سرخ پرچم اس پر ڈال دیا گیا تھا۔ سرحد کا ایک سنتری اور کمسومول کا ایک ممبر دروازے پر پہرہ دے رھے تھے اور حاکموں کے آنے سے پہلے وہ کسی کو اندر داخل نہیں ھونے دے رھے تھے۔ کورچاگن جھونپڑی میں داخل ھوا اور میز کے قریب جا کر اس نے سرخ پرچم الٹ دیا۔

گریشا کا چہرہ بالکل زرد پڑ گیا تھا۔ اسکی پھٹی ھوئی آنکھوں کی پتلیاں موت کا کرب لئے ایک جگہ جم کر رہ گئی تھیں اور اسکا سر ایک طرف کو ڈھلک گیا تھا۔ اسکی گدی پر جہاں کسی تیز ھتھیار سے گہرا زخم لگایا گیا تھا ایک صنوبر کی شاخ رکھ کر زخم کو ڈھک دیا گیا تھا۔

آخر اس نوجوان کی جان کس نے لی تھی؟ وہ اپنی بیوہ ماں کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اس کا باپ

ر لسیتسن نے بڑی فاتحانہ متانت کے ساتھ اعلان کیا:

''کامریڈو، اس کانگریس کے سامنے یہ اطلاع دیتے ہوئے مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے کہ ہم نے گذشتہ ایک سال میں بہت کامیابیاں حاصل کرلی ہیں۔ ضلع میں سوویت اقتدار مضبوطی سے قائم کر دیا گیا ہے۔ لوٹ مار اور رہزنی جڑ سے ختم کر دی گئی ہے اور چوری سے مال کی درآمد برآمد بھی تقریباً پوری طرح روک دی گئی ہے۔ گاؤں میں غریب کسانوں کی مضبوط تنظیمیں قائم ہو رہی ہیں، کمسومول تنظیمیں اب پہلے کے مقابلے میں دس گنا مضبوط ہیں اور پارٹی کی تنظیموں نے بھی ترقی کی ہے۔ پدوبتسی میں کولاکوں کی آخری غنڈہ گردی کا پردہ فاش کر دیا گیا ہے۔ آپ لوگوں کو یاد ہوگا کہ اس حادثے میں ہمارے کامریڈ خوروواد کو کی جان گئی تھی۔ یہ قتل چکی کے مالک اور اسکے داماد نے کیا تھا۔ دونوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے اور چند دن میں صوبے کی عدالت میں ان پر مقدمہ چلایا جائیگا۔ مختلف گاؤں کی طرف سے کئی وفدوں نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ یہ کانگریس تجویز پاس کرے کہ ان لٹیروں اور دھشت پھیلانےوالوں کو موت کی سزا دی جائے...''

ھال میں موجود تمام لوگوں نے پوری آواز سے اس تجویز کی تائید کی:

''بالکل ٹھیک! یہی ھونا چاھئے! سوویت اقتدار کے دشمنوں کو سزائے موت!''

کےلئے آئے۔ گاوریلوف نے گاؤں کی سوویت کے سامنےوالے چوک میں ڈھائی سو سرحدی سنتریوں کا ایک رسالہ لاکر کھڑا کر دیا۔ ماتمی راگ کی غمناک دھنوں کے درمیان سرخ کفن میں لپٹا ھوا جنازہ باھر نکال کر چوک میں رکھ دیا گیا جہاں خانہ‌جنگی کے دوران میں مارے جانےوالے بالشویک چھاپے ماروں کی قبروں کے برابر ایک نئی قبر ابھی تازہ تازہ کھودی گئی تھی۔

گریشا کی موت نے ان تمام لوگوں کو یکجا کر دیا جنکے مفاد کےلئے وہ ھمیشہ مضبوطی سے لڑتا آیا تھا۔ نوجوان کھیت مزدوروں اور غریب کسانوں نے کمسومول کا ساتھ دینے کا عہد کیا اور جتنے لوگوں نے اسکے جنازے پر تقریریں کیں ان سب نے بڑے غصے کے ساتھ یہ مطالبہ کیا کہ قاتلوں کو قرار واقعی سزا دی جائے۔ انہیں گرفتار کرکے یہیں اس چوک میں انکے مقتول کے اس مزار کے قریب ان پر مقدمہ چلایا جائے تاکہ ھر شخص دیکھ سکے کہ دشمن کون لوگ تھے۔

گولیوں کی تین سلامیاں داغی گئیں اور قبر پر صنوبر کی تازہ ٹہنیاں رکھ دی گئیں۔ اسی دن شام کو وھاں کی کمسومول تنظیم نے رکیتینا کو اپنا نیا سکرٹری چنا۔ کورچاگن کے پاس ریاستی سیاسی ادارے کی سرحدی چوکی سے یہ خبر آئی کہ ان لوگوں کو قاتلوں کا سراغ مل گیا ھے۔

ایک ھفتے بعد شہر کے تھیٹر میں سوویتوں کی دوسری ضلع کانگریس شروع ھوئی اور اس موقع

# پانچواں باب

ٹرام دھیرے دھیرے رینگتی ہوئی فندوکلیف سڑک کی چڑھائی پر چڑھ رہی تھی اور اس میں اسے اتنی مشقت پڑ رہی تھی کہ اسکی مشین کراہ رہی تھی۔ اوپیرا تھیٹر پر جاکر ٹرام رکی اور اس پر سے نوجوانوں کی ایک ٹولی اتری اور اسکے بعد ٹرام پھر اوپر چڑھنے لگی۔

"ذرا جلدی جلدی چلنا چاہئے،، پانکراتوف نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "ورنہ ہم لوگوں کو یقیناً دیر ہو جائیگی۔،،

تھیٹر کے دروازے پر آکونیف بھی ان لوگوں میں آ ملا۔

"گینکا، تمہیں یاد ہے اب سے تین برس پہلے بھی ہم انہیں حالات میں یہاں آئے تھے؟ اس وقت جب دوباوا "مزدور حزب مخالف،، کے ممبروں کے ساتھ پھر ہم لوگوں کی صف میں شامل ہو گیا تھا۔ بڑی شاندار میٹنگ تھی! اور آج رات ہمیں پھر اس سے ٹکر لینی ہے۔،،

وہ لوگ اپنے پاس دکھاکر ہال میں داخل ہو گئے تھے، تب پانکراتوف نے اس کی بات کا جواب دیا:

"ہاں، تاریخ اسی جگہ پر اپنے کو دھرا رہی ہے۔،،

انہیں شی، شی کی آوازوں کے ذریعے خاموش کر دیا گیا۔ کانفرنس کا شام کا اجلاس شروع ہو

لیدا پولیوخ ایک بغلی دروازے پر آئی اور اس نے اشارے سے پاویل کو بلایا۔

باہر برآمدے میں جاکر اس نے اسے ایک لفافہ دیا جس پر لکھا ہوا تھا: ''ضروری،،۔ اس نے لفافہ کھول کر خط پڑھا:

''کمسومول کی بریزدوف ضلع کمیٹی کے نام۔ نقل پارٹی کی ضلع کمیٹی کو۔ صوبائی کمیٹی کے بیورو کے فیصلے کے مطابق کامریڈ کورچاگن کو ضلع سے ہٹاکر صوبائی کمیٹی کے تحت کمسومول کے کام کے سلسلے میں ایک اہم ذمہ‌داری سپرد کی جا رہی ہے۔،،

پاویل اس ضلع سے رخصت ہوا جہاں اس نے پچھلے سال بھر کام کیا تھا۔ اسکے جانے سے قبل پارٹی کی ضلع کمیٹی کی آخری میٹنگ کے سامنے دو سوالات زیرغور تھے: (۱) کامریڈ کورچاگن کو کمیونسٹ پارٹی کی ممبری دینا۔ (۲) کمسومول کی ضلع کمیٹی کے سکرٹری کے عہدے سے علحدہ ہوتے وقت اسکی سند کی تصدیق۔

رخصت ہوتے وقت لسیتسن اور لیدا نے پاویل کا ہاتھ بہت کس کر دبایا اور بڑی محبت سے اسے گلے لگایا۔ اور جب اس کا گھوڑا صحن سے نکل کر سڑک پر آیا تو ایک درجن پستولوں سے اسے الوداعی سلامی دی گئی۔

کے ھتھکنڈوں کے بارے میں کچھ نہ کچھ ضرور کہا ھے۔ اس کانفرنس میں بھی تراتسکی کے بہت سے چیلے موجود ھیں۔ ضلعوں سے انہیں جان‌بوجھ کر بھیجا گیا ھے کہ یہاں شہر کی پارٹی کانفرنس میں ھم لوگ ایک بار پھر انکی بات سنیں۔ اگر وہ اس موقع کا پورا پورا فائدہ نہیں اٹھا رھے ھیں تو اس میں ھمارا کیا قصور ھے۔ ظاھر ھے کہ ضلعوں میں اور چھوٹے چھوٹے مرکزوں میں اپنی مکمل شکست سے انہوں نے کچھ سبق لیا ھے۔ ابھی کل تک وہ جو باتیں کہتے تھے وہ یہاں اس کانفرنس میں کہنے کی انکی ھمت نہیں ھوئی۔،،

ھال کے داھنے کونے سے ایک کرخت آواز نے تالیا کو اس مقام پر ٹوک دیا:

''ابھی ھم نے اپنی بات کہی ھی کہاں ھے!،،

تالیا اس آواز کی طرف مڑی:

''اچھی بات ھے، دوباوا، تو اب آکر بول لو۔ ھم لوگ تمہاری بات غور سے سنینگے۔،،

دوباوا نے بہت آزردگی سے اسے گھور کر دیکھا اور غصے سے اس کے ھونٹ اینٹھ گئے۔

''جب وقت آئیگا تب ھم چپ نہیں بیٹھے رھیں‌گے!،، اس نے چلا کر جواب دیا۔ اسے اپنی زبردست ھار کا خیال آیا جو ایک روز پہلے اسے اپنے ضلع میں ھوئی تھی۔ اسکی تکلیف‌دہ یاد ابھی تک رہ رہ کر اسکے دل میں کانٹے کی طرح کھٹک رھی تھی۔

چکا تھا اور انہیں جہاں بھی جگہ ملی بیٹھ جانا پڑا۔ ڈائس پر ایک نوجوان عورت کھڑی مجمع کے سامنے تقریر کر رہی تھی۔

''ہم لوگ بڑے وقت سے پہنچ گئے۔ اب چپ چاپ بیٹھ کے سنو کہ تمہاری گھروالی کیا کہہ رہی ہے،، پانکراتوف نے آکونیف کی پسلیوں میں کہنی مارکر دبی زبان میں کہا۔

''...یہ سچ ہے کہ ہم لوگ اس بحث پر کافی وقت اور محنت صرف کر چکے ہیں لیکن میں سمجھتی ہوں کہ ہم سب کو اس بحث سے بہت فائدہ ہوا ہے۔ آج ہمیں اس بات کی بہت خوشی ہے کہ ہماری تنظیم میں تراتسکی کے چیلوں کی شکست ہو گئی۔ انہیں اس بات کی شکایت بھی نہیں ہو سکتی کہ انہیں اپنی بات کہنے کا موقع نہیں دیا گیا۔ اسکے برخلاف انہیں اپنے خیالات پیش کرنے کا پورا پورا موقع دیا گیا۔ دراصل ہم نے انہیں جو آزادی دی تھی اس کا انہوں نے بیجا فائدہ اٹھایا اور پارٹی کی ڈسپلن کے خلاف کئی بہت سنگین حرکتیں کیں۔،،

تالیا بہت جوش و اضطراب کی حالت میں بول رہی تھی۔ بولتے وقت اسکی آنکھوں پر بالوں کی جو لٹ آجاتی تھی اسے جس انداز سے وہ جھٹک کر پیچھے کرتی تھی اسی سے اس کے ہیجان کا پتہ چلتا تھا۔

''ضلعوں کے کئی ساتھیوں نے یہاں تقریریں کی ہیں اور ان میں سے ہر ایک نے تراتسکی کے مقلدین

معلوم ہے کہ یہ لوگ کہاں ہیں؟ ہرگز نہیں ۔ ،،
کانفرنس میں اس بات کی امید کی جاتی تھی کہ تراتسکی کے چیلے آ کر اپنی غلطیاں تسلیم کر لیں گے ۔ انکو اس بات پر راضی کر لینے کی امید سے تالیا نے نہایت خلوص کے ساتھ ان سے اپیل کی ۔ وہ براہ‌راست ان سے مخاطب ہوئی گویا کسی بےتکلف رفیقانہ مباحثے میں حصہ لے رہی ہو :
''تین سال قبل اسی ہال میں دوباوا ''مزدور حزب‌مخالف،، کے سابق ممبروں کے ساتھ پھر ہماری صفوں میں شامل ہوا تھا ۔ آپ لوگوں کو یاد ہے نا؟ اور آپ لوگوں کو یاد ہے کہ اس نے اس وقت کہا تھا : ''ہم پارٹی کے پرچم کو کبھی اپنے ہاتھ سے گرنے نہیں دینگے،، ۔ لیکن ابھی تین برس بھی مشکل سے گذرے ہیں کہ دوباوا نے وہی کیا جو نہ کرنے کا اس نے عہد کیا تھا ۔ ہاں میں پھر ایک بار کہتی ہوں کہ اس نے پارٹی کے جھنڈے کو اپنے ہاتھ سے گرا دیا ہے ۔ اس نے ابھی کہا تھا : ''ہم لوگوں نے ابھی اپنی بات کہی کہاں ہے!،، اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اور اس کے ساتھ کے دوسرے تراتسکی کے چیلے ابھی اور کچھ بھی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ۔ ،،
''تفتہ سے پوچھو، وہ بتائےگا کہ ہوا کس رخ چلنے‌والی ہے،، پیچھے کی سیٹ سے کسی نے کہا ۔ ''ان لوگوں میں وہی موسم کی پیشین‌گوئی کا ماہر ہے ۔ ،،
اس پر لوگوں نے خفگی سے احتجاج کیا :

ھال میں کچھ کانا پھوسی سی ھونے لگی۔ پانکراتوف ضبط نہ کر سکا۔ اس نے چلا کر کہا:

''تو کیا پھر پارٹی میں گڑبڑ مچانے کا ارادہ ھے، ھوں؟''

دوباوا نے آواز پہچان لی لیکن گھوم کر دیکھا نہیں۔ اسنے صرف اپنے نیچے کے ھونٹ میں مضبوطی سے دانت گاڑ کر سر جھکا لیا۔

''دوباوا خود اس بات کی ایک نمایاں مثال ھے کہ تراتسکی کے چیلے پارٹی کا ڈسپلن کس طرح توڑ رھے ھیں''، تالیا نے اپنی تقریر جاری رکھی۔ ''وہ کمسومول میں کافی عرصے سے کام کر رھا ھے۔ ھم میں سے بہت سے لوگ اسے جانتے ھیں، خاص طور پر ھتھیار بنانے کے کارخانے کے مزدور۔ وہ خارکوف کی کمیونسٹ یونیورسٹی کا طالب علم ھے لیکن ھم سب لوگ جانتے ھیں کہ وہ شکولینکو کے ساتھ پچھلے تین ھفتوں سے یہیں ھے۔ یونیورسٹی کی پڑھائی اس طرح چھوڑ کر وہ لوگ یہاں کیوں آئے ھیں؟ شہر کی ایک بھی بستی ایسی نہیں ھے جہاں ان لوگوں نے میٹنگ نہ کی ھو۔ یہ سچ ھے کہ پچھلے کچھ دنوں میں شکولینکو کا دماغ تو کچھ حد تک درست ھوا ھے۔ انہیں یہاں بھیجا کس نے؟ ان دونوں کے علاوہ یہاں پر مختلف تنظیموں کی طرف سے تراتسکی کے اور بھی بہت سے چیلے آئے ھیں۔ وہ پہلے کبھی نہ کبھی یہاں کام کر چکے ھیں اور اب وہ پھر پارٹی میں گڑبڑ پھیلانے آئے ھیں۔ کیا ان لوگوں کی پارٹی تنظیموں کو

چیلوں نے اتنا زیادہ کینہ پرورانہ پرچار چلا رکھا ہے جتنا آج سے پہلے کبھی نہیں چلایا تھا۔ کل ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس سے تنظیم کے تمام ممبروں کا غصہ بھڑک اٹھا۔ جب انہیں شہر کی ایک بھی پارٹی تنظیم میں اکثریت حاصل نہیں ہو سکی تو مخالفین نے اپنی تمام طاقت مجتمع کرکے خطے کی فوجی کمیساریت کی پارٹی تنظیم میں ٹکر لینے کی تیاریاں کیں۔ اس میں خطے کے پلاننگ کمیشن اور محکمۂ تعلیم میں کام کرنےوالے کمیونسٹ بھی شامل ہیں۔ اس میں بیالیس ممبر ہیں لیکن تراتسکی کے تمام چیلے اسی میں جمع ہیں۔ اس میٹنگ میں پارٹی کے خلاف جیسی تقریریں کی گئیں ویسی ہم لوگوں نے آج تک نہیں سنی تھیں۔ فوجی کمیساریت کے ایک ممبر نے کھڑے ہوکر صاف صاف الفاظ میں کہا: ''اگر پارٹی کی تنظیم ہماری بات نہیں مانتی تو ہم اسے زبردستی توڑ دینگے،،۔ پارٹی کے مخالفین نے اس بیان پر بہت تالیاں بجائیں۔ اس کے بعد کورچاگن تقریر کرنے کےلئے اٹھا۔ ''آپ لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ آپ اس فاشسٹ کی تعریف کرتے ہیں اور پھر بھی پارٹی ممبر ہونے کا دعوی کرتے ہیں؟،، اس نے کہا۔ لیکن ان لوگوں نے اتنا شور و غل مچایا، اتنا ہنگامہ برپا کیا اور اپنی کرسیاں اتنے زور زور سے ٹکرائیں کہ اس کےلئے تقریر کرنا ناممکن ہو گیا۔ اس تنظیم کے جو لوگ ان کے اس رویے سے تنگ آئے ہوئے تھے انہوں نے مطالبہ کیا کہ کورچاگن کو بولنے

"یہ حماقت کے مذاق کرنے کا وقت نہیں ہے!"
"یہ لوگ پارٹی کے خلاف لڑنا چھوڑیں گے کہ نہیں؟ یہ لوگ اس سوال کا جواب دیں۔"
"ان لوگوں سے اس بات کا جواب طلب کیا جائے کہ پارٹی کے خلاف وہ اعلان نامہ کس نے لکھا تھا؟"

لوگوں کا غصہ لمحہ بہ لمحہ بڑھتا ہی گیا اور صدر کو متواتر اور کافی دیر تک گھنٹی بجانی پڑی تاکہ لوگ خاموش رہیں۔ تالیا کی آواز شوروغل میں گم ہوکر رہ گئی۔ کافی دیر بعد یہ ہنگامہ کچھ کم ہوا اور اس نے پھر اپنی تقریر شروع کی:

"دوردراز علاقوں کے ساتھی ہم لوگوں کو جو خطوط بھیجتے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ لوگ ہمارے ساتھ ہیں اور یہ بات کافی حوصلہ‌افزا ہے۔ میں آپ لوگوں کے سامنے ایک خط پڑھ کر سنانا چاہتی ہوں جو ہمیں حال ہی میں ملا ہے۔ یہ خط اولگا یورینیوا نے بھیجا ہے۔ آپ میں سے بہت سے لوگ اسے جانتے ہیں۔ وہ کمسومول کی ایک خطہ کمیٹی کے محکمۂ تنظیم کی انچارج ہے۔"

یہ کہکر تالیا نے اپنے سامنے رکھے ہوئے کاغذات کے ڈھیر میں سے ایک کاغذ نکالا اور اس پر سرسری سی نظر دوڑا کر پڑھنا شروع کیا:

"عملی کام کی طرف قطعی کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔ پچھلے چار دن سے بیورو کے تمام ممبر باہر ضلعوں میں گئے ہوئے ہیں جہاں ترانسکی کے

نے توکاریف سے کہا۔ ''اور اصلی حربے تو ابھی استعمال ھی نہیں کئے گئے ھیں۔ نوجوان ھی تراتسکی کے چیلوں اور شاگردوں کو پسپا کئے دے رھے ھیں۔''

اتنے میں تفتہ کودکر ڈائس پر آیا۔ اس کے آتے ھی ھال میں ناپسندیدگی کی ایک لہر سی دوڑ گئی اور ایک ھلکا سا قہقہہ بھی پڑا۔ اپنی اس استقبال کے خلاف احتجاج کرنے کے لئے تفتہ نے مجلس‌صدارت کی طرف مڑکر دیکھا لیکن تب تک تمام لوگ خاموش ھو چکے تھے۔

''ابھی یہاں کسی نے مجھے موسم کی پیشین گوئی کا ماھر کہا تھا۔ تو آپ اس طرح میرے سیاسی خیالات کا مذاق اڑاتے ھیں۔ کیوں، ساتھیو؟ محض اس لئے کہ آپ اکثریت میں ھیں!'' وہ ایک سانس میں کہہ گیا۔

اسکے ان الفاظ پر ایک زبردست قہقہہ لگا۔ تفتہ نے بہت ناراضگی سے مجلس صدارت کی طرف مڑکر ھال کی سمت اشارہ کیا۔

''آپ لوگ ھنس سکتے ھیں لیکن میں ایک بار پھر کہتا ھوں کہ نوجوان واقعی مقیاس الھوا ھوتے ھیں۔ یہ بات لینن نے بارھا کہی ھے۔''

ایک لمحے میں ھال میں مکمل خاموشی چھا گئی۔

''کیا کہا ھے لینن نے؟'' کچھ لوگوں نے مجمع میں سے پوچھا۔

تفتہ کو جوش آ گیا۔

''جس وقت اکتوبر انقلاب کی تیاریاں ھو رھی تھیں اس وقت لینن نے ھدایت دی تھی کہ مزدور

کا موقع دیا جائے۔ لیکن جوں ھی وہ دوبارہ بولنے کے لئے کھڑا ھوا ھنگامہ پھر شروع ھو گیا۔ اس شور و غل کی پرواہ نہ کرکے اس نے چیخ کر کہا:
''تو یہ ھے آپ لوگوں کا جمہوری طریقہ! لیکن میں اپنی بات کہے بغیر یہاں سے نہیں ھٹوں گا!،،
اس موقع پر ان میں سے کئی لوگ اس پر ٹوٹ پڑے اور اسے ڈائس سے نیچے گھسیٹنے کی کوشش کی۔ بڑا ھنگامہ مچا۔ پاویل نے انکا مقابلہ کیا اور بولتا رھا۔ لیکن ان لوگوں نے اسے ڈائس سے نیچے گھسیٹ لیا اور ایک بغلی دروازہ کھول کر اسے زینے میں دھکیل دیا۔ کسی بدمعاش نے اس کے چہرے پر ایک زخم بھی ڈال دیا۔ اس کے بعد تنظیم کے تقریباً تمام ممبر میٹنگ سے اٹھ کر چلے گئے۔ اس واقعے نے بہت سے لوگوں کی آنکھیں کھول دیں...،،
خط پڑھ کر تالیا ڈائس سے نیچے اتر آئی۔

گذشتہ دو مہینوں سے سیگل صوبے کی پارٹی کمیٹی کے پروپگنڈا اور پرچار کے محکمے کا کام سنبھالے ھوئے تھا۔ وہ مجلس صدارت میں توکاریف کے پاس بیٹھا ھوا پارٹی کی شہری کانفرنس کے نمائندوں کی تقریریں بڑے غور سے سن رھا تھا۔ ابھی تک کانفرنس میں صرف نوجوانوں کی تقریریں ھوئی تھیں جو فی الحال کمسومول ھی میں تھے۔
''یہ لوگ پچھلے کچھ برسوں میں ذھنی طور پر کتنے پختہ ھو گئے ھیں،، سیگل سوچ رھا تھا۔ ''مخالفین کے چھکے چھوٹ گئے ھیں،، اس

تفتہ اپنی باریک اونچی آواز میں بولے چلا جا رہا تھا:

"اگر آپ لوگوں نے اکثریت کا ایک جتھا منظم کر لیا ہے تو ہمیں بھی اقلیت کا جتھا منظم کرنے کا حق ہونا چاہئے۔"

ہال میں ایک کھلبلی سی مچ گئی۔

ہر طرف سے تفتہ پر غصے سے بھری ہوئی باتوں کی بوچھار ہونے لگی:

"یہ کیا ہے؟ پھر وہی بالشویکوں اور مینشویکوں کا جھگڑا شروع کر دیا؟"

"روسی کمیونسٹ پارٹی پارلیمنٹ نہیں ہے!"

"یہ لوگ میاسنیکوف سے لیکر مارتوف تک ہر شخص کی خدمت کر رہے ہیں!"

تفتہ نے اپنے ہاتھ اس طرح اوپر اٹھائے گویا دریا میں غوطہ لگانے جا رہا ہو اور پھر مشتعل ہوکر بڑی تیزی سے آگ اگلنے لگا:

"یقیناً ہمیں اپنے گروپ بنانے کی آزادی ہونی چاہئے۔ ورنہ ہم لوگ، جن کا نظریہ بالکل مختلف ہے، ایسی منظم اور ڈسپلن کی پابند اکثریت کے خلاف اپنے خیالات کےلئے کیسے لڑ سکتے ہیں؟"

اس پر شور و غل اور بڑھ گیا۔ اتنے میں پانکراتوف اٹھا اور اس نے زور سے کہا:

"بولنے دو اسے۔ ذرا ہم بھی تو سنیں کہ اسے کیا کہنا ہے۔ جو باتیں دوسرے لوگ مصلحتاً کہنا نہیں چاہینگے وہ سب یہ اگل دیگا۔"

ہال میں خاموشی چھا گئی۔ تفتہ نے محسوس کیا کہ وہ حد سے آگے بڑھ گیا تھا۔ شائد اسے یہ

طبقے کے ثابت قدم نوجوانوں کو جمع کرکے اور انہیں ھتھیار دیکر جہازیوں کے ساتھ سب سے اھم علاقوں میں بھیجا جائے۔ کیا آپ چاھتے ھیں کہ میں آپ کو لینن کا وہ اقتباس پڑھ کر سناؤں؟ میرے پاس تمام اقتباسات لکھے ھوئے ھیں،، یہ کہکر تفتہ اپنے تھیلے میں کچھ ڈھونڈنے لگا۔

''جانے دو، ھمیں معلوم ھے!،،

''لیکن لینن نے اتحاد کے بارے میں کیا کہا تھا؟،،

''اور پارٹی کے ڈسپلن کے بارے میں؟،،

''اور لینن نے کب کہا تھا کہ نوجوانوں کو پارٹی کے پرانے ممبروں کی مخالفت کرنی چاھئے؟،،

تفتہ کے خیالات کا سلسلہ منتشر ھو گیا اور وہ بالکل ھی دوسرے موضوع کے بارے میں بولنے لگا۔ اس نے کہا:

''لاگوتینا نے ابھی یورینیوا کا ایک خط پڑھ کر سنایا ھے۔ کسی بحث کے دوران میں اگر کوئی تھوڑی بہت بدعنوانی ھو جائے تو اسکی ذمہ‌داری ھمارے اوپر تو عائد نہیں ھوتی۔،،

سویتائیف نے جو شکولینکو کے نزدیک بیٹھا ھوا تھا، غصے سے دانت پیس کر زیرلب کہا:

''بیوقوف کہیں کا۔ آخر اس بات کا ذکر چھیڑنے کی کیا ضرورت تھی...،،

''ھاں،، شکولینکو نے چپکے سے تائید کرتے ھوئے کہا: ''یہ احمق تو ھمیں بالکل تباہ کر دیگا۔،،

مرکزوں کی میٹنگوں میں بولتا رہا تھا وہ اب باقی نہیں رہ گیا تھا۔ دن بدن اس کا جوش ٹھنڈا پڑتا جا رہا تھا۔ اور اس شکست فاش کے بعد اور اپنے سابق ساتھیوں کی سخت جھڑکی کھا کر تو جیسے آگ پر پانی ھی پڑ گیا۔ اس بات سے اسکی خودنمائی کو بہت ٹھیس لگی تھی اور وہ محسوس کر رہا تھا کہ جیسے اسکے چاروں طرف دھواں بھرا ھو اور اسکا دم گھٹ رہا ھو۔ اور چونکہ وہ بڑی ھٹ دھرمی سے اپنی غلطی کو تسلیم کرنے سے انکار کرتا تھا اسلئے اس دھوئیں کی تلخی اور بھی بڑھ گئی تھی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ بالکل دوٹوک بات کہےگا حالانکہ وہ بخوبی جانتا تھا کہ اس طرح وہ اکثریت کو اپنے اور بھی خلاف کر لیگا۔ بولتے وقت اس کی آواز بالکل کھوکھلی تھی لیکن پھر بھی صاف سنائی دے رہی تھی۔

”مہربانی کرکے آپ لوگ مجھے بیچ میں نہ ٹوکئےگا اور نہ سوالات کرکے مجھے دق کیجئےگا۔ میں اپنے خیالات آپکے سامنے پورے طور پر واضح کرکے رکھ دینا چاھتا ھوں حالانکہ میں اس بات کو اس وقت بھی جانتا ھوں کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ھوگا کیونکہ آپ لوگ اکثریت میں ھیں۔“

آخرکار جب اس نے اپنی تقریر ختم کی تو ایسا معلوم ھوا کہ ھال میں بم پھٹ گیا ھو۔ اس پر غضبناک چیخوں کا طوفان سا ٹوٹ پڑا اور اسے ایسا معلوم ھوا کہ جیسے اس کے منھ پر کوئی کوڑے لگا رہا ھو۔

بات ابھی نہیں کہنی چاھئے تھی۔ اس کے تمام خیالات خلط ملط ھو گئے اور اس نے بڑی روانی سے بولتے ھوئے اپنی تقریر ختم کردی:

''یہ تو ظاھر ھے کہ آپ لوگ چاھیں تو ھمیں نکال کر پارٹی سے باھر پھینک دیں۔ اور اس قسم کی حرکت شروع بھی ھو گئی ھے۔ کمسومول کی صوبائی کمیٹی سے تو مجھے نکال ھی دیا گیا ھے۔ لیکن کوئی پرواہ نہیں، جلد ھی معلوم ھو جائیگا کہ کون صحیح تھا اور کون غلط۔،، اور اتنا کہکر وہ ڈائس سے کودکر ھال میں آ گیا۔

سویتائیف نے ایک پرچے پر کچھ لکھ کر دوباوا کو دیا۔

''دمیتری، اسکے بعد اب تم جاکر بولو۔ حالانکہ اس سے صورت حال میں کوئی خاص تبدیلی تو نہیں ھوگی کیونکہ ظاھر ھے کہ یہاں تو ھم لوگوں کا بہت برا حال ھو رہا ھے۔ ھمیں تفتہ کا دماغ درست کرنا چاھئے۔ وہ بالکل احمق ھے اور فضول باتیں بہت کرتا ھے۔،،

دوباوا نے بولنے کی اجازت مانگی اور اس کی درخواست فوراً قبول کر لی گئی۔

جب وہ بولنے کےلئے ڈائس پر آیا تو ھال میں مکمل خاموشی چھا گئی گویا کوئی اھم بات ھونےوالی ھو۔ ھر تقریر سے پہلے اسی قسم کی خاموشی ھو جاتی تھی لیکن دوباوا نے سمجھا کہ اس خاموشی کے پیچھے اس سے ان لوگوں کی عداوت پوشیدہ ھے۔ جس جوش و خروش کے ساتھ وہ مختلف

بیچینی غالب آ گئی۔ وہ جانتا تھا کہ پانکراتوف کیا کہنےوالا تھا۔ کل سولوسینکا میں اپنے پرانے دوستوں کے ساتھ اسکی جو گفتگو ھوئی تھی وہ اسے یاد آنے لگی۔ اسے یاد آنے لگا کہ ان لوگوں نے اسے کتنی منت کے ساتھ سمجھایا تھا کہ وہ مخالفین کا ساتھ چھوڑ دے۔ سویتائیف اور شکولینکو بھی اسکے ساتھ تھے۔ ان لوگوں کی ملاقات توکاریف کے گھر پر ھوئی تھی۔ پانکراتوف، آکونیف، تالیا، والنتسیف، زیلینووا، استارووویروف اور آرتیوخن وھاں پر موجود تھے۔ دوباوا نے اتحاد قائم کرنے کی اس کوشش کو بالکل ھی ٹھکرا دیا تھا۔ بحث کے بیچ میں وہ سویتائیف کے ساتھ اٹھ کر چلا گیا تھا جس سے یہ بات اور بھی پختہ ھو گئی تھی کہ وہ اپنی غلطیوں کو تسلیم کرنا نہیں چاھتا۔ شکولینکو وھاں اکیلا رہ گیا تھا اور اب یہاں اس نے بولنے سے انکار کر دیا تھا۔ ”ضعیف الارادہ دانشور! یقیناً ان لوگوں نے اس کو اپنی طرف ملا لیا ھوگا،، دوباوا نے جھنجھلا کر بڑی تلخی کے ساتھ سوچا۔ اس سخت جدوجہد میں اسکے تمام دوست ایک ایک کرکے اس سے الگ ھوتے جا رھے تھے۔ کمیونسٹ یونیورسٹی میں ژارکی سے اسکی دوستی اسی طرح ختم ھو گئی تھی۔ ژارکی نے پارٹی بیورو کی میٹنگ میں ”چھیالیس ممبروں،، کے اعلان نامہ کی سخت مذمت کی تھی اور بعد میں، جب انکے اختلافات بہت بڑھ گئے تھے، تو انکی بول چال بھی بالکل ختم ھو گئی تھی۔ اسکے بعد کئی بار ژارکی اسکے گھر آنا سے

''لعنت ہے ان لوگوں پر !،،
''پارٹی میں پھوٹ ڈالنےوالے مردہ باد !،،
''بس، بہت ہو چکا، اب یہ لوگ بہت گالیاں دے چکے !،،

لوگوں کی تضحیک‌آمیز ہنسی کے درمیان دوباوا اپنی جگہ جاکر بیٹھ گیا۔ لیکن اس ہنسی نے اسکا حوصلہ بالکل ہی پست کردیا۔ اگر وہ لوگ اس پر چیختے چلاتے اور اسے جی بھرکر گالیاں دے لیتے تو اسے خوشی ہوتی لیکن وہ تو اس کا مذاق اس طرح اڑا رہے تھے گویا وہ کوئی گھٹیا قسم کا اداکار ہو جس کی آواز غلط سر نکالنے کی وجہ سے پھٹ گئی ہو۔

''اب شکولینکو کی تقریر ہوگی،، صدر نے اعلان کیا۔

شکولینکو نے کھڑے ہوکر کہا :

''میں نہیں بولنا چاھتا۔،،

اس پر ہال کے پیچھے سے پانکراتوف کی بھاری سی آواز گونجی :

''میں بولنا چاھتا ھوں !،،

دوباوا اسکی آواز ھی سے سمجھ گیا کہ وہ اندر ھی اندر کھول رہا تھا۔ اس جہازی مزدور کو جب بھی یہ احساس ھوتا تھا کہ اسکی سخت توھین کی گئی ہے تو اسکی آواز ھمیشہ اسی طرح گونجنے لگتی تھی۔ دوباوا نے بڑی افسردگی سے اس لمبے سے کچھ جھکے ھوئے شخص کو تیزی سے ڈائس کی طرف بڑھتے دیکھا اور اس پر شدید

کرنے کی کوشش کی ہے گویا ہم لوگ پارٹی کے اندر ایک آمریت کے حامی ہیں، گویا ہم اپنے طبقے اور انقلاب کے مفاد کے ساتھ غداری کر رہے ہیں۔ پارٹی کے بہترین، معتبرترین اور آزمودہ‌ترین لوگوں کو، قابل فخر پرانے بالشویکوں کو، ان لوگوں کو جنہوں نے اپنا خون پسینہ ایک کرکے روسی کمیونسٹ پارٹی کو بنایا ہے، جنہوں نے زار کے جیلوں میں مصیبتیں جھیلی ہیں، ان لوگوں کو جنہوں نے لینن کی رہنمائی میں دنیا بھر کے مینشویکوں کے اور تراتسکی کے خلاف مسلسل بےلوچ جدوجہد کی ہے، ان لوگوں پر ہمارے ان مخالفین نے یہ الزام لگانے کی کوشش کی ہے کہ وہ پارٹی کے اندر انتہائی ضابطہ پرستی کا نظام قائم کئے ہوئے ہیں۔ ہمارے دشمنوں کے علاوہ کیا کوئی اور شخص اس قسم کی بات کہہ سکتا تھا؟ کیا پارٹی اور اسکے رہنما ادارے کوئی الگ الگ دو چیزیں ہیں؟ پھر میں جاننا چاہتا ہوں کہ یہ کس قسم کی باتیں کی جا رہی ہیں؟ ہم ایسے لوگوں کو کیا کہیں گے جو سرخ فوج کے سپاہیوں کو اپنے کمانڈروں اور کمیساروں کے خلاف اور فوجی ہیڈکوارٹر کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ بھی ایسے وقت جب کہ فوج کا وہ دستہ دشمنوں سے گھرا ہوا ہو؟ تراتسکی کے چیلوں کے قول کے مطابق تو جب تک میں کارخانے میں مستری ہوں تب تک میں ”بالکل ٹھیک،، ہوں لیکن اگر کل میں پارٹی کمیٹی کا سکرٹری ہو جاؤں تو میں ”ضابطہ‌پرست

ملنے آیا تھا۔ دوباوا اور آنا کی شادی کو ایک سال ہو گیا تھا۔ وہ دونوں الگ الگ کمروں میں رهتے تھے اور دوباوا کا یہ خیال تھا کہ ژارکی کے باربار آنے سے آنا کے ساتھ اسکے کشیدہ تعلقات اور بھی بدتر ہو گئے تھے جو یوں بھی اسکے خیالات سے متفق نہیں تھی۔ اس نے بار بار اپنے آپ کو یقین دلایا کہ ژارکی سے اسے رقابت نہیں تھی لیکن ان حالات میں وہ ژارکی کے ساتھ آنا کی دوستی پر بہت جھنجھلاتا تھا۔ اس نے آنا سے اس بات کا ذکر بھی کیا تھا لیکن اسکے نتیجے کے طور پر جو ہنگامہ برپا ہوا اس سے ان کے تعلقات بہتر ہونے میں قطعی کوئی مدد نہیں ملی۔ وہ اسے بغیر یہ بتائے ہوئے کہ کہاں جا رہا ہے کانفرنس میں شرکت کرنے چلا آیا تھا۔

اسکے خیالات کی تیز پرواز پانکراتوف کی آواز سے بیچ ہی میں رک گئی۔

"ساتھیو!"، مقرر نے ڈائس کے کنارے پر کھڑے ہوکر بہت گونجتی ہوئی آواز سے کہا۔ "ساتھیو! ہم لوگ نو دن تک مخالفین کی تقریریں سن چکے ہیں اور میں صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ وہ لوگ ہمارے شانہ بشانہ لڑنےوالے مجاہدوں کی طرح، انقلابیوں کی طرح، طبقاتی جدوجہد میں ہمارے رفیقوں کی طرح نہیں بولے۔ انکی تقریروں میں عداوت تھی، کینہ تھا، کٹھ حجتی تھی اور جھوٹی تہمتیں تھیں۔ ہاں، ساتھیو، جھوٹی تہمتیں! ان لوگوں نے ہم بالشویکوں کو اس شکل میں پیش

مخالفین کے گروہ کے خوف و دھشت پھیلانےوالے لوگ یہ پیشین گوئی کر رہے ھیں کہ ھمارا معاشی اور سیاسی ڈھانچہ بالکل ڈھیر ھو جائیگا۔ مستقبل ھی بتائےگا کہ ان پیشین گوئیوں کی کیا حقیقت ھے۔ وہ لوگ مطالبہ کر رہے ھیں کہ ھم پرانے بالشویکوں کو، مثلاً توکاریف کو، پھر کارخانے میں کام کرنے کےلئے بھیج دیں اور انکی جگہ دوباوا جیسے کسی ابن الوقت کو رکھ دیں جو سمجھتا ھے کہ پارٹی کے خلاف اسکی جدوجہد کوئی بہت ھی بہادری کا کارنامہ ھے۔ نہیں، ساتھیو، ھم اس بات کو کبھی بھی منظور نہیں کر سکتے۔ پرانے بالشویکوں کی جگہ دوسرے لوگ رکھے جائینگے لیکن ان لوگوں میں سے نہیں جو ھر دشواری کے وقت پارٹی کی پالیسی پر زبردست حملہ کرنے لگتے ھیں۔ ھم اپنی عظیم پارٹی کے اتحاد کو کبھی ٹوٹنے نہیں دیں گے۔ پرانے کارکنوں اور نئے کارکنوں کے درمیان کبھی پھوٹ نہیں پڑیگی۔ لینن کے پرچم کے نیچے پیٹی بورژوا طبقے کے رجحانات کے خلاف لڑتے ھوئے ھم فتح کی منزل تک پہنچیں گے!،،

فلک شگاف تالیوں کے شور کے درمیان پانکراتوف ڈائس سے نیچے اتر آیا۔

دوسرے دن تفتہ کے گھر پر دس آدمیوں کی ایک میٹنگ ھوئی۔

’’میں اور شکولینکو تو آج خارکوف کےلئے روانہ ھو رہے ھیں،، دوباوا نے کہا۔ ’’اب یہاں

حاکم،، ھوں، ''بیٹھے بیٹھے کرسی توڑتا ھوں،،!
ساتھیو، میں آپ لوگوں سے پوچھتا ھوں، کیا یہ عجیب نہیں معلوم ھوتا کہ مخالفین میں، جو ضابطہ پرستی کے خلاف اور جمہوریت کے لئے لڑنے کا دعوی کرتے ھیں، مثال کے طور پر تفتہ جیسے لوگ شامل ھیں جسے ابھی حال ھی میں ضابطہ پرستی کے الزام پر اپنے کام سے علیحدہ کیا گیا تھا؟ یا سویتائیف ھی کو لیجئے جو اپنی ''جمہوریت پسندی،، کے لئے تمام سولوسینکا میں مشہور ھے۔ یا آفاناسیف جسے پودولسک ضلع میں خودپسندانہ اور جابرانہ طریقے سے کام کرنے کی وجہ سے صوبائی کمیٹی تین بار اسکے عہدے سے الگ کر چکی ھے۔ معلوم یہ ھوتا ھے کہ پارٹی نے جتنے لوگوں کو سزا دی ھے وہ سب پارٹی کے خلاف لڑنے کے لئے متحد ھو گئے ھیں۔ جو پرانے بالشویک ھیں وہ ھمیں تراتسکی کے ''بالشویک رویے،، کے بارے میں بتا سکتے ھیں۔ یہ نہایت ضروری ھے کہ نوجوانوں کو اس بات کا علم ھو کہ بالشویکوں کے خلاف تراتسکی کی جدوجہد کی تاریخ کیا ھے، کس طرح وہ مسلسل ایک گروپ کو چھوڑکر دوسرے گروپ کا دامن پکڑتا رھا ھے۔ مخالفین کے خلاف اس جدوجہد سے ھماری صفیں اور مضبوط ھوئی ھیں اور اس جدوجہد نے ھمارے نوجوانوں کو نظری اعتبار سے بھی بہت طاقتور بنا دیا ھے۔ نچلے پیٹی بورژوا کے رجحانات کے خلاف لڑکر بالشویک پارٹی اور کمسومول تنظیم فولاد کی طرح مضبوط ھو گئی ھیں۔

پہلو بدلتا رہا۔ شکولینکو کا چہرا بہت اداس اور زرد تھا، اس کی آنکھوں کے گرد کم نیند کے سبب سیاہ حلقے تھے اور وہ کھڑکی کے پاس بیٹھا اپنے ناخن چبا رہا تھا۔ سویتائیف کے ٹوکنے پر وہ اپنے اس مایوس کن مشغلے کو چھوڑ کر میٹنگ کی طرف متوجہ ہوا۔

''میں اس قسم کے داؤں پیچ کے خلاف ہوں،، اس نے یک بیک خفا ہو کر کہا۔ ''ذاتی طور پر میں سمجھتا ہوں کہ ہم لوگوں کو کانفرنس کے فیصلے کا پابند رہنا چاہئے۔ ہم لوگ اپنے عقیدے کے لئے لڑے لیکن اب جو فیصلہ کر لیا گیا ہے اسے ہمیں تسلیم کرلینا چاہئے۔،،

استاروویروف نے اسے پسندیدگی کے انداز میں دیکھا۔

''یہی بات میں بھی کہنا چاہتا تھا،، اس نے لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے کہا۔

دوباوا نے شکولینکو پر اپنی نظریں گاڑ دیں اور حقارت کے ساتھ کہا:

''تم سے کچھ کرنے کو کہا ہی کب جا رہا ہے۔ ابھی تو موقع ہے تم صوبے کی کانفرنس میں 'توبہ، کر سکتے ہو۔،،

شکولینکو اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

''دمیتری! مجھے تمہارا یہ انداز گفتگو قطعی پسند نہیں ہے! اور میں صاف صاف بتا دوں کہ تم نے جو کچھ کہا ہے اس سے مجھے سخت نفرت آ رہی ہے اور میں اپنے موقف پر نئے سرے سے غور کرنے پر مجبور ہوں۔،،

ہمارے کرنے کو کچھ رہ ہی نہیں گیا ہے۔ تم لوگ اپنا اتحاد قائم رکھنا۔ اب ہمیں صرف یہ کرنا ہے کہ انتظار کریں اور دیکھیں آگے کیا ہوتا ہے۔ یہ تو ظاہر ہی ہے کہ کل‌روس کانفرنس میں ہم لوگوں کی مذمت کی جائیگی لیکن میری رائے میں ابھی اتنی جلدی ہم لوگوں کو کسی قسم کی سزا نہیں دی جائیگی۔ اکثریت نے ہمیں ایک اور موقع دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ ہمارے لئے اب کھلے طور پر اپنی جدوجہد چلانے کا مطلب یہ ہوگا — خصوصاً اس کانفرنس کے بعد — کہ ہمیں ٹھوکر مارکر پارٹی سے نکال دیا جائیگا۔ اور یہ مصلحت کے خلاف ہے۔ یہ کہنا تو دشوار ہے کہ آئندہ چل کر کیا ہوگا۔ میرے خیال میں اب اور کچھ تو کہنے کو رہ نہیں گیا ہے،، دوباوا جانے کےلئے اٹھ کھڑا ہوا۔

سوکھا ہوا، پتلے پتلے ہونٹوں‌والا استاروویروف بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

''دمیتری، میں تمہاری بات سمجھا نہیں،، اس نے کچھ ہکلاکر اور ''ر،، کی آواز ذرا کھینچ کر ادا کرتے ہوئے کہا۔ ''کیا تمہارا مطلب یہ ہے کہ کانفرنس کا فیصلہ ہم لوگوں پر عائد نہیں ہوتا؟،،

''ضابطہ کے لحاظ سے تو ہوتا ہے،، سویتائیف بیچ ہی میں بول اٹھا۔ ''ورنہ پارٹی کارڈ چھن جائیگا۔ لیکن ہم لوگ اندازہ لگائیں‌گے کہ ہوا کا کیا رخ ہے۔ تب تک کےلئے ہم لوگ رخصت ہوتے ہیں۔،،

تفتہ بڑی بےقراری سے اپنی کرسی پر بیٹھا

کے تین آلوں کی مسلسل کھٹ کھٹ جاری تھی جسے صرف سدھے ہوئے کان ھی سمجھ سکتے تھے۔

تار کے دفتر میں آپریٹر کا کام کرنےوالی لڑکیاں ابھی نوعمر تھیں۔ ابھی تک انھوں نے کاغذ کی جتنی پٹیوں پر پیغام کھٹکھٹائے تھے انکی کل لمبائی بارہ تیرہ میل سے زیادہ نہ ھوگی لیکن ان کے برابر بیٹھا ھوا بوڑھا تار بابو سوا سو میل سے زیادہ لمبی کاغذ کی پٹیوں پر پیغامات کھٹکھٹا چکا ھوگا۔ اپنے ساتھ کام کرنےوالی ان نوجوان لڑکیوں کی طرح اسے پیغام کی عبارت سمجھنے کےلئے کاغذ کی پٹی کو پڑھنا نہیں پڑتا تھا اور نہ ھی اسے مشکل الفاظ یا فقروں کیلئے اپنی پیشانی پر بل ڈال کر غور و فکر کرنے کی ضرورت پڑتی تھی۔ بلکہ وہ تو آلے کی کھٹ کھٹ کے ساتھ ھی الفاظ لکھتا جاتا تھا۔ اس نے اپنے مانوس کانوں سے آلے پر یہ الفاظ سنے: ''عام اطلاع کےلئے۔ عام اطلاع کےلئے۔ عام اطلاع کےلئے!،،

''برف کی صفائی سے متعلق کوئی اور اعلان ھوگا،، بوڑھے تار بابو نے یہ الفاظ لکھتے ھوئے اپنے دل میں سوچا۔ باھر برف کا طوفان زورشور سے جاری تھا جس کی وجہ سے سخت برف آ کر کھڑکی سے ٹکرا رھی تھی۔ تار بابو نے سوچا شائد کوئی کھڑکی پر دستک دے رھا ھے۔ اسکی آنکھیں اسی آواز کی سمت میں گھوم گئیں اور ایک لمحے کےلئے وہ کھڑکی کے شیشوں پر برف سے بنے ھوئے نہایت باریک اور پرپیچ بیل بوٹوں کو دیکھتا رہ گیا۔ پتیوں اور ڈنٹھلوں کے اس نہایت خوبصورت ڈزائن

دوباوا نے اس کی بات کو کوئی اہمیت نہیں دی ۔

''میں تو پہلے ہی جانتا تھا کہ تم یہ کروگے ۔ جاؤ، جلدی جاکر اپنے گناھوں سے توبہ کر لو ورنہ پھر وقت نہیں رهیگا ۔ ،، یہ کہکر دوباوا نے تفتہ اور دوسرے لوگوں سے هاتھ ملایا اور رخصت ہو گیا ۔ اسکے تھوڑی ہی دیر بعد شکولینکو اور استارووبروف بھی چلے گئے ۔

تاریخ انسانی میں سن انیس سو چوبیس کی آمد آمد، کڑاکے کے جاڑے کے ساتھ ہوئی ۔ ماہ جنوری نے برف سے ڈھکے ہوئے ملک پر اپنا برفانی شکنجہ جکڑ دیا اور مہینے کے دو هفتے گذرنے کے بعد بپھرے ہوئے طوفانوں اور برفانی آندھیوں کا دور شروع ہو گیا ۔

جنوب مغربی ریلوے لائن پوری طرح برف سے ڈھکی ہوئی تھی ۔ انسان قدرت کی قہرمانیوں کے خلاف لڑ رہا تھا ۔ برف کھودنےوالے هلوں کے فولادی پھال برف کی تہوں کو چیرتے ہوئے ریل گاڑیوں کےلئے راستہ بنا رہے تھے ۔ برف کے بوجھ سے جھکے ہوئے تار برقی کے تار پالے اور برفانی طوفانوں کی زد میں آ کر ٹوٹ گئے تھے اور بارہ لائنوں میں سے صرف تین کام کر رہی تھیں : ایک تو هند یورپی لائن اور دو سرکاری لائنیں ۔

شپیتوفکا اسٹیشن کے تار کے دفتر میں تار برقی

تھی۔ پیغام کے شروع کے الفاظ: ''عام اطلاع کےلئے۔ عام اطلاع کےلئے۔ عام اطلاع کےلئے!'' تار بابو کے ذہن سے اتر گئے تھے۔ تار برقی کے آلے نے پھر یہ حروف کھٹکھٹائے: ''و۔ ل۔ ا۔ د۔ ی۔ م۔ ی۔ ر ا۔ ی۔ ل۔ ی۔ چ'' اور بوڑھے تار بابو نے آلے کی کھٹ کھٹ کو کاغذ پر منتقل کر دیا۔ وہ بالکل پرسکون انداز میں بیٹھا رہا۔ وہ کچھ تھک سا گیا تھا۔ ولادیمیر ایلیچ نام کا کوئی شخص کہیں مر گیا تھا۔ کسی کے پاس تار کے ذریعے یہ المناک خبر پہنچےگی اور کسی کے سینے سے کرب اور غم کی ایک چیخ نکل جائیگی۔ لیکن اسے اس سے کیا لینا، وہ تو اس واقعے کا محض اتفاقی گواہ تھا۔ تار برقی کے آلے نے پھر ایک مختصر سی کھٹ کی آواز کی، پھر ایک نسبتاً لمبی کھٹ کی آواز، پھر چھوٹی بڑی کھٹ کھٹ کی کئی آوازیں اور ان مانوس آوازوں کی تشریح کرکے تار بابو نے لفظ کا پہلا حرف پکڑا اور اسے تار کے فارم پر لکھ دیا۔ یہ حرف تھا ''ل''۔ پھر دوسرا حرف آیا ''ی''۔ اس کے بعد اس نے نہایت صفائی کے ساتھ لکھا ''ن'' اور پھر بغیر کچھ محسوس کئے ہوئے اس نے جلدی سے آخری حرف بھی لکھ دیا ''ن''۔

اسکے بعد آلے نے لفظ ''کا'' کی آواز پیدا کی اور جملہ ختم ہو گیا۔ ایک لمحے کے لئے تار بابو کی نظر اپنے لکھے ہوئے نام پر ٹھہر کر رہ گئی ''لینن''۔ آلے کی کھٹ کھٹ جاری تھی لیکن اب وہ

کا مقابلہ اچھے سے اچھے نقاش کی کاریگری بھی نہیں کر سکتی تھی۔

اس کے خیالات بھٹکنے لگے اور ایک لمحے کےلئے اس نے تار برقی کے آلے کی کھٹ کھٹ سننا بندکر دیا۔ لیکن فوراً ھی اس نے نظر جھکائی اور ان الفاظ کو پڑھنے کےلئے، جنہیں اس نے بیچ ھی میں چھوڑ دیا تھا، کاغذ کی پٹی کی طرف ھاتھ بڑھایا۔

اس عرصے میں تار برقی کے آلے نے یہ الفاظ کھٹکھٹائے تھے:

''کل ۲۱ جنوری کی شام کو چھہ بج کر پچاس منٹ پر...''

جلدی سے یہ الفاظ لکھ کر تار بابو نے کاغذ کی پٹی رکھ دی اور اپنی ھتھیلی پر سر ٹکا کر وہ پھر آلے کی کھٹ کھٹ سننے لگا:

''گورکی گاؤں میں انتقال ھو گیا...'' دھیرے دھیرے اس نے یہ الفاظ بھی کاغذ پر لکھ دئے۔ اپنی اس طویل عمر میں اس نے نہ جانے کتنے پیغامات لکھے تھے۔ مسرت کے پیغام بھی اور المناک خبریں بھی۔ نہ جانے کتنی بار دوسروں کے غم اور خوشی کی اطلاع سب سے پہلے اسی کو ملی تھی! نہ جانے کتنے عرصے سے اس نے ان مختصر اور جامع فقروں کے معنی پر غور کرنا چھوڑ دیا تھا۔ وہ صرف ان کی آواز سنتا تھا اور مشین کی طرح انہیں کاغذ پر درج کر دیتا تھا۔

پھر کسی کی موت واقع ھو گئی تھی اور کسی کو اس غمناک واقعے کی اطلاع دی جارھی

فوری مرمت کرنےوالے مزدوروں کی ایک ٹولی پہلے ہی ''پٹ،، پر کھڑے ہوئے ایک انجن کی صفائی وغیرہ میں مصروف تھی۔ بوڑھا انجن ڈرائیور پولین توفسکی خود اپنے انجن کے نیچے گھسا ہوا مستریوں کو اسکی خرابیاں بتا رہا تھا۔ زاخار بروژاک اور آرتیم انجن کی بھٹی کی ٹیڑھی سلاخوں کو سیدھا کرنے میں مصروف تھے۔ زاخار سلاخ کو نہائی پر رکھے ہوئے تھا، آرتیم ہتھوڑا چلا رہا تھا۔

زاخار کافی بوڑھا ہو گیا تھا۔ گذشتہ چند برسوں میں اسکے ماتھے پر ایک گہری سی شکن پڑ گئی تھی اور اسکی کنپٹیوں پر بال سفید ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اسکی کمر کچھ جھک گئی تھی اور اس کی دھنسی ہوئی آنکھیں فرط غم سے دھندلا گئی تھیں۔

ایک لمحے کےلئے دروازے پر ایک شخص کے جسم کا خاکہ سا نظر آیا اور پھر شام کے دھندلکے نے اسے نگل لیا۔ لوہے کی سلاخ پر ہتھوڑے کی ضربوں کی آواز میں اس کی پہلی آواز تو سنائی ہی نہیں دی۔ لیکن جب وہ شخص انجن کی مرمت کرتے ہوئے لوگوں کے پاس پہنچا تو آرتیم اپنا ہتھوڑا ہوا میں اٹھائے ہوئے بیچ ہی میں رک گیا۔

''ساتھیو! لینن کا انتقال ہو گیا!،،

ہتھوڑا آہستہ آہستہ آرتیم کے کندھے سے نیچے سرک آیا اور اس نے بہت خاموشی کے ساتھ اسے سیمنٹ کے پکے فرش پر رکھ دیا۔

مانوس نام تار بابو کے شعور پر حاوی ہو چکا تھا۔ اس نے ایک بار پھر پیغام کے آخری الفاظ پر ڈالی۔ ''لینن کا،، کیا؟ لینن؟ اس تار کے پیغام کی پوری عبارت اس کے تخیل کی آنکھوں کے سامنے گھوم گئی۔ وہ تار کے فارم کو ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا اور اسکی بتیس برس کی ملازمت کے دوران میں یہ پہلا موقع تھا کہ اسے اپنی لکھی ہوئی عبارت پر خود ہی اعتبار نہ آیا۔

اس نے بڑی جلدی جلدی تین بار ان سطروں پر نظر دوڑائی لیکن الفاظ بدلنے سے قطعی انکار کر رہے تھے: ''انتقال ہو گیا لینن کا۔،، بوڑھا اچھل کر کھڑا ہو گیا اور اس نے جھپٹ کر کاغذ کی لہراتی ہوئی پٹی اٹھا لی اور اسے اس طرح دیکھنے لگا گویا اپنی نظروں سے اس میں سوراخ کر دیگا۔ کاغذ کی اس دو گز لمبی پٹی نے اس بات کی تصدیق کی جسے ماننے سے وہ اب تک انکار کر رہا تھا! اس نے اپنا مردنی چھایا ہوا چہرہ دفتر کے دوسرے کارکنوں کی طرف گھمایا اور ان لوگوں نے اس کی دردناک چیخ سنی: ''لینن کا انتقال ہو گیا!،،

اس المناک موت کی خبر تار گھر کے کھلے ہوئے دروازوں سے نکلی اور آندھی کی طرح سارے اسٹیشن میں پھیل گئی اور برفانی طوفان کے ساتھ ریل کی پٹریوں اور پٹریوں کی قینچیوں پر چابک سی لگاتی ہوئی ہوا کے سرد جھونکوں کے ساتھ ریلوے یارڈ کے آہنی پھاٹک میں داخل ہوئی۔

کے آدمی کو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ شپیتوفکا — وارسا اکسپریس کے پولستانی انجن ڈرائیور کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ سیٹیاں کیوں بج رہی ہیں تو اس نے ایک لمحے کے لئے انہیں سنا اور پھر دھیرے سے اپنا ہاتھ اٹھایا اور سیٹی بجانے والی ڈوری کھینچ دی۔ وہ جانتا تھا کہ وہ آخری بار اس ڈوری کو ہاتھ لگا رہا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ اب کبھی اسے یہ انجن چلانے کو نہیں ملیگا لیکن اس کا ہاتھ ڈوری پر سے نہ ہٹا اور اس کے انجن کی چیخ سن کر نرم کوچوں پر لیٹے ہوئے پولستانی سفارت خانے کے افسر اور دیگر سفارتی نمائندے چونک کر اٹھ بیٹھے۔

لوگ ریلوے یارڈ میں جمع ہونے لگے۔ وہ ہر پھاٹک سے جوق در جوق اندر داخل ہو رہے تھے اور جب اس وسیع عمارت میں کہیں تل رکھنے کو بھی جگہ نہ رہی تو اداس خاموشی کے درمیان تعزیتی جلسہ شروع ہوا۔ پارٹی کی شپیتوفکا خطہ‌وار کمیٹی کے سکرٹری شرابرین نے جو ایک پرانے بالشویک تھے مجمع کے سامنے تقریر کی:

''ساتھیو! دنیا کے مزدوروں کے رہنما لینن اب ہمارے درمیان نہیں رہے۔ پارٹی کو اتنا زبردست نقصان پہنچا ہے کہ اسکی کسی قسم کی تلافی ممکن نہیں ہے کیونکہ جس شخص نے بالشویک پارٹی کو بنایا اور اسے اپنے دشمنوں کے خلاف ڈٹ کر لڑنا سکھایا وہ اب نہیں رہا... ہماری پارٹی اور ہمارے طبقے کے رہنما کی وفات مزدور

''کیا ہوا؟ کیا کہا تم نے؟،، آرتیم نے یہ خوفناک خبر لانےوالے اس شخص کی چمڑے کی جیکٹ کو زور سے پکڑ لیا اور اسے جھنجھوڑنے لگا۔

وہ شخص سر سے پاؤں تک برف میں اٹا ہوا تھا اور اسکا دم پھول رہا تھا۔ اس نے بہت ہی دھیمی اکھڑی ہوئی آواز میں کہا:

''ہاں، ساتھیو، لینن کا انتقال ہو گیا۔،،

اور چونکہ وہ شخص چیخ کر نہیں بول رہا تھا اسلئے آرتیم کو یقین آ گیا کہ یہ بھیانک خبر ضرور سچ ہوگی۔ اب جاکر اس نے خبر لانےوالے اس شخص کو پہچانا۔ وہ مقامی پارٹی تنظیم کا سکرٹری تھا۔

لوگ ''پٹ،، میں سے باہر نکل آئے اور خاموشی کے ساتھ انہوں نے اس شخص کی موت کی خبر سنی جس کا نام تمام دنیا میں گونج رہا تھا۔

پھاٹک کے باہر کہیں ایک انجن کے چیخنے کی آواز سنائی دی اور ان آدمیوں کے جسم میں ایک جھرجھری سی دوڑ گئی۔ یہ دردناک چیخ دور اسٹیشن کے سرے پر ایک دوسرے انجن نے دھرائی اور پھر ایک تیسرے نے۔ ان کی آواز میں آواز ملاکر بجلی گھر کا بھونپو بھی اپنی تیز اور کرخت آواز میں چیخ اٹھا جس طرح تیزرو بم کے گولے کی آواز ہوتی ھے۔ اور پھر یہ تمام آوازیں کیئف جانےوالی سواری گڑی کے خوبصورت ''ایس،، انجن کی بھاری گونجدار آواز میں دب گئیں۔

وھاں پر کھڑے ہوئے ریاستی سرکاری ادارے

گٹھے ہوئے جسم والے سروتینکو نے بڑی احتیاط کے ساتھ گھنٹی اٹھائی اور اسے دھیرے سے بجا کر پھر میز پر رکھ دیا۔ اتنا ہی کافی تھا۔ ہال میں غم سے بھری ہوئی خاموشی چھا گئی۔

اس جلسے کی خاص تقریر ختم ہو جانے کے بعد پارٹی تنظیم کا سکرٹری سروتینکو بولنے کے لئے کھڑا ہوا۔ اور حالانکہ جو اعلان اس نے وہاں پر کیا وہ ایک تعزیتی میٹنگ کے لئے کچھ غیرمعمولی تو ضرور تھا لیکن اس پر کسی کو تعجب نہیں ہوا۔

اس نے کہا: ''کئی مزدوروں نے درخواست کی ہے کہ اس میٹنگ میں پارٹی کی ممبری کے لئے انکی عرضی پر غور کیا جائے۔ اس عرضی پر سینتیس ساتھیوں کے دستخط ہیں۔'' پھر اس نے عرضی پڑھ کر سنائی:

''بالشویک پارٹی کی ریلوے تنظیم کے نام، شپیتوفکا اسٹیشن، جنوب مغربی ریلوے۔

ہمارے لیڈر کی وفات ہم لوگوں کے لئے بالشویک پارٹی میں شامل ہونے کی اپیل ہے اور ہم درخواست کرتے ہیں کہ یہ میٹنگ فیصلہ کرے کہ ہم لینن کی پارٹی میں شریک ہونے کے قابل ہیں کہ نہیں۔''

اس مختصر سے بیان کے نیچے دستخطوں کے دو لمبے لمبے خانے تھے۔

سروتینکو نے تمام نام زور سے پڑھ کر سنائے

طبقے کے بہترین فرزندوں کے نام ہماری صفوں میں شامل ہونے کی ایک اپیل ہے...،،

اسکے بعد ماتمی راگ کی دھن شروع ہوئی اور وہاں پر جمع ہزاروں لوگوں نے اپنی ٹوپیاں اتار لیں اور آرتیم کو، جو پچھلے پندرہ برس سے نہیں رویا تھا، ایسا محسوس ہونے لگا جیسے کوئی چیز دفعتاً اسکے حلق میں آ کر اٹک گئی ہو اور اسکے مضبوط شانے اسکی سسکیوں سے ہلنے لگے۔

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس انسانی اژدھام کے دباؤ سے ریلوے مزدوروں کے کلب کی دیواریں تک کراہ رہی ہیں۔ باہر کڑاکے کی سردی پڑ رہی تھی۔ ہال کے پھاٹک پر لگے ہوئے فر کے دو لمبے لمبے درخت برف سے لدے ہوئے تھے لیکن ہال کے اندر انگیٹھیوں کی گرمی اور پارٹی تنظیم کے منظم کردہ تعزیتی جلسے میں شرکت کرنےوالے چھ سو آدمیوں کے سانس کی وجہ سے کافی گھٹن تھی۔

عام طور پر باتچیت کی جو چہل پہل ہوتی ہے وہ اس وقت بالکل مفقود تھی۔ شدت غم سے لوگوں کی آوازیں گھٹ کر رہ گئی تھیں اور وہ سرگوشیوں میں بولتے تھے اور ان سینکڑوں لوگوں کی آنکھوں میں غم اور فکر کی جھلک تھی۔ ان لوگوں کی اس وقت یہی کیفیت تھی جیسے طوفان میں کسی جہاز کا کپتان نہ رہ جانے سے اس جہاز پر کام کرنےوالوں کی ہوتی ہے۔

نہایت خاموشی کے ساتھ بیورو کے ممبر ڈائس پر اپنی اپنی جگہوں پر آ کر بیٹھ گئے۔



اور ہر نام کے بعد وہ تھوڑی دیر کےلئے رک جاتا تھا تاکہ میٹنگ میں شرکت کرنےوالے لوگ ان ناموں کو یاد کر سکیں۔

"استانیسلاو زگمندووچ پولین توفسکی — انجن ڈرائیور، چھتیس سال کی ملازمت۔"

سارے ہال میں زیرلب تائید کی ایک لہر دوڑ گئی۔

"آرتیم آندریئوچ کورچاگن — میکینک، سترہ سال کی ملازمت۔"

"زاخار و۔ لیئیوچ بروژاک — انجن ڈرائیور، بائیس سال کی ملازمت۔"

چبوترے پر کھڑا ہوا وہ شخص جیسے جیسے کھردرے ھاتھوں‌والے ریلوے مزدوروں کی برادری کے پرانے آزمودہ کار لوگوں کا نام پکارتا جاتا تھا، ویسے ویسے ہال میں شور بڑھتا جاتا تھا۔

جس وقت پولین توفسکی مجمع کے سامنے آکر کھڑا ہوا ہال میں پھر مکمل خاموشی چھا گئی۔ اس کا نام فہرست میں سب سے پہلے تھا۔

اپنی زندگی کے حالات بیان کرتے وقت وہ بوڑھا اپنے ھیجان کو نہ چھپا سکا۔

"...ساتھیو، میں آپکو کیا بتا سکتا ھوں؟ آپ لوگ تو سبھی جانتے ھیں کہ پرانے زمانے میں مزدوروں کی زندگی کیسی تھی۔ تمام عمر میں نے زرخرید غلاموں کی طرح کام کیا لیکن پھر بھی بڑھاپے میں کوڑی کوڑی کو محتاج رہا۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ھوں کہ جس وقت انقلاب

ھوا میں یہی سوچتا رھا کہ میں بوڑھا ھوں اور مجھ پر اپنے کنبے کی پریشانیوں کا بوجھ ھے۔ اسی لئے میں پارٹی میں داخل نہیں ھوا۔ حالانکہ میں نے کبھی دشمن کا ساتھ نہیں دیا ھے لیکن جدوجہد میں بھی میں نے شاذو نادر ھی حصہ لیا ھے۔ سن انیس سو پانچ میں وارسا کی ریلوے ورکشاپ کی ھڑتال کمیٹی کا ممبر تھا اور میں اس وقت بھی بالشویکوں کی طرف تھا۔ اس وقت میں نوجوان تھا اور لڑنے کی طاقت بھی رکھتا تھا۔ لیکن اب گذرے ھوئے زمانے کو یاد کرنے سے کیا فائدہ! لینن کی موت سے میرے دل پر سخت چوٹ لگی ھے۔ ھمارا دوست اور ھمارے دکھ درد کو سمجھنےوالا اب ھم سے چھن گیا ھے اور یہ آخری بار ھے کہ میں اپنے بوڑھے ھونے کی بات زبان پر لا یا ھوں۔ میں اپنے جذبات کا پوری طرح اظہار نہیں کر پا رھا ھوں کیونکہ میں تقریر کرنے کا کبھی عادی نہیں رھا۔ لیکن میں اتنا ضرور کہنا چاھتا ھوں کہ بالشویکوں کا راستہ ھی میرا راستہ ھے۔ میرے سامنے اور کوئی راستہ نہیں ھے۔،،

انجن ڈرائیور نے اپنا سفید بالوں‌والا سر جھٹکا اور اسکے سفید ابروؤں کے نیچے سے اسکی آنکھیں عزم اور استقلال کے ساتھ مجمع کو اس طرح دیکھنے لگیں گویا انکے آخری فیصلے کی منتظر ھوں۔

اس چھوٹے سے سفید بالوں‌والے بوڑھے کی عرضی کی کسی نے بھی مخالفت نہیں کی اور جب ووٹ لئے گئے، جس میں پارٹی کے باھر کے لوگوں کو

''آرتیم، ان لوگوں کو اپنے بارے میں بتاؤ !،،
اس نے سروتینکو کو کہتے سنا۔

لیکن آرتیم کو اپنی داستان شروع کرنے میں بڑی دشواری پیش آ رہی تھی۔ وہ اتنے بڑے بڑے مجمعوں کے سامنے تقریر کرنے کا عادی نہیں تھا۔ دفعتاً اسے ایسا محسوس ہوا کہ زندگی نے تجربات کے جس ذخیرے سے اسے مالامال کر رکھا تھا اس کو الفاظ کا جامہ پہنانا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ وہ الفاظ تلاش کرنے کی بری طرح کوشش کر رہا تھا اور گھبراہٹ کی وجہ سے اس کے لئے بولنا اور بھی دشوار ہو گیا تھا۔ اس سے پہلے اس نے کبھی ایسا نہیں محسوس کیا تھا۔ اسے اس بات کا شدید احساس تھا کہ وہ ایک عظیم تبدیلی کی دہلیز پر کھڑا ہے، وہ ایک ایسا قدم اٹھانےوالا ہے جو اسکی کٹھن اور کج رو زندگی میں حرارت اور معنویت پیدا کردیگا۔

''میری ماں کے چار بچے تھے،، آرتیم نے بولنا شروع کیا۔

ہال میں مکمل خاموشی چھا گئی۔ چھه سو لوگ بڑے اشتیاق سے اس لمبے قدوالے مزدور کی تقریر سن رہے تھے جس کی ناک چونچیلی تھی اور جس کی آنکھیں سیاہ ابروؤں کے نیچے چھپی ہوئی تھیں۔

''میری ماں امیروں کے ہاں کھانا پکانے کا کام کرتی تھی۔ مجھے اپنے باپ بہت ہی کم یاد ہیں۔ انکی اور ماں کی کبھی نہیں بنتی تھی۔

بھی شریک کیا گیا تھا، تو ایک بھی شخص ایسا نہیں تھا جس نے اسکی عرضی کے حق میں ووٹ نہ دیا ہو۔

پولین توفسکی ڈائس سے اترا تو اس وقت وہ کمیونسٹ پارٹی کا ممبر تھا۔

ہر شخص کو احساس تھا کہ کوئی اہم تاریخی بات ہو رہی ہے۔ اس کے بعد جہاں پر وہ ڈرائیور کھڑا تھا وہیں آرتیم کا لحیم شحیم جسم نظر آیا۔ اس مستری کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ تقریر کرتے وقت وہ اپنے ہاتھوں کا کیا کرے اسلئے وہ گھبراہٹ میں اپنی سمور کی ٹوپی کو مروڑنے لگا۔ اس کی پوستین کی جیکٹ کے، جو کناروں پر پھٹ چلی تھی، تمام بٹن کھلے ہوئے تھے لیکن اسکی بھورے رنگ کی اونچے کالروالی فوجی ٹیونک کے گریبان پر پیتل کے دو بٹن چمک رہے تھے جس کی وجہ سے اس کا حلیہ ایسا معلوم ہو رہا تھا گویا چھٹی کے دن وہ صاف ستھرے کپڑے پہن کر نکلا ہو۔ آرتیم ہال کی طرف مخاطب ہوا اور اس کو مجمع میں ایک عورت کی جانی پہچانی صورت کی ایک جھلک دکھائی دی۔ وہ سنگ تراش کی بیٹی گلینا تھی جو اپنے درزی کی دکان کے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ درگزر کردینےوالی مسکراہٹ کے ساتھ اسے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی، اور اس کی مسکراہٹ میں آرتیم نے پسندیدگی کا جذبہ دیکھا اور ایک ایسا جذبہ جسے وہ الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا تھا۔

اور گھونسوں سے پیٹا جاتا تھا — بیش تر موقعوں پر تو بلاوجہ ھی، محض عادتاً۔ اگر مالکن کسی بات پر مجھ سے خفا ھو جاتی تھی تو تڑ سے ایک زور کا چانٹا رسید کر دیتی تھی۔ اور اپنے شوھر کے شراب پینے کی وجہ سے اس کا مزاج تو ھر وقت ھی گرم رھتا تھا۔ میں گھر سے بھاگ کر سڑک پر آجاتا تھا لیکن جاتا تو کہاں۔ کون تھا جس سے جاکر شکایت کرتا؟ میری ماں وھاں سے چالیس میل کے فاصلے پر رھتی تھی اور اگر اس کے پاس جاتا بھی تو وہ مجھے گھر پر نہ رکھ سکتی... دکان میں حالت اس سے کچھ بہتر نہ تھی۔ مالک کا بھائی دکان پر بیٹھتا تھا۔ بہت ھی سور آدمی تھا۔ مجھے پریشان کرنے میں اسے کچھ خاص مزا آتا تھا۔ وہ مجھ سے کہتا: ”اے چھوکرے، ذرا وھاں سے وہ واشر تو اٹھا دے“، اور یہ کہکر بھٹی کے قریب‌والے کونے کی طرف اشارہ کر دیتا۔ میں لپک‌کر واشر اٹھاتا اور اسے چھوتے ھی چیخ پڑتا۔ وہ واشر بھٹی میں تپا ھوا ھوتا تھا اور حالانکہ وھاں کونے میں پڑا ھوا وہ بالکل سیاہ اور سرد نظر آتا تھا لیکن چھوتے ھی ھڈی تک گوشت جل جاتا تھا۔ میں شدید تکلیف کی وجہ سے چیختا چلاتا رھتا اور وہ ھنستے ھنستے لوٹ پوٹ ھو جاتا۔ میرے لئے یہ اذیت اور زیادہ برداشت کرنا ناممکن ھو گیا اور میں اپنی ماں کے پاس گھر بھاگ گیا۔ لیکن اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ مجھے گھر پر رکھ‌کر کیا کرے اسئلے وہ مجھے پھر اسی جرمن

وہ شراب بہت پیتے تھے۔ اس لئے ماں کو بچوں کی دیکھ بھال کرنا پڑتی تھی۔ اتنے لوگوں کا پیٹ پالنا اس کے، اکیلی کے لئے بہت دشوار تھا۔ وہ صبح سے رات تک اپنی جان کھپاتی تھی تب جا کر اسے اپنے کھانے کے علاوہ مہینے میں چار روبل ملتے تھے۔ خوش قسمتی سے میں نے دو سال تک اسکول میں تعلیم بھی پائی۔ وہاں میں نے تھوڑا بہت لکھنا پڑھنا سیکھا لیکن جب میں نو برس کا ہوا تو میری ماں نے مجبور ہو کر مجھے مشینوں کی مرمت کرنے والے ایک مستری کے ھاں کام سیکھنے کے لئے رکھا دیا۔ اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی چارہ ھی نہیں تھا۔ وہاں میں نے تین سال تک کام کیا اور مجھے کھانے کے علاوہ وہاں کچھ بھی نہیں ملتا تھا... اس دکان کا مالک فورسٹر نام کا ایک جرمن تھا۔ شروع میں تو وہ مجھے رکھنے پر تیار نہیں ہوا کیونکہ میں بہت چھوٹا تھا لیکن میں بہت ھٹا کٹا لڑکا تھا اسلئے ماں نے میری عمر دو تین برس بڑھا کر بتا دی۔ میں نے تین برس تک اس جرمن کے ھاں کام کیا لیکن کچھ کام سیکھنے کی بجائے مجھے گھر کا اوپر کا کام کرنا پڑتا تھا اور شراب لانے کے لئے بھاگ بھاگ کر بازار جانا پڑتا تھا۔ میرا مالک بے انتہا شراب پیتا تھا... وہ کوئلہ اور لوھا لانے کے لئے بھی مجھی کو بھیجتا تھا... اس کی بیوی میرے ساتھ بالکل غلاموں کا سا سلوک کرتی تھی۔ مجھے آلو چھیلنا پڑتے تھے اور برتن مانجھنا پڑتے تھے۔ مجھے ہر وقت لاتوں

ھوں۔ اور میری موجودہ زندگی کے بارے میں آپ سب لوگ جانتے ھی ھیں۔،،

آرتیم نے ٹوپی سے اپنا ماتھا پونچھا اور ایک گھری آہ بھری۔ اس نے سب سے اھم بات تو ابھی تک کہی نہیں تھی۔ اور اس بات کو کہنا سب سے زیادہ دشوار تھا لیکن قبل اس کے کہ کوئی سوال کر بیٹھے اسے وہ بات کہہ ڈالنی چاھئے۔ اپنی گھنی بھویں سکوڑ کر اس نے اپنی داستان جاری رکھی:

''آپ لوگ پوچھیں گے کہ جب انقلاب کے شعلے پہلے پہل بھڑکے تو اس وقت میں بالشویکوں کی صف میں کیوں نہیں شامل ھوا؟ اور آپ لوگوں کو یہ سوال مجھ سے پوچھنے کا حق بھی ھے۔ میں اس کا کیا جواب دے سکتا ھوں؟ میں ابھی کوئی ایسا بوڑھا بھی نہیں ھو گیا ھوں۔ آخر کیا وجہ تھی کہ آج تک میں اس منزل تک پہنچنے کا راستہ نہ پا سکا؟ میں آپ کو اس سوال کا صاف صاف جواب دوں گا کیونکہ میں کوئی بات چھپانا نہیں چاھتا۔ ھم لوگوں نے وہ راہ نہ پکڑی حالانکہ سن انیس سو اٹھارہ ھی میں جب ھم لوگ جرمنوں سے ٹکر لے رھے تھے ھمیں وہ راستہ اختیار کر لینا چاھئے تھا۔ ژوخرائی جہازی نے کئی بار ھم لوگوں سے کہا بھی لیکن ۱۹۲۰ء تک میرے رائفل کو ھاتھ لگانے کی نوبت نہ آئی۔ جب وہ طوفان ختم ھو گیا اور ھم لوگوں نے سفید فوجوں کو بحیرۂ اسود میں دھکیل دیا تو ھم لوگ گھر لوٹ آئے۔ اس کے بعد شادی اور بال بچوں کے چکر میں پھنس

کے پاس چھوڑ آئی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ وہ راستے بھر روتی رہی تھی۔ تیسرے سال انہوں نے مجھے تھوڑا بہت کام سکھانا شروع کیا لیکن مارپیٹ حسب دستور چلتی رہی۔ میں پھر وہاں سے بھاگ آیا اور اس بار استاروکانستانتی‌نوف جا پہنچا۔ وہاں مجھے ایک ساسیج کے کارخانے میں کام مل گیا۔ وہاں میں نے انتڑیاں دھونے میں اپنا ڈیڑھ سال کا وقت ضائع کیا۔ پھر اس کارخانے کا مالک جوئے میں اپنے کارخانے کو کھو بیٹھا اور ہم لوگوں کی چار مہینے کی تنخواہ مارکر بھاگ گیا۔ میں نے اس دوزخ سے نکل کر ژمیرنکا کی گاڑی پکڑی اور کام کی تلاش میں ادھر ادھر بھٹکنے لگا۔ خوش قسمتی سے وہاں میری ملاقات ایک ریلوے یارڈ کے مزدور سے ہو گئی جسے میرے حال پر ترس آ گیا۔ جب میں نے اسے بتایا کہ میں تھوڑا بہت مشینوں کی مرمت کا کام جانتا ہوں تو وہ مجھے اپنے بڑے افسر کے پاس لے گیا اور اس سے یہ کہکر کہ میں اس کا بھتیجا ہوں اس نے مجھے کوئی کام دلوانے کی درخواست کی۔ میرا ڈیل ڈول دیکھ کر ان لوگوں نے اندازہ لگایا کہ میں کم سے کم سترہ برس کا ہونگا اور انہوں نے مجھے ایک مستری کی مدد کرنے کے کام پر لگا دیا۔ جہاں تک میرے موجودہ کام کا تعلق ہے میں یہاں آٹھ برس سے زیادہ سے کام کر رہا ہوں۔ اپنے گذشتہ حالات کے بارے میں میں آپ کو اس سے زیادہ اور کیا بتا سکتا

کوئلہ جھونکنے والے ایک مزدور نے جو ابھی سیدھا انجن پر سے چلا آ رہا تھا اور بالکل الٹے توے کی طرح سیاہ نظر آ رہا تھا فیصلہ کن انداز میں کہا:

"پوچھنے کو ہے ہی کیا؟ کیا ہم اسے جانتے نہیں ہیں؟ اسے منظوری دے دو اور قصہ ختم کرو!"

پستہ‌قد گلیاکا لوہار نے بھی، جس کا چہرہ گرمی اور جوش کی وجہ سے سرخ ہو رہا تھا، اپنی بیٹھی ہوئی آواز میں چلاکر کہا:

"یہ کامریڈ بہت ہی معقول قسم کا آدمی ہے۔ یہ کبھی اپنی راہ سے گمراہ نہیں ہوگا۔ اس پر پورا بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ سروتینکو، ووٹ لے لو!"

اتنے میں ہال کے بالکل پیچھے سے جہاں کمسومول کے نوجوان بیٹھے ہوئے تھے کسی نے جس کا چہرہ نیم تاریکی میں صاف نظر نہیں آ رہا تھا کھڑے ہوکر پوچھا:

"اچھا، کامریڈ کورچاگن یہ بتائیں کہ وہ جاکر کاشت‌کاری میں کیوں پھنس گئے ہیں؟ وہ اپنی مزدور ذہنیت اور اپنی کسان کی حیثیت دونوں کو کیسے ایک ساتھ قائم رکھ سکتے ہیں؟"

ہال میں بیٹھے ہوئے تمام لوگوں کو یہ سوال بہت ناگوار گذرا اور کسی نے احتجاج کرتے ہوئے کہا:

"آخر سیدھے سادے الفاظ میں کیوں نہیں بات کہتے کہ سب کی سمجھ میں آسکے۔ قابلیت جھاڑنے کےلئے کوئی اور موقع نہیں ملتا..."

گئے... میں گھر گرھستی میں ایسا الجھ گیا کہ اور کسی بات کا ھوش ھی نہ رھا۔ لیکن اب جبکہ کامریڈ لینن ھم سے جدا ھو گئے ھیں اور پارٹی نے ھم لوگوں سے اپیل کی ھے تو میں نے بھی اپنی گذشتہ زندگی پر ایک نظر ڈال کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کی ھے کہ میری زندگی میں کس چیز کی کمی ھے۔ صرف اپنے اقتدار کی حفاظت کرنا ھی کافی نہیں ھے۔ کامریڈ لینن کی عدم موجودگی میں ھم لوگوں کو ایک بہت بڑے کنبے کی طرح متحد ھوکر رھنا ھے تاکہ سوویت اقتدار فولاد کے پہاڑ کی طرح مضبوط اور ناقابل شکست بن سکے۔ ھم سب کو بالشویک بننا چاھئے، آخر یہ ھماری ھی پارٹی ھے نا؟،،

ان الفاظ میں اس مستری نے سیدھے سادے لیکن پرخلوص انداز میں اپنی زندگی کے حالات بیان کئے۔ اور جب اس نے اپنی تقریر ختم کی تو حالانکہ وہ اپنے الفاظ کی روانی کی وجہ سے، جس کا وہ عادی نہیں تھا، کچھ شرمندہ ضرور تھا لیکن وہ ایسا محسوس کر رھا تھا جیسے اس کے سر سے بہت بڑا بوجھ اتر گیا ھو۔ پھر وہ تن کر کھڑا ھو گیا اور سوالات کا انتظار کرنے لگا۔

خاموشی کو توڑتے ھوئے سروتینکو نے کہا:

,,کسی کو کوئی سوال کرنا ھے؟،،

مجمع پر ایک حرکت کی لہر سی دوڑ گئی لیکن صدر کے اس سوال کے جواب میں شروع میں تو کسی نے کچھ بھی نہ کہا۔ پھر بھٹی میں

اور وہ دھیمی آواز میں بولنے لگا لیکن پھر بھی وہ اتنی اونچی تھی کہ سب لوگ سن سکتے تھے:

''یہ میرا فرض ہے کہ جو کام میرے بچوں نے شروع کیا تھا اسے میں پایۂ تکمیل تک پہنچا دوں۔ اگر وہ آج زندہ ہوتے تو کبھی اس بات کو پسند نہ کرتے کہ میں اپنا غم لیکر ایک کونے میں منھ چھپائے پڑا رہوں۔ انہوں نے اپنی جانیں اس لئے قربان نہیں کی تھیں۔ انکی موت سے جو خلا پیدا ہو گیا تھا اسے پر کرنے کی میں نے کوئی کوشش نہ کی لیکن اب ہمارے رہنما کی موت نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ مجھ سے یہ نہ پوچھو کہ میری گذشتہ زندگی ایسی کیوں رہی۔ آج سے ہماری نئی زندگی شروع ہوتی ہے۔''

دل میں غمگین یادیں تازہ ہو جانے کی وجہ سے زاخار کا چہرہ اداس ہو گیا اور وہ بہت گمبھیر نظر آنے لگا۔ لیکن جب اسے پارٹی میں داخل ہونے کی منظوری دینے کےلئے ہاتھوں کا ایک سمندر موجیں مارنے لگا تو اس کی آنکھیں چمکنے لگیں اور اس کا سفید ہوتے ہوئے بالوں والا سر اب جھکا ہوا نہیں تھا۔

پارٹی میں بھرتی ہونے کی عرضی دینے والوں کے معاملے پر بہت رات گئے تک غور کیا جاتا رہا۔ جو بہترین لوگ تھے صرف انہیں کو بھرتی کیا گیا — جنہیں سب لوگ اچھی طرح جانتے تھے اور جنکے ماضی پر کسی قسم کا داغ نہیں تھا۔

لینن کی موت نے لاکھوں مزدوروں کو بالشویک

لیکن آرتیم نے سوال کا جواب بھی دینا شروع کر دیا تھا:

''ساتھیو، رھنے دیجئے۔ یه لڑکا ٹھیک ھی کہتا ھے که میں کاشت کاری کے چکر میں پھنس گیا ھوں۔ یه بات تو سچ ھے لیکن میں نے اپنے مزدور ضمیر کے ساتھ غداری نہیں کی ھے۔ خیر کچھ بھی ھو لیکن آج سے وہ سلسله بالکل ختم ھو جائیگا۔ میں اپنے بال بچوں کو یہاں ریلوے یارڈ سے قریب لا کر رکھوںگا۔ یہاں کا ماحول بہتر ھے۔ وہ کمبخت کاشت‌کاری تو بہت عرصے سے میرے گلے میں پھندنے کی طرح پڑی ھوئی ھے۔''

آرتیم نے جب اپنے حق میں ھاتھوں کا ایک ھجوم اوپر اٹھا ھوا دیکھا تو اس کا دل ایک بار پھر کانپ اٹھا اور فخر سے سر اونچا کئے ھوئے وہ اپنی جگه پر آ کر بیٹھ گیا۔ اسے محسوس ھو رھا تھا که اسکے قدم بہت ھلکے پڑ رھے ھیں گویا اس کے سر سے کوئی بہت بھاری بوجھ اتر گیا ھو۔ اپنے پیچھے اس نے سروتینکو کو اعلان کرتے ھوئے سنا: ''سب حق میں ھیں۔''

تیسرا نمبر زاخار بروژاک کا تھا۔ وہ آ کر مجلس صدارت کی میز کے پاس کھڑا ھو گیا۔ پہلے وہ انجن ڈرائیور پولین‌توفسکی کی مدد کرتا تھا لیکن ادھر کچھ دنوں سے یه خاموش طبیعت بوڑھا آدمی خود انجن چلانے لگا تھا۔ جب وہ اپنی محنت و مشقت کی زندگی کی داستان ختم کر چکا اور موجودہ زمانے کے حالات بیان کرنے لگا تو اس کی آواز ڈوب گئی

ظاهر تھا کہ میٹنگ ختم ہونے کے قریب تھی کیونکہ صدر میٹنگ کی کارروائی کا خلاصہ بیان کر رہے تھے۔ ان کی آواز ریتا کو کچھ جانی پہچانی معلوم ہوئی۔

''کل روس کانگریس کی کونسل کا چناؤ اب مکمل ہو گیا ہے۔ کانگریس کی کارروائی دو گھنٹے بعد شروع ہونےوالی ہے۔ اس عرصے میں آپ کے سامنے ڈیلیگیٹوں کی فہرست ایک بار پھر پڑھ کر سنا دینا چاھتا ہوں۔،،

یہ آکم کی آواز تھی۔ ریتا بڑے غور سے اسے جلدی جلدی فہرست پڑھتے ہوئے سن رہی تھی۔ جس ڈیلیگیٹ کا نام پکارا جاتا تھا وہ اپنا ھاتھ اٹھا کر اپنا سفید یا سرخ رنگ کا کارڈ دکھاتا تھا۔

یک‌بیک ریتا کو ایک جانا پہچانا نام سنائی دیا — پانکراتوف۔

اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ ایک ھاتھ اوپر اٹھ گیا لیکن درمیان کی قطاروں میں بیٹھے ہوئے لوگوں کی وجہ سے وہ اس جہازی مزدور کا چہرہ نہ دیکھ سکی۔ ناموں کا سلسلہ جاری رہا اور ریتا کو پھر ایک نام سنائی دیا جس سے وہ مانوس تھی — آکونیف اور اسکے فوراً ھی بعد ایک اور — ژارکی۔

تمام ڈیلیگیٹوں پر نظر دوڑاتے وقت اسکی نظریں ژارکی پر پڑیں۔ وہ تھوڑی ھی دور پر بیٹھا تھا اور اسکا چہرہ ریتا کی طرف آدھا مڑا ہوا تھا۔ ھاں، وہ ایوان ھی تھا۔ وہ اس کی صورت تقریباً بھول

بنا دیا۔ وہ رہنما اب ان کے درمیان سے اٹھ گیا تھا لیکن پارٹی کی صفوں میں کوئی انتشار پیدا نہیں ہوا۔ جس پیڑ کی جڑیں مضبوطی سے زمین میں جمی ہوئی ہوں وہ پھننگ کے کٹ جانے سے سوکھ نہیں جاتا۔

# چھٹا باب

ہوٹل کے ناچ گانے کے کمرے کے دروازے پر دو آدمی کھڑے تھے۔ ان میں لمباوالا شخص بغیر کمانی کا چشمہ لگائے ہوئے تھا اور اسکے بازو پر ایک سرخ بلا لگا تھا جس پر لکھا تھا ''کمانڈانٹ،،۔

''کیا یوکرینی وفد کا جلسہ یہیں ہو رہا ہے؟،، ریتا نے پوچھا۔

''ہاں،، اس لمبے شخص نے خالصتاً رسمی انداز میں جواب دیا۔ ''آپ کس کام سے آئی ہیں، کامریڈ؟،،

اس لمبے شخص نے راستہ روک کر ریتا کو سر سے پاؤں تک دیکھا اور کہا:

''آپ کے پاس کیا ڈیلیگیٹ کا کارڈ ہے؟،،

ریتا نے اپنا کارڈ نکال کر دکھایا جس پر ابھرے ہوئے سنہرے حروف میں لکھا تھا: ''ممبر مرکزی کمیٹی،،۔ کارڈ دیکھتے ہی اس شخص کے لہجے میں فوراً نرمی اور خوش اخلاقی آ گئی۔

''جائیے، کامریڈ۔ ادھر بائیں طرف کچھ کرسیاں خالی ہیں۔،،

ریتا کرسیوں کی قطاروں کے درمیان والے راستے سے ہوکر ایک خالی کرسی پر جا کر بیٹھ گئی۔

اس کے کہ وہ چلا جائے اسے آکم کو پکڑنا چاھئے۔ وہ دوسروں کو تلاش کرنے میں اس کی مدد کر سکےگا۔ اسی وقت ڈیلیگیٹوں کا ایک گروہ کرسیوں کی قطاروں کے درمیان‌والے راستے میں اس کے قریب سے گذرتا ھوا باھر نکلنے کے دروازے کی طرف چل دیا۔ اس نے کسی کو کہتے سنا:

''چلو، یار کورچاگن، ھم لوگ بھی نکل چلیں!''

اور پھر ایک آواز نے، جو اتنی سانوس، اتنی ناقابل فراموش تھی، جواب دیا:

''اچھی بات ھے، آؤ چلیں!''

ریتا نے جلدی سے مڑکر دیکھا۔ اس کے سامنے ایک لمبا سا سانولے رنگ کا نوجوان خاکی ٹیونک پر پتلی سی قفقازی پیٹی لگائے، نیلے رنگ کی گھوڑسواروں‌والی برجس پہنے کھڑا تھا۔

ریتا اسے پھٹی آنکھوں سے تکتی رھی۔ پھر اس نے اپنے گرد اس کی باھوں کا لمس محسوس کیا اور اسکی کانپتی ھوئی آواز کو نرم لہجے میں کہتے سنا: ''ریتا!'' اور وہ پہچان گئی کہ وہ پاویل کورچاگن ھی ھے۔

''تو تم زندہ ھو؟''

اسکے ان الفاظ نے پاویل کو سب کچھ سمجھا آیا۔ تو اس کو سچ‌سچ اس بات کا علم نہیں تھا کہ اس کی موت کی خبر غلط تھی۔

ھال بہت دیر ھوئی خالی ھو چکا تھا اور شہر کی شہ‌رگ تویرسکایا اسٹریٹ کی چہل پہل کا

ھی گئی تھی۔ اسے دیکھے ھوئے کئی برس بھی تو بیت گئے تھے۔

نام حسب دستور پکارے جاتے رہے۔ پھر آکم نے ایک نام پکارا جسے سن کر ریتا چونک پڑی:

''کورچاگن!،،

اگلی قطاروں میں بہت دور پر ایک ھاتھ اٹھا اور فوراً نیچے گر گیا اور تعجب کی بات تو یہ تھی کہ ریتا کے دل میں اس شخص کا چہرہ دیکھنے کی ایک پردرد خواھش پیدا ھوئی جس کا نام وھی تھا جو اس کے بچھڑے ھوئے ساتھی کا تھا۔ وہ اس مقام کی طرف سے اپنی نظریں نہ ھٹا سکی جہاں وہ ھاتھ اٹھا تھا لیکن اس کے آگے کی قطاروں میں تمام لوگوں کے سر یکساں نظر آ رہے تھے۔ ریتا اٹھی اور بیچ کے راستے سے اگلی قطاروں کی طرف چل دی۔ اسی وقت آکم نے فہرست پڑھنا ختم کیا۔ کافی شور و غل کے ساتھ کرسیاں پیچھے کھسکائی جانے لگیں اور ھال آوازوں کی گونج اور نوجوانوں کے قہقہوں سے بھر گیا۔ اس شور و غل میں اپنی آواز لوگوں کے کانوں تک پہنچانے کےلئے آکم نے چیخ کر کہا:

''بالشوئی تھیٹر... سات بجے۔ دیکھئے کوئی دیر سے نہ پہنچے!،،

ھال سے باھر نکلنے کا ایک ھی دروازہ تھا۔ تمام ڈیلیگیٹ اسی پر بھیڑ لگا کر کھڑے ھو گئے۔ ریتا نے دیکھا کہ اس ھجوم میں تو وہ اپنے کسی بھی پرانے ساتھی کو نہیں ڈھونڈ پائیگی۔ قبل



شور و غل کھڑکی کے راستے ہال میں داخل ہورہا تھا۔ گھڑی نے چھه بجائے لیکن ان دونوں کو ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ان کی ملاقات ابھی ایک لمحه پہلے ہی ہوئی ہو۔ گھڑی انہیں مسلسل بالشوئی تھیٹر کی یاد دلا رہی تھی۔ چوڑے زینے سے نیچے اترکے دروازے کی طرف جاتے وقت اس نے ایک بار پھر پاویل کو سر سے پاؤں تک دیکھا۔ وہ اب اتنا لمبا ہو گیا تھا که ریتا اس کے کندھے کے برابر آتی تھی اور اس میں پختگی اور سنجیدگی بھی زیادہ آ گئی تھی، لیکن باقی ہر اعتبار سے وہ وہی پرانا پاویل تھا جسے وہ ایک زمانے میں جانتی تھی۔

"میں نے تم سے ابھی تک یه بھی نہیں پوچھا که تم کہاں کام کر رہے ہو" اس نے کہا۔

"میں کمسومول کی خطه کمیٹی کا سکرٹری ہوں جسے دوباوا 'محض قلم گھسنے والا' کہے گا" پاویل نے مسکرا کر جواب دیا۔

"تم اس سے ملے؟"

"ہاں، میں ملا تھا اور وہ ملاقات میرے لئے ایک تلخ یادگار ہے۔"

وہ دونوں سڑک پر نکل آئے۔ موٹریں ہارن بجاتی ہوئی انکے قریب سے گذر رہی تھیں اور سڑک پر شور مچاتے اور دھکم دھکا کرتے ہوئے لوگوں کے ہجوم لگے ہوئے تھے۔ بالشوئی تھیٹر کے راستے میں ان دونوں نے ایک دوسرے سے تقریباً ایک لفظ بھی نه کہا۔ دونوں ایک ہی بات کے بارے

میں سوچ رہے تھے۔ جس وقت وہ تھیٹر پہنچے تو دیکھتے کیا ہیں کہ لوگوں کا طوفانی لہریں لیتا ہوا سمندر کھڑا ہے اور دروازوں پر پہرہ دینے والے سرخ فوج کے سپاہیوں کی صفوں کو توڑ کر کسی طرح اندر گھس جانے کی کوشش میں تھیٹر کی پتھر کی ٹھوس دیواروں سے ٹکر لے رہا ہے۔ لیکن سنتری صرف ڈیلیگیٹوں ہی کو اندر داخل ہونے دیتے تھے جو بڑی شان کے ساتھ اپنے کارڈ دکھاتے ہوئے سپاہیوں کی صف کو پار کرکے ہال میں چلے جاتے تھے۔

یہ کمسومول کے نوجوانوں کا مجمع تھا جو کانگریس کے افتتاحیہ جلسے کا ٹکٹ حاصل نہیں کر سکے تھے لیکن جو ہر قیمت پر کسی نہ کسی طرح اندر داخل ہونے پر تلے ہوئے تھے۔ انہیں نوجوانوں کا سمندر ہال کے چاروں طرف ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ نسبتاً پھرتیلی قسم کے کچھ نوجوان ڈیلیگیٹوں کی ٹولیوں کے بیچ میں گھس کر سرخ رنگ کے کاغذ کا کوئی ٹکڑا دکھا کر کبھی کبھی ہال کے دروازے تک پہنچ جانے میں کامیاب بھی ہو جاتے تھے۔ کچھ تو ہال کے اندر تک پہنچنے میں بھی کامیاب ہو جاتے تھے لیکن وہاں وہ ڈیوٹی پر تعینات مرکزی کمیٹی کے آدمی کو یا کمانڈانٹ کو دھوکا نہیں دے پاتے تھے جو مہمانوں اور ڈیلیگیٹوں کو انکی مقررہ جگہوں پر لے جا کر بٹھا رہے تھے۔ اور پھر جب وہ بے آبرو ہوکر وہاں

جب وہ دونوں بیٹھ گئے تو ریتا نے کہا:

"میں تم سے ایک سوال پوچھنا چاہتی ہوں۔ اس کا تعلق گذرے ہوئے زمانے سے ہے لیکن مجھے امید ہے کہ تم جواب دینے سے انکار نہ کروگے۔ یہ بتاؤ کہ اس وقت تم نے میرے ساتھ پڑھنا کیوں بند کر دیا تھا اور دوستی کیوں ختم کر دی تھی؟"

حالانکہ جس وقت سے ان کی ملاقات ہوئی تھی اسی وقت سے پاویل اس سوال کا انتظار کر رہا تھا لیکن سوال سن کر وہ کچھ بوکھلا سا گیا۔ ان دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں اور پاویل سمجھ گیا کہ ریتا جانتی ہے۔

"ریتا، میں تو سمجھتا ہوں کہ اس کا جواب تم خود جانتی ہو۔ تین سال پہلے کی بات ہے اور اب میں پاویل کی اس حرکت کی مذمت ہی کر سکتا ہوں۔ دراصل کورچاگن نے اپنی زندگی میں بہت سی فاش غلطیاں کی ہیں، چھوٹی بھی اور بڑی بھی، وہ انہیں میں سے ایک تھی۔"

ریتا مسکرا دی۔

"تمہید تو اچھی باندھی ہے۔ مگر جواب بھی تو سنوں!"

"قصور صرف میرا نہیں تھا" پاویل نے دھیمی آواز میں کہنا شروع کیا۔ "اس میں "دی گیڈفلائی" کا بھی قصور تھا، اس کی انقلابی رومان‌پسندی کا۔ اس زمانے میں ایسی کتابیں مجھے بہت متاثر کرتی تھیں جن میں ہمارے نصب‌العین کے لئے اپنی زندگی وقف کر دینے‌والے ثابت‌قدم، باہمت انقلابیوں کے

سے نکال دئیے جاتے تو ''بغیر ٹکٹ والوں'' کی برادری کے باقی لوگوں کو بیحد خوشی ہوتی تھی۔

جتنے لوگ ہال میں داخل ہونے کی کوشش کر رہے تھے انکا ایک چھوٹا سا حصہ بھی ہال میں نہیں سما سکتا تھا۔

ریتا اور پاویل بڑی مشکل سے دھکا دیتے ہوئے کسی طرح ہال کے دروازے تک پہنچے۔ ڈیلیگیٹ جوق در جوق چلے ھی آ رہے تھے، کچھ ٹراموں پر اور کچھ موٹروں پر۔ دروازے پر انکی بہت بڑی بھیڑ لگ گئی تھی اور سرخ فوج کے سپاھی جو خود کمسومول تنظیم کے ممبر تھے، ان کے اور دیوار کے درمیان پسے جا رہے تھے۔ اسی وقت دروازے کے قریب کھڑے ہوئے ھجوم میں سے کسی نے زور سے چلا کر کہا:

''باؤمان ضلع والو، لگا ڈالو کس کے زور!''

''ھاں، جوانو، ذرا اور زور لگا کے۔ ھم جیت رہے ھیں!''

''ھرا!''

دروازے میں پاویل اور ریتا کے ساتھ کمسومول کا بلا لگائے ہوئے ایک چمکدار آنکھوں والا نوجوان بھی داخل ھوا اور کمانڈانٹ کی نظر بچا کر وہ سیدھا لابی کی طرف چل دیا۔ ایک لمحے بعد ھی وہ مجمع میں نہ جانے کہاں کھو گیا۔

''آؤ، یہاں بیٹھیں'' ریتا نے سامنے کی نشستوں کے پیچھے ایک کونے کی دو خالی کرسیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

کا افسوس ہے کہ میں تمہارے لئے ایک ساتھی سے زیادہ کچھ نہ بن سکا؟،،

''نہیں، پاویل، تم میرے لئے اس سے بھی زیادہ کچھ بن سکتے تھے۔،،

''لیکن اس کا تو یقیناً اب بھی تدارک ہو سکتا ہے۔،،

''نہیں، کامریڈ گیڈفلائی، اب اس کے لئے بہت دیر ہو گئی ہے۔ بات یہ ہے کہ میرے اب ایک چھوٹی سی بچی ہے،، ریتا نے مسکراتے ہوئے اسے سمجھایا۔ ''مجھے اس کے باپ سے بہت لگاؤ ہے۔ مجموعی طور پر ہم تینوں بہت اچھے دوست ہیں اور کم سے کم ابھی تک یہی صورت ہے کہ ہم تینوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔،،

اس کی انگلیوں نے پاویل کے ھاتھ کو چھوا۔ یہ حرکت اس نے پاویل کےلئے فکرسندی کے جذبے کے تحت کی تھی لیکن اس نے فوراً ھی محسوس کیا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ ھاں، اس میں ان پچھلے تین برسوں میں کافی پختگی آ گئی تھی اور صرف جسمانی ھی طور پر نہیں۔ وہ اس کی آنکھوں ھی سے بتا سکتی تھی کہ اسے ریتا کے اس انکشاف سے بہت تکلیف ھوئی تھی لیکن اس نے صرف اتنا کہا:

''ابھی میں نے جو کچھ کھویا ہے اسکے مقابلے میں وہ کہیں زیادہ ہے جو میرے پاس اب بھی بچ رہا ہے،،۔ اور ریتا جانتی تھی کہ یہ محض کھو کھلی لفاظی نہیں تھی، یہ سیدھی سادی حقیقت تھی۔

بڑے دل‌نشین تذکرے ہوتے تھے۔ ان لوگوں نے مجھ پر بڑا گہرا نقش ڈالا تھا اور میری دلی خواہش یہی تھی کہ میں بھی ان جیسا بن سکوں۔ تمہارے لئے اپنے جذبات میں بھی میں نے ''دی گیڈفلائی،، کو اثرانداز ہونے کا موقع دیا۔ اب مجھے وہ تمام واقعہ ایک حماقت معلوم ہوتا ہے اور میں بیان نہیں کر سکتا کہ مجھے اس بات کا کتنا ملال ہے۔،،

''تو کیا تم نے ''دی گیڈفلائی،، کے بارے میں اپنی رائے بدل دی ہے؟،،

''نہیں، ریتا، بنیادی طور پر میری رائے اب بھی وہی ہے۔ میں نے صرف قوت ارادی کا امتحان لینے کے تکلیف‌دہ طریق عمل کی غیرضروری خودآزاری کو ترک کر دیا ہے۔ ''دی گیڈفلائی،، میں جو چیز سب سے اہم ہے یعنی اس کی ہمت، اس کی غیرمعمولی قوت برداشت اس کا میں اب تک قائل ہوں۔ میں ابھی تک اس شخص کا قائل ہوں جو ہر ایک کے سامنے اپنی تکلیف کا ڈھنڈورا پیٹے بغیر اسے خاموشی سے برداشت کر سکے۔ میں ایسے انقلابی کا قائل ہوں جو اپنی ذاتی زندگی کو پورے سماج کی زندگی کے مقابلے میں کوئی اہمیت نہ دیتا ہو۔،،

''پاویل، بڑا افسوس ہے کہ تم نے یہ سب کچھ تین سال پہلے نہیں کہا،، ریتا نے اس طرح مسکرا کر کہا جس سے صاف ظاہر تھا کہ اس کے خیالات کہیں بہت دور بھٹک رہے ہیں۔

''ریتا، تمہارا مطلب ہے کہ تمہیں اس بات

سے اس کے جسم میں فخر اور خوشی کی ایک ناقابل اظہار لہر دوڑ گئی کہ زندگی اسے — اس مجاھد اور معمار کو — بالشویکوں کی نئی پود کے اس فاتحانہ اجتماع میں لے آئی تھی۔

صبح سے لیکر رات تک کا تمام وقت کانگریس کی سرگرمیوں میں گذر جاتا تھا۔ اسئلے صرف کانگریس کے خاتمے کے قریب ھی پاویل کی ریتا سے دوبارہ ملاقات ھو سکی۔ وہ یوکرینی ڈیلیگیٹوں کے ایک گروہ کے ساتھ تھی۔

''میں کل کانگریس ختم ھوتے ھی چلی جاؤنگی،، اس نے پاویل سے کہا۔ ''معلوم نہیں مجھے اب تم سے بات کرنے کا موقع ملے یا نہ ملے اس لئے میں نے اپنی ڈائری کی دو پرانی نوٹ بکیں تمہارے لئے تیار کردی ھیں اور انکے ساتھ ھی ایک چھوٹا سا پرچہ بھی لکھ کر رکھ دیا ھے۔ انہیں پڑھ کر ڈاک سے میرے پاس واپس بھیج دینا۔ میں تمہیں جو کچھ نہیں بتا سکی ھوں وہ سب اس ڈائری سے معلوم ھو جائیگا۔،،

پاویل نے اس کا ھاتھ دبایا اور بڑی دیر تک اسے نظر جمائے دیکھتا رھا گویا اس کے خط و خال ذھن نشین کررھا ھو۔

وعدے کے مطابق وہ دونوں دوسرے دن بڑے پھاٹک پر ملے اور ریتا نے اسے ایک پیکٹ اور ایک بند لفافہ دیا۔ وہ وھاں تنہا نہیں تھے اس لئے وہ جی کھول کر ایک دوسرے سے رخصت نہ ھو

اب وقت قریب آ گیا تھا کہ وہ اسٹیج کے قریب اپنی جگہوں پر جا کر بیٹھ جائیں۔ وہ اٹھے اور اس قطار کی طرف چل دئیے جہاں یوکرینی ڈیلیگیٹ بیٹھے تھے۔ بینڈ بجنا شروع ہوا۔ ہال کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک لگی ہوئی سرخ جھنڈیوں پر جلی حروف میں لکھا ہوا تھا:

''مستقبل ہمارا ہے!،، اس عظیم الشان تھیٹر میں ہزاروں لوگوں کا مجمع تھا۔ کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں لوگ بیٹھ سکتے ہوں اور بیٹھے نہ ہوں۔ یہ ہزاروں لوگ مل کر ایک ایسی طاقتور تنظیم بن گئے تھے جس میں بے پناہ جوش اور توانائی تھی۔ ملک کی عظیم صنعتی برادری کی نئی پود کے بہترین فرزند وہاں جمع ہوئے تھے۔ بھاری پردے پر جلی حروف میں لکھے ہوئے الفاظ کی چمک ان ہزاروں آنکھوں میں بھی نظر آ رہی تھی۔ ''مستقبل ہمارا ہے!،، اور وہ انسانی سمندر ابھی تک اندر امڈا چلا آ رہا تھا۔ چند لمحے بعد مخمل کا بھاری پردہ ہٹے گا اور روسی نوجوان کمیونسٹ لیگ کی مرکزی کمیٹی کا سکرٹری اس اہم موقع پر ایک لمحے کے لئے اپنا ضبط کھو کر کچھ گھبراہٹ کے ساتھ اعلان کرے گا:

''میں روسی نوجوان کمیونسٹ لیگ کی چھٹی کانگریس کا افتتاح کرتا ہوں۔،،

اس سے پہلے کبھی پاویل کورچاگن کو انقلاب کی عظمت اور طاقت کا احساس اتنی شدت اور گہرائی کے ساتھ نہیں ہوا تھا۔ اور اس خیال

اور گہرے لگاؤ پر ہو۔ میں تمہارے لئے ایک بار مقررہ ڈگر سے ہٹ سکتی تھی لیکن میں نے جوانی کے اس تقاضے کو پورا کرنے کے جذبے کو رد کر دیا۔ میرا خیال ہے کہ اس میں ہم دونوں میں سے کسی کو بھی سچی خوشی حاصل نہ ہوتی۔ پھر بھی تمہیں اپنے ساتھ اتنا ظلم نہ کرنا چاہئے، پاویل۔ ہماری زندگی میں صرف جدوجہد ھی نہیں ہے، اس میں خوشی کی بھی گنجائش ہے۔ وہ خوشی جو سچی محبت سے حاصل ہوتی ہے۔

جہاں تک باقی تمام باتوں کا سوال ہے، تمہاری زندگی کے بنیادی مقصد کا سوال ہے، میں تمہاری طرف سے بالکل مطمئن ہوں۔ میں دلی خوشی کے ساتھ تم سے رخصت ہوتی ہوں۔

ریتا۔،،

پاویل نے خیالات میں گم ہوکر خط پھاڑ ڈالا۔ اس نے اپنا ہاتھ کھڑکی کے باہر نکالا اور اسے محسوس ہوا کہ ہوا کے جھونکوں نے کاغذ کے پرزوں کو اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا۔

صبح تک اس نے ریتا کی ڈائری کی دونوں جلدیں پڑھ ڈالیں اور ڈاک میں ڈالنے کےلئے ان کا ایک پیکٹ بنا دیا۔ خارکوف میں وہ آکونیف اور پانکراتوف اور چند دوسرے ڈیلیگیٹوں کے ساتھ گاڑی سے اتر گیا۔ آکونیف تالیا کو لینے کیئف جا رہا تھا۔ وہ وھاں آنا کے ساتھ کچھ دن رہنے کےلئے گئی ہوئی تھی۔ پانکراتوف کو بھی، جو یوکرینی

سکے لیکن پاویل نے اس کی نمناک آنکھوں میں محبت کا ایک شدید جذبہ دیکھا جس میں غم کی آمیزش بھی تھی۔

دوسرے دن ریل گاڑیاں انہیں مختلف سمتوں میں لے کر چلی گئیں۔ جس گاڑی سے پاویل سفر کر رہا تھا اسکے کئی ڈبوں میں یوکرینی ڈیلیگیٹ بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ کیئف کے کچھ ڈیلیگیٹوں کے ساتھ ایک ڈبے میں بیٹھا تھا۔ شام کے وقت جب باقی تمام مسافر سونے کےلئے لیٹ گئے اور پاس والی سیٹ پر آکونیف مزے سے خراٹے بھرنے لگا تو پاویل نے لیمپ قریب کھسکا کر خط کھولا۔

"پاویل، میرے محبوب!

میں تم سے یہ تمام باتیں اس وقت بھی کہہ سکتی تھی جب ہم ساتھ تھے لیکن یہی بہتر ھے کہ میں خط کے ذریعہ تم سے یہ باتیں کہوں۔ میں صرف ایک بات چاھتی ہوں کہ کانگریس سے قبل ہم دونوں کے درمیان جو گفتگو ہوئی تھی وہ تمہارے دل کا زخم بن کر نہ رہ جائے۔ میں جانتی ہوں کہ تم مضبوط آدمی ہو اور مجھے پکا یقین ھے کہ اس وقت تم نے جو کچھ کہا تھا وہ سچے دل سے کہا تھا۔ زندگی کی طرف میرا رویہ سخت اصولوں میں جکڑا ھوا نہیں ھے۔ میں محسوس کرتی ھوں کہ انسان اپنے ذاتی تعلقات میں کبھی کبھی مقررہ ڈگر سے ھٹ بھی سکتا ھے لیکن بہت ھی شاذ و نادر موقعوں پر اور بشرطیکہ ان تعلقات کی بنیاد سچے

آواز میں پوچھا۔ ''وہ اب یہاں نہیں رہتی۔ تمہیں نہیں معلوم تھا؟''

کورچاگن کے چہرے پر سختی تھی۔ اس نے تیز متلاشی نگاہوں سے دوباوا کو دیکھا۔

''نہیں، مجھے معلوم نہیں تھا۔ کہاں گئی ہے؟''

دوباوا یک بیک آپے سے باہر ہو گیا۔

''مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں!'' اس نے چلا کر کہا۔ پھر اس نے ڈکار لیکر دبے ہوئے طنز اور کینے کے ساتھ کہا: ''اسے تسلی دینے آئے تھے نا؟ جگہ بھرنے کےلئے بڑے وقت سے آئے ہو۔ تمہارے لئے موقع بہت اچھا ہے۔ فکر نہ کرو۔ وہ تمہیں رد نہیں کریگی۔ اس نے مجھ سے کئی بار کہا بھی تھا کہ وہ تمہیں بہت پسند کرتی ہے... الفاظ تو مجھے یاد نہیں، یہ بیوقوف عورتیں نہ جانے کس طرح اس خیال کو ادا کرتی ہیں۔ جاؤ، جلدی جاؤ۔ یہی بہترین موقع ہے۔ ابھی لوھا گرم ہے، ایک ھی چوٹ میں ھموار ہو جائیگا۔ بڑی اچھی جوڑی رھیگی۔ اور یہ اصلی معنی میں بہترین روحانی اور جسمانی اتصال رھے گا۔''

پاویل کا خون کھول اٹھا۔ بڑی مشکل سے اپنے اوپر قابو رکھ کر اس نے دھیمی آواز میں کہا:

''دمیتری، تم اپنا کیا حال کر رھے ھو! مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ تم اتنا گر جاؤگے۔ پہلے تو تم اتنے برے نہیں تھے۔ تم آخر اپنے آپ کو تباہ کیوں کر رھے ھو؟''

دوباوا دیوار کا سہارا لگا کر کھڑا ھو گیا۔

کمسومول کی مرکزی کمیٹی کا ممبر چن لیا گیا تھا، کیئف میں کچھ کام تھا۔ پاویل نے فیصلہ کیا کہ وہ بھی ان لوگوں کے ساتھ جا کر کیئف میں ژارکی اور آنا سے مل آئے۔

کیئف اسٹیشن کے ڈاکخانے سے جب وہ ریتا کو پارسل بھیج کر نکلا تو باقی لوگ جا چکے تھے۔ اس لئے وہ اکیلا ھی چل پڑا۔ ٹرام اس مکان کے بالکل سامنے جا کر رکی جہاں آنا اور دوباوا رہتے تھے۔ پاویل سیڑھیاں چڑھ کے دوسری منزل پر پہنچا اور بائیں طرف‌والے دروازے پر دستک دی۔ وہ آنا کا کمرہ تھا۔ لیکن کسی نے جواب نہیں دیا۔ اتنی جلدی وہ کام پر تو جا نہیں سکتی۔ ’’وہ سو رہی ھوگی،، اس نے سوچا۔ برابر‌والے کمرے کا دروازہ کھلا اور نیند میں آنکھیں ملتا ھوا دوباوا باھر نکلا۔ اس کا چہرہ راکھ کی طرح پھیکا پڑ گیا تھا اور اسکی آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے تھے۔ اس کے منھ سے پیاز کی بو آ رھی تھی اور پاویل کی تیز ناک میں شراب کا بھبکا بھی آیا۔ ادھ کھلے دروازے سے اس نے بستر پر لیٹی ھوئی کسی عورت کی بھری ھوئی پنڈلیوں اور شانوں کی ایک جھلک دیکھی۔

دوباوا نے اس کی نظر کا رخ دیکھ کر پیر کی ٹھوکر سے دروازہ بند کر دیا۔

’’کامریڈ بورھارٹ سے ملنے آئے ھونگے۔ کیوں؟،، اس نے پاویل سے نظریں نہ ملاتے ھوئے بیٹھی ھوئی

فوراً پیچھے گھوما اور ایک لفظ کہے بغیر کمرے میں واپس چلا گیا۔

''سور کہیں کا!،، پاویل نے زیرلب کہا اور دھیرے دھیرے سیڑھیوں پر سے نیچے اتر گیا۔

دو سال گذر گئے۔ ایک ایک کرکے دن اور مہینے بےرحم وقت کی نذر ہوتے گئے لیکن زندگی کے تیز رو کارواں نے اپنی رنگینیوں سے اس بظاہر غیردلچسپ یکسانیت میں ایسا ایک انوکھاپن پیدا کردیا کہ کوئی دو دن ایک سے نہیں ہوتے تھے۔ سولہ کروڑ عوام کی عظیم قوم، وہ قوم جس نے دنیا میں سب سے پہلے اپنے وسیع ملک اور اسکی بےاندازہ دولت کی قسمت کا فیصلہ اپنے ھاتھ میں لے لیا تھا، جنگ کے ھاتھوں بربادشدہ اپنی معیشت کی بحالی کے نہایت دشوار کام میں جٹی ہوئی تھی۔ ملک دن بدن مضبوط ہوتا گیا۔ اسکی رگوں میں نیا خون دوڑنے لگا اور بند کارخانوں کا مایوس کن منظر جنکی چمنیوں نے دھواں اگلنا بند کر دیا تھا، اب ھمیشہ کےلئے مٹ گیا تھا۔

پاویل کے وہ دو سال مسلسل کام کی سرگرمیوں میں دیکھتے دیکھتے گذر گئے۔ وہ ان لوگوں میں سے نہیں تھا جو زندگی عیش وآرام میں گذار دیتے ھیں، جو صبح کے وقت نہایت اطمینان سے جمائی لیتے ہوئے اٹھتے ھیں اور رات کو دس بجتے ھی سو جاتے ھیں۔ اسکی زندگی ایک تندرو دھارے کی

سیمنٹ کا فرش اسکے ننگے پاؤں کو سرد معلوم ہو رہا تھا کیونکہ وہ بری طرح کانپ رہا تھا۔ اتنے میں دروازہ کھلا اور سوجی ہوئی آنکھوں اور پھولے پھولے گالوں‌والی ایک عورت نے جھانک کر دیکھا۔

''جان من، اندر آجاؤ۔ آخر وہاں باہر کھڑے کھڑے کیا کر رہے ہو؟''

قبل اسکے کہ وہ اور کچھ کہتی دوباوا نے دروازہ بندکر دیا اور اس کا سہارا لگاکر کھڑا ہو گیا۔

''کیا ابتدا کی ہے تم نے اپنی نئی زندگی کی'' پاویل نے اپنی رائے ظاہر کی۔ ''ذرا سوچو تو کہ تم کس قسم کی صحبت میں پڑ گئے ہو۔ آخر اس کا کیا انجام ہوگا؟''

لیکن دوباوا اور کچھ سننے کو تیار نہیں تھا۔

''اچھا تو آپ مجھے یہ مشورہ دینگے کہ میں کس عورت کے ساتھ سوؤں اور کس کے ساتھ نہ سوؤں؟'' اس نے چلاکر کہا۔ ''میں تمہاری نصیحت بہت سن چکا۔ اب چپ چاپ الٹے پاؤں واپس چلے جاؤ! جاکر سب سے کہہ دو کہ دوباوا شراب پیتا ہے اور فاحشہ عورتوں کے ساتھ سوتا ہے۔''

پاویل اس کے اور قریب چلا گیا اور دبے ہوئے جذبات سے پر لہجے میں بولا:

''دمیتری، اس عورت کو یہاں سے چلتا کرو۔ میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ آخری بار...''

دوباوا کے چہرے پر سیاہی چھا گئی۔ وہ

نہیں دیتا تھا۔ پاویل نے یہ تمام ثبوت بیورو کے سامنے پیش کئے اور جب میٹنگ نے یہ رائے ظاہر کی کہ رازولیخین کو سختی سے ڈانٹ دیا جائے تو پاویل نے کھڑے ہوکر ایک ایسی تجویز پیش کی جو سب کےلئے غیرمتوقع تھی۔

''میری تجویز ہے کہ اسے تنظیم سے نکال دیا جائے اور یہ فیصلہ آخری اور قطعی ہو۔،،

اس تجویز پر باقی لوگ حیران رہ گئے۔ ان حالات میں یہ سزا بہت ہی سخت معلوم ہوتی تھی لیکن پاویل اپنی بات پر اڑا رہا۔

''اس بدمعاش کو نکال ہی دینا چاھئے۔ اسے اس بات کا پورا موقع تھا کہ وہ شریف اور معقول انسان بن سکے لیکن وہ کمسومول میں رہ کر بھی بیرونی آدمی بنا رہا ہے،، اور پاویل نے بیورو کے سامنے بریزدوف‌والا واقعہ بیان کیا۔

''میں احتجاج کرتا ہوں،، رازولیخین نے چلا کر کہا۔ ''کورچاگن مجھ سے اپنا ذاتی جھگڑا چکانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس نے جو کچھ بھی کہا ہے وہ سراسر جھوٹ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ وہ اپنی بات کے ثبوت میں واقعات اور دستاویزات پیش کرے۔ فرض کر لیجئے کہ میں آپ کے پاس یہ شکایت لیکر آؤں کہ کورچاگن چوری سے مال کی درآمد برآمد میں حصہ لیتا ہے تو کیا آپ محض میرے کہنے پر اسے نکال دینگے؟ اسے تحریری ثبوت پیش کرنے ہونگے۔،،

طرح تھی۔ وہ نہ خود ایک لمحہ برباد کرتا تھا اور نہ کسی اور کو برباد کرنے دیتا تھا۔

وہ سونے میں کم سے کم وقت صرف کرتا تھا۔ اکثر اسکی کھڑکی میں بہت رات گئے تک روشنی نظر آتی تھی اور اندر ایک میز کے گرد بیٹھے ہوئے کچھ لوگ پڑھائی میں مصروف ہوتے تھے۔ گذشتہ دو برس میں انھوں نے ''سرمایہ،، کی تیسری جلد کا بہت گہرا مطالعہ کیا تھا اور سرمایہ‌دار نظام کی لوٹ کھسوٹ کی تمام باریک پیچیدگیاں ان کی سمجھ میں آ گئی تھیں۔

رازولیخین بھی اب اسی خطے میں آ گیا تھا جہاں کورچاگن کام کرتا تھا۔ صوبائی کمیٹی نے اسے اس سفارش کے ساتھ بھیجا تھا کہ اسے کمسومول کی کسی ضلع تنظیم کا سکرٹری مقرر کر دیا جائے۔ جب رازولیخین وہاں پہنچا تو اس وقت پاویل کہیں گیا ہوا تھا اور اس کی عدم موجودگی میں بیورو نے اس نووارد کو ایک ضلع میں تعینات کردیا۔ واپس آنے پر جب پاویل کو معلوم ہوا تو اس نے کچھ بھی نہ کہا۔

ایک ماہ بعد پاویل ایک دن اچانک رازولیخین کے ضلع میں پہنچ گیا۔ وہاں اسے اس کے خلاف کوئی زیادہ ثبوت تو نہیں ملے لیکن جتنے بھی ملے وہ اسکی قلعی کھولنے کے لئے کافی تھے۔ نیا سکرٹری شراب پیتا تھا، اس نے اپنے گرد چاپلوسوں کا ایک گروہ جمع کر رکھا تھا اور وہ ایماندار اور پرخلوص ممبروں کو اپنی پہل کا ثبوت دینے کا موقع ھی

کمی نہ آئی اور پاویل کےلئے ایک دن کا بھی ناغہ کرنا نا ممکن ہو گیا۔

گرمیاں گذر گئیں۔ پاویل خزاں اور سردیوں کی آمد سے گھبرا رہا تھا کیونکہ ان موسموں میں اسے بالعموم کافی جسمانی تکلیفیں برداشت کرنا پڑتی تھیں۔

اس سال گرمیوں کے آنے کا اسے خاص طور پر بہت شدید انتظار تھا کیونکہ وہ محسوس کرنے لگا تھا کہ اس کی طاقت ہر سال کم ہوتی جا رہی ہے حالانکہ اس بات کو خود اپنے سے تسلیم کرتے ہوئے بھی اسے بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ اسکے سامنے صرف دو ہی راستے تھے: یا تو وہ اس بات کو مان لے کہ اسکے کام کے لئے جس سخت محنت کی ضرورت ہے وہ اسے برداشت نہیں کر سکتا اور اپنے آپ کو بیمار قرار دے دے۔ یا پھر جب تک اس کا جسم ساتھ دے وہ اپنے کام پر ڈٹا رہے۔ اس نے یہی راستہ اختیار کیا۔

ایک دن پارٹی کی خطہ کمیٹی کے بیورو کی میٹنگ میں ڈاکٹر بارتیلک آکر کورچاگن کے پاس بیٹھ گیا۔ وہ پارٹی کا بہت پرانا خفیہ کارکن تھا اور اب اس خطے کے محکمۂ صحت و صفائی کی ذمہ‌داری اسی پر تھی۔ اس نے پاویل سے کہا:

''کورچاگن، تم کچھ بیمار معلوم ہوتے ہو۔ تمہاری صحت کیسی ہے؟ کیا ڈاکٹری کمیشن نے تمہارا معائنہ کیا تھا؟ نہیں کیا؟ میں تو پہلے ہی جانتا تھا۔ لیکن دوست، تمہاری صورت سے تو

"گھبراؤ نہیں، میں تمام ضروری ثبوت پیش کرونگا"، کورچاگن نے جواب دیا۔

رازولیخین کمرے سے اٹھ کر چلا گیا۔ آدھے گھنٹے کے اندر پاویل نے بیورو کو یہ تجویز منظور کرنے پر راضی کر لیا کہ رازولیخین کو بیرونی اور مکروہ عنصر قرار دیکر کمسومول سے نکال دیا جائے۔

گرمیاں آئیں اور انکے ساتھ ہی چھٹیوں کے دن بھی۔ ایک ایک کرکے پاویل کے سب ساتھی چھٹیاں منانے چلے گئے۔ سال بھر کی سخت محنت کے بعد انہیں اس چھٹی کا پورا حق پہنچتا تھا۔ جن لوگوں کی صحت خراب تھی وہ سمندر کے کنارے چھٹیاں گذارنے چل دئے اور پاویل نے انکے لئے سینی‌ٹوریم میں رہنے کی جگہ حاصل کرنے اور انہیں مالی امداد دلوانے کے سلسلے میں بڑی کوشش کی۔ جاتے وقت انکے چہرے زرد اور مرجھائے ہوئے تھے لیکن چھٹیوں کے تصور سے انکے دل خوشی سے بھرپور تھے۔ ان سب کے کام کا بوجھ پاویل کے کندھوں پر آ پڑا اور اس نے شکایت کا ایک حرف بھی زبان پر لائے بغیر یہ بوجھ بھی سنبھال لیا۔ کچھ دن بعد وہ لوگ دھوپ میں سنولائے ہوئے اور تر و تازہ ہوکر لوٹ آئے اور انکی جگہ دوسرے لوگ چھٹی پر چلے گئے۔ گرمیوں بھر یہی سلسلہ جاری رہا اور دفتر سے ہمیشہ کچھ نہ کچھ لوگ چھٹیوں پر غائب رہے۔ لیکن زندگی کی رفتار میں کوئی

مان لی حالانکه بارتیلک اس التوا کے خلاف تھا۔

اور اس طرح اب تین ھفتے بعد پاویل چھٹی پر جانےوالا تھا جو کہ زندگی میں اس کی پہلی چھٹی تھی۔ یوپاتوریا کے ایک سینیٹوریم میں اسکے رھنے کا انتظام بھی کرادیا گیا تھا اور اس سلسلے کا کاغذ اسکی میز کی دراز میں پڑا ھوا تھا۔

اس دوران میں اس نے کام کی رفتار اور بھی تیز کردی۔ اس نے خطے کی کمسومول تنظیم کی ایک مکمل میٹنگ کی اور جان لڑاکر اس بات کی کوشش کی کہ تنظیم کی تمام خامیاں دور ھو جائیں تاکہ وہ اطمینان کے ساتھ چھٹی پر جا سکے۔

اور جس دن وہ اپنی زندگی میں پہلی بار سمندر دیکھنے جانےوالا تھا اس سے ایک دن قبل ایک نہایت نفرت انگیز اور بعید از قیاس واقعہ پیش آیا۔

اس دن پاویل اپنا کام ختم کرکے پارٹی کے پروپگنڈا اور پرچار کے محکمہ میں ایک میٹنگ میں گیا تھا۔ جس وقت وہ وھاں پہنچا اس وقت کمرے میں کوئی نہیں تھا اسلئے وہ کتابوں کی الماری کے پیچھےوالی کھلی کھڑکی کی چوکھٹ پر بیٹھ کر دوسروں کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی ھی دیر بعد کئی لوگ اندر داخل ھوئے۔ الماری کے پیچھے سے وہ انکی صورت تو نہیں دیکھ پایا لیکن اس نے ایک شخص کی آواز پہچان لی۔ وہ فایلو کی آواز تھی جو ایک لمبا سا خوبصورت نوجوان تھا اور اس میں فوجیوں کی سی چستی تھی۔ وہ خطے کے

معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری پوری دیکھ بھال کرنے کی ضرورت ہے۔ جمعرات کو شام کے وقت آ جانا، ہم لوگ تمہارا معائنہ کر لینگے۔،،

پاویل نہیں گیا۔ اسے کام سے فرصت ہی نہیں ملی۔ لیکن بارتیلک اسے بھولا نہیں تھا۔ کچھ عرصے بعد وہ خود اسے لینے آیا اور اسے اس ڈاکٹری کمیشن کے پاس لے گیا جس میں وہ اعصابی بیماریوں کے ماہر کی حیثیت سے کام کرتا تھا۔ ڈاکٹری کمیشن نے اس کے بارے میں سفارش کی کہ ''اسے فوراً چھٹی دیکر طویل علاج کےلئے کرائمیا بھیج دیا جائے اور اس کے بعد بھی اس کا اچھا خاصا علاج جاری رکھا جائے۔ اگر یہ نہ کیا گیا تو اسکے نتائج بہت سنگین ہونگے۔،،

لاطینی زبان میں متعدد بیماریوں کی جو فہرست اس سفارش سے پہلے لکھی ہوئی تھی اس سے پاویل صرف یہ سمجھ پایا کہ خاص خرابی اس کے پاؤں میں نہیں بلکہ اسکے اعصابی نظام کے مرکز میں ہے جو بہت بری طرح خراب ہو چکا تھا۔

بارتیلک نے کمیشن کا یہ فیصلہ بیورو کے سامنے پیش کیا اور اس کی اس تجویز کی کسی نے مخالفت نہیں کی کہ کورچاگن کو فوراً چھٹی دے دی جائے۔ لیکن خود کورچاگن نے اس تجویز کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ اسکی چھٹی محکمۂ تنظیم کے صدر اسبیتنیف کے واپس آنے تک کےلئے ملتوی کردی جائے۔ وہ کمیٹی کو بغیر کسی رہنما کے چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تھا۔ بیورو نے اسکی بات

پر بڑا فخر تھا کہ اسے پروپگنڈے کے محکمے کا کارکن سمجھا جاتا تھا اور وہ ہر شخص کے سامنے اس بات کا ذکر کرنے سے کبھی نہیں چوکتا تھا۔

''ارے یار، مجھے مبارک باد دو۔ کل میں نے ایک نیا معرکہ سر کیا، کوروتائیوا کو۔ تم کہتے تھے کہ میری تمام کوششیں بیکار جائیں گی۔ لیکن دوست، تم ابھی جانتے ہی کیا ہو۔ اگر میں کسی عورت کو تاک لوں تو یقین جانو وہ زیادہ دن تک مجھ سے بچ کر نہیں رہ سکتی،، فایلو نے شیخی مارتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی ایک فحش سا فقرہ بھی جوڑ دیا۔

پاویل نے محسوس کیا کہ وہ سر سے پاؤں تک بری طرح کانپ رہا ہے۔ اس پر ایک اعصابی کپکپی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ جب بھی وہ کسی بات پر بہت مشتعل ہوتا تو اس کی یہی کیفیت ہو جاتی تھی۔ کوروتائیوا کے ذمے عورتوں کا محکمہ تھا اور وہ اس خطے کمیٹی میں اسی زمانے میں کام کرنے آئی تھی جب پاویل آیا تھا۔ پاویل جانتا تھا کہ وہ بہت خوش مزاج تھی اور پارٹی کی نہایت پرخلوص کارکن تھی۔ جو عورتیں اس کے پاس امداد اور مشورے کےلئے آتی تھیں ان کے ساتھ وہ بہت نرمی اور توجہ سے پیش آتی تھی اور کمیٹی میں کام کرنےوالے باقی تمام ساتھی اسکی عزت کرتے تھے۔ پاویل جانتا تھا کہ وہ غیرشادی‌شدہ ہے اور اسے کوئی شبہہ نہیں تھا کہ فایلو اسی کے بارے میں بات کر رہا تھا۔

محکمۂ معاشیات کا ذمہ‌دار تھا۔ وہ شراب پینے اور لڑکیوں کے پیچھے بھاگنے کے معاملے میں کافی شہرت حاصل کر چکا تھا۔

فایلو ایک زمانے میں چھاپہ مار رہ چکا تھا اور وہ مذاق ھی مذاق میں یہ شیخی مارنے سے کبھی نہیں چوکتا تھا کہ اس نے ماخنو کے گروہ کے درجنوں لٹیروں کو کس طرح تلوار کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ پاویل اس شخص کی صورت بھی دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا۔ ایک دن کمسومول کی ایک لڑکی پاویل کے پاس روتی ھوئی آئی تھی اور اسے بتایا تھا کہ فایلو نے اس سے شادی کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن ھفتے بھر تک ساتھ رھنے کے بعد اسے چھوڑ دیا تھا اور اب ملاقات ھونے پر اسکے سلام کا جواب بھی نہیں دیتا تھا۔ جب یہ معاملہ کنٹرول کمیشن کے سامنے پیش ھوا تو فایلو داؤں پیچ کرکے صاف بچ گیا کیونکہ وہ لڑکی کوئی ثبوت نہیں پیش کر سکی۔ لیکن پاویل کو اس لڑکی کی بات کا پورا یقین تھا۔ وہ اب وھاں بیٹھا چپ چاپ انکی باتیں سن رھا تھا اور وہ لوگ بھی اسکی موجودگی سے بےخبر بےدھڑک باتیں کر رھے تھے۔

"کہو، فایلو، کیا ٹھاٹ ھیں؟ ادھر کوئی نیا معاملہ ھوا؟"

یہ فایلو کے جگری دوست گریبوف کی آواز تھی۔ نہ معلوم کیوں گریبوف کو پروپگنڈے کا ماھر سمجھا جاتا تھا حالانکہ وہ بالکل جاھل، تنگ نظر اور بیوقوف تھا۔ پھر بھی اسے اس بات

میں اسے پھانس کر دکھا دونگا۔ اسلئے میں نے جسے کہنا چاہئے دھوکا دھڑی سے کام لینے کا فیصلہ کیا۔ میں اس سے ملنے کےلئے یوں ھی دو ایک بار اس کے گھر چلا گیا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ وہ مجھ سے کچھ خاص متاثر نہیں ھوئی۔ اسکے علاوہ میرے بارے میں نہ جانے کتنی الٹی سیدھی افواھیں پھیلی ھوئی ھیں اور ان کی بھنک اس کے کان میں بھی ضرور پڑی ھوگی... خیر قصہ مختصر یہ ھے کہ سیدھا حملہ تو کارگر ثابت نہیں ھوا اسلئے میں نے بغلی وار کرنے کا فیصلہ کیا۔ ھو! ھو! کہو کیسی کہی۔ ھاں تو میں نے اسے اپنی غمناک داستان سنائی۔ میں نے اسے بتایا کہ کس طرح میں جنگ کے مورچے پر لڑا تھا، کس طرح میں نے تمام دنیا کی خاک چھانی تھی اور نہ جانے کتنی مصیبتیں جھیلی تھیں لیکن مجھے اپنی عمر میں کبھی بھی صحیح قسم کی عورت نہیں ملی تھی اور اس لئے میری یہ حالت ھو گئی تھی کہ کوئی مجھ سے محبت کرنےوالا بھی نہیں تھا... اور اسی قسم کی نہ جانے کتنی بکواس میں نے اس سے کی۔ میں اس کی کمزوریوں کا فائدہ اٹھا رھا تھا۔ سمجھے نا؟ یہ ماننا پڑیگا کہ اس نے مجھے ناکوں چنے چبوا دئے۔ ایک بار تو میں نے سوچا جہنم میں ڈالو اسے اور میں تو اس معاملے سے بالکل دست بردار ھو جانےوالا تھا لیکن تب تک یہ میری عزت کا سوال بن چکا تھا اور میں اصولاً اس معاملے کو بیچ میں نہیں چھوڑ سکا۔ آخرکار میں نے اسے ھموار

''بس رہنے بھی دو، فایلو - تم یوں ھی اڑا رہے ھو! وہ ایسی ہے ھی نہیں -''

''میں اڑا رہا ھوں؟ تم نے سجھے سمجھ کیا رکھا ہے؟ میں نے اس سے بھی زیادہ سنگلاخ زمینیں ھموار کی ھیں - آدمی کو بس صحیح گر معلوم ھونا چاھئے - ھر لڑکی کو راضی کرنے کا ایک ھی طریقہ نہیں ھوتا - کچھ تو فوراً راضی ھو جاتی ھیں لیکن ان لڑکیوں میں کچھ مزا نہیں آتا - لیکن کچھ ایسی ھوتی ھیں کہ مہینہ بھر محنت کرنے کے بعد کہیں پٹھے پر ھاتھ رکھنے دیتی ھیں - اھم بات تو یہ ہے کہ انکی نفسیات سمجھی جائے، طریقہ صحیح استعمال کیا جائے - اسی پر ھر چیز کا دارومدار ھوتا ہے - ارے، یار، یہ بھی ایک پورا علم ہے لیکن میں تو ان معاملات میں استاد ھوں - ھو! ھو! ھو!..''

فایلو اپنی اس کامیابی پر اتنا خوش تھا کہ اس کے منھ سے تھوک جھڑ رہا تھا - اس کے سامعین اسے اکسا رہے تھے، وہ اور زیادہ دلچسپ اور چٹپٹی تفصیلات سننے کے مشتاق تھے -

کورچاگن اپنی جگہ سے اٹھا - اس کی مٹھیاں بھنچ گئیں اور اسے محسوس ھوا کہ اس کا دل اندر سے اسکے سینے پر ھتھوڑا چلا رہا ہے -

''میں جانتا تھا کہ کوروتائیوا معمولی حربوں سے قابو میں آنے والی نہیں ہے لیکن میں بھی ھمت ھارنے والا نہیں تھا خصوصاً جب میں گریبوف سے پورٹ کی ایک درجن بوتلوں کی شرط لگا چکا تھا کہ

چال چلن اور ذاتی تعلقات پر ایک سنجیدہ بحث کی شکل اختیار کرلی تھی۔ اس معاملے نے اس سے متعلق عام مسائل پر بحث مباحثہ کا میدان گرم کر دیا اور وہ واقعہ بذات خود پس منظر میں چلا گیا۔ فایاو کا رویہ نہایت گستاخانہ تھا۔ تمام وقت اس کے چہرے پر تمسخرآمیز مسکراھٹ رھی اور اس نے دھمکی دی کہ وہ اس معاملے کو عوامی عدالت میں لے جائیگا اور یہ کہ کورچاگن کو اس کا سر پھوڑنے کی سزا بھگتنا پڑےگی۔ اس نے کسی بھی سوال کا جواب دینے سے صاف انکار کر دیا۔

''تم لوگ میرے بارے میں طرح طرح کی خبریں پھیلا کر مجھے بدنام کرنا چاھتے ھو؟ میں یہ کبھی نہیں ھونے دونگا۔ آپ لوگوں کا جو جی چاھے میرے خلاف الزام لگا سکتے ھیں لیکن یہ حقیقت ھے کہ یہاں کی عورتیں مجھ سے اسلئے خار کھائے بیٹھی ھیں کہ میں انکی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا۔ اور یہ سب مقدمہ جو تم لوگوں نے کھڑا کر رکھا ھے اس میں ذرا بھی دم نہیں ھے۔ اگر ۱۹۱۸ء کا زمانہ ھوتا تو میں اس پاگل کورچاگن سے خود نبٹ لیتا۔ آپ لوگ خوشی سے میرے بغیر اپنا مقدمہ جاری رکھ سکتے ھیں۔''

اور اتنا کہکر وہ ھال سے باھر چلا گیا۔

اس کے بعد صدر نے پاویل سے پورا واقعہ بیان کرنے کو کہا۔ پاویل نے خاصے پرسکون لہجے میں بولنا شروع کیا حالانکہ اسے اپنے اوپر قابو رکھنے میں کافی دشواری پیش آ رھی تھی۔

کر ہی لیا۔ اور کیا سمجھتے ہو؟ وہ کنواری تھی کنواری۔ ھا۔ ھا! کیا مال تھا!،،

اور فایلو اپنا گھناؤنا قصہ سناتا رہا۔

پاویل غصے سے کھول رہا تھا۔ وہ لپک کر فایلو کے قریب پہنچ گیا۔

''بدمعاش!،، اس نے گرج کر کہا۔

''اچھا، میں بدمعاش ہوں، کیوں؟ اور تم بہت شریف ہو کہ اس طرح چھپ چھپ کر دوسروں کی باتیں سنتے ہو؟،،

پاویل نے یقیناً اس کے علاوہ بھی کچھ کہا کیونکہ فایلو نے، جو کچھ کچھ نشے میں بھی تھا، بڑھ کر اس کا گریبان پکڑ لیا۔

''مجھے بدنام کرتا ہے، کیوں؟،، وہ زور سے چلایا اور پاویل کے ایک گھونسا رسید کردیا۔

پاویل نے شاہ بلوط کی لکڑی کا بنا ہوا ایک اسٹول اٹھا کر اس کے سر پر اتنے زور سے مارا کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ فایلو کی خوش قسمتی سے پاویل کے پاس اس کا پستول نہیں تھا ورنہ اب تک وہاں فایلو کی لاش نظر آتی۔

لیکن اب تو وہ حماقت نہ جانے کیسے اس سے سرزد ہو ہی گئی تھی۔ اور جس دن پاویل کرائمیا کےلئے روانہ ہونےوالا تھا اس دن اسے پارٹی کی عدالت میں پیش ہونا پڑا۔

شہر کے تھیٹر میں پارٹی تنظیم کے تمام لوگ موجود تھے۔ اس معاملے نے کافی ہلچل مچا دی تھی اور مقدمے کی سنوائی نے کمیونسٹ اخلاقیات،

انہوں نے اپنی غلطی تسلیم کرلی اور انہیں سرزنش کرکے چھوڑ دیا گیا۔

اس کے بعد بارتیلک نے پاویل کی اعصابی کیفیت کے بارے میں حاضرین کو بتایا اور جب پارٹی کی طرف سے اس معاملے کی تحقیق کرنے کےلئے مقرر کئے ہوئے کامریڈ نے یہ تجویز پیش کی کہ کورچاگن کو بھی تنبیہہ کردی جائے تو پورے مجمع نے سخت احتجاج کیا۔ تحقیق کرنےوالے ساتھی نے اپنی تجویز واپس لے لی اور پاویل کو بری کر دیا گیا۔

پاویل چند دن بعد خارکیف کےلئے روانہ ہوا۔ پارٹی کی خطے کمیٹی نے آخرکار اسکی یہ بہت پرزور درخواست منظور کرلی تھی کہ اسکے موجودہ کام سے چھٹی دیکر اسے یوکرینی کمسومول کی مرکزی کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے۔ اسے ایک بہت عمدہ سند دی گئی تھی اور وہ چلا گیا۔ مرکزی کمیٹی کے سکرٹریوں میں آکم بھی ایک تھا۔ خارکوف پہنچتے ھی پاویل اس سے ملنے گیا اور اسے سارا قصہ سنایا۔

آکم نے پاویل کی سند دیکھی۔ سند میں اسے ''پارٹی کا بےانتہا وفادار اور جان نثار،، بتایا گیا تھا لیکن ساتھ ھی یہ بھی لکھا تھا: ''عام طور پر نہایت ٹھنڈے مزاج کا پارٹی کا کارکن ھے لیکن کبھی کبھی ضبط کھو بیٹھتا ھے۔ یہ اس کے اعصاب کی سنگین حالت کی وجہ سے ھے۔،،

”یہ واقعہ اسلئے پیش آیا کہ میں اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکا۔ ایک زمانہ تھا کہ اپنے دماغ کے مقابلے میں میں اپنے ھاتھوں کا زیادہ استعمال کیا کرتا تھا لیکن بہت عرصہ ھوا وہ زمانہ بیت گیا۔ اس بار جو کچھ ھوا وہ محض ایک اتفاق تھا۔ قبل اس کے کہ مجھے اس بات کا احساس ھوتا کہ میں کیا کر رھا ھوں میں فایلو پر حملہ کرکے اسے زمین پر گرا چکا تھا۔ گذشتہ کچھ برسوں میں یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے ”چھاپہ‌ماری،، کا حربہ استعمال کیا ھو۔ اور میں اپنی اس حرکت کی سخت مذمت کرتا ھوں حالانکہ میں اب بھی سمجھتا ھوں کہ فایلو اسی کا مستحق تھا۔ فایلو کی قسم کے لوگوں کو میں قابل نفرت عنصر سمجھتا ھوں۔ یہ بات میری سمجھ سے باھر ھے، میں کبھی یقین نہیں کر سکتا کہ آدمی ایک انقلابی، ایک کمیونسٹ ھونے کے ساتھ ھی ساتھ اتنا ذلیل درندہ اور بدمعاش بھی ھو سکتا ھے۔ اس تمام واقعے سے ایک ھی فائدہ ھوا ھے کہ اس نے ذاتی زندگی میں ھمارے کچھ کمیونسٹوں کے طرزعمل کی طرف ھماری توجہ دلائی ھے۔،،

پارٹی ممبروں کی بہت بڑی اکثریت نے فایلو کو پارٹی سے نکال دینے کے حق میں ووٹ دیا۔ گریبوف کو جھوٹی گواھی دینے کےلئے بہت سختی سے ڈانٹا گیا اور تنبیہہ کی گئی کہ اگر آئندہ اس نے اس قسم کی حرکت کی تو اسے نکال دیا جائیگا۔ فایلو کی گفتگو میں دوسرے جو لوگ شریک تھے

تھا ایک نیلا سا کہر چھایا ہوا تھا اور پگھلی ہوئی دھات کے سورج کا شفقی عکس اس کی سطح پر پڑ رہا تھا۔ صبح کے کہر کے پردے کے پیچھے ایک عظیم سلسلۂ کوہ کے مبہم سے نقوش نظر آ رہے تھے۔ پاویل نے سمندر کی زندگی بخش تازہ ہوا میں گہرے گہرے سانس لئے اور اس نیلگوں وسعت کے لامحدود سکون و رعنائی سے اپنی آنکھیں سیراب کرتا رہا۔

ایک موج ساحل کی سنہری ریت کو چاٹتی ہوئی نہایت سست خرامی سے آکر اسکے قدموں کو چوم گئی۔

# ساتواں باب

مرکزی پولی کلینک کا باغ مرکزی کمیٹی کے سینی ٹوریم کے احاطے سے ملا ہوا تھا اور سینی ٹوریم میں رہنے والے مریض سمندر کے ساحل سے گھر لوٹتے وقت چکر سے بچنے کے لئے اس باغ میں سے ہوکر جاتے تھے۔ پاویل کو دور تک پھیلے ہوئے چنار کے ایک درخت کی چھاؤں میں آرام کرنا بہت پسند تھا۔ یہ درخت چونے کے پتھر کی ایک اونچی دیوار کے پاس اگا ہوا تھا۔ اس پرسکون کونے میں بیٹھ کر وہ باغ کے راستوں پر سیر کرنے والوں کی تیزرفتاری دیکھ سکتا تھا اور شام کے وقت بینڈ بھی سن سکتا تھا اور وہ اس بڑی صحت گاہ کے رہنے والوں

''پاویل، اچھا خاصا سرٹیفکٹ تھا۔ تم نے اس ایک بات سے اس پر دھبا لگا دیا،، آکم نے کہا۔ ''لیکن دوست، کوئی فکر نہ کرو۔ مضبوط سے مضبوط آدمی کے ساتھ بھی اس قسم کا حادثہ پیش آجاتا ھے۔ جنوب میں جاکر اپنی صحت ٹھیک کرلو۔ جب واپس آؤگے تب تمہارے کام کے بارے میں طے کرینگے۔،،

اور رخصت ہوتے وقت آکم نے اس سے بہت زور سے ہاتھ ملایا۔

مرکزی کمیٹی کا ''کمیونار،، سینیٹوریم۔ گلاب کی جھاڑیوں اور خوشگوار فواروں‌والے باغوں کے درمیان انگور کی بیلوں سے ڈھکی ہوئی سفید عمارتیں اور سفید رنگ کی گرمی کی پوشاکیں اور نہانے کے لباس پہنے ہوئے چھٹیاں منانےوالوں کے غول... ایک نوجوان لیڈی ڈاکٹر نے اس کا نام رجسٹر میں درج کرلیا اور وہ کونےوالی عمارت کے ایک کشادہ کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ بستر پر سفید شفاف چادر، ہر طرف بےداغ صفائی اور سکون، پاکیزہ اور مکمل سکون۔ نہا کر اپنی تھکن مٹانے کے بعد کپڑے بدل کر پاویل جلدی سے سمندر کے کنارے چلا گیا۔

اسکی نظروں کے سامنے افق تک پرسکون اور شاندار سمندر چمکتے ہوئے سیاہی مائل نیلگوں سنگ مرمر کی لامحدود وسعت کی طرح پھیلا ہوا تھا۔ دور، بہت دور، جہاں سمندر آسمان سے ملتا

اور دنیا بھر کے احمقانہ سوالات کا جواب دینا پڑتا ہے: کیا تمہاری دادی پاگل تھیں؟ کیا تمہارے پردادا کو گٹھیا کی شکایت تھی؟ بھلا مجھے کیا معلوم انہیں کیا شکایت تھی؟ میں نے اپنی عمر میں کبھی ان کی شکل بھی نہیں دیکھی! ہر ڈاکٹر مجھ سے یہ قبولوانے کی کوشش کرتا ہے کہ مجھے سوزاک یا اس سے بھی کوئی بری بیماری ہوئی تھی اور ایسے سوال اتنی دیر تک چلتے رہتے ہیں کہ میرا جی چاہنے لگتا ہے کہ انکا گنجا سر پھوڑ دوں۔ مجھے آرام کرنے کا موقع دو۔ مجھے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر چھہ ہفتے تک جب تک میں یہاں ہوں اسی طرح میرے مرض کی تشخیص کی جاتی رہی تو میں پورے سماج کےلئے ایک خطرہ بن جاؤنگا۔''

یروسالمچک اسکے ساتھ تھوڑی دیر ہنسی مذاق کرتی لیکن چند منٹ بعد ھی وہ نرسی سے اسکا ھاتھ پکڑکر اسے سرجن کے پاس لے جاتی اور راستے بھر باتیں کرکے اس کا دماغ چاٹ جاتی۔

لیکن آج کوئی ڈاکٹری معائنہ ھونےوالا نہیں تھا اور کھانے میں بھی ابھی گھنٹے بھر کی دیر تھی۔ اتنے میں اس نے اپنی نیند میں کسی کے قدموں کی آھٹ سنی۔ اس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ اس نے سوچا: ''وہ لوگ مجھے سویا ھوا سمجھکر چلے جائینگے''۔ کاش یہ ممکن ھوتا! اس نے اپنے پاس‌والی کرسی کو چرمراتے سنا۔ کوئی آکر اس پر بیٹھ گیا تھا۔ عطر کی ھلکی سی خوشبو سے وہ

کی بھیڑ بھاڑ سے بھی بچ جاتا تھا جو تفریح کرنے کے لئے جوق درجوق ساحل پر نکل آتے تھے۔

آج بھی وہ اپنی اسی پسندیدہ جگہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ابھی سمندر میں نہا کر آیا تھا اور وہاں کی خواب آور دھوپ میں اسکی آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں۔ وہ اطمینان سے آرام کرسی پر پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا اور اونگھنے لگا۔ اس کا تولیہ اور فرمانوف کا ناول ''بغاوت،، جو وہ پڑھ رہا تھا قریب ہی کرسی پر رکھے ہوئے تھے۔ سینی ٹوریم میں پہلے چند دنوں میں اسکے اعصاب کو کوئی آرام نہیں ملا تھا اور اسکے سر کا درد اب بھی بدستور جاری تھا۔ اسکی بیماری نے تمام ڈاکٹروں کو چکر میں ڈال رکھا تھا اور وہ لوگ ابھی تک بیماری کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ پاویل باربار کے ان ڈاکٹری معائنوں سے تنگ آ گیا تھا۔ ان سے اس کا دم الجھتا تھا اور وہ اپنے وارڈ کی لیڈی ڈاکٹر سے بچنے کی حتی الامکان کوشش کرتا تھا۔ وہ ڈاکٹر بہت خوش مزاج عورت تھی اور پارٹی کی ممبر بھی تھی۔ اس کا نام کچھ عجیب سا تھا — یروسالمچک۔ اپنے اس نخریلے مریض کو تلاش کرنے اور اسے کسی ماہر ڈاکٹر کے پاس چلنے کے لئے راضی کرنے میں اس کا بہت وقت صرف ہوتا تھا۔

''میں تو اس پوری صورتحال سے تنگ آ گیا ہوں،، پاویل اسے سمجھانے کی کوشش کرتا۔ ''دن میں پانچ بار مجھے وہی قصہ دہرانا پڑتا ہے



سمجھ گیا کہ وہ کوئی عورت ہے۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ پہلی چیز جو اسے نظر آئی وہ تھا ایک سفید شفاف لباس اور نرم چمڑے کی سلیپروں میں کسی کے دھوپ میں سنولائے ہوئے پاؤں۔ پھر اس نے لڑکوں جیسے کٹے ہوئے بال، دو بڑی بڑی آنکھیں اور چوہے کے دانتوں جیسے تیز چمکدار دانتوں کی ایک قطار دیکھی۔ وہ اسکی طرف دیکھ کر نہایت شرمیلے انداز میں مسکرا دی۔

''میرے آنے سے آپ کے آرام میں خلل تو نہیں پڑا؟،،

پاویل نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یہ اس کی بہت بڑی بدتمیزی تھی لیکن اسے امید تھی کہ وہ چلی جائیگی۔

''یہ آپ کی کتاب ہے؟،، وہ ''بغاوت،، کے ورق الٹ رہی تھی۔

''ہے تو۔،،

ایک لمحے تک خاموشی رہی۔

''آپ ''کمیونار،، سینی‌ٹوریم میں رہتے ہیں نا؟،،

پاویل بہت بےصبری سے پہلو بدلنے لگا۔ آخر وہ اسے سکون سے وہاں پڑا کیوں نہیں رہنے دیتی؟ اب وہ اسکی بیماری کے بارے میں پوچھےگی۔ اسے وہاں سے چلا ہی جانا ہوگا۔

''نہیں،، اس نے رکھائی سے جواب دیا۔

''مجھے تو یقین ہے کہ میں نے آپ کو وہاں دیکھا ہے۔،،

پاویل اٹھنے ہی کو تھا کہ اتنے میں کسی

عورت کی گہری خوشگوار آواز نے اسکے پیچھے سے کہا:

"کیوں دورا، تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

ایک بھرے ہوئے جسم والی، سورج کی دھوپ میں سنولائی ہوئی، سنہرے بالوں والی لڑکی ساحل کا لباس پہنے ہوئے کرسی کی کگر پر آ کر بیٹھ گئی۔ اس نے جلدی سے کورچاگن پر ایک نظر ڈالی۔

"کامریڈ، میں نے آپ کو پہلے کہیں دیکھا ہے۔ آپ خارکوف سے آئے ہیں نا؟"

"ہاں۔"

"آپ کہاں کام کرتے ہیں؟"

پاویل نے گفتگو کے اس سلسلے کو ختم کر دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

اس نے جواب دیا: "میں کوڑا صاف کرنے کے محکمہ میں کام کرتا ہوں۔ آپ کو کچھ کرنا ہے؟" اس کے اس مذاق پر اتنے زور کی ہنسی پڑی کہ اس سے پاویل تقریباً اچھل پڑا۔

"کامریڈ، آپ خوش اخلاق نہیں معلوم ہوتے۔ بات کیا ہے؟"

انکی دوستی کی ابتدا اس طرح ہوئی۔ معلوم یہ ہوا کہ دورا رودکینا پارٹی کی خارکوف شہر کمیٹی کے بیورو کی ممبر تھی۔ بعد میں جب وہ دونوں ایک دوسرے سے اچھی طرح واقف ہو گئے تو وہ اکثر اس دلچسپ واقعہ کی یاد دلا کر اسے چڑایا کرتی تھی جس سے انکی جان پہچان کی ابتدا ہوئی تھی۔

ٹوپی لگائے ہوئے وہ موٹا سا آدمی اپنی رفیقہ کو کس کر سینے سے چمٹائے ہوئے تھا اور وہ دونوں اسٹیج پر نہایت فحش انداز میں تھرک رہے تھے۔ پاویل نے اپنے پیچھے کسی موٹے تازے ''بھینسے،، کے سانس کی خرخراہٹ سنی۔ وہ وہاں سے چلنے کے لئے اٹھا ہی تھا کہ اگلی قطار میں کسی نے کھڑے ہو کر چیخ کر کہا:

''بند کرو یہ بیہودہ فحش ناچ! لعنت ہے اس پر!،،

یہ ژارکی کی آواز تھی۔

پیانو بجانےوالا دفعتاً رک گیا اور وائلن نے بھی ایک چیخ مار کر دم توڑ دیا۔ اسٹیج پر اس جوڑے نے تھرکنا بند کر دیا۔ پیچھے کھڑے ہوئے لوگوں نے جل کر بری طرح شور مچانا شروع کیا:

''کیسا بدتمیز آدمی ہے کہ ناچ کے بیچ میں ٹوکتا ہے!،،

''تمام یورپ اس ناچ کا دیوانہ ہے!،،

''بیہودگی کی انتہا ہے!،،

لیکن سریوژا ژبانوف نے جو چیریپوویتس ضلع کی کمسومول تنظیم کا سکرٹری تھا اور آج کل ''کمیونار،، سینیٹوریم میں صحت‌یابی کےلئے آیا ہوا تھا، اپنے منھ میں چار انگلیاں رکھ کر ایک زور کی سیٹی بجائی۔ کئی اور لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا اور وہ جوڑا اسٹیج سے ایسے غائب ہوا جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ اس تماشے کے منتظم نے، جو اپنے غلامانہ اور خوشامدانہ انداز سے بالکل

ایک دن شام کو ''تلاسا،، سینی‌ٹوریم کے کھلے میدان میں ناچ گانے کے پروگرام کے دوران میں پاویل کی ملاقات اپنے پرانے دوست ژارکی سے ہو گئی۔ اور تعجب کی بات تو یہ ھے کہ ان کی ملاقات کا باعث ایک ''فاکس‌ٹراٹ،، ناچ تھا۔

پہلے تو ایک گداز جسم اور باریک آوازوالی عورت نے انتہائی جذباتی لہجے میں ''وصل کی رات...،، قسم کا ایک گانا سنایا اور پھر ایک جوڑا کودکر اسٹیج پر آیا۔ مرد سر پر سرخ رنگ کی اونچی سی ٹوپی اور کمر پر سلمہ ستارے کے کام کی چند چمکدار پٹیاں اور گلے میں ایک 'بوٹائی' کے ساتھ سفید شفاف قمیص کا اگلا حصہ لگائے ہوئے تھا۔ اسکے جسم پر اسکے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ غالباً وہ وحشی آدمی کا بھیس بنائے ہوئے تھا لیکن یہ کوشش بہت ھی ناکامیاب قسم کی تھی۔ اسکے ساتھ والی گڑیا جیسی عورت بےشمار کپڑوں میں ملبوس تھی۔ سینی‌ٹوریم کے مریضوں کے پلنگوں اور آرام‌کرسیوں کے پیچھے کھڑے ہوئے موٹی موٹی گردنوں‌والے چھوٹے تاجر اور دکاندار* جھوم جھوم کر داد دے رھے تھے اور وہ جوڑا اسٹیج پر ''فاکس ٹراٹ،، ناچ کی پیچیدہ اداکاریاں دکھا رھا تھا۔ اس سے زیادہ بیہودہ منظر تصور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ احمقانہ

---

* نئی معاشی پالیسی کے تحت چھوٹے تاجروں اور دکانداروں کو اپنا نجی کاروبار جاری رکھنے کی اجازت تھی۔ (ایڈیٹر)

اگر ایسا ہے تو بہت ہی بری بات ہے۔ وہ تو بالکل ہی ذلیل اور پست ہو گیا ہے۔ اور بھلا جانتے ہو، پانکراتوف کیا کر رہا ہے؟ وہ ایک جہاز یارڈ میں اسسٹنٹ ڈائرکٹر ہے۔ باقی لوگوں کے بارے میں مجھے زیادہ کچھ معلوم نہیں۔ ادھر کچھ دنوں سے ہم لوگ آپس میں کوئی خط و کتابت قائم نہیں رکھ سکے ہیں۔ ہم لوگ ملک کے مختلف حصوں میں کام کر رہے ہیں۔ لیکن کبھی کبھی ملاقات ہو جانے پر پچھلے دنوں کو یاد کرنے میں کتنا مزا آتا ہے!،،

اتنے میں دورا کئی لوگوں کو ساتھ لئے ہوئے وہاں آئی۔ اس نے ژارکی کی جیکٹ پر لگے ہوئے تمغے کو ایک نظر دیکھا اور پاویل سے پوچھا:

''تمہارے یہ دوست کیا پارٹی کے ممبر ہیں؟ کہاں کام کرتے ہیں؟،،

پاویل نے کچھ متعجب ہوکر مختصر الفاظ میں ژارکی کے بارے میں دورا کو بتایا۔

''اچھی بات ہے،، اس نے کہا۔ ''تو وہ یہاں رہ سکتے ہیں۔ یہ ساتھی ابھی ماسکو سے آئے ہیں۔ یہ ہمیں پارٹی کی تازہ‌ترین خبریں بتائیں‌گے۔ ہم لوگوں نے سوچا تمہارے کمرے میں چل کر پارٹی ممبروں کی ایک چھوٹی سی میٹنگ کرینگے،، اس نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

پاویل اور ژارکی کے علاوہ نئے آنےوالوں میں تمام لوگ پرانے بالشویک تھے۔ ماسکو کے کنٹرول کمیشن کے ایک ممبر بارتاشیف نے انہیں تراتسکی،

پرانے زمانے کا پیش خدمت معلوم ہوتا تھا، اعلان کیا کہ ناچ منڈلی جا رہی ہے۔

''چلو، اچھا ہے، خس کم جہاں پاک!،، ایک لڑکے نے، جو سینی ٹوریم والا گاؤن پہنے تھا، چلا کر کہا اور اس پر ایک عام قہقہہ پڑ گیا۔

پاویل اگلی قطاروں کی طرف گیا اور وہاں ژارکی سے اس کی ملاقات ہوئی۔ دونوں دوست پاویل کے کمرے میں بڑی دیر تک بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ ژارکی نے پاویل کو بتایا کہ وہ پارٹی کی ایک خطے کی کمیٹی کے پروپگنڈا اور پرچار کے محکمے میں کام کر رہا تھا۔

''تمہیں یہ تو نہیں معلوم ہوگا کہ میری شادی ہو گئی ہے؟،، ژارکی نے کہا۔ ''جلد ہی میں ایک بیٹے یا بیٹی کا باپ بننے والا ہوں۔،،

''تمہاری شادی ہو گئی ہے؟،، پاویل نے تعجب سے کہا۔ ''کون ہے تمہاری بیوی؟،،

ژارکی نے اپنی جیب سے ایک فوٹو نکال کر پاویل کو دکھایا۔

''پہچانتے ہو؟،،

وہ ژارکی اور آنا بورہارٹ کی تصویر تھی۔

''اور دوباوا کا کیا ہوا؟،، پاویل نے اور بھی تعجب سے پوچھا۔

''وہ ماسکو میں ہے۔ پارٹی سے نکال دئے جانے کے بعد اس نے کمیونسٹ یونیورسٹی بھی چھوڑ دی۔ وہ اب باؤمان ٹیکنکل انسٹی ٹیوٹ میں ہے۔ میں نے سنا ہے کہ اسے پھر پارٹی میں لے لیا گیا۔

صدر، ایک موٹے پروفیسر نے کہا۔ وہ اٹھا اور باقی ڈاکٹر بھی اسکے پیچھے قطار باندھ کر چلے گئے۔

ایک صاف ستھرا چھوٹا سا ھسپتال کا وارڈ اور اس میں صرف ایک پلنگ۔ ھر چیز آئینے کی طرح صاف چمکتی ھوئی اور ھسپتال کی وہ مخصوص بو جسے پاویل اب بھول بھی چکا تھا۔ اس نے چاروں طرف نظر ڈالی۔ پلنگ کے قریب ایک چھوٹی سی میز، جس پر دودھ جیسا سفید میزپوش بچھا ھوا تھا، اور ایک سفید پالش کیا ھوا اسٹول تھا۔ اسکے علاوہ کمرے میں اور کچھ بھی نہیں تھا۔

نرس اس کا کھانا لیکر آئی۔ پاویل نے کھانا واپس کر دیا۔ پلنگ پر ٹانگیں پھیلائے وہ تکیوں کے سہارے بیٹھا خط لکھ رہا تھا۔ اس کے گھٹنے کا درد اسکے خیالات کی رو میں خلل‌انداز ھو رہا تھا اور اسی درد کی وجہ سے اسکی بھوک بھی ماری گئی تھی۔

جب وہ چوتھا خط لکھ کر ختم کر چکا تو دروازہ بہت آھستہ سے کھلا اور ایک نوجوان عورت سفید فراک اور ٹوپی پہنے ھوئے اس کے پلنگ کے قریب آئی۔

شام کے دھندلکے میں پاویل نے اس کی پتلی پتلی بھوؤں اور بڑی بڑی آنکھوں کی ایک جھلک سی دیکھی۔ اسکی آنکھیں غالباً سیاہ تھیں۔ اس کے ایک ھاتھ میں چمڑے کا ایک تھیلا تھا اور دوسرے میں کاغذ اور پنسل۔

زینوویف اور کامینیف کی رهنمائی میں پارٹی کی نئی مخالفت کے بارے میں بتایا۔

''اس نازک گھڑی میں همیں اپنے اپنے کام کی جگه پر هونا چاهئے،، بارتاشیف نے آخر میں کہا۔ ''میں تو کل جا رها هوں۔،،

پاویل کے کمرے میں هونےوالی اس میٹنگ کے تین دن بعد سارا سینیٹوریم خالی هو گیا۔ کچھ دن بعد پاویل بھی اپنی چھٹی ختم هونے سے پہلے هی چلا گیا۔

کمسومول کی مرکزی کمیٹی نے اسے دیر تک نہیں روکا۔ اسے ایک صنعتی خطے میں کمسومول کا سکرٹری بنا دیا گیا اور هفتے بھر کے اندر هی اس نے شہر کی مقامی تنظیم کے جلسے میں اپنی پہلی تقریر کی۔

خزاں کے موسم کے خاتمے کے قریب ایک دن پاویل کی موٹر، جس میں وہ پارٹی کے دو اور کارکنوں کے ساتھ دوردراز دیہاتی علاقوں کا دورہ کر رها تھا، ایک کھائی میں جا گری اور الٹ گئی۔

موٹر میں بیٹھے هوئے تمام لوگ زخمی هوئے۔ پاویل کا داهنا گھٹنا بری طرح کچل گیا۔ چند دن بعد اسے خارکوف کے سرجیکل انسٹیٹیوٹ میں لے جایا گیا۔ زخمی عضو کا معائنہ کرنے اور ایکس رے لینے کے بعد ڈاکٹروں نے فوراً آپریشن کرنے کا مشورہ دیا۔

پاویل راضی هو گیا۔

''تو کل سویرے،، ڈاکٹروں کے کمیشن کے

سی نقاب رکھ دی گئی اور اس نے پروفیسر کو کہتے سنا:

''اب تمہیں بےہوشی کی دوا دی جائیگی۔ ناک سے گہرے سانس لو اور گنتی گننا شروع کرو۔''

''اچھی بات ہے'' نقاب کے نیچے سے ایک دبی ہوئی پرسکون آواز نے کہا۔ ''اگر میں اس عرصے میں کوئی بہت بھدی بات کہوں تو اس کے لئے میں پہلے ہی سے معافی چاہتا ہوں۔''

پروفیسر بےساختہ مسکرا دیا۔

ایتھر کے پہلے چند قطرے۔ کتنی گھناؤنی ہوتی ہے اسکی دم گھونٹ دینےوالی بو۔

پاویل نے ایک گہرا سانس لیا اور صاف لہجے میں بولنے کی کوشش کرتے ہوئے اس نے گنتی گننا شروع کیا۔ اس کی زندگی کے المیے کے پہلے ایکٹ کا پردہ اٹھنے ہی والا تھا۔

آرتیم نے لفافہ کھولا اور کانپتے ہوئے دل سے خط پڑھنے لگا۔ پہلی چند سطریں تو وہ اس طرح گھورکر پڑھتا رہا گویا کاغذ میں سوراخ کر دیگا۔ پھر باقی خط وہ بڑی تیزی سے پڑھ گیا:

''آرتیم! ہم دونوں ایک دوسرے کو شائد ہی کبھی خط لکھتے ہوں۔ سال میں ایک یا حد سے دو بار! لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ ہم کتنے خط لکھتے ہیں؟ تم نے لکھا ہے کہ تم اپنے

''میں تمہارے وارڈ کی ڈاکٹر ہوں،، اس نے کہا۔ ''میں تم سے بہت سے سوال پوچھنے آئی ہوں اور تمہیں اپنے بارے میں مجھے سب کچھ بتانا ہوگا، چاہے یہ بات تمہیں پسند ہو یا نہ ہو۔،،

یہ کہکر وہ نہایت خوشگوار انداز میں مسکرائی اور اسکی اس مسکراہٹ کی وجہ سے ''سوال جواب،، کی خشک اور غیردلچسپ نوعیت بالکل ہی تبدیل ہو گئی۔ پاویل تقریباً گھنٹے بھر تک صرف اپنے ہی بارے میں نہیں بلکہ کئی پشتوں پہلے کے اپنے آبا و اجداد کے بارے میں بھی بتاتا رہا۔

...آپریشن تھیٹر۔ اپنی ناک اور منھ پر جالی کی نقابیں لگائے ہوئے لوگ۔ نکل کے چمکتے ہوئے اوزار۔ ایک لمبی سی تنگ میز اور اسکے نیچے ایک بڑا سا طشت۔

پروفیسر ابھی اپنے ھاتھ ہی دھو رہا تھا کہ پاویل آپریشن کی میز پر لیٹ گیا۔ اسکے پیچھے آپریشن کی سرگرم تیاریاں جاری تھیں۔ اس نے سر گھماکر دیکھا۔ نرس قینچیاں اور چاقو سلیقے سے رکھ رہی تھی۔

''کامریڈ کورچاگن، ادھر نہ دیکھو،، اسکے وارڈ کی ڈاکٹر باژانووا نے اسکے پیر کی پٹی کھولتے ہوئے کہا۔ ''اعصاب پر برا اثر پڑتا ھے۔،،

''کس کے اعصاب پر، ڈاکٹر؟،، پاویل نے شرارت بھری مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

چند منٹ بعد اسکے چہرے پر ایک بھاری

کا پیشہ۔ میں بہت تکلیف برداشت کر رہا ہوں اور اس سب کا ماحصل یہ ہے کہ میرے داھنے گھٹنے کی حرکت بالکل بند ہو گئی ہے اور میرے جسم کے مختلف حصوں پر زخموں کے متعدد نشان ہیں۔ اور ڈاکٹروں کی تازہ‌ترین دریافت یہ ہے کہ سات سال پہلے میری ریڑھ کی ھڈی میں جو چوٹ لگی تھی اسکی وجہ سے اب مجھے بہت بڑا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ لیکن اگر میں پھر اپنے ساتھیوں کی صفوں میں واپس جانے کے لائق ھو جاؤں تو میں سب کچھ برداشت کرنے کو تیار ھوں۔

زندگی میں مجھے اور کسی چیز سے اتنی تکلیف نہیں ھوتی جتنی کہ جدوجہد کے میدان سے دور رہ‌کر ھوتی ہے۔ میں کبھی تصور بھی نہیں کر سکتا کہ میں ھمیشہ کےلئے اپنے ساتھیوں کی سفوں سے الگ ھو جاؤنگا۔ اسی لئے وہ لوگ جو کچھ کرنا چاھتے ھیں میں انہیں کرنے دیتا ھوں۔ لیکن میری حالت ذرا بھی بہتر نہیں ھوئی ہے اور ناامیدی کے بادل ھر لمحہ زیادہ تاریک اور زیادہ گھنے ھوتے جا رہے ھیں۔ پہلے آپریشن کے بعد جوں ھی میں چلنے پھرنے کے لائق ھوا اپنے کام پر واپس چلا گیا تھا لیکن تھوڑے ھی دن بعد وہ مجھے پھر واپس لے آئے۔ اب مجھے یوپاتوریا کے ''میناک،، سینی‌ٹوریم بھیجا جا رہا ہے۔ میں کل چلا جاؤنگا۔ لیکن تم غم نہ کرنا۔ میں آسانی سے ھار ماننے‌والا نہیں ھوں۔ میں بہت سخت‌جان ھوں۔ بھیا، مجھے اور تمہیں ابھی بہت سا کام

بال بچوں کے ساتھ شپیتوفکا سے کازاتن کے ریلوے یارڈ کے علاقے میں آکر رہنے لگے ہو کیونکہ تم اپنی کاشت کاری میں جمی ہوئی جڑیں اکھاڑ دینا چاہتے تھے۔ میں جانتا ہوں کہ ستیوشا اور اسکے رشتہ داروں کی پچھڑی ہوئی اور چھوٹی سوٹی جائیدادوالوں کی ذہنیت ہی ان جڑوں کا پس منظر ہے۔ ستیوشا کی قسم کے لوگوں کو بدلنا بہت دشوار ہوتا ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ تم ابھی اس میں کامیاب نہیں ہوگے۔ تم نے لکھا ہے کہ ''اس بڑھاپے میں پڑھنا تمہارے لئے بہت دشوار ہے،، لیکن تمہارے خط سے تو معلوم ہوتا ہے کہ تم نے کافی ترقی کر لی ہے۔ کارخانے کو چھوڑکر شہر کی سوویت کے صدر کا عہدہ سنبھالنے سے پرضد انکار کرنا تمہاری بہت بڑی غلطی ہے۔ تم اقتدار کےلئے لڑے تھے کہ نہیں؟ پھر اسکی ذمہ داری لینے سے انکار کیوں کرتے ہو؟ کل ہی شہر کی سوویت کی ذمہداری سنبھال لو اور کام میں جٹ جاؤ!

اب میں اپنے بارے میں بھی کچھ بتا دوں۔ میری صحت میں کوئی بنیادی خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ میں اب ہسپتالوں کے چکر بہت لگانے لگا ہوں۔ دو بار مجھے چاک بھی کیا جا چکا ہے۔ میرا کافی خون اور طاقت ضائع ہو چکی ہے لیکن یہ کوئی بھی نہیں بتا سکتا کہ آخر یہ سلسلہ کب ختم ہوگا۔

مجھے میرے کام سے ہٹا لیا گیا ہے اور میں نے اب ایک نیا پیشہ اختیار کرلیا ہے — ''مریض،،

بڑی تفصیل کے ساتھ تمہاری بیماری کا حال بتا دیا ہے اور میں چاہتی ہوں کہ وہ ایک بار تمہیں دیکھ لیں۔ شائد آج شام کو تم تھوڑا سا وقت نکال سکوگے؟،،

پاویل فوراً راضی ہو گیا۔

اسی دن شام کو باژانووا پاویل کو اپنے باپ کے بڑے سے مطب میں لے گئی۔

اس مشہور ڈاکٹر نے پاویل کا بڑے غور سے معائنہ کیا۔ اس کی بیٹی ہسپتال سے ایکس رے کی تمام تصویریں اور ڈاکٹری معائنے کی رپورٹیں لے آئی تھی۔ جب اسکے باپ نے لاطینی زبان میں اس سے کوئی لمبی سی بات کہی تو اس کا چہرہ زرد پڑ گیا اور یہ بات پاویل سے چھپی نہ رہ سکی۔ پروفیسر پاویل پر جھکا ہوا اسکا معائنہ کر رہا تھا۔ پاویل اسکے بڑے سے گنجے سر کو گھورتا رہا اور اسکی تیز آنکھوں میں کچھ کھوجتا رہا۔ لیکن باژانوف کے چہرے کے انداز سے کچھ بھی پتہ لگانا ناممکن تھا۔

جب پاویل کپڑے پہن چکا تو پروفیسر نہایت تپاک سے اس سے رخصت ہوا کیونکہ اسے فوراً کسی کانفرنس میں شریک ہونا تھا۔ وہ اپنی بیٹی کو ضروری ہدایات دے گیا کہ وہ پاویل کو معائنہ کے نتیجے کی اطلاع دے دے۔

پاویل باژانووا کے نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ سجے ہوئے کمرے میں کوچ پر لیٹا ہوا اس کے بولنے ک انتظار کر رہا تھا۔ لیکن باژانووا کی

کرنا ہے۔ اپنی صحت کا خیال رکھو۔ اپنے پر ضرورت سے زیادہ کام کا بوجھ نہ ڈالو کیونکہ ساتھیوں کا علاج کرانے میں پارٹی کا بہت پیسہ ضائع ہوتا ہے۔ کام کے دوران میں ہم جو تجربہ حاصل کرتے ہیں اور مطالعے سے ہم جو علم حاصل کرتے ہیں وہ اتنا بیش قیمت ہوتا ہے کہ اسے ہسپتالوں میں ضائع کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ اچھا، سلام۔

پاویل۔''

جس وقت آرتیم اپنی گھنی بھویں سکیڑے اپنے بھائی کا خط پڑھ رہا تھا اسی وقت پاویل ہسپتال میں ڈاکٹر باژانووا سے رخصت ہو رہا تھا۔

''تو کل تم کرائمیا چلے جاؤگے؟'' اس نے پاویل کی طرف ھاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''باقی دن آج کیا کرنے کا ارادہ ہے؟''

''کامریڈ رودکینا ابھی یہاں آتی ہوں گی،'' پاویل نے جواب دیا۔ ''وہ مجھے اپنے خاندان سے ملانے کےلئے اپنے گھر لے جائیں گی، میں رات وھیں رھوں گا اور کل وہ مجھے اسٹیشن چھوڑ آئیں گی۔''

باژانووا دورا کو جانتی تھی کیونکہ وہ پاویل سے ملنے اکثر ہسپتال آتی تھی۔

''لیکن کامریڈ کورچاگن، کیا تم اپنا وعدہ بھول گئے؟ تم نے کہا تھا کہ جانے سے پہلے تم میرے پاپا سے اپنا معائنہ کرا لوگے۔ میں نے انہیں

چھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں سن کر نہ تو
غش کھا جاؤنگا اور نہ خودکشی کرنے کی کوشش
کرونگا۔ لیکن میں یہ ضرور جاننا چاھتا ھوں کہ
میرا کیا انجام ھونےوالا ہے۔،،

پاویل کا حوصلہ بڑھانے کےلئے اس نے تسلی
دینے کی کوئی بات کہہ دی لیکن اسکے سوال کا
سیدھا سیدھا جواب نہ دیا۔ اس لئے اس دن پاویل
کو اپنے مستقبل کے بارے میں حقیقت کا علم نہ
ھو سکا۔

،، کامریڈ کورچاگن، میری دوستی کو بھلا
نہ دینا،، لیڈی ڈاکٹر نے رخصت ھوتے وقت بڑی
نرمی سے کہا۔ ،،کون جانے زندگی ھمیں کن کن
راھوں سے لے جائے۔ اگر تمہیں کبھی بھی میری
مدد یا صلاح مشورے کی ضرورت ھو تو خط ضرور
لکھنا۔ تمہاری مدد کرنے کے لئے مجھ سے جو
بھی ممکن ھوگا ضرور کرونگی۔،،

کھڑکی میں سے وہ اس کے چمڑے کی جیکٹ
میں ملبوس لمبے جسم کو دیکھتی رھی۔ وہ اپنی
چھڑی پر زور دیکر بڑی دقت سے دروازے سے باھر
کھڑی ھوئی گاڑی تک گیا۔

پھر وھی یوپاتوریا۔ وھی جنوبی علاقے کا
گرم سورج۔ کشیدہ‌کاری کی گول ٹوپیاں اپنی چندیا
پر منڈھے ھوئے شور مچاتے ھوئے لوگ جو دھوپ
میں سنولا گئے تھے۔ موٹر نے دس منٹ میں نئے
آنےوالوں کو بھورے رنگ کی ایک پکی دومنزلہ

سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ بات شروع کس طرح کرے۔ اسکے باپ نے اسے جو کچھ بتایا تھا اسے وہ دوہرا نہیں سکتی تھی۔ اس کے باپ نے کہا تھا کہ علم طب کی اب تک کی معلومات اسکے جسم کے تباہ کن ورم کو روکنے سے قاصر ہیں۔ پروفیسر آپریشن کے حق میں نہیں تھا۔ اس نے کہا تھا: ''اس بات کا خطرہ ہے کہ یہ نوجوان اپنے اعضا کی حرکت بالکل کھو دے اور ہم لوگ اس سانحے کو روکنے کےلئے کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ ہم بالکل لاچار ہیں۔''

بحیثیت ایک ڈاکٹر کے اور بحیثیت دوست کے بھی وہ اسے پوری حقیقت بتانا نہیں چاہتی تھی اسلئے اس نے بہت سوچ سوچ کر الفاظ کا انتخاب کرتے ہوئے اسے حقیقت کے صرف ایک جزو سے واقف کرایا۔

''کامریڈ کورچاگن، مجھے یقین ہے کہ یوپاتوریا کی سٹی تمہاری صحت کو درست کردیگی اور خزاں کے آغاز تک تم پھر اپنے کام پر واپس جا سکوگے۔''

لیکن وہ بھول گئی تھی کہ پاویل کی تیز نگاہیں اسے تمام وقت دیکھتی رہی تھیں۔

''جو کچھ تم نے کہا ہے یا کہنا چاہئے کہ جو کچھ تم نے نہیں کہا ہے اس سے میں یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوں کہ معاملہ بہت گمبھیر ہے۔ تمہیں یاد ہے کہ میں نے کہا تھا کہ ہمیشہ مجھ سے پوری طرح کھل کر سب باتیں صاف صاف بتا دیا کرو۔ تمہیں مجھ سے کچھ بھی

اور تخیل، ہاتھ کے اشاروں، مختلف قسم کی آوازوں اور بغیر ضبط تحریر میں آئی ہوئی عالمی زبان کے دوسرے تمام حربوں سے خیالات کے اظہار کی تمام خامیاں پوری کر لی جاتی ہیں۔

پاویل کو معلوم ہوا کہ ایبنر ایک جرمن مزدور تھا جس کے کولہے پر ۱۹۲۳ء کی ہیمبرگ کی بغاوت کے دوران میں زخم آ گیا تھا۔ وہی پرانا زخم اب پھر ہرا ہو گیا تھا اور وہ بستر سے لگ گیا تھا۔ لیکن وہ اپنی تمام تکلیف ہنستے ہنستے ہنسی خوشی برداشت کرتا تھا اور اسی لئے پاویل کے دل میں فوراً اسکے لئے عزت پیدا ہو گئی۔

پاویل کو اس سے بہتر ساتھی کی تمنا نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ شخص ان لوگوں میں سے نہیں تھا جو صبح سے شام تک اپنی تکلیفوں کا رونا روتے رہتے ہیں اور قسمت کو برا بھلا کہتے رہتے ہیں۔ اسکے برخلاف، اسکے ساتھ رہ کر تو آدمی اپنی تکلیفیں بھی بھول جاتا تھا۔

''بس مجھے اس بات کا بڑا افسوس ہے کہ میں جرمن زبان نہیں جانتا،، پاویل نے بڑی حسرت سے سوچا۔

سینی‌ٹوریم کے باغ کے ایک کونے میں کئی جھولنےوالی کرسیاں، بانس کی ایک میز اور دو آرام کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ سینی‌ٹوریم کے وہ پانچ مریض جنہیں باقی تمام لوگ ''کمیونسٹ انٹرنیشنل کی مجلس عاملہ،، کہنے لگے تھے، ڈاکٹری

عمارت کے سامنے پہنچا دیا۔ یہ ''میناک،، سینی‌ٹوریم تھا۔

جو ڈاکٹر اس وقت ڈیوٹی پر تھا، جب اس کو معلوم ہوا کہ پاویل کے وہاں ٹھہرنے کا انتظام یوکرینی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی نے کیا ہے تو وہ اسے فوراً ۱۱ نمبر کمرے میں لے گیا۔

''میں تمہیں کامریڈ ایبنر کے کمرے میں رکھوں‌گا۔ وہ ایک جرمن کامریڈ ہیں اور چاہتے ہیں کہ انکے کمرے میں کسی روسی کو رکھا جائے،، اس نے ایک دروازے پر دستک دیتے ہوئے پاویل کو بتایا۔ اندر سے کسی نے ٹوٹی پھوٹی روسی میں بھاری آواز سے کہا:

''اندر آ جاؤ۔،،

پاویل نے اپنا سوٹ‌کیس نیچے رکھ دیا اور پھر اس سنہرےبالوں اور نیلے رنگ کی چمک‌دار، شگفتہ آنکھوں‌والے شخص کی طرف مخاطب ہوا جو بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ جرمن نے نہایت پرتپاک مسکراھٹ سے اسکا استقبال کیا۔

''گٹین سارگین، گینوسے۔ میرا مطلب ہے گڈ ڈے،، اس نے اپنی بات درست کرتے ہوئے کہا اور لمبی لمبی انگلیوں‌والا پیلا ھاتھ پاویل کی طرف بڑھا دیا۔

چند ھی لمحوں بعد پاویل اسکے پلنگ کے قریب بیٹھا ھوا تھا اور وہ دونوں بڑی سرگرمی کے ساتھ اس ''بین‌الاقوامی زبان،، میں گفتگو کر رہے تھے جس میں الفاظ کی بہت کم اھمیت ھوتی ہے

معاف نہیں کیا۔ لیکن ایک دن ایک لمبا سا آدمی جو اپنی پچاس سال کی عمر کے لحاظ سے بہت نوجوان دکھائی دیتا تھا اس سینیٹوریم میں آیا اور اس نے کورچاگن کو شطرنج کھیلنے کی دعوت دی۔ پاویل خطرے سے قطعی بےخبر تھا۔ اس نے بڑے سکون سے فرزین کے گھروالا پیادہ چل دیا۔ اسکے جواب میں لیدینیف نے اپنے بیچ والے سہرے چلے۔ ''چیمپین،، ہونے کے ناتے پاویل کو ہر نئے آنےوالے کے ساتھ شطرنج کھیلنا پڑتی تھی اور بازی کے گرد ہمیشہ کھیل میں دلچسپی رکھنےوالوں کا مجمع اکٹھا ہو جاتا تھا۔ نویں چال کے بعد ہی پاویل سمجھ گیا کہ اسکا حریف اپنے سہرے آگے بڑھا کر اسے گھیرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ پاویل سمجھ گیا کہ سخت کھلاڑی سے مقابلہ پڑا ہے اور وہ دل ہی دل میں افسوس کرنے لگا کہ شروع شروع میں اس نے کھیل میں اتنی لاپرواہی سے کام کیوں لیا تھا۔

تین گھنٹے کے زبردست مقابلے کے بعد پاویل نے ہتھیار ڈال دئے۔ اس عرصے میں اس نے اپنی تمام مہارت اور سوجھ بوجھ سے کام لیا تھا۔ وہ بہت پہلے ہی سمجھ گیا کہ اسکی ہار یقینی ہے۔ کھیل دیکھنےوالوں کو اس وقت تک اسکا کوئی گمان بھی نہیں تھا۔ اس نے نظریں اٹھا کر اپنے رقیب کو دیکھا۔ لیدینیف اسے بڑی شفیق نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے انداز سے ظاہر تھا کہ وہ بھی جان گیا تھا کہ کھیل کا کیا انجام ہونےوالا

دیکھ بھال اور دوادارو کے بعد یہیں اپنا وقت گذارا کرتے تھے۔

ایبنر ایک آرام کرسی پر ٹیک لگائے بیٹھا رہتا تھا اور پاویل دوسری پر کیونکہ اسے بھی چلنے پھرنے کو منع کر دیا گیا تھا۔ اس گروہ کے باقی تین افراد تھے: ویمان نام کا ایک ایستونیائی جو جمہوریہ کرائمیا کے کسی محکمۂ تجارت میں کام کرتا تھا، مارتا لاؤرین نام کی بھوری آنکھوں والی ایک نوجوان لاتویائی عورت جو دیکھنے میں اٹھارہ برس کی لڑکی معلوم ہوتی تھی اور لیدینیف نام کا ایک لمبا، تنومند سائبیریا کا باشندہ جسکے بال کنپٹیوں پر سفید ہونے لگے تھے۔ اس چھوٹے سے گروہ میں پانچ مختلف قوموں کے لوگ تھے — جرمن، ایستونیائی، لاتویائی، روسی اور یوکرینی۔ مارتا اور ویمان جرمن بول لیتے تھے اسلئے ایبنر ان سے ترجمان کا کام لیتا۔ پاویل اور ایبنر دوست تھے کیونکہ دونوں ایک ھی کمرے میں رہتے تھے۔ اور مارتا، ایبنر اور ویمان اسلئے دوست تھے کہ وہ ایک ھی زبان بولتے تھے۔ لیدینیف اور پاویل کی دوستی شطرنج کی وجہ سے تھی۔

لیدینیف کے آنے سے پہلے کورچاگن اس سینی ٹوریم کا شطرنج کا ''چیمپین'' تھا۔ اس نے بڑی سخت جدوجہد کے بعد ویمان سے یہ رتبہ چھینا تھا۔ وہ ٹھس سا ایستونیائی اپنی شکست پر کافی عرصے تک کچھ اکھڑا اکھڑا سا رہا اور اس نے بہت دنوں تک کورچاگن کو اپنی اس خواری کے لئے

پینتروں کے بارے میں اسکا علم محض سطحی تھا اور اس نے ایک ایسے ماہر کھلاڑی کے ہاتھوں شکست کھائی تھی جو کھیل کی تمام باریکیوں سے واقف تھا۔

پاویل اور لیدینیف نے اپنی دوستی کے دوران میں یہ دریافت کیا کہ ایک تاریخ ان دونوں کےلئے بڑی اہمیت رکھتی تھی۔ جس سال پاویل پیدا ہوا تھا اسی سال لیدینیف پارٹی میں داخل ہوا تھا۔ وہ دونوں بالشویکوں کی پرانی اور نئی پود کی پوری طرح نمائندگی کرتے تھے۔ ایک کی پشت پر ایک طویل سرگرم سیاسی زندگی، روپوشی کی حالت میں کئی برس تک کام کرنے، زار کی جیلوں میں قید کی سزائیں کاٹنے اور پھر اس کے بعد اہم سرکاری کام انجام دینے کا تجربہ تھا اور دوسرے کے پیچھے تھی اس کی شعلہ صفت جوانی اور حالانکہ جدوجہد کا اسے ابھی صرف آٹھ سال کا تجربہ تھا لیکن وہ ایسے آٹھ سال تھے جن میں کئی زندگیاں سما سکتی تھیں۔ اور وہ دونوں — وہ بوڑھا بھی اور وہ نوجوان بھی — زندگی کے رسیا اور آرزومند تھے اور دونوں ھی کی صحت خراب تھی۔

شام کے وقت ایبنر اور کورچاگن کا کمرہ ایک کلب بن جاتا تھا۔ تمام سیاسی خبریں یہیں سے معلوم ھوتی تھیں۔ کمرے میں گفتگو اور قہقہوں کی چہل پہل رہتی تھی۔ ویمان عام طور پر گفتگو کے دوران میں کوئی نہ کوئی فحش قصہ چھیڑ دینے کی کوشش کرتا تھا لیکن همیشه اسے

ہے۔ وہ ایستونیائی کھیل کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا اور اس نے اپنی اس خواہش کو چھپانے کی کوئی کوشش نہیں کی کہ کورچاگن ہار جائے۔ اسے ابھی تک اس بات کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ بازی نے کیا رنگ اختیار کر لیا تھا۔

''میں آخری مہرے تک لڑنے کا قائل ہوں،، پاویل نے کہا اور لیدینیف نے بھی سر ہلا کر اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔

پانچ دنوں میں پاویل لیدینیف کے ساتھ دس بازیاں کھیلا۔ سات میں اسے شکست ہوئی، دو وہ جیتا اور ایک میں دونوں برابر رہے۔

ویمان بہت خوش تھا۔

''شکریہ، کامریڈ لیدینیف، آپ کا بہت شکریہ! کیا شکست دی ہے آپ نے اسے! وہ اسی کا مستحق تھا! اس نے ہم تمام پرانے کھلاڑیوں کو نیچا دکھا دیا تھا اور اب ایک بوڑھے کھلاڑی کے ہاتھوں ھی اسے شکست کھانا پڑی۔ ھا۔ ھا!،،

''ھارنے میں کیسا مزا آتا ہے، کیوں؟،، اس نے اس فاتح کو چھیڑتے ہوئے کہا جو اس بار شکست کھا چکا تھا۔

پاویل کا ''چیمپین،، کا لقب تو چھن گیا لیکن لیدینیف کی ذات میں اسے ایک ایسا دوست مل گیا جو بعد میں چل کر بہت کام کا ثابت ہوا۔ وہ اب اس بات کو سمجھنے لگا کہ شطرنج میں اس کی شکست لازمی تھی کیونکہ شطرنج کے

نقطۂ نظر سے غور کیا گیا۔ مارتا نے مختلف لوگوں کے خیالات ایبنر کو جرمن میں سمجھائے۔

ایبنر نے کہا: ''گندے مذاق کرنا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ میں پاویل سے متفق ہوں۔۔''

ویمان کو ہار ماننا پڑی۔ اس نے اس معاملے کو ہنسی میں ٹال دینے کی حتی الامکان کوشش کی لیکن اسکے بعد سے کبھی گندے قصے نہیں سنائے۔

پاویل سمجھتا تھا کہ مارتا کمسومول کی ممبر ہوگی کیونکہ وہ اسے انیس برس سے زیادہ کی نہیں سمجھتا تھا۔ لیکن اسے یہ جان کر بڑی حیرت ہوئی کہ وہ ۱۹۱۷ء سے پارٹی میں تھی۔ اس کی عمر اکتیس برس تھی اور وہ لاتویائی کمیونسٹ پارٹی کی ایک سرگرم کارکن تھی۔ ۱۹۱۸ء میں سفید فوجوں نے اسے موت کی سزا دی تھی لیکن بعد میں قیدیوں کے عوض کچھ اور ساتھیوں کے ساتھ اسے سوویت حکومت کے حوالے کردیا گیا تھا۔ وہ اس وقت ''پراودا،، کے دفتر میں شعبۂادارت میں کام کر رہی تھی اور اس کے ساتھ ھی یونیورسٹی میں پڑھ رہی تھی۔ قبل اسکے کہ پاویل کو اس بات کا احساس ہوتا انکے درمیان گہری دوستی ہو گئی تھی اور وہ چھوٹی سی لاتویائی عورت، جو اکثر ایبنر سے ملنے چلی آیا کرتی تھی، ان ''پانچوں کی منڈلی،، میں شامل ہو گئی۔

ایگنت نام کا ایک روپوش لاتویائی کارکن اسے اکثر اس بات پر چھیڑا کرتا تھا: ''اور ماسکو میں وہ بیچارہ اوزول تمہارے غم میں گھلا جا رہا

دو طرفہ حملے کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا ــ ایک مارتا کی طرف سے اور ایک کورچاگن کی طرف سے ۔ یوں تو مارتا کوئی سخت چبھتی ہوئی بات کہکر اس کا منھ بند کر دیتی تھی لیکن جب اسے کامیابی نہیں ہوتی تھی تو کورچاگن کو دخل دینا پڑتا تھا ۔

''ویمان، تم جانتے ہو کہ تمہارا یہ خاص قسم کا ''مذاق،، ہم میں سے کسی کو پسند نہیں ھے ۔ میری تو سمجھ ھی میں نہیں آتا کہ آخر تم اتنی نیچی سطح پر گرکر کیسے بات کر سکتے ہو،، کورچاگن بھڑکتے ہوئے غصے کے ساتھ کہنا شروع کرتا ۔

ویمان اپنا موٹا سا نچلا ہونٹ باھر کو نکال کر مجمع پر ایک نظر ڈالتا اور اسکی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں تضحیک کی چمک پیدا ہو جاتی ۔

''ھمیں سیاسی تعلیم کے محکمہ کے تحت اخلاقیات کا ایک نیا محکمہ کھولنا پڑیگا اور اسکے چیف انسپکٹر کی جگہ کےلئے ھم کورچاگن کا نام تجویز کرینگے ۔ مارتا اعتراض کرتی ھے تو وہ تو سمجھ میں آنے کی بات ھے، عورتوں کا تو پیشہ ھی اعتراض کرنا ھے ۔ لیکن آخر کورچاگن کیوں معصوم بننے کی کوشش کرتا ھے گویا کمسومول کا ننھا سا بچہ جنگل بیابان میں آکر پھنس گیا ہو... اور مجھے اس سے بھی بری تو یہ بات لگتی ھے کہ کل کا چھوکرا مجھے نصیحت کرنے چلا ھے ۔،،

کمیونسٹ اخلاقیات کے بارے میں ایک گرما گرم بحث کے بعد گندے مذاقوں کے سوال پر اصولی

پارٹی کی یوکرینی مرکزی کمیٹی کا ایک خط ملا جس میں اسے اطلاع دی گئی تھی کہ سینیٹوریم کے ڈاکٹروں کے مشورے کے مطابق اسکی چھٹی دو مہینے کےلئے بڑھا دی گئی تھی کیونکہ ڈاکٹروں نے اسے کام کے قطعی ناقابل قرار دے دیا تھا۔ اسکے خرچ کے پیسے بھی اسی خط کے ساتھ وصول ھوئے۔

پاویل نے یہ پہلا صدمہ اسی طرح برداشت کیا جس طرح اب سے کئی برس پہلے وہ مکے بازی کی مشق کے دوران میں ژوخرائی کے گھونسے برداشت کیا کرتا تھا۔ اس وقت بھی وہ گھونسہ کھاکر زمین پر گر پڑتا تھا لیکن فوراً ھی پھر اٹھ کھڑا ھوتا تھا۔

اسکی ماں کا بھی ایک خط آیا تھا جس میں اس نے پاویل سے کہا تھا کہ وہ اسکی ایک بہت پرانی سہیلی البینا کیونسام سے جاکر مل لے جو یوپاتوریا سے تھوڑے ھی فاصلے پر کسی چھوٹے سے بندرگاہ میں رھتی تھی۔ پاویل کی ماں اپنی سہیلی سے پندرہ برس سے نہیں ملی تھی اور اس نے پاویل کو بڑی منت کے ساتھ لکھا تھا کہ کرائمیا میں اپنے قیام کے دوران میں اس سے جاکر ضرور مل لے۔ یہ خط آگے چل کر پاویل کی زندگی میں بہت اھم ثابت ھوا۔

ھفتے بھر بعد اسکے سینیٹوریم کے دوستوں نے بڑے تپاک سے اسے رخصت کرکے جہاز پر سوار کرا دیا۔ ایبنر نے بھائی کی طرح اسے گلے لگاکر پیار کیا۔ مارتا اس وقت کہیں غائب ھو گئی

ہوگا؟ مارتا، تمہیں اسکا ذرا بھی خیال نہیں ہے!،،

ایک دن صبح اٹھنے کی گھنٹی بجنے سے کچھ قبل ہی سینی‌ٹوریم میں ایک مرغ کی زوردار بانگ گونج گئی۔ وہاں کے تمام ملازمین اس جہاں گرد پرند کی تلاش میں ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ انہیں اس بات کا گمان بھی نہیں تھا کہ ایبنر جو مرغ کی بولی کی بہت اچھی نقل اتار لیتا تھا، انہیں بیوقوف بنا رہا تھا۔ کئی دن تک روز صبح یہی واقعہ پیش آتا رہا اور ایبنر دل ہی دل میں بیحد خوش ہوتا رہا۔

سینی‌ٹوریم میں ایک مہینہ رہنے کے بعد پاویل کی حالت اور بھی خراب ہو گئی۔ ڈاکٹروں نے اسے بستر سے اٹھنے کو منع کردیا۔ ایبنر کو بڑی فکر لگ گئی۔ وہ اس باھمت نوجوان بالشویک کو بہت پسند کرنے لگا تھا جس میں زندگی اور کام کرنے کا حوصلہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ لیکن افسوس کہ اتنی کمسنی ہی میں اسکی صحت بالکل تباہ ہو گئی تھی۔ اور جب مارتا نے اسے بتایا کہ ڈاکٹر کورچاگن کا مستقبل کتنا المناک بتاتے ھیں تو ایبنر کو شدید تکلیف ہوئی۔

پاویل اس کے بعد سینی‌ٹوریم میں جتنے دن رہا بستر ہی سے لگا رہا۔ اپنے آس پاس کے لوگوں پر اس نے اپنی تکلیف ظاھر نہیں ہونے دی لیکن مارتا اسکے چہرے کی خوفناک زردی دیکھ کر سمجھ گئی کہ اسے یقیناً شدید تکلیف ہو رہی ہوگی۔ پاویل کی روانگی کی تاریخ سے ایک ھفتہ پہلے اسے

سارے کنبے نے پاویل کا نہایت گرمجوشی سے استقبال کیا۔ صرف وہ بوڑھا اس نووارد کو شبہہ اور عداوت کی نظر سے دیکھتا رہا۔

پاویل نے بڑے صبر کے ساتھ البینا کو گھر کا تمام حال چال بتایا اور ساتھ ھی اسے بھی کیوتسام گھرانے کی زندگی کے بارے میں بہت سی باتیں معلوم ھوئیں۔

لولا کی عمر بائیس برس کی تھی۔ وہ بہت ھی سیدھی سادی لڑکی تھی۔ کٹے ھوئے بھورے بال، چوڑا سا کھلا ھوا چہرہ۔ اس نے فوراً پاویل کو رازدار بنا لیا اور اسے اپنے گھر کی تمام اندرونی باتیں بھی بتا دیں۔ اس نے پاویل کو بتایا کہ وہ بوڑھا پورے کنبے کے ساتھ انتہائی جابرانہ انداز میں پیش آتا ھے اور اگر کسی نے ذرا بھی آزادی سے کام لینے کی کوشش کی تو وہ فوراً اسکا سر کچل دیتا ھے۔ اس تنگ نظر، کٹر اور حجتی بوڑھے کی وجہ سے تمام لوگوں کے دل میں ایک مستقل دھشت بیٹھی ھوئی تھی۔ اسکی انہیں خصلتوں کی وجہ سے اسکے بچے اسے سخت ناپسند کرتے تھے اور اسکی بیوی تو، جس نے اسکی مطلق‌العنانی کے خلاف پچیس برس تک ناکام لڑائی لڑی تھی، اس سے نفرت ھی کرتی تھی۔ بیٹیاں ھمیشہ اپنی ماں کی طرفداری کرتی تھیں۔ گھر کی یہ روز روز کی لڑائی انکی زندگی میں زھر گھول رھی تھی۔ دن رات جھائیں جھائیں اور جھگڑا فساد مچا رھتا تھا۔

اس کنبے کی ایک اور لعنت بقول لولا کے

تھی، اسلئے وہ اس سے الوداع کہے بغیر ھی چلا گیا۔

دوسرے دن صبح پاویل نے بندرگاہ پر ایک گھوڑا گاڑی پکڑی جو اسے ایک چھوٹے سے مکان پر پہنچا گئی جس کے سامنے ایک باغیچہ بھی تھا۔

کیوتسام کنبے میں پانچ افراد تھے۔ بچوں کی ماں البینا جو بھرے ہوئے جسم کی ادھیڑ عمر کی عورت تھی، اسکی سیاہ آنکھوں میں غم بھرا ہوا تھا اور اسکے سن رسیدہ چہرے پر اب بھی حسن کے کچھ آثار باقی تھے۔ اس کے علاوہ اسکی دونوں بیٹیاں لولا اور تایا بھی اسی کے ساتھ رھتی تھیں۔ لولا کا ایک چھوٹا سا بیٹا بھی تھا۔ اور پانچواں شخص تھا بزرگ خاندان کیوتسام جو ایک سوٹا تازہ، بدمزاج، بوڑھا سا آدمی تھا اور دیکھنے میں بالکل جنگلی سور معلوم ھوتا تھا۔

بوڑھا کیوتسام ایک کوآپریٹو کی دکان میں کام کرتا تھا۔ چھوٹی بیٹی تایا وقتاً فوقتاً چھوٹے سوٹے پھٹکل کام کرتی رھتی تھی۔ لولا جو کسی زمانے میں ٹائپسٹ تھی حال ھی میں اپنے شوھر کو طلاق دیکر یہاں آ گئی تھی کیونکہ وہ بلا کا شرابی تھا اور اسے مارتا پیٹتا بہت تھا۔ وہ اب گھر ھی پر رھتی تھی اور اپنے چھوٹے سے بیٹے کی پرورش کے علاوہ گھر کے کام کاج میں اپنی ماں کا ھاتھ بٹاتی تھی۔

ان دو بیٹیوں کے علاوہ انکا ایک بیٹا بھی تھا — جارج۔ پاویل کے وھاں پہنچنے کے زمانے میں وہ ماسکو میں تھا۔

شام کو وہ آئی تو ماں جلدی جلدی بھاگی ہوئی اس سے ملنے راہداری ھی میں جا پہنچی اور پاویل نے سنا کہ وہ چپکے چپکے اسکے آنے کی اطلاع دے رھی ھے۔ اس لڑکی نے بہت شرماتے ھوئے اس اجنبی نوجوان سے ھاتھ ملایا اور اسکے چھوٹے چھوٹے کانوں کی لویں تک سرخ ھو گئیں اور ھاتھ ملانے کے بعد بھی پاویل اسکا مضبوط گھٹےدار ھاتھ چند لمحوں تک اپنے ھاتھوں میں تھامے رھا۔

تایا کا انیسواں سال چل رھا تھا۔ وہ خوبصورت تو نہیں تھی لیکن بڑی بڑی بھوری آنکھوں، ترچھی منگولوں جیسی بھوؤں، خوبصورت ناک اور بھرے ھوئے پھول جیسے ھونٹوں کی وجہ سے اس میں کشش بڑی تھی۔ اسکی سخت نوخیز چھاتیاں اسکے دھاری‌دار بلاؤز کے نیچے ابھری ھوئی نظر آرھی تھیں۔

دونوں بہنیں دو چھوٹی چھوٹی کوٹھریوں میں رھتی تھیں۔ تایا کے کمرے میں ایک تنگ سا لوھے کا پلنگ، ایک درازوں‌والی الماری جس پر مختلف چھوٹی موٹی چیزیں رکھی ھوئی تھیں، ایک چھوٹا سا آئینہ اور دیوار پر درجنوں فوٹو اور تصویری پوسٹ کارڈ تھے۔ کھڑکی پر دو گملے رکھے ھوئے تھے جن میں سرخ جیرینیم اور ھلکے گلابی ایسٹر کے پھول لگے ھوئے تھے۔ کھڑکی پر لگا ھوا لیس کا پردہ سمیٹ کر ایک فیروزی رنگ کے فیتے سے باندھ دیا گیا تھا۔

”تایا عام طور پر مردوں کو اپنے کمرے میں گھسنے کی اجازت نہیں دیتی۔ تمھارے ساتھ

اسکا بھائی جارج تھا جو خالصتاً نکما اور آوارہ آدمی تھا۔ وہ بہت ھی بددماغ اور شیخی‌خور تھا اور اچھے کھانے، تیز شراب اور عمدہ کپڑوں کے علاوہ اسے اور کسی چیز کی فکر نہیں تھی۔ اسکول کی تعلیم ختم کرکے جارج نے، جو اپنی ماں کا لاڈلا تھا، دارالسلطنت جانے کا اعلان کیا اور اس سفر کےلئے رقم کا مطالبہ کیا۔

''میں یونیورسٹی جا رہا ھوں۔ لولا سے کہو اپنی انگوٹھی بیچ دے اور تمہارے پاس بھی تو کچھ ضرور ھوگا جسے رھن رکھ‌کر قرض مل سکتا ھے۔ مجھے پیسوں کی ضرورت ھے اور مجھے اس سے بحث نہیں کہ تم کہاں سے یہ رقم مہیا کرتی ھو۔''

جارج اس بات کو اچھی طرح جانتا تھا کہ اسکی ماں اسکی کوئی بات نہیں ٹال سکتی اسلئے وہ بڑی بےحیائی سے اسکی محبت کا بیجا فائدہ اٹھاتا تھا۔ وہ اپنی بہنوں کو بڑی حقارت سے دیکھتا تھا اور انہیں بہت ذلیل اور خوار سمجھتا تھا۔ ماں اپنے شوھر سے جو بھی رقم اینٹھ پاتی وہ، اور اسکے علاوہ تایا کی ساری کمائی وہ اپنے بیٹے کو بھیج دیتی تھی۔ اور ادھر جارج داخلے کے استحان میں فیل ھو گیا تھا اور وہ اپنے چچا کے یہاں رہ‌کر ماسکو کے مزے لوٹ رہا تھا اور بذریعہ تار اپنی ماں کے پاس پیسوں کا تقاضہ بھیج‌کر وہ اسے دھشت‌زدہ کر دیتا تھا۔

جس دن پاویل وھاں پہنچا تھا اس دن شام تک تایا سے اسکی ملاقات نہیں ھو سکی تھی۔ جب

"یہ تو اسے پہلے سے دیکھ لینا چاہئے تھا کہ وہ کس سے شادی کر رہی ہے۔"

البینا نے دخل دیا۔ اپنے غصے کو دبانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے اس نے جلدی سے کہا:

"آخر باہر کے ایک آدمی کے سامنے ان تمام باتوں کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ تمہارے پاس اور کوئی بات کرنے کو نہیں ہے؟"

بوڑھا مڑکر اس پر جھپٹ پڑا:

"میں جانتا ہوں کہ مجھے کیا بات کرنا چاہئے! اور تم کب سے مجھ پر حکم چلانے لگیں؟"

اس رات پاویل بڑی دیر تک لیٹا ہوا کیوتسام گھرانے کی زندگی کے بارے میں سوچتا رہا۔ وہ یہاں اتفاق سے آیا تھا لیکن اس گھریلو ڈرامے میں وہ بھی بلا ارادہ شریک ہو گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ وہ ان دونوں بیٹیوں اور انکی ماں کو اس غلامی سے چھڑانے کےلئے انکی کیا مدد کر سکتا ہے۔ اسکی اپنی زندگی کا خود کوئی ٹھور ٹھکانا نہیں تھا۔ ابھی بہت سے مسئلے حل کرنا تھے اور کوئی قطعی اور آخری قدم اٹھانا اب پہلے کے مقابلے میں اور بھی دشوار ہو گیا تھا۔

صرف ایک ہی راستہ تھا کہ کنبہ ٹوٹ جائے — ماں اور بیٹیاں اس بوڑھے کو چھوڑ دیں۔ لیکن یہ اتنا آسان نہیں تھا۔ پاویل اس کنبے میں یہ انقلاب کرانے کی ذمہ داری نہیں لے سکتا تھا کیونکہ وہ کچھ ہی دن میں وہاں سے چلا جانےوالا تھا اور زیادہ امکان یہی تھا کہ وہ پھر کبھی ان لوگوں

یہ خاص رعایت کی جا رہی ھے،، لولا نے اپنی بہن کو چھیڑتے ھوئے کہا۔

دوسرے دن شام کو پورا کنبہ مکان کے اس نصف حصے میں بیٹھا چائے پی رہا تھا جس میں بوڑھا بڑھیا رہتے تھے۔ بوڑھا کیوتسام زور سے اپنی چائے چلا رہا تھا۔ بیچ بیچ میں وہ چشمے میں سے نظریں اوپر اٹھاکر اپنے سامنے بیٹھے ھوئے مہمان کو غصے سے دیکھ لیتا تھا۔

''میں آجکل کے شادی کے قوانین کو کچھ اچھا نہیں سمجھتا،، اس نے کہا۔ ''آج شادی کی، کل الگ ھو گئے۔ بالکل من کی موج ھے۔ مکمل آزادی ھے۔،،

بوڑھے کا دم پھولنے لگا اور کچھ دیر تک وہ ھکلاتا رہا۔ جب اسکا سانس درست ھوا تو اسنے لولا کی طرف اشارہ کیا۔

''اس کو دیکھو۔ بغیر کسی کی اجازت مانگے اس نے اپنی پسند کے شخص سے شادی کر لی اور پھر دونوں علحدہ بھی اسی طرح ھو گئے۔ اور اب مجھے اسکا اور اسکی اولاد کا پیٹ بھرنا پڑتا ھے۔ کیسی بیہودہ بات ھے!،،

لولا کو بہت تکلیف ھوئی اور اس نے شرم سے سرخ ھوکر اپنی نمناک آنکھیں پاویل کی طرف سے ھٹا لیں۔

''تو آپ کا خیال کیا یہ ھے کہ اسے اس بدمعاش کے ساتھ ھی رہنا چاھئے تھا؟،، پاویل نے پوچھا اور اسکی آنکھیں غصے سے چمکنے لگیں۔

26*

ورنہ بالکل ہی مختلف صورت ہو سکتی تھی۔ اگر ہماری ملاقات سال بھر پہلے بھی ہو گئی ہوتی تو ہم سب لوگ یہاں سے ساتھ چل سکتے تھے۔ تمہارے اور لولا جیسے لوگوں کے لئے کہیں بھی کام کی کمی نہیں ہے۔ بوڑھے کی بات جانے دو، اسے راہ‌راست پر لانا ناممکن ہے۔ لیکن فی‌الحال تو کچھ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مجھے ابھی تک نہیں معلوم کہ میرا آگے کیا انجام ہوگا۔ اس وقت تو میں بالکل مجبور ہوں۔ لیکن چارہ ہی کیا ہے۔ میں اس بات کے لئے لڑوں‌گا کہ مجھے پھر کام پر بھیجا جائے۔ ڈاکٹروں نے میرے بارے میں نہ جانے کیا کیا اوٹ پٹانگ باتیں لکھ دی ہیں اور میرے ساتھی مسلسل اس کوشش میں ہیں کہ میں اپنی صحت درست کر لوں۔ لیکن وہ تو بعد میں دیکھا جائیگا... میں اپنی ماں کو خط لکھ‌کر تمہاری مصیبتوں کے بارے میں اس کا مشورہ لوں‌گا۔ میں حالات کو اسی طرح نہیں چلنے دے سکتا۔ لیکن، تایا، تمہیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں اپنی موجودہ زندگی کو بالکل چھوڑ دینا ہوگا۔ کیا تم یہ چاہتی ہو اور کیا تم میں یہ کرنے کی طاقت ہے؟،،

تایا نے اسے دیکھا۔

''میں چاہتی تو ہوں،، اس نے نرمی سے کہا۔ ''لیکن جہاں تک طاقت کا سوال ہے میں کچھ کہہ نہیں سکتی۔،،

پاویل اسکے تذبذب کو بخوبی سمجھ رہا تھا۔

سے نہ مل سکے گا۔ اس ٹھہرے ہوئے گندے پانی کو چھیڑنے کی بجائے کیا یہ بہتر نہیں تھا کہ وہ حالات کو انکی روش پر چھوڑ دے؟ لیکن اس بوڑھے کی نفرت انگیز صورت اسے چین نہ لینے دیتی تھی۔ پاویل کے ذہن میں کئی ترکیبیں آئیں لیکن مزید غور کرنے پر اس نے ان سب کو ناقابل عمل پاکر رد کر دیا۔

دوسرے دن اتوار تھا اور جب پاویل شہر سے گھوم کر لوٹا تو اس نے تایا کو گھر پر اکیلے پایا۔ باقی لوگ اپنے رشتہ داروں سے ملنے گئے ہوئے تھے۔ پاویل اسکے کمرے میں گیا اور تھکے ہوئے انداز میں کرسی پر دھم سے بیٹھ گیا۔

''آخر تم سیر و تفریح کو کیوں نہیں جاتیں؟،، اس نے تایا سے پوچھا۔

''مجھے کہیں جانا اچھا نہیں لگتا،، اس نے دھیمی آواز میں جواب دیا۔

پاویل کو اپنی رات‌والی ترکیبیں یاد آئیں اور اس نے انہیں تایا کے سامنے رکھنے کا فیصلہ کیا۔

باقی لوگوں کے لوٹنے سے پہلے اپنی بات ختم کر لینے کے خیال سے اس نے جلدی جلدی بولنا شروع کیا اور فوراً مطلب کی بات پر آ گیا۔

''سنو، تایا، ہم دونوں اچھے دوست ہیں۔ پھر ہم دونوں کے درمیان کوئی پردہ حائل کیوں رہے؟ میں جلد ہی یہاں سے چلا جاؤں گا۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ میں تمہارے گھروالوں سے اس وقت ملا جب میں خود مصیبت میں مبتلا ہوں

''نہیں، میں تب بھی نہیں کرونگی۔ شروع شروع میں عشق کرتے وقت تو سبھی نیک ہوتے ہیں۔''

پاویل نے تسلی دینے کے انداز میں اسکے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھا۔

''ٹھیک ہے، تایا۔ تم شوہر کے بغیر بھی اپنی زندگی اچھی طرح کاٹ سکتی ہو۔ لیکن تمہیں ان نوجوانوں کے ساتھ اتنا ظلم تو نہ کرنا چاہئے۔ خیریت ہے کہ تم کو یہ خیال نہیں ہوا کہ میں تم سے عشق کر رہا ہوں ورنہ بڑی مصیبت ہو جاتی''، اور یہ کہکر اس نے نہایت برادرانہ انداز میں اسکا بازو تھپتھپا دیا۔

''تمہارے جیسے لوگ تو دوسری ہی قسم کی لڑکیوں سے شادی کرتے ہیں''، اس نے دبی زبان سے کہا۔

کچھ دن بعد پاویل خارکوف چلا گیا۔ تایا، لولا، البینا اور اسکی بہن روزا اسے چھوڑنے اسٹیشن تک آئے۔ البینا نے اس سے وعدہ لے لیا کہ وہ اسکی بیٹیوں کو نہیں بھولےگا اور انکی دشواریوں کا کوئی حل نکالنے میں انکی مدد کریگا۔ انہوں نے اسے کسی قریبی عزیز کی طرح رخصت کیا اور چلتے وقت تایا کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ اپنے ڈبے کی کھڑکی سے پاویل لولا کے سفید رومال اور تایا کے دھاری‌دار بلاؤز کو رفتہ رفتہ اوجھل ہوتے دیکھتا رہا یہاں تک کہ وہ بالکل ہی نظر سے غائب ہو گئے۔

خارکوف پہنچ کر پاویل سیدھا اپنے دوست

''فکر نہ کرو، تایا! اگر آدمی میں ارادہ ہو تو سب ٹھیک ہو جاتا ہے۔ اچھا یہ تو بتاؤ، کیا تمہیں اپنے گھروالوں سے بہت لگاؤ ہے؟''

تایا اس سوال کےلئے تیار نہ تھی اور وہ ایک لمحے کےلئے جھجکتی رہی۔

''مجھے ماں پر بڑا ترس آتا ہے'' اس نے آخرکار کہا۔ ''بابا نے انکی زندگی اجیرن کر دی ہے اور اب جارج انکی جان کے پیچھے پڑا ہے۔ ان کی وجہ سے مجھے بڑا افسوس ہوتا ہے حالانکہ انہوں نے مجھے کبھی اتنا پیار نہیں کیا جتنا وہ جارج سے کرتی ہیں...''

وہ دونوں بڑی دیر تک دل کھول کر باتیں کرتے رہے۔ گھر کے باقی لوگوں کے واپس آنے سے تھوڑی ہی دیر قبل پاویل نے مذاق میں کہا:

''بڑے تعجب کی بات ہے کہ تمہارے باپ نے ابھی تک تمہاری کہیں شادی کیوں نہیں کرا دی۔''

تایا نے اس بات کے خیال سے ہی خائف ہوکر کانوں پر ہاتھ دھرے۔

''نہیں نہیں۔ میں شادی وادی نہیں کرونگی۔ میں دیکھ چکی ہوں کہ لولا کا کیا حال ہوا۔ میں کسی بھی حالت میں شادی نہیں کرونگی۔''

پاویل ہنسنے لگا۔

''تو تم نے تمام عمر کےلئے یہ فیصلہ کر لیا ہے؟ لیکن فرض کرو کہ کوئی نیک، خوبصورت نوجوان تمہیں مل جائے تو؟''

سکرٹریٹ کے اسپیشل ڈیپارٹمنٹ میں کام کرنے لگا۔ اسے یقین تھا کہ ایک بار جہاں اس نے کام کرنا شروع کیا اسکی کھوئی ہوئی طاقت واپس آ جائیگی۔ لیکن جلد ہی اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ وہ آٹھ گھنٹے تک متواتر اپنی میز پر بیٹھا کام کرتا رہتا تھا۔ بیچ میں وہ کھانا کھانے کےلئے بھی نہیں جاتا تھا محض اسلئے کہ درجن سیڑھیاں پار کرکے نیچے کھانے کے کمرے میں جانا اسکے بس کی بات نہیں تھی۔ اکثر اسکا ہاتھ یا پاؤں بالکل سن پڑ جاتا تھا اور کبھی کبھی تو چند لمحوں کےلئے اسکا پورا جسم مفلوج ہو جاتا تھا، تقریباً ہمیشہ ہی اس پر بخار کی سی کیفیت طاری رہتی تھی۔ اور اکثر صبح کے وقت اسکے جسم میں بستر سے اٹھنے کی بھی طاقت نہیں رہ جاتی تھی اور جب اس دورے کا اثر کم ہوتا تھا تب وہ بہت دکھ اور مایوسی کے ساتھ یہ محسوس کرتا تھا کہ اسے کام پر پہنچنے میں پورے ایک گھنٹے کی دیر ہو جائےگی۔ آخرکار وہ دن بھی آیا کہ اسے کام پر دیر سے آنے کےلئے باضابطہ طور پر ٹوکا گیا اور وہ سمجھ گیا کہ یہ اس چیز کی ابتدا ہے جس سے وہ اپنی زندگی میں سب سے زیادہ ڈرتا تھا — وہ رفتہ رفتہ لڑنےوالوں کی صف میں سے باہر چلا جا رہا تھا۔

آکم نے اسے دوسرے کاموں پر لگاکر دوبار اسکی مدد کی لیکن ہونی ہوکر رہی۔ کام شروع کرنے کے مہینہ بھر بعد ہی پاویل پھر بستر سے لگ

پیتیا نوویکوف کے گھر گیا کیونکہ وہ دورا کو تکلیف دینا نہیں چاهتا تھا۔ سفر کی تکان دور هوتے هی وہ سرکزی کمیٹی کے دفتر گیا اور وهاں آکم کا انتظار کرنے لگا۔ اور آخرکار جب وہ دونوں اکیلے میں ملے تو اس نے مطالبہ کیا کہ اسے فوراً کام پر بھیج دیا جائے۔ آکم نے انکار میں اپنا سر هلایا۔

''یہ نہیں هو سکتا، پاویل! هم لوگوں کو سرکزی کمیٹی کے ڈاکٹری کمیشن کی طرف سے فیصلے کی شکل میں یہ هدایت دی گئی هے کہ تمہاری صحت کی نازک حالت کو دیکھتے هوئے تمہیں علاج کےلئے نیوروپیتھالوجکل انسٹی‌ٹیوٹ بھیج دیا جائے اور کام کرنے کی قطعی اجازت نہ دی جائے۔''

''آکم، مجھے اسکی قطعی پرواہ نہیں هے کہ وہ لوگ کیا کہتے هیں! میں تو تم سے درخواست کر رها هوں — مجھے کام کرنے کا موقع تو دو! هر وقت ایک هسپتال سے دوسرے هسپتال کا چکر لگانے سے مجھے کوئی فائدہ نہیں هوگا۔''

آکم نے انکار کرنے کی بہت کوشش کی۔

''هم لوگ فیصلے کے خلاف کیسے جا سکتے هیں۔ پاویل، تم آخر اتنی سیدھی سی بات کیوں نہیں سمجھتے کہ یہ سب تمہارے هی بھلے کےلئے کیا جا رها هے؟'' اس نے پاویل کو قائل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن پاویل نے اتنے زوردار ڈھنگ سے اپنی پیروی کی کہ آکم کو آخرکار راضی هونا هی پڑا۔

دوسرے هی دن سے پاویل سرکزی کمیٹی کی

حالت میں کر سکوں۔ میں گھر پر کام کر سکتا ہوں یا پھر مجھے دفتر میں رہنے کی اجازت دی جائے۔ بس اتنا خیال رکھنا کہ مجھے کوئی قلم گھسنے کا کام نہ دینا مثلاً باھر بھیجے جانے والے خطوں پر نمبر ڈالنا وغیرہ۔ مجھے کوئی ایسا کام ملنا چاھئے جس میں مجھے یہ تسکین حاصل ہو سکے کہ میں ابھی تک مفید ہوں۔،،

پاویل کی آواز مسلسل اونچی ہوتی جا رہی تھی اور شدت جذبات کی وجہ سے اس میں ارتعاش پیدا ہو گیا تھا۔

آکم کو پاویل پر بڑا ترس آ رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس جوشیلے نوجوان کے لئے، جس نے اپنی مختصر سی عمر پارٹی کی خدمت میں صرف کر دی ہو، اس خیال سے سمجھوتا کرنا کتنا بڑا المیہ تھا کہ وہ جدوجہد سے بالکل الگ ہو کر مورچے کے پیچھے بہت دور جا کر خالی بیٹھنے پر مجبور ہے۔ اس نے عہد کیا کہ وہ اسکی مدد کرنے کی ہر ممکن کوشش کریگا۔

’’اچھا پاویل، اطمینان رکھو۔ کل سکرٹریٹ کی میٹنگ میں میں ساتھیوں کے سامنے تمہارا مسئلہ اٹھاؤں گا۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی طرف سے میں کوئی کوشش اٹھا نہ رکھوں گا۔،،

پاویل بڑی دقت سے اٹھا اور اس نے آکم کا ہاتھ تھام لیا۔

’’آکم، کیا تم سچ مچ سمجھتے ہو کہ زندگی مجھے ایک کونے میں دھکیل کر کچل سکتی ہے؟

گیا۔ اس وقت اسے باژانووا کے رخصتی الفاظ یاد آئے۔ اس نے اسے خط لکھا اور وہ اسی دن اس سے ملنے آئی اور اسکی تسلی کےلئے وهی بات کہی جو وہ سننا چاهتا تها کہ اسے فوراً هسپتال میں داخل ہونے کی کوئی ضرورت نہیں هے۔

''اچها تو تمہارا مطلب هے کہ میری حالت اتنی بہتر هے کہ مجهے علاج کی کوئی ضرورت نہیں هے، کیوں؟،، اس نے مذاق میں کہا لیکن باژانووا پر اسکا کوئی اثر نہیں هوا۔

جسم میں تهوڑی سی طاقت آتے هی وہ پهر مرکزی کمیٹی کے دفتر پہنچا۔ لیکن اس بار آکم ٹس سے مس نہ هوا۔ وہ پاویل کو هسپتال بهیجنے پر مصر تها۔

''میں کہیں نہیں جاؤنگا،، پاویل نے تهکے هوئے لہجے میں کہا۔ ''یہ سب فضول هے۔ اور یہ بات میں بالکل مستند طور پر کہہ سکتا هوں۔ اب میرے لئے صرف ایک هی راستہ رہ گیا هے کہ میں پنشن لیکر آرام کروں۔ لیکن میں یہ کبهی نہیں کرونگا۔ تم مجهے کام چهوڑنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ میں ابهی چوبیس برس کا هوں اور میں محنت کے ناقابل اپاهج کی زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ میں ایک هسپتال سے دوسرے هسپتال کا چکر کب تک لگاتا رهونگا جبکہ میں اچهی طرح جانتا هوں کہ اس سے مجهے کوئی فائدہ هونےوالا نہیں هے۔ تمہیں مجهے کوئی نہ کوئی کام تو دینا هی پڑیگا، کوئی ایسا کام جو میں اپنی موجودہ

"نہیں۔"

"خیر۔ کچھ لوگ اسکے بغیر بھی اچھے جرنلسٹ بن گئے ھیں۔ کامریڈ آکم نے ھمیں تمہارے بارے میں بتایا ھے۔ ھم لوگ تمہیں گھر پر کرنے کےلئے کام دے سکتے ھیں اور عام طور پر ھم تمہیں تمام سہولتیں بھی دینے کو تیار ھیں۔ لیکن اس قسم کے کام کےلئے کافی علم کی ضرورت ھوتی ھے۔ خاص طور پر ادب اور زبان کی۔"

ان تمام باتوں سے پاویل کو اندیشہ ھو چلا کہ اسے یہاں بھی مایوسی ھوگی۔ آدھے گھنٹے کی اس ملاقات کے بعد وہ سمجھ گیا کہ اسکا علم ناکافی تھا اور جو مضمون اس نے نمونے کے طور پر پیش کیا تھا وہ اسے واپس کر دیا گیا۔ اس میں تقریباً تین درجن عبارت اور ھجے کی غلطیوں پر سرخ پنسل کے نشان لگے ھوئے تھے۔

"کامریڈ کورچاگن، تم میں کافی صلاحیت ھے"، ایڈیٹر نے کہا۔ "اور تھوڑی سی محنت کرکے تم کافی اچھا لکھنا سیکھ سکتے ھو۔ لیکن ابھی تو تمہاری قواعد میں خامیاں ھیں۔ تمہارے مضمون سے معلوم ھوتا ھے کہ تمہیں روسی زبان کافی اچھی طرح نہیں آتی ھے۔ اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ھے کیونکہ تمہیں پڑھنے کا موقع ھی کہاں ملا۔ ھمیں بڑا افسوس ھے کہ ھم لوگ تمہیں کوئی کام نہیں دے سکتے لیکن جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکی ھوں تم میں صلاحیت ضرور ھے۔ اگر تمہارے مضمون کا مواد بدلے بغیر

جب تک میرے سینے میں دل دھڑکتا ہے،، اور یہ کہہ کر اس نے آکم کا ہاتھ اپنے سینے پر رکھا تاکہ وہ اس کے دل کی مدھم دھڑکن محسوس کرسکے ''جب تک یہ دھڑکتا رہیگا مجھے کوئی بھی پارٹی سے الگ نہیں کر سکتا۔ صرف موت ہی مجھے لڑنےوالوں کی صف سے ہٹا سکتی ہے۔ میرے دوست، اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنے کی کوشش کرنا۔،،

آکم نے کچھ بھی نہ کہا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ کھوکھلی لفاظی نہیں تھی۔ یہ ایک ایسے سپاہی کی پکار تھی جو لڑائی میں بری طرح زخمی ہو گیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ کورچاگن جیسے لوگ اس کے علاوہ اور کسی طرح نہیں سوچ سکتے اور نہ اس سے مختلف بات کہہ سکتے ہیں۔

دو دن بعد پاویل کو آکم نے یہ اطلاع دی کہ اسے ایک بڑے اخبار کے عملے میں ایک اہم کام کرنے کا موقع دیا جائیگا بشرطیکہ اسے ادبی کام کے قابل پایا گیا۔ اخبار کے دفتر میں پاویل کا بڑے تپاک سے استقبال کیا گیا اور ایک اسسٹنٹ ایڈیٹر نے، جو پارٹی کی بہت پرانی کارکن اور یوکرین کی مرکزی کنٹرول کمیٹی کی مجلس صدارت کی ممبر تھیں، اس سے سوال جواب کئے۔

''کامریڈ، تم نے کہاں تک تعلیم پائی ہے؟،، انہوں نے پوچھا۔

''تین سال پرائمری اسکول میں پڑھا ہوں۔،،

''پارٹی کے کسی سیاسی اسکول میں کبھی تعلیم پائی ہے؟،،

کرنے کا کوئی سوال ھی نہیں تھا۔ وہ اب زیادہ‌تر بستر سے ھی لگا رھتا تھا۔ مرکزی کمیٹی نے اسے کام سے چھٹی دلادی اور پنشن مقرر کردی۔ کچھ دن بعد پنشن آئی اور اسکے ساتھ ھی یہ سند بھی کہ اسکی علالت اور معذوری کی وجہ سے اسے کام سے چھٹی دے دی گئی ھے۔ مرکزی کمیٹی نے اسے کچھ پیسہ دے دیا اور کاغذات اسکے حوالے کر دئے جن سے اسے حق مل گیا کہ وہ جہاں چاھے جا سکتا تھا۔

اسے مارتا کا ایک خط ملا جس میں اس نے ماسکو آنے اور اس کے ھاں رہ‌کر کچھ دن آرام کرنے کی دعوت دی تھی۔ پاویل یوں بھی ماسکو جانا چاھتا تھا کیونکہ اسے ابھی تک ایک موھوم سی امید باقی تھی کہ کل یونین مرکزی کمیٹی کوئی ایسا کام ضرور دلا دیگی جس میں اسے زیادہ بھاگنا دوڑنا نہ پڑے۔ لیکن ماسکو میں بھی اسے علاج کرانے ھی کا مشورہ دیا گیا اور کسی اچھے ھسپتال میں اسکے رھنے کا انتظام کر دینے کا وعدہ بھی کیا گیا۔ لیکن اس نے انکار کر دیا۔

مارتا اپنی ایک دوست نادیا پیٹرسن کے ساتھ رھتی تھی۔ اسکے ھاں پاویل کے انیس دن دیکھتے دیکھتے گذر گئے۔ پاویل کو زیادہ وقت اکیلے ھی گذارنا پڑتا تھا کیونکہ وہ دونوں نوجوان عورتیں تو صبح ھی کام پر چلی جاتی تھیں اور شام تک لوٹ کر نہیں آتی تھیں۔ مارتا کے پاس ایک اچھی خاصی لائبریری تھی۔ پاویل اسی میں سے کتابیں

اسکی عبارت درست کردی جائے تو وہ بہت عمدہ ہو سکتا ہے۔ لیکن ہمارے ہاں پہلے ہی ایسے لوگوں کی کمی ہے جو دوسروں کے مضامین درست کر سکیں۔،،

کورچاگن اپنی چھڑی کا سہارا لیکر اٹھا۔ اسکی داھنی پلک پھڑک رہی تھی۔

''ھاں، میں آپکی دشواری سمجھتا ھوں۔ میں اب جرنلسٹ کیا بنوںگا؟ ایک زمانے میں بھٹی میں کوئلہ جھونکنے کا کام میں بہت اچھا کر لیتا تھا اور بجلی کا مستری بھی میں برا نہیں تھا۔ گھوڑے کی سواری اچھی کر لیتا تھا اور کمسومول کے نوجوانوں کو جوش دلانے میں بھی ھوشیار تھا۔ لیکن میں خود سمجھتا ھوں کہ آپکے مورچے پر میں بالکل ھی بیکار ثابت ھونگا۔،،

وہ ھاتھ ملا کر چلا گیا۔

برآمدے کے موڑ پر وہ لڑکھڑا گیا اور اگر ادھر سے گذرتی ھوئی ایک عورت نے اسے روک نہ لیا ھوتا تو وہ گر پڑتا۔

''کیا بات ہے، کامریڈ؟ آپ تو بیمار معلوم ھوتے ھیں!،،

پاویل کو چند سکنڈ بعد ھوش آیا۔ اس نے آھستہ سے اس عورت کو ایک طرف ھٹا دیا اور چھڑی پر پورے بدن کا بوجھ ڈالے ھوئے آگے چل دیا۔

اس دن سے پاویل کو محسوس ھونے لگا کہ اسکی زندگی تنزل کی طرف مائل ھو گئی ہے۔ اب کام

سے اسکی حفاظت کرتی تھی۔ اس تمام منظر سے اوپر کی طرف شہر کے سرےوالے چھوٹے چھوٹے سفید بنگلے تھے جو پہاڑ کی ڈھال پر جابجا بکھرے ہوئے تھے۔ پہاڑ کا سلسلہ سمندر کے قریب پہنچ کر یک بیک ختم ہو جاتا تھا۔

شہر کے باہر اس پرانے پارک میں مکمل خاموشی تھی۔ میپل کی زرد پتیاں ہولے ہولے پارک کے ان راستوں پر گر رہی تھیں جن پر گھاس اگی ہوئی تھی۔

وہ بوڑھا ایرانی گھوڑے گاڑیوالا جو پاویل کو شہر سے یہاں تک لایا تھا اپنی اس عجیب سی سواری کے اترتے وقت یہ سوال پوچھے بغیر نہ رہ سکا:

''دوسری دلچسپ سیرگاہوں کو چھوڑکر آپ یہیں کیوں آئے؟ یہاں نہ تو نوجوان خواتین آتی ہیں نہ تفریح کا کوئی سامان ہے۔ یہاں تو بس گیڈر ہی نظر آتے ہیں... آپ یہاں کیا کرینگے۔ چلئے جناب، میں آپکو شہر واپس پہنچا دوں۔،،

پاویل نے اسے پیسے دئے اور بوڑھا چپ چاپ گاڑی بڑھا کر چلا گیا۔

وہ پارک سچ سچ ہی بالکل اجاڑ تھا۔ پاویل نے چٹان پر ایک بینچ پڑی دیکھی جہاں سے سمندر کا منظر بہت صاف نظر آتا تھا۔ وہ موسم خزاں کے سورج کی طرف جس میں اب زیادہ تمازت نہیں رہ گئی تھی، منھ اٹھا کر بیٹھ گیا۔

وہ اس پرسکون مقام پر اس مسئلے پر غور

نکال نکال کر پڑھتا تھا۔ شام کا وقت ان لڑکیوں اور انکی سہیلیوں کے ساتھ ھنسی خوشی کٹ جاتا تھا۔

اسکے پاس کیوتسام کی بیوی اور بیٹیوں کے بھی کئی خط آ چکے تھے جن میں اسے بار بار آنے کی دعوت دی گئی تھی۔ ان لوگوں کی زندگی ناقابل برداشت ھوتی جا رھی تھی اور ان لوگوں کو اسکی مدد کی ضرورت تھی۔

اور ایک دن صبح کورچاگن گسیاتنکوف اسٹریٹ کے اس چھوٹے سے پرسکون فلیٹ کو چھوڑ کر چل دیا۔ ریل اسے بڑی تیزی سے جنوب کی سمت، سمندر کی طرف لئے جا رھی تھی ــ خزاں کی بارش اور رطوبت سے بہت دور جنوبی کرائمیا کے معتدل ساحل کی طرف۔ وہ کھڑکی کے قریب بیٹھا ھوا تار کے کھمبوں کو تیزی سے پیچھے بھاگتے ھوئے دیکھ رھا تھا۔ اسکی تیوریوں پر بل تھے اور اسکی کالی آنکھوں میں عزم مصمم کی چمک تھی۔

# آٹھواں باب

نیچے بےترتیب نکیلی چٹانوں پر سمندر کی موجیں سر مار رھی تھیں۔ دور ترکی کی سمت سے آنےوالے گرم اور خشک ھوا کے جھونکے اسکے چہرے پر پنکھا جھل رھے تھے۔ بندرگاہ ایک ٹیڑھے میڑھے قوس کی شکل میں ساحل سے آگے کی طرف کو نکلا ھوا تھا اور کنکریٹ کی بنی ھوئی گودی سمندر

لیکن باھر صحن میں وہ حتی الامکان زیادہ سے زیادہ شور مچاتا تھا تاکہ یہ ظاھر ھو کہ ابھی تک وھی اس مکان کا مالک ھے۔

کوآپریٹو کی دکان میں کام شروع کرنے سے پہلے بوڑھا کیوتسام جوتے بنا کر اور بڑھئی کا کام کرکے اپنی روزی کماتا تھا۔ اس نے مکان کے پیچھے والے سائبان میں ایک چھوٹی ورکشاپ بھی قائم کر رکھی تھی۔ اب محض اپنے کرایہ‌دار کو پریشان کرنے کے‌لئے اسنے اپنی کام کرنے کی میز سائبان سے نکال کر صحن میں پاویل کی کھڑکی کے عین نیچے لگا لی اور گھنٹوں وھاں ھتھوڑی سے کھٹ کھٹ کرنا شروع کر دیا۔ یہ جان کر اسے ایک خاص قسم کی کمینہ پن کی تسکین ھوتی تھی کہ وہ کورچاگن کی پڑھائی میں خلل‌انداز ھو رھا ھے۔

وہ زیرلب اپنے آپ سے کہتا: ''ٹھہرو، بچو! میں تمہیں یہاں سے نکال کر ھی دم لونگا...''

دور، بالکل افق پر ایک اسٹیمر پانی کے اوپر دھوئیں کی سیاہ مختصر سی لیک اپنے پیچھے چھوڑتا ھوا چلا جا رھا تھا۔ مرغابیوں کا ایک غول تیز چیخوں کے ساتھ سمندر پر جھپٹا۔

پاویل ھاتھ پر اپنی ٹھوڑی ٹکائے خیالات میں گم بیٹھا تھا۔ اس کی نظروں کے سامنے اسکی بچپن سے لیکر اب تک کی زندگی کے مناظر بڑی تیزی سے گذر رھے تھے۔ اس نے اپنی زندگی کے یہ چوبیس سال کس طرح گذارے تھے؟ بامصرف یا بے‌مصرف؟

کرنے آیا تھا کہ اسکی زندگی کا دھارا کس سمت جا رہا تھا اور آگے چل کر اسے کیا کرنا چاہئے۔ اب وقت آ گیا تھا کہ وہ صورت حال کا جائزہ لیکر کوئی فیصلہ کرلے۔

کیوتسام کے گھر جب وہ دوسری بار گیا تو انکا خاندانی جھگڑا اپنی پوری شدت اور عروج کو پہنچ گیا۔ بوڑھے کو جب اسکے آنے کی خبر ملی تو وہ چراغ پا ھو گیا اور اس نے بہت واویلا مچایا۔ ظاھر ھے کورچاگن کو مقابلے کےلئے پیش پیش رھنا پڑا۔ بوڑھے کو اپنی بیوی اور بیٹیوں سے اسکی توقع نہیں تھی لیکن انھوں نے بھی اسکی زبردست مخالفت کی اور جس دن سے پاویل وھاں آیا وہ گھر دو جنگجو خیموں میں بٹ گیا۔ مکان کے جس حصے میں والدین رھتے تھے اسکے دروازے میں تالا ٹھونک دیا گیا اور کونےوالا ایک چھوٹا سا کمرہ کورچاگن کو کرایے پر دے دیا گیا۔ پاویل نے کرایہ پیشگی ادا کر دیا اور اس بات سے بوڑھے کا غصہ کچھ حد تک ٹھنڈا پڑ گیا۔ اب چونکہ اس کی بیٹیاں اس سے الگ ھو گئی تھیں اسلئے انکی کفالت کی ذمہ‌داری اس پر عاید نہیں ھوتی تھی۔

البینا کسی مصلحت کے تحت اپنے شوھر کے پاس رھی۔ جہاں تک بوڑھے کا تعلق تھا وہ مکان کے اپنی ھی طرف‌والے حصے میں رھتا تھا اور جہاں تک ممکن ھوتا تھا اس شخص سے ملنے سے پرھیز کرتا تھا جس سے اسے شدید نفرت ھو گئی تھی۔

نے اپنے قدم نہیں روکے تھے۔ ہر عظیم مقصد کےلئے جدوجہد کے دوران میں یہی ھوتا ھے اور یہی ھونا بھی چاھئے۔ بےشک اس نے لنگڑے مشین گن چلانےوالوں کو مشین گنوں کی گاڑیوں پر بیٹھ کر جنگ کے میدان میں جاتے دیکھا تھا۔ ان لوگوں نے دشمن کی صفوں کے دل دھلا دئے تھے اور ان کی مشین گنوں نے دشمن کیلئے موت اور تباھی کی بارش کردی تھی اور ان کے آھنی عزم اور نہ چوکنےوالے نشانے نے انہیں اپنے دستوں کےلئے باعث فخر بنا دیا تھا۔۔ لیکن ایسے لوگ گنے چنے ھی تھے۔

اب اسے کیا کرنا تھا جب شکست نے اس کو آن دبوچا تھا، اور اسکے لئے محاذ پر واپس جانے کی کوئی امید باقی نہ رہ گئی تھی؟ کیا باژانووا سے اس نے صاف صاف الفاظ میں یہ معلوم نہیں کر لیا تھا کہ مستقبل میں اسکو اس سے بھی زیادہ بھیانک مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑیگا؟ تو پھر کیا کیا جائے؟ یہ پیچیدہ مسئلہ اسکے سامنے ایک مہیب غار کی طرح منھ پھاڑے کھڑا تھا۔

اب جبکہ اسکی سب سے عزیز شے، یعنی لڑنے کی صلاحیت، اس سے چھن گئی تھی تو اب وہ کاھے کی خاطر زندہ رھے؟ آج اور آنےوالے مسرت سے محروم دنوں میں وہ زندہ رھنے کےلئے کیا جواز پیش کریگا؟ وہ اپنے دن کس طرح گذارےگا؟ کیا وہ صرف سانس لینے اور کھانے پینے کےلئے زندہ رھیگا؟ کیا وہ ایک لاچار تماشبین کی طرح اپنے ساتھیوں کو جدوجہد کرتے ھوئے آگے بڑھتے دیکھتا رھیگا؟ کیا

ایک ایک کرکے اس نے اپنی زندگی کے ہر سال کا جائزہ لیا اور ان کے متعلق سنجیدہ اور غیرجانب دارانہ رائے قائم کرنے کی کوشش کی۔ یہ جان کر اسے بڑی تقویت حاصل ہوئی کہ کچھ بھی ہو اس نے اپنی زندگی اتنی بےمصرف نہیں گذاری تھی۔ یقیناً کچھ کم غلطیاں نہیں ہوئیں جو بےوقوفی میں، نوجوانی میں ہوئیں، اور سب سے بڑھ کر تو نادانی کی بنا پر ہوئیں۔ لیکن سب سے اہم چیز یہ ہے کہ طوفانی دنوں میں سوتا نہیں رہا، سوویت اقتدار کے لئے مسلح جنگ میں اپنی جگہ بنائی اور انقلاب کے سرخ پرچم میں اس کے خون کے بھی چند قطروں کا رنگ ہے۔

جب تک اسکے جسم میں طاقت رہی وہ لڑنےوالوں کی صفوں میں رہا اور اب جبکہ وہ جسمانی طور پر معذور اور محاذ جنگ پر لڑنے سے لاچار تھا اس کےلئے عقب کے ہسپتال میں پڑے رہنے کے علاوہ چارہ ھی کیا تھا۔ اسے وہ زمانہ یاد آ رہا تھا جب انہوں نے وارسا پر یلغار کی تھی اور اسے اب تک یاد تھا کہ گھمسان لڑائی کے دوران میں کس طرح ایک سپاھی زخمی ہوکر زمین پر گر پڑا تھا اور اپنے گھوڑے کی ٹاپوں کے نیچے آ گیا تھا۔ اسکے ساتھیوں نے جلدی سے اسکے زخموں پر پٹی باندھ کر اسے ہسپتال لے جانےوالوں کے حوالے کر دیا تھا اور دشمن کے تعاقب میں اپنے گھوڑے سرپٹ بھگاتے ہوئے آگے بڑھ گئے تھے۔ میدان جنگ میں گرنےوالے ایک سپاھی کی خاطر پورے دستہ

27—893

ایک دن میں سترہ بار حملہ کیا تھا اور آخرکار تمام دشواریوں کے باوجود فتح ہماری ہی ہوئی تھی؟ پستول واپس رکھ لو اور اس واقعہ کا کبھی کسی سے ذکر نہ کرنا۔ اس وقت بھی زندہ رہنا سیکھو جب زندگی ناقابل برداشت ہو۔ اسے کارآمد بناؤ۔،،

وہ اٹھ کر سڑک پر چل دیا۔ ادھر سے گذرتے ہوئے ایک پہاڑی سیاح نے اسے اپنی گاڑی میں بٹھا لیا۔ پہنچ کر وہ گاڑی سے اترا اور اس نے ایک اخبار خریدا اور دیمیان بیدنی کلب میں شہر کے پارٹی گروپ کی ایک میٹنگ کا اعلان پڑھا۔ پاویل جب گھر واپس پہنچا تو اس وقت رات کافی بیت چکی تھی۔ اس نے اس میٹنگ میں ایک تقریر بھی کی تھی لیکن اسے اس بات کا گمان بھی نہیں تھا کہ اسکے بعد وہ کبھی کسی بڑے عام جلسے میں تقریر نہیں کر پائیگا۔

جب وہ گھر پہنچا تو تایا اس وقت تک جاگ رہی تھی۔ پاویل کے اتنی دیر تک غائب رہنے کی وجہ سے وہ کافی پریشان تھی۔ اسے بڑی فکر ہو رہی تھی کہ آخر اسے ہوا کیا۔ اس دن صبح اس نے پاویل کی آنکھوں میں جو مایوسی اور سختی دیکھی تھی وہ اسے اب تک یاد تھی۔ یوں عام طور پر تو اسکی آنکھیں بہت پرجوش اور زندگی کی حرارت سے بھری ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ وہ کبھی اپنے بارے میں بات کرنا پسند نہیں

وہ اپنے دستے پر ایک بار بنا رهیگا؟ کیا یه بہتر نہیں هوگا که وہ اپنے اس جسم کو ضائع کردے جس نے اسے دھوکا دیا تھا؟ سینے میں بس ایک گولی کافی هوگی! اور یه ایک بامصرف زندگی کا معقول خاتمه هوگا۔ اپنی اذیت سے نجات حاصل کرنے پر سپاهی کی کون مذمت کر سکتا ہے؟

اس نے اپنی جیب میں رکھے هوئے چپٹے سے براؤننگ پستول کو ٹٹولا۔ اس کی انگلیوں نے پستول کا دسته عادتاً پکڑ لیا اور پھر اس نے رفته رفته وہ هتھیار جیب سے باهر نکالا۔

”کون تصور کر سکتا تھا که تمہارا یه انجام هوگا؟“

پستول کا دهانه خاموش حقارت سے اسے گھور رها تھا۔ پاویل نے پستول اپنے گھٹنے پر رکھ لیا اور بڑی تلخی سے اپنے آپ پر لعنت ملامت کرنے لگا۔

”میرے دوست، یه بہت هی گھٹیا قسم کی اولوالعزمی ہے! گولی تو کوئی بھی احمق اپنے سینے کے پار کر سکتا ہے۔ نجات حاصل کرنے کا یه سب سے آسان طریقه ہے لیکن یه بزدلوں کا طریقه ہے۔ جب بھی زندگی کی مصیبتیں ناقابل برداشت هو جائیں تو گولی مار لینا تو سب سے آسان بات ہے۔ لیکن کیا تم نے کبھی زندگی کی دشواریوں پر قابو پانے کی کوشش کی؟ کیا تمہیں یقین ہے که تم نے اس فولادی شکنجے کو توڑ کر باهر نکل جانے کی هر ممکن تدبیر کرلی ہے؟ کیا تم نووو گرادوالنسکی کی لڑائی بھول گئے جب هم نے

ھی دھیمی آواز میں کہنا شروع کیا۔ کمرے کی مدھم روشنی میں وہ اسکے روبرو اتنا قریب بیٹھا ھوا تھا کہ تایا اسکے سانس کو محسوس کر سکتی تھی۔ ''زندگی میں ایسے عجیب و غریب موڑ آتے ھیں کہ کبھی کبھی تو حیرت ھونے لگتی ھے۔ پچھلے کچھ دنوں سے میں بہت پریشان رھا ھوں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رھا تھا آخر میں کس لئے زندہ رھوں۔ مجھے زندگی اتنی تاریک کبھی نظر نہیں آئی جتنی ادھر پچھلے کچھ دنوں کے عرصے میں۔ لیکن آج میں نے اپنے ذاتی ''پولٹ بیورو،، کی ایک میٹنگ کی اور اس میں ایک بہت اھم فیصلہ کیا۔ میں جو کچھ کہنےوالا ھوں اس پر تعجب نہ کرنا۔،،

اس نے تایا کو بتایا کہ پچھلے کچھ مہینوں میں اسکی زندگی میں کیا کیا واقعات پیش آئے تھے اور ابھی شام کو پارک میں بیٹھے بیٹھے اسکے دماغ میں جو خیالات آئے تھے وہ بھی اس نے کافی حد تک اسے بتا دئے۔

''تو صورت یہ ھے۔ اب میں سب سے اھم بات پر آتا ھوں۔ تمہارے گھر میں ابھی طوفان کی ابتدا ھے۔ ھم لوگ یہاں سے کہیں کھلی فضا میں بھاگ چلیں۔ اس دوزخ سے جتنا دور ممکن ھو ھمیں چلا جانا چاھئے۔ ھمیں زندگی بالکل نئے سرے سے شروع کرنا چاھئے۔ اب میں نے اس جھگڑے میں ھاتھ ڈالا ھے تو اسے ختم کرکے ھی دم لونگا۔ ھماری زندگی، تمہاری بھی اور میری

کرتا تھا لیکن تایا کو ایسا محسوس ہوا کہ وہ کسی شدید ذہنی کشاکش میں مبتلا ہے۔

اسکی ماں کے کمرے میں جس وقت گھڑی نے دو کا گھنٹہ بجایا اسی وقت اس نے باھر کے پھاٹک کی چرچراھٹ سنی اور جلدی سے اپنی جیکٹ پہن کر وہ دروازہ کھولنے کےلئے اٹھی۔ لولا اپنے کمرے میں سو رھی تھی۔ جب تایا ادھر سے گذری تو وہ سوتے میں کچھ بڑبڑائی۔

پاویل جب گیلری میں داخل ھوا تو تایا نے خوشی اور اطمینان کا سانس لیکر چپکے سے اسکے کان میں کہا: ''مجھے تو بڑی فکر ھونے لگی تھی۔،،

''تایا، جب تک میں زندہ ھوں تب تک مجھے کچھ نہیں ھو سکتا،، اس نے بھی چپکے سے جواب دیا۔ ''لولا کیا سو گئی؟ نہ جانے کیوں مجھے نیند نہیں آ رھی ھے۔ مجھے تم سے کچھ بات کہنا ھے۔ آؤ تمہارے کمرے میں چلیں، نہیں تو لولا جاگ جائیگی۔،،

تایا کچھ جھجکی۔ بہت دیر ھو چکی تھی۔ وہ اتنی رات گئے اسے اپنے کمرے میں کیسے آنے دے سکتی تھی؟ بھلا، ماں کیا سوچیگی؟ لیکن اس ڈر سے کہ کہیں وہ برا نہ مان جائے وہ منع بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اسے اپنے کمرے کی طرف لے جاتے ھوئے وہ سوچ رھی تھی کہ اسے ایسی کیا بات کہنا ھوگی۔

''دیکھو تایا، بات یہ ھے،، پاویل نے بہت

میں یاد رکھنا کہ تمہیں کسی بھی طرح اپنے آپ کو میری وجہ سے پابند نہ سمجھنا چاہئیے۔،،

وہ چند لمحوں کےلئے چپ ہو گیا۔ پھر اس نے محبت سے بھرے ہوئے نہایت نرم لہجے میں کہا: ''اور فی‌الحال میں تمہیں اپنی دوستی اور محبت پیش کرتا ہوں۔،،

اس نے مطمئن ہوکر اسکی انگلیاں اپنے ہاتھوں میں لے لیں گویا وہ اپنی رضامندی ظاہر کر چکی ہو۔

''کیا تم وعدہ کرتے ہو کہ تم مجھے کبھی نہیں چھوڑوگے؟،،

''تایا، الفاظ تو کوئی ثبوت نہیں ھیں۔ یہ یقین کرنا تم پر منحصر ھے کہ میرے ایسے لوگ اپنے دوستوں کے ساتھ بےوفائی نہیں کرتے... اور میں بھی یہ امید کرتا ہوں کہ میرے دوست میرے ساتھ بےوفائی نہیں کرینگے،، اس نے بڑی تلخی سے کہا۔

''میں فوراً تو اس سوال کا جواب نہیں دے سکتی۔ یہ سب کچھ بالکل اچانک میرے سامنے آیا ھے،، تایا نے جواب دیا۔

پاویل اٹھ کھڑا ہوا۔

''سو جاؤ، تایا۔ تھوڑی دیر میں صبح ہو جائیگی۔،،

وہ خود اپنے کمرے میں جاکر کپڑے اتارے بغیر ھی بستر پر لیٹ گیا اور تکئے پر سر رکھتے ھی اسے نیند آ گئی۔

پاویل کے کمرے میں کھڑکی کے قریب‌والی میز پر پارٹی کی لائبریری کی کتابوں، اخباروں اور کئی

بھی، اس وقت کافی ناخوشگوار ہے۔ میں نے اس میں کچھ حرارت پھونکنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جانتی ہو میرا کیا مطلب ہے؟ کیا تم میری رفیقۂحیات، میری بیوی بنوگی؟،،

تایا دم سادھے اسکی بات سن رہی تھی۔ اسکے ان آخری الفاظ پر وہ چونک پڑی۔

''میں تم سے ابھی آج رات ھی اسکا جواب نہیں چاھتا،، پاویل کہتا رہا۔ ''تم اس سوال پر اچھی طرح غور کرلو۔ شائد تمہاری سمجھ میں یہ نہیں آ رہا ھوگا کہ عام لوگوں کی طرح پہلے عشق کا اظہار کئے بغیر میں نے یہ بات اس طرح بےدھڑک کیسے کہہ دی۔ لیکن میرے اور تمہارے درمیان اس قسم کی خرافات کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ لو، میں تمہیں اپنا ھاتھ دیتا ھوں، ننھی لڑکی، اگر تم مجھ پر اعتماد کروگی تو میں کبھی مایوس ھونے کا موقع نہیں دونگا۔ ھم دونوں ایک دوسرے کو بہت کچھ دے سکتے ھیں۔ تو میں نے فیصلہ یہ کیا ہے کہ ھمارا معاھدہ اس وقت تک عمل میں رھیگا جب تک تم ایک سچی انسان، ایک سچی بالشویک نہ بن جاؤ۔ اگر اس سلسلے میں میں تمہاری کوئی مدد نہ کر سکا تو میں دو کوڑی کا بھی آدمی نہیں۔ اس وقت تک ھم اپنے اس معاھدے کو نہیں توڑینگے۔ لیکن جب تم سمجھدار ھو جاؤگی تب تمہارے اوپر کوئی پابندی عائد نہیں رہ جائیگی۔ اس عرصے میں کون جانے کیا ھو جائے؟ ممکن ہے میں جسمانی طور پر بالکل ھی شکستہ ھوجاؤں۔ اس حالت

ہوتا ہے کہ گھر کا مالک یہی ہے۔ جب سے یہ آیا ہے لڑکیاں بالکل ہاتھ سے نکل گئی ہیں،، بوڑھا اپنے کمرے میں واپس جاتے ہوئے بڑبڑاتا جاتا۔

آٹھ سال میں یہ پہلا موقع تھا کہ کورچاگن کے پاس وقت کی کوئی کمی نہیں تھی اور اسے کسی کام پر حاضری نہیں دینا پڑتی تھی۔ وہ اپنے وقت کا پورا پورا استعمال کرتا تھا اور اتنے اشتیاق سے پڑھتا تھا جیسے صرف وہی شخص پڑھ سکتا ہے جس نے حال ہی میں علم کی اہمیت جانی ہو۔ وہ دن میں اٹھارہ گھنٹے پڑھتا تھا۔ یہ کہنا تو دشوار تھا کہ اسکی صحت اتنی محنت کب تک برداشت کر سکتی تھی لیکن ایک دن تایا نے یوں ہی ایک ایسی بات کہہ دی جس نے حالات بالکل بدل دئے:

''میں نے تمہارے کمرے کے دروازے کے سامنے سے الماری ہٹا دی ہے۔ اگر کبھی مجھ سے بات کرنے کو جی چاہے تو سیدھے اندر آجایا کرو۔ اب تمہیں لولا کے کمرے سے ہوکر جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔،،

پاویل کے چہرے پر سرخی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ تایا بھی خوش ہوکر مسکرا دی۔ ان کا معاہدہ پکا ہو گیا تھا۔

بوڑھے کو اب کونےوالے کمرے کی کھڑکی کی درز میں سے روشنی نہیں دکھائی دیتی تھی۔ بلکہ تایا کی ماں اب اپنی بیٹی کی آنکھوں میں ایک چمک دیکھنے لگی جو ایک ایسی خوشی کا پتہ دیتی

کاپیوں کا ڈھیر لگا تھا جن میں پاویل نے اپنے نوٹ لکھ رکھے تھے۔ اسکے علاوہ کمرے میں ایک پلنگ، دو کرسیاں اور دیوار پر چین کا ایک بڑا سا نقشہ تھا۔ یہ نقشہ اسکے اور تایا کے کمرے کے درمیان‌والے دروازے پر لگا ھوا تھا اور اس پر سیاہ اور سرخ رنگ کی چھوٹی چھوٹی جھنڈیاں لگی ھوئی تھیں۔ مقامی پارٹی کمیٹی کے ساتھیوں نے پاویل کو کتابیں اور رسالے پہنچاتے رھنے کا وعدہ کیا تھا اور انھوں نے شہر کی سب سے بڑی پبلک لائبریری کے ناظم کو یہ ھدایت دے دینے کا وعدہ بھی کیا تھا کہ وہ اسے اسکی ضرورت کی تمام کتابیں فراھم کر دیا کرے۔ تھوڑے ھی عرصے بعد کتابوں کے بڑے بڑے پارسل آنے لگے۔ لولا کو اس پر بڑی حیرت تھی کہ وہ کس طرح بہت سویرے ھی سے اپنی کتابیں لیکر بیٹھ جاتا تھا اور دن بھر پڑھتا رھتا اور نوٹ بناتا رھتا اور صرف ناشتے اور کھانے کےلئے تھوڑی تھوڑی دیر کو اٹھتا تھا۔ شام کا وقت وہ ان دو لڑکیوں کے ساتھ گذارتا تھا اور دن بھر جو پڑھتا تھا وہ انھیں بتاتا تھا۔

آدھی رات کے بہت بعد تک بھی بوڑھا کیوتسام اس ناخوشگوار مہمان کے کمرے کے دروازے کی درز میں سے روشنی ھوتی دیکھتا۔ وہ دبے پاؤں کھڑکی تک جاتا اور درز میں سے اندر جھانک کر دیکھتا کہ وہ سر جھکائے میز پر بیٹھا ھے۔

''سب شریف آدمی اس وقت سو جاتے ھیں مگر یہ ھے کہ تمام رات روشنی جلائے رکھتا ھے۔ معلوم

تایا کی آنکھوں کی چمک کا سبب سب سے پہلے لولا نے دریافت کیا۔ اور اسی دن سے دونوں بہنوں کے درمیان ایک دیوار حائل ہو گئی اور انکے تعلقات بگڑتے گئے۔ جلد ھی ماں کو بھی پتہ چل گیا۔ پتہ تو خیر کیا چلا کہنا چاھئے کہ وہ تاڑ گئی۔ اور اسے اس بات سے بڑی پریشانی ہوئی۔ اسے کورچاگن سے اسکی توقع نہیں تھی۔

''تایا اس کےلئے مناسب بیوی نہیں ھے،، اس نے لولا سے کہا۔ ''میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ اسکا کیا انجام ھوگا؟،،

اسکے ذھن میں طرح طرح کے پریشان کن اندیشے پیدا ھونے لگے لیکن وہ کورچاگن سے بات کرنے کی ھمت نہیں کر سکتی تھی۔

نوجوان لوگ پاویل سے ملنے آنے لگے اور کبھی کبھی تو اتنے لوگ آجاتے تھے کہ اس چھوٹے سے کمرے میں سب سما بھی نہ سکتے تھے۔ انکی گفتگو کی آواز شہد کی مکھیوں کی بھنبھناھٹ کی طرح بوڑھے کے کانوں تک پہنچتی اور اکثر تو وہ لوگ ساتھ ملکر گانے لگتے:

یہ بپھرا ھوا سا سمندر
گرجتا رھیگا یوں ھی رات دن...

اور پھر پاویل کا محبوب گانا:

غم کے اشکوں میں ڈوبا ھے سارا جہاں...

تھی جسے چھپانا اسکے لئے نا ممکن تھا۔ اسکی آنکھوں کے نیچے سیاھی کے حلقے بےخواب راتوں کا ثبوت دیتے تھے۔ اب اکثر اس چھوٹے سے گھر میں تایا کے گانے یا گٹار بجانے کی آواز سنائی دیتی تھی۔

لیکن ایسا نہیں تھا کہ اسکی اس مسرت میں غم کی آمیزش نہ رہی ہو۔ اسکی بیدارشدہ جوانی ان کے باھمی تعلقات کی خفیہ نوعیت کے خلاف بغاوت کرتی تھی۔ ھر آواز پر اسکا دل کانپ جاتا تھا اور اسے ایسا خیال ھوتا کہ جیسے اس نے اپنی ماں کے قدموں کی آھٹ سنی ھو۔ اگر ان لوگوں نے پوچھا کہ میں اپنے کمرے کے دروازے کی کنڈی رات کے وقت اندر سے کیوں بندکر لیتی ھوں تو کیا ھوگا؟ یہ خیال اس کو اندر ھی اندر کھائے جا رھا تھا۔ پاویل کو اسکے اندیشوں کا کچھ کچھ اندازہ ھونے لگا اسلئے اس نے اسے تسلی دینے کی کوشش کی۔

''تم ڈرتی کس بات سے ھو؟،، وہ بڑی محبت سے اس سے کہتا۔ ''آخر یہاں میرا اور تمہارا راج ھے۔ بےفکر ھوکر سوؤ۔ ھم دونوں کی زندگی میں کوئی دخل‌انداز نہیں ھو سکتا۔،،

وہ مطمئن ھوکر اپنے محبوب کے گلے میں باھیں ڈال‌کر اسکے سینے پر اپنے گال رکھ‌کر سو جاتی، وہ لیکن جاگتا رھتا اور اسکی سانس کا ھم‌آھنگ زیرو بم سنتا رھتا اور بالکل خاموش پڑا رھتا کہ کہیں اسکی نیند میں خلل نہ پڑ جائے۔ اسکے تمام وجود پر اس لڑکی کےلئے محبت کا ایک جذبہ چھا جاتا جس نے اپنی زندگی اسے سونپ دی تھی۔

کو گھر سے نکالنے اور تایا کو اس سے تعلقات ختم کرنے پر راضی کرنے کی خفیہ ترکیبیں کرنے لگا۔

جارج کے آنے کے دو ہفتے بعد لولا کو ایک دوسرے شہر میں کام مل گیا اور وہ اپنی ماں اور بیٹے کو لیکر چلی گئی۔ اسکے کچھ ہی دن بعد پاویل اور تایا وھاں سے بہت دور سمندر کے ساحل پر واقع ایک شہر میں جاکر بس گئے۔

آرتیم کو اپنے بھائی کے خط کبھی کبھی ہی ملتے تھے لیکن ان نادر موقعوں پر جب شہر کی سوویت میں اپنی میز پر وہ اس جانی پہچانی تحریروالا لفافہ دیکھتا تو اپنے عام سکون کے برعکس اس خط کو اضطراب کے ساتھ پڑھتا۔ آج بھی لفافہ کھولتے وقت اس نے بڑی محبت سے سوچا:

''آہ پاویل! کاش تم میرے پاس رہتے۔ برادر، تمھارے مشورے سے مجھے بہت فائدہ پہنچتا...''
وہ خط پڑھنے لگا:

''آرتیم، میں تمھیں اس خط کے ذریعہ بتانا چاہتا ہوں کہ پچھلے کچھ دنوں میں مجھ پر کیا گذری ھے۔ میں یہ باتیں تمھارے سوا اور کسی کو نہیں لکھتا۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ میں تمھیں اپنے ہر راز میں شریک کر سکتا ہوں کیونکہ تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو اور مجھے سمجھ سکتے ہو۔

صحت کے محاذ پر زندگی مجھے بری طرح کچلے

یہ نوجوان مزدوروں کا تعلیمی حلقہ تھا۔ پاویل کے مسلسل اصرار پر کہ اسے پروپگنڈے کا کوئی کام دیا جائے پارٹی کمیٹی نے اسے ان مزدوروں کی تعلیم کا کام سونپا تھا۔ پاویل کے دن اسی طرح گذرتے رہے۔

ایک بار پھر اس نے پتوار مضبوطی سے اپنے ھاتھ میں تھام لئے تھے اور اسکی زندگی کا سفینہ کئی بار نہایت خطرناک انداز میں ڈگمگاکر اب ایک نئے راستے پر آگے بڑھ رھا تھا۔ اس کا پڑھائی اور علم کے ذریعے ایک بار پھر لڑنےوالوں کی صفوں میں واپس پہنچ جانے کا خواب اب شرمندہ تعبیر ھونےوالا تھا۔

لیکن زندگی اسکی راہ میں روڑے ڈالتی ھی رھی۔ وہ ھر رکاوٹ کو بڑی تلخی کے ساتھ دیکھتا تھا کیونکہ ان سے منزل تک پہنچنے کا وقت ٹلتا جاتا تھا۔

ایک دن وہ بدنصیب طالب‌علم جارج ماسکو سے شادی کرکے اپنی بیوی کے ساتھ واپس آیا۔ وہ اپنے خسر کے ساتھ ٹھہرا تھا جو وھیں کا ایک بیرسٹر تھا اور وھاں سے آ کر وہ اپنی ماں سے پیسوں کےلئے بار بار تقاضے کرنے لگا۔

جارج کے آنے سے کیوتسام کے گھر کا جھگڑا اور بھی بڑھ گیا۔ جارج بلاجھجک اپنے باپ کی طرف ھو گیا اور اپنے سسرال‌والوں کی مدد سے، جنکا رجحان سوویت دشمنی کی طرف تھا، وہ کورچاگن

هوگی ۔ اور مجھے اس بات کا یقین ہونا بھی چاہئے ۔ مجھے یہ یقین چھوڑ دینے کا کوئی حق نہیں ہے ۔ دس برس تک پارٹی نے اور کمسومول نے مجھے لڑنا سکھایا ہے اور ہمارے رہنما کے الفاظ جو انہوں نے ہم سب کےلئے کہے تھے میرے اوپر بھی پوری طرح لاگو ہوتے ہیں: ''کوئی قلعہ ایسا نہیں ہے جسے بالشویک سر نہ کر سکتے ہوں ۔''

اب میرا تمام وقت پڑھنے میں صرف ہوتا ہے ۔ کتابیں، کتابیں، بس کتابوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ۔ آرتیم، اس عرصے میں میں نے بہت کچھ کر لیا ہے .. میں تمام کلاسیکی ادب کا مطالعہ کر چکا ہوں اور خط و کتابت کے ذریعہ کمیونسٹ یونیورسٹی کا پہلے سال کا استحان بھی پاس کر چکا ہوں ۔ شام کے وقت میں کمیونسٹ نوجوانوں کا اسٹڈی سرکل لیتا ہوں ۔ انہیں نوجوان ساتھیوں کے ذریعہ پارٹی تنظیم کی عملی سرگرمیوں سے میں اپنا تعلق قایم رکھتا ہوں ۔ اور پھر تایا ہے جسکی سیاسی تعلیم اور عام معلومات بڑھانے کی میں پوری کوشش کر رہا ہوں ۔ اور اسکے علاوہ میری زندگی میں میری پیاری بیوی کی محبت اور اسکا پیار ہے ۔ تایا اور میں بہترین دوست ہیں ۔ ہماری گرہستی بہت سیدھی سادی ہے ۔ مجھے بتیس روبل پنشن ملتی ہے ۔ اسکے علاوہ تایا بھی کچھ کما لیتی ہے ۔ ہم دونوں کا کام بڑی اچھی طرح چل جاتا ہے ۔ تایا بھی وہی راہ طے کر رہی ہے جس پر چل کر میں پارٹی میں آیا تھا ۔ کچھ عرصے تک وہ ایک جگہ گھر کا کام کاج کرتی تھی اور اب وہ

جا رهی هے اور مجھ پر ایک کے بعد دوسری کاری ضرب لگا رهی هے۔ ایک حملے سے اچھا هوکر میں اپنے پاؤں پر کھڑا بھی نہیں هونے پاتا هوں که دوسرا اس سے بھی بےرحم وار مجھے پھر لٹا دیتا هے۔ سب سے تکلیف‌ده بات تو یه هے که مجھ میں بیماری سے لڑنے کی طاقت نہیں رهی۔ پہلے تو میرے بائیں بازو نے حرکت کرنا بند کر دیا اور گویا اتنا کافی نہیں تھا میرے پاؤں نے بھی کام کرنا بند کر دیا هے۔ میں یوں بھی بڑی مشکل سے چل پھر پاتا تھا (وه بھی کمرے کے اندر) لیکن اب تو مجھے پلنگ سے میز تک رینگ‌کر جانے میں بھی دقت هوتی هے۔ اور بہت ممکن هے که میری حالت ابھی اور بھی خراب هو جائے۔ میرے مستقبل میں کیا لکھا هے کوئی نہیں بتا سکتا۔

میں اب گھر سے کبھی نہیں نکلتا اور میری کھڑکی سے سمندر کا صرف ایک چھوٹا سا ٹکڑا دکھائی دیتا هے۔ اس سے زیاده عبرتناک بات اور کیا هو سکتی هے که کسی کا جسم اسکے ساتھ دغا کرے اور اسکا حکم ماننے سے انکار کرے لیکن اسکا دل بالشویک کا دل هو، ایک ایسے بالشویک کا دل جس میں کام کرنے کی لگن هو، جو اس طوفانی سیلاب میں محاذ پر آگے بڑھنےوالے سپاهیوں کے کندھے سے کندھا ملاکر چلنا چاهتا هو؟

مجھے اب بھی یقین هے که میں پھر لڑنےوالوں کی صف میں واپس آجاؤنگا۔ اور جلد هی حمله کرنےوالوں کی سنگینوں میں ایک سنگین میری بھی

زندگی حسب دستور چلتی رهی ۔ تایا کام کرتی تھی اور پاویل اپنی پڑھائی میں لگا رہتا تھا ۔ قبل اسکے کہ وہ تعلیمی حلقوں کا کام دوبارہ شروع کر سکتا اس کے سر پر ایک نئی مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ۔ اسکی دونوں ٹانگیں مفلوج ہو گئیں ۔ اب صرف اسکا داهنا هاتھ اسکے حکم کا پابند رہ گیا تھا ۔ اس نے جھنجھلا کر اپنا هونٹ اتنے زور سے کاٹا کہ خون چھلک آیا اور کئی بار کوشش کرنے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ وہ هل ڈل نہیں سکتا ۔ تایا کو اس بات کی بڑی کوفت تھی کہ وہ اسکی کوئی مدد نہیں کر سکتی لیکن وہ اپنی مایوسی اور تلخی کو بڑی بہادری سے چھپائے رہی ۔ پھر بھی پاویل نے نہایت شرمندگی کے ساتھ مسکراتے هوئے کہا :

''تایا، مجھے اور تمہیں اب الگ ہو جانا چاهئے ۔ همارے معاهدے میں یہ شامل نہیں تھا ۔ ننھی لڑکی، میں آج اس پر اور اچھی طرح غور کر لونگا ۔،،

لیکن تایا نے اسے اور آگے کچھ نہ کہنے دیا ۔ وہ سسک سسک کر رونے لگی یہاں تک کہ اسکی هچکیاں بندھ گئیں اور اس نے اسکے سینے میں اپنا منھ چھپا لیا ۔

جب آرتیم کو اپنے بھائی کی تازہترین مصیبت کا پتہ چلا تو اس نے اپنی ماں کو خط لکھا ۔ ماریا یاکوولیونا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر فوراً اپنے بیٹے کے پاس گئیں ۔ اب وہ تینوں ساتھ رهنے لگے ۔ ۔ ۔ اور اسکی بوڑھی ساس میں شروع هی سے بہت بننے لگی ۔

۔ ۔ ۔

ایک طعام خانے میں برتن دھونے کا کام کرتی ہے (اس شہر میں کوئی صنعت نہیں ہے)۔

کل اس نے بڑے فخر کے ساتھ مجھے اپنا پہلا ڈیلیگیٹ کا کارڈ دکھایا جو اسے عورتوں کے محکمے کی طرف سے دیا گیا تھا۔ اس کے نزدیک یہ محض دفتی کا ایک ٹکڑا نہیں ہے۔ میں اس میں ایک نئی زندگی کی نمو دیکھتا ہوں اور اس نمو میں میں پوری مدد کر رہا ہوں۔ اسکا اگلا قدم یہ ہوگا کہ وہ کسی بڑے کارخانے میں کام کرنے لگے جہاں محنت کشوں کی ایک بڑی جماعت کے درمیان اسے رفتہ رفتہ سیاسی پختگی حاصل ہوگی۔ لیکن یہاں اس کے لئے ایک ہی راستہ ہے اور وہ اس پر چل رہی ہے۔

تایا کی ماں دو بار ہم سے ملنے آچکی ہے۔ غیر شعوری طور پر وہ تایا کو ایک تنگ اور محدود زندگی میں واپس کھینچ لے جانے کی کوشش کر رہی ہے جو حقیقت کو ذاتی انفرادیت پسند نقطۂ نظر سے دیکھنے کی وجہ سے دب کر اور گھٹ کر رہ جاتی ہے۔ میں نے البینا کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ اپنی پرمصائب زندگی کا تاریک سایہ اپنی بیٹی کی راہ عمل پر نہ ڈالے۔ مگر کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ ایک نہ ایک دن ماں اپنی بیٹی کی راہ میں حائل ہونے کی کوشش کریگی اور اس وقت اس سے ٹکر لینا لازمی ہو جائیگا۔

تمہارا بھائی پاویل۔،،

گیا تھا - یہ رکاوٹ بہت ھی خوفناک اور ناقابل عبور معلوم ھوتی تھی - تایا اور پاویل کی ماں پر تو اس کی وجہ سے غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا لیکن اس نے نہایت ٹھنڈے دل سے فیصلہ کیا :

''میں کچھ دن اور انتظار کرکے دیکھوں گا کہ کیا ھوتا ھے - اگر آگے بڑھنے کا کوئی امکان باقی نہ رہ گیا اور اگر اندھے ھو جانے کی وجہ سے لڑنےوالوں کی صفوں میں واپس پہنچنے کی میری تمام کوششوں پر پانی پھر گیا ھے تو میں اس قصہ کو ختم ھی کر دونگا -،،

پاویل نے اپنے دوستوں کو خط لکھے اور انہوں نے جواب میں اسے ھمت رکھ کر جدوجہد جاری رکھنے کےلئے لکھا -

اسکی اسی شدید جدوجہد کے زمانے میں ایک دن تایا بہت خوش خوش گھر آئی اور اس نے اعلان کیا :

''پاویل، میں پارٹی کی امیدوار ممبر ھو گئی -،،

وہ بڑے جوش کے ساتھ ابتدائی تنظیم کی اس میٹنگ کا حال بیان کر رھی تھی جس میں اسکی عرضی منظور کی گئی تھی - پاویل بڑے غور سے سن رھا تھا اور اسے پارٹی میں داخل ھونے کی اپنی ابتدائی منزلیں یاد آرھی تھیں -

''تو کامریڈ کورچاگنا، ھم دونوں اب ایک کمیونسٹ جتھا بن گئے،، پاویل نے اسکا ھاتھ دباتے ھوئے کہا -

دوسرے دن پاویل نے پارٹی کی ضلع کمیٹی کے سکرٹری کو خط لکھ کر درخواست کی کہ

تمام مشکلوں کے باوجود پاویل نے اپنی پڑھائی جاری رکھی۔

جاڑے کے دنوں میں ایک دن شام کو تایا نے آکر اپنی پہلی کامیابی کی خبر سنائی۔ وہ شہر کی سوویت کی ممبر چن لی گئی تھی۔ اسکے بعد سے پاویل کو اس سے ملنے کا بہت کم سوقع ملتا تھا۔ سینی ٹوریم کے باورچی خانے میں دن بھر کام کرنے کے بعد جہاں وہ برتن دھونے کےلئے ملازم تھی وہ سیدھے سوویت کے دفتر چلی جاتی تھی اور رات میں بہت دیر کو تھکی ھوئی لوٹتی تھی لیکن وہ اپنے نئے تجربات کے جوش میں مگن ھوتی تھی۔ تھوڑے ھی دن بعد وہ پارٹی کی ممبری کی امیدواری کےلئے عرضی دینےوالی تھی اور وہ بڑے اشتیاق اور امید کے ساتھ اس دن کےلئے تیاریاں کر رھی تھی جس کی وہ اتنے عرصے سے منتظر تھی۔ اسی عرصے میں مصیبت نے ان پر ایک اور حملہ کیا۔ پاویل کا مسلسل بڑھتا ھوا مرض چپکے چپکے اپنا کام کر رھا تھا۔ پاویل کی داھنی آنکھ میں یک بیک ایک شدید جلن اور درد پیدا ھوا جو بڑی رفتار سے بائیں آنکھ میں بھی پھیل گیا۔ اسکی آنکھوں پر ایک سیاہ پردہ سا چھا گیا اور اسکے آس پاس کی تمام چیزیں اسکی نظروں سے اوجھل ھو گئیں۔ اور اپنی زندگی میں پہلی بار پاویل کو اس بات کا احساس ھوا کہ مکمل طور پر اندھا ھوجانا کتنی خوفناک بات ھے۔

اسکی راہ میں ایک نئی رکاوٹ چپ چاپ آکر کھڑی ھو گئی تھی اور اسکا آگے بڑھنا ناممکن ھو

پاس نوجوانوں کو بھیج دیا کرو، ایسے نوجوانوں کو جنہیں سب سے کم تجربہ ہو۔ گؤں میں وہ لوگ حد سے آگے بڑھ کر بائیں بازو کی گمراھیوں کا شکار ہو رہے ھیں۔ اجتماعی کھیتوں سے انہیں تسکین نہیں ھوتی۔ وہ کمیون سنظم کرنا چاھتے ھیں۔ تم تو کمسومول‌والوں کو جانتے ھو کہ اگر انہیں قابو میں نہ رکھا گیا تو اسکا خطرہ ھے کہ وہ لوگ بھاگ کر باقی فوج سے بہت آگے نکل جائیں۔ میں خود اسی قوم کا تھا۔،،

وولمر اسکی یہ بات سنکر حیران رہ گیا۔

''تمہیں اس بات کی اطلاع کیسے ملی؟ آج ھی تو دیہات سے یہ خبر آئی ھے۔،،

پاویل مسکرا دیا۔

''میری بیوی نے مجھے بتایا۔ شائد آپ اسے جانتے ھوں۔ وہ ابھی کل ھی پارٹی میں بھرتی کی گئی ھے۔،،

''کیا، تمہارا مطلب کورچاگنا سے ھے، وہ جو برتن صاف کرنے کا کام کرتی ھے؟ اچھا، تو وہ ھے تمہاری بیوی! مجھے یہ نہیں معلوم تھا!،، وہ چند لمحوں کےلئے خاموش ھو گیا، پھر اس نے اپنے ماتھے پر اس انداز میں ھاتھ مارا گویا اسے کوئی ترکیب سوجھی ھو۔ ''اچھا، اب میری سمجھ میں آیا کہ تمہارے پاس کسے بھیجا جائے — لیو برسینیف کو۔ تمہارے لئے بہترین ساتھی رھیگا۔ وہ بالکل تمہاری پسند کا آدمی ھے اور تم دونوں کی اچھی نبھ جائیگی۔ بالکل ویسے ھی جیسے دو ''ٹرانسفارمر،، ایک دوسرے

وہ آکر اس سے مل جائے۔ اسی دن شام کو کیچڑ میں ایک لت‌پت موٹر گھر کے باھر آکر رکی اور ایک منٹ بعد ھی وولمر نام کا ایک ادھیڑ عمر کا لاتویائی شخص جسکی پھیلی ھوئی ڈاڑھی اسکے کانوں تک پہنچ رھی تھی، کھڑا پاویل سے ھاتھ ملا رھا تھا۔

"کہو کیا حال چال ھے؟ آخر تمہاری منشا کیا ھے؟ جلدی سے اچھے ھو جاؤ، ھم لوگ تمہیں گاؤں میں کام کرنے کےلئے بھیجنا چاھتے ھیں"، اس نے بہت جی کھول کر ھنستے ھوئے کہا۔

وہ دو گھنٹے تک وھاں بیٹھا رھا۔ اسے ایک کانفرنس میں شریک ھونا تھا جسکا اسے کوئی خیال ھی نہیں رھا۔ وہ کمرے میں ٹہلتا رھا اور پاویل کی پراصرار درخواست سنتا رھا کہ اسے کوئی کام دیا جائے۔

"پڑھنے پڑھانے کی بات چھوڑو"، پاویل کے بول چکنے کے بعد اس نے کہا۔ "تمہیں آرام کی ضرورت ھے۔ ھم لوگوں کو تمہاری آنکھوں کے بارے میں بھی کچھ کرنا چاھئے۔ ممکن ھے اب بھی کچھ کیا جا سکتا ھو۔ ماسکو جاکر کسی بڑے ڈاکٹر سے مشورہ کرنے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ھے؟ سوچ لو..."

لیکن پاویل نے بیچ ھی میں اسکی بات کاٹ دی:

"کامریڈ وولمر، مجھے انسانوں کی ضرورت ھے، زندہ، گوشت پوست کے، انسانوں کی۔ اب سے پہلے مجھے کبھی انکی اتنی ضرورت نہیں تھی جتنی کہ اب ھے۔ میں اس طرح اکیلا نہیں رہ سکتا۔ میرے

کی عدالت کے نائب صدر کی حیثیت سے کام کرتا
رہا۔ لیکن پھر اسکے پھیپھڑوں کی تکلیف نے اسے
بالکل ھی چور کر دیا۔ اسکے سامنے ایک ھی راستہ
تھا کہ یہاں آکر کچھ آرام کرے یا پھر بالکل
ھی امید چھوڑ دے۔ ھم لوگوں کا تو فائدہ ھی ھو
گیا کہ ایسا اچھا ناظررجسٹری ھمیں مل گیا۔ بہت چھوٹا
کام ھے۔ نہ زیادہ محنت ھے نہ ھنگامہ۔ بالکل اسی
کے لائق کام ھے۔ ھاں تو پھر لوگوں نے رفتہ رفتہ
اسے ایک تنظیم کو سیاسی تعلیم دینے کے کام کے لئے
گھیرا۔ اسکے بعد وہ ضلع کمیٹی میں بھی چن لیا
گیا۔ اور پھر قبل اسکے کہ اسے اپنے کام کے بوجھ
کا احساس ھوتا اسے ایک سیاسی اسکول کی ذمہ داری
سونپ دی گئی اور اب اسے کنٹرول کمیشن میں
رکھ دیا گیا ھے۔ تمام پیچیدہ گتھیوں کو سلجھانے
کےلئے جتنے بھی کمیشن مقرر کئے جاتے ھیں ان میں
وہ لازمی طور پر رکھا جاتا ھے۔ ان تمام باتوں
کے علاوہ وہ شکار بھی کھیلنے جاتا ھے، ریڈیو
کا بیحد شوقین ھے اور حالانکہ اس کا صرف ایک ھی
پھیپھڑا کام کرتا ھے لیکن اسے دیکھ کر کوئی اس
بات پر یقین نہیں کر سکتا۔ اس میں کام کرنے کا
حوصلہ بےانتہا ھے۔ اسکی موت یقیناً ضلع کمیٹی اور
عدالت کے راستے ھی میں کہیں ھوگی۔،،

پاویل نے اسکی بات بیچ ھی میں کاٹ دی۔

''آخر آپ لوگ اس پر اتنا کام کیوں لاد
دیتے ھیں؟،، اس نے ترشی سے پوچھا۔ ''یہاں تو اسے
پہلے کے مقابلے میں بھی زیادہ کام کرنا پڑ رہا ھے۔،،

سے سیل کہا جاتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ ایک زمانے میں میں بجلی کا مستری تھا اور یہ تمام بجلی سے متعلق لفظ اسی زمانے سے میری زبان پر چڑھے ہوئے ہیں۔ لیو تمہارے لئے جوڑ جاڑ کر ایک ریڈیو بنا دیگا۔ وہ اس قسم کے کاموں میں بہت ماہر ہے۔ میں تو اکثر کن فون کان پر چڑھائے دو دو بجے رات تک اسکے گھر پر بیٹھا رہتا ہوں۔ میری بیوی کو تو مجھ پر شبہہ ہونے لگا۔ مجھ سے پوچھنے لگی کہ آخر میں اتنی رات گئے تک کہاں غائب رہتا ہوں۔،،

کورچاگن مسکرا دیا۔

''برسینیف کون ہے؟،، اس نے پوچھا۔

وولمر کمرے میں ٹہلنے سے تھک کر بیٹھ گیا۔

''وہ ہمارا ناظررجسٹری ہے حالانکہ بس ایسا ہی وکیل ہے جیسا کہ میں ناچنےوالا ہوں۔ ابھی کچھ عرصے پہلے تک وہ ایک اہم عہدے پر کام کر رہا تھا۔ ۱۹۱۲ء سے انقلابی تحریک میں ہے اور انقلاب کے زمانے سے پارٹی کا ممبر ہے۔ خانہ جنگی کے زمانے میں وہ دوسری گھوڑسوار فوج کی انقلابی عدالت پر تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب قفقاز میں سفیدگاردوں کو چن چن کر ختم کیا جا رہا تھا۔ وہ زارتسن میں بھی تھا اور جنوبی مورچے پر بھی۔ پھر کچھ عرصے تک وہ جمہوریۂ مشرق بعید کی اعلی فوجی عدالت کا جج رہا۔ وہاں اسے بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ آخرکار اسے دق ہو گئی۔ وہ مشرق بعید سے یہاں قفقاز چلا آیا۔ شروع میں تو وہ ایک صوبے کی عدالت کے صدر اور خطے

میرے لئے سب سے بڑے خطروں میں سے ایک ہے۔،،

''ابھی تو یہ کہہ رہا ہے،، وولمر نے اپنے دل میں سوچا ''مگر ذرا اسے اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جانے دو اور پھر کام کے آگے یہ ہر چیز بھول جائیگا۔،، لیکن اس نے کچھ کہا نہیں۔

دوسرے دن شام کو لیو برسینیف آیا۔ وہ آدھی رات تک پاویل کے پاس بیٹھا رہا۔ جب وہ واپس لوٹا تو اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے اسے اپنا کوئی برسوں کا چھوٹا ہوا بھائی مل گیا ہو۔

صبح کچھ لوگ کورچاگن کے مکان کی چھت پر ریڈیو کا ایریل لگاتے ہوئے دیکھے جا سکتے تھے اور لیو مکان کے اندر ریڈیوسیٹ لگانے میں مصروف تھا اور ساتھ ہی وہ پاویل کو اپنی زندگی کے دلچسپ واقعات سنا رہا تھا۔ پاویل اسے دیکھ تو نہ سکتا تھا لیکن تایا کے بیان سے اس نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ سنہرے بالوں اور نیلی آنکھوں‌والا ایک لمبا سا نوجوان تھا اور اسکی حرکات و سکنات میں ایک اضطراری انداز تھا۔ اور پاویل نے پہلی ملاقات کے وقت اسکے بارے میں عین مین یہی قیاس کیا تھا۔

شام ہوتے ہی کمرے کے دھندلکے میں تین ''والو،، چمکنے لگے۔ لیو نے نہایت فاتحانہ انداز میں کن‌فون پاویل کے حوالے کردیا۔ فضا میں کئی آوازیں ایک دوسرے میں خلط ملط ہوکر گونج رہی تھیں۔ بندرگاہ کے ٹرانسمٹر چڑیوں کی طرح چہچہا رہے تھے اور کچھ ہی فاصلے پر سمندر میں جاتے ہوئے ایک جہاز کے وائرلیس سے اشارتی زبان کی

وولمر نے اسکو تمسخرانہ انداز میں دیکھا اور کہا:

''اور اگر میں ایک اسٹڈی سرکل تمہارے سپرد کر دوں اور کچھ اور کام بھی دے دوں تو لیو بھی یقیناً یہی کہیگا: 'آخر تم اس پر اتنا بوجھ کیوں لاد رہے ہو؟' لیکن خود وہ یہی کہتا ہے کہ ہسپتال میں پانچ برس تک بستر پر پڑے رہنے کے مقابلے میں وہ ایک سال تک جٹ کر کام کرنا کہیں بہتر سمجھتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب تک ہم سوشلزم کی تعمیر مکمل نہیں کر لینگے تب تک ہم اپنے ساتھیوں کی ٹھیک سے دیکھ بھال نہیں کر سکتے۔''

''یہ بالکل سچ ہے۔ میں بھی پانچ برس تک پڑے پڑے سڑتے رہنے کے مقابلے میں سال بھر تک سرگرمی سے کام کرنے کو کہیں بہتر سمجھتا ہوں۔ لیکن کبھی کبھی ہم نہایت غیرذمہ داری کے ساتھ اپنی کام کرنے کی قوت ضائع کرتے ہیں۔ مجھے اب اس بات کا پوری طرح احساس ہو گیا ہے کہ یہ بہادری کا ثبوت اتنا نہیں ہے جتنا نااہلیت اور غیرذمہ داری کا ہے۔ اب جاکر مجھے اس بات کا احساس ہونے لگا ہے کہ مجھے اپنی صحت کے بارے میں اتنی احمقانہ غیرذمہ داری برتنے کا کوئی حق نہیں تھا۔ میں اب سمجھتا ہوں کہ اس میں کوئی بہادری نہیں تھی۔ اگر میں اس گمراہ کن جفاکشی میں مبتلا نہ رہتا تو شائد کچھ اور عرصے تک کام کرنے کے لائق رہ سکتا تھا۔ دوسرے الفاظ میں بائیں بازو کی طفلانہ بیماری

کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے اکتاتے نہیں اور دوسرا یہ کہ انہیں جھگڑنے کا وقت نہیں ملتا۔،،

اور وہ اعتراض بھی کیسے کر سکتا تھا؟ اس کے علاوہ اور توقع ھی کیا کی جا سکتی تھی۔ ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ تایا اپنی تمام شامیں اسی کے پاس گذارتی تھی۔ اس وقت انکے تعلقات میں زیادہ حرارت اور محبت تھی۔ لیکن اس وقت وہ صرف اس کی بیوی تھی، محض رفیقۂ حیات تھی۔ اب تو وہ اسکی شاگرد اور پارٹی کامریڈ بھی تھی۔

وہ جانتا تھا کہ تایا میں سیاسی اعتبار سے جتنی پختگی آتی جائیگی اتنا ھی کم وقت وہ اسے دے پائیگی اور اس نے اس ناگزیر حقیقت کے سامنے سر جھکا دیا۔

اسے ایک اسٹڈی گروپ کا کام سونپ دیا گیا اور ایک بار پھر شام کے وقت مکان میں مختلف لوگوں کی آوازوں کی چہل پہل رھنے لگی۔ نوجوانوں کے ساتھ گذاری ھوئی گھڑیوں نے اسکے جسم میں نئی توانائی اور قوت حیات پھونک دی تھی۔

باقی وقت ریڈیو سننے میں صرف ھوتا تھا۔ کھانے کے وقت کن‌فون کو اس سے چھڑانا اسکی ماں کےلئے دشوار ھو جاتا تھا۔

اسکے اندھے ھو جانے کی وجہ سے جو کچھ اس سے چھن گیا تھا وہ ریڈیو نے اسے پھر لوٹا دیا — معلومات حاصل کرنے کے مواقع۔ اور تحصیل علم کے شدید اور تمام رکاوٹوں پر عبور حاصل کرنےوالے جذبے کی بدولت وہ اپنے جسم کا تکلیف‌دہ درد اور اپنی

صوتی لہریں رواں ہو رہی تھیں۔ لیکن آوازوں اور شور کے اس گرداب میں سے جو ایک دوسرے میں خلط ملط ہوکر آپس میں دھکا پیل کر رہی تھیں، ریڈیو کے آواز پکڑنےوالے تار نے ایک پرسکون اور سدھی ہوئی آواز کو پکڑ لیا اور پھر اسے نہ چھوڑا:

''یہ ماسکو ہے...''

اس چھوٹے سے ریڈیوسیٹ نے دنیا کے مختلف حصوں کے ساٹھ ریڈیو اسٹیشن پاویل کی پہنچ کے اندر لا دئے۔ جس زندگی سے وہ کٹ کر بالکل الگ ہو گیا تھا وہ کن فون کے پردوں کے ذریعہ ایک دم سیلاب کی طرح پھوٹ پڑی اور ایک بار پھر وہ زندگی کی نبض کا طاقت‌ور زیر و بم محسوس کرنے لگا۔

پاویل کی آنکھوں میں مسرت کی چمک دیکھ کر تھکا ہوا برسینیف مطمئن ہوکر مسکرایا۔

اس بڑے سے مکان میں مکمل خاموشی تھی۔ تایا سوتے سوتے بےچینی سے کچھ بڑبڑا رہی تھی۔ ان دنوں پاویل کی اپنی بیوی سے بہت کم ملاقات ہوتی تھی۔ وہ تھکی ہوئی اور سردی میں ٹھٹھرتی ہوئی بڑی دیر سے گھر لوٹتی تھی۔ دن بہ دن اسکا زیادہ سے زیادہ وقت اسکے کام میں صرف ہونے لگا اور شائد ہی کبھی ایسا ہوتا ہو کہ اسکی شام خالی ہو۔ اس سلسلے میں پاویل کو برسینیف کی بات یاد آئی:

''اگر کسی بالشویک کی بیوی اسکی پارٹی کامریڈ ہے تو ان دونوں کی ملاقات بہت کم ہوتی ہے۔ لیکن اسکے دو فائدے بھی ہیں: ایک تو یہ

کمسومول کی ایک نئی پود سب سے آگے تھی۔ اور اس جدوجہد کے سورماؤں میں پاویل نے بڑے فخر کے ساتھ اپنے پرانے ساتھی اگنات پانکراتوف کا نام سنا۔

# نواں باب

ماسکو میں پہلے چند دنوں تک وہ لوگ ایک ادارے کے محافظخانے کی عمارت میں رہے جسکا صدر پاویل کو ایک خاص کلینک میں داخل کرانے کی کوشش کر رہا تھا۔

اب پاویل کو اس بات کا احساس ہونے لگا تھا کہ جب اس میں نوجوانی تھی اور جب اسکا جسم تنومند تھا تب بہادری دکھانا کس قدر آسان تھا۔ اب جبکہ زندگی نے اسے اپنے آہنی شکنجے میں جکڑ لیا تھا تو اپنے قدم جمائے رکھنا اسکے لئے عزت کا سوال ہو گیا تھا۔

پاویل کو ماسکو آئے ڈیڑھ سال ہو گیا تھا۔ یہ اٹھارہ مہینے اس نے ناقابل بیان تکلیف میں گذارے تھے۔

آنکھ کے ہسپتال میں پروفیسر آورباخ نے پاویل کو بالکل صاف صاف بتا دیا تھا کہ اسکی بینائی واپس آنے کی کوئی امید نہیں تھی۔ آگے چل کر جب سوزش اور ورم نہیں رہ جائینگے تب شائد پتلیوں کا آپریشن کرنا ممکن ہو۔ تب تک کےلئے سوزش اور

آنکھوں کی سخت جلن اور وہ تمام اذیتیں بھول جاتا تھا جو بےرحم زندگی نے اس پر لاد دی تھیں۔

جب ریڈیو پر سیگنی‌توستروئی سے ان کمسومول‌والوں کے کارناموں کی خبریں آئیں جو اسکے بعد کی نسل کے تھے تو پاویل کا دل خوشی سے بھر گیا۔

وہ بےرحم برفانی طوفانوں اور بھوکے بھیڑیوں کے غول جیسے خطرناک اورال کے پالے کا تصور کرتا۔ اپنے تصور میں وہ گرجتی ہوئی آندھیوں کی آواز سنتا اور زبردست برف باری کے درمیان اسے کارخانے کی دیوھیکل عمارتوں کی چھت پر تیز بتیوں کی روشنیوں میں کمسومول‌والوں کی دوسری پود کا ایک دستہ کام کرتا ہوا نظر آتا جو اس دیوقاست کارخانے کے تعمیر شدہ حصوں کو برف باری کی زد سے بچانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس جدوجہد کے مقابلے میں جنگل میں ریل کی تعمیر کا کام کتنا چھوٹا معلوم ہوتا تھا جس پر کیئف کے کمسومول کی پہلی نسل نے قدرت کی تباہ‌کاریوں کے خلاف لڑتے ہوئے کام کیا تھا۔ ملک بہت ترقی کر گیا تھا اور اس کے ساتھ ملک کے لوگ بھی۔

اور دریائے دنیپر کا تند دھارا فولاد کے بند کو توڑ کر انسانوں اور مشینوں کو بہا لے گیا تھا۔ اور اس بار پھر کمسومول کے نوجوان اس سیلاب کو روکنے کےلئے میدان میں کود پڑے تھے اور دو دن کی شدید جدوجہد کے بعد انہوں نے دریا کے تند دھارے کو قابو میں کر لیا تھا۔ اس عظیم جدوجہد میں

میں شامل ہونے کا پکا ارادہ کر چکا تھا۔ اب وہ جانتا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔

سردیاں ختم ہو گئی تھیں اور بہار اپنے پورے حسن کے ساتھ آ گئی تھی اور گویا کھڑکی کے راستے پاویل کے کمرے میں بھی داخل ہو گئی تھی۔ ایک اور آپریشن سے زندہ بچ نکلنے کے بعد پاویل نے فیصلہ کیا کہ اگرچہ وہ بہت کمزور تھا لیکن ہسپتال میں اور زیادہ دن نہیں رہیگا۔ اتنے مہینوں تک اتنی زیادہ انسانی اذیت و مصیبت کے درمیان رہنا اور روتے ہوئے انسانوں سے گھرا رہنا جنکے زندہ بچنے کی کوئی امید نہیں تھی خود اپنی تکلیف برداشت کرنے کے مقابلے میں کہیں زیادہ دشوار تھا۔

اسلئے جب دوسرے آپریشن کی تجویز پیش کی گئی تو اس نے صاف جواب دے دیا:

''نہیں، بس بہت ہو چکا۔ میں سائنس کی خدمت میں اپنا کافی خون دے چکا ہوں۔ جو تھوڑا بہت بچ رہا ہے اسے میں دوسرے کاموں میں استعمال کرنا چاہتا ہوں۔''

اسی دن پاویل نے سرکزی کمیٹی کو ایک خط لکھا۔ خط میں اس نے لکھا کہ چونکہ ڈاکٹری علاج کی تلاش میں اسکا ادھر ادھر گھومتے رہنا اب قطعی بیکار ہے اسلئے وہ ماسکو ہی میں رہنا چاہتا ہے جہاں اسکی بیوی اب کام کر رہی ہے۔ اپنی زندگی میں پہلی بار وہ پارٹی سے مدد کی درخواست کر رہا تھا۔ اسکی درخواست منظور کرلی گئی اور ماسکو کی سوویت نے اسکے لئے رہنے کی جگہ کا انتظام کردیا۔

ورم کو بڑھنے سے روکنے کےلئے انہوں نے عارضی طور پر ایک آپریشن کرنے کا مشورہ دیا۔

جب پاویل کی اجازت مانگی گئی تو اس نے ڈاکٹروں سے کہہ دیا کہ اس سلسلے میں جو کچھ بھی ضروری ہو وہ کیا جائے۔

آپریشن کی میز پر اسے کئی گھنٹے پڑا رہنا پڑا۔ ڈاکٹر اسکے درقی غدود نکالنے کےلئے اسکے حلق میں نشتر دے رہے تھے۔ اس عرصے میں تین بار اسے ایسا محسوس ہوا گویا موت کے سیاہ شہپروں نے اسے چھو لیاھو۔ لیکن پاویل بڑی مضبوطی سے زندگی سے چمٹا رہا۔ تایا اپنے محبوب کو کئی گھنٹے کی کربناک ذھنی کشمکش کے بعد دیکھتی تو اسے اسکے چہرے پر موت کی سی زردی نظر آتی لیکن وہ اسے زندہ اور ھمیشه کی طرح نرم، پرسکون اور سلیم الطبع پاتی تھی۔

''جان من، فکر نه کرو، مجھے مارنا اتنا آسان نہیں ھے۔ اگر اور کسی وجه سے نہیں تو محض طبیب ایسکولاپیس کے ان عالم فاضل جانشینوں کی معلومات اور اندازوں کو جھٹلانے ھی کےلئے میں زندہ رھونگا اور ھنگامه بپا کرتا رھوں گا۔ وہ لوگ میری صحت کے بارے میں جو کچھ کہتے ھیں وہ بالکل صحیح ھے لیکن جب وہ یه فیصله کر دیتے ھیں که میں کام کے قطعی ناقابل ھو گیا ھوں تو یه انکی بہت بڑی بھول ھے۔ ھم دیکھیں گے که کس کا خیال ٹھیک ھے۔''

پاویل نئی زندگی کی تعمیر کرنےوالوں کی صفوں



پاویل کو ہسپتال چھوڑتے وقت یہ قوی امید تھی کہ اب وہ شائد کبھی وہاں لوٹ کر نہ آئے گا۔

کروپوتکنسکایا اسٹریٹ کی ایک خاموش گلی کا وہ چھوٹا سا معمولی کمرہ اسے نہایت آرام دہ معلوم ہوا۔ اور اکثر رات کے وقت پاویل اپنے بستر پر لیٹا ہوا سوچتا رہتا کہ کیا سچ مچ اب ہسپتالوں سے اسکا ہمیشہ کےلئے پیچھا چھوٹ گیا ہے لیکن اسے بڑی مشکل سے اس بات پر یقین آتا تھا۔

تایا اب پوری پارٹی ممبر ہو گئی تھی۔ وہ بہت اچھی کارکن تھی اور اپنی ذاتی زندگی کے المیہ کے باوجود وہ کارخانے کے اچھے سے اچھے مزدوروں سے کم رفتار سے کام نہیں کرتی تھی۔ اس خاموش اور منکسر مزاج نوجوان عورت کو کارخانے کی ٹریڈیونین کمیٹی کا ممبر چنکر اسکے ساتھ کے مزدوروں نے اسکے لئے اپنی عزت کا ثبوت دیا۔ پاویل کو اپنی بیوی پر بڑا فخر تھا کہ وہ رفتہ رفتہ ایک سچی بالشویک بنتی جا رہی تھی اور اس وجہ سے وہ اپنی تکلیف زیادہ آسانی سے برداشت کر سکتا تھا۔

باژانووا کسی کام سے ماسکو آئی تھی اور وہ اس سے بھی ملنے آئی۔ وہ دونوں بڑی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ مستقبل قریب میں لڑنےوالوں کی صف میں دوبارہ واپس جانے کے بارے میں اسے اپنے منصوبے بتاتے وقت جیسے پاویل میں پھر زندگی آ گئی۔

باژانووا نے پاویل کی کنپٹی کے پاس سفید ہوتے ہوئے بالوں کو دیکھ کر نرمی سے کہا:

"میں دیکھتی ہوں کہ تم نے کافی مصیبتیں برداشت کی ہیں لیکن تمہارے جوش میں کسی قسم کی کمی نہیں آئی ہے۔ تم اس سے زیادہ اور کیا چاہتے ہو؟ مجھے اس بات کی بڑی خوشی ہے کہ تم نے اس کام کو شروع کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے جسکی تم پچھلے پانچ برسوں سے تیاری کررہے تھے۔ لیکن تم یہ کام کس طریقے سے کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟"

پاویل بڑے اعتماد کے ساتھ مسکرایا۔

"کل میرے دوست میرے لئے ایک قسم کا کارڈبورڈ اسٹینسل لا دینگے تاکہ لکھتے وقت سطریں ٹیڑھی نہ ہونے پائیں۔ اسکے بغیر میرے لئے لکھنا ناممکن تھا۔ بہت کافی سوچنے کے بعد مجھے یہ ترکیب سوجھی۔ دفتی کے سخت کناروں کی وجہ سے میری پنسل سیدھی سطر سے بہکنے نہیں پائیگی۔ یہ تو صحیح ہے کہ بغیر دیکھے ہوئے لکھنا بہت مشکل ہے لیکن ناممکن نہیں ہے۔ میں اسے آزما کر دیکھ چکا ہوں اسلئے میں جانتا ہوں۔ مجھے اسکی مشق کرنے میں کافی وقت لگ گیا لیکن اب میں خاصا سنبھال کر لکھنے لگا ہوں تاکہ حروف صاف ہوں اور عبارت پڑھی جا سکے۔"

اور اس طرح پاویل نے کام کرنا شروع کردیا۔

اس نے اپنے ذہن میں اولوالعزم اور سورما کوتوفسکی ڈویژن کے بارے میں ایک ناول کا خاکہ تیار کیا تھا۔ ناول کا نام خود بہ خود تجویز ہو گیا — "پروردۂ طوفان"۔

کرتے۔ میں تو نہیں سمجھتی کہ اس طرح ہر وقت لکھتے رہنا تمہارے لئے مفید ہے...،،

اپنی ماں کے اندیشوں پر وہ خوب جی کھول کر ہنستا اور اپنی بوڑھی ماں کو یقین دلاتا کہ اسکے فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اسکا دماغ ابھی خراب نہیں ہوا ہے۔

اسکی کتاب کے تین باب مکمل ہو گئے تھے۔ پاویل نے انہیں اپنے کوتوفسکی ڈویژن کے پرانے مجاہد ساتھیوں کے پاس انکی رائے معلوم کرنے کےلئے اودیسا بھیج دیا۔ اور تھوڑے ھی دن بعد اسے ایک خط ملا جس میں اسکی تصنیف کی بڑی تعریف کی گئی تھی۔ لیکن واپسی کے وقت وہ مسودہ ڈاک میں کہیں کھو گیا۔ چھه ماہ کی محنت پر پانی پھر گیا۔ اسکے لئے یہ ایک زبردست دھکا تھا۔ اسے بڑا افسوس هورها تھا کہ اس نے کتاب کی واحد نقل کیوں بھیج دی تھی۔ جب لیدینیف کو اس واقعے کی اطلاع ملی تو اسنے پاویل کو بہت برا بھلا کہا:

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم نے ایسی لاپرواھی کی حرکت کی کیسے؟ لیکن غم نہ کرو۔ جو ھونا تھا ھو گیا، اب پچھتانے سے کیا فائدہ۔ تم پھر سے اپنا کام شروع کرو۔،،

''لیکن انوکنتی پاولووچ! میری تو چھه مہینے کی محنت پر پانی پھر گیا۔ میں نے روز آٹھ آٹھ

اب اسکی تمام زندگی اس کتاب کی تصنیف کےلئے وقف تھی۔ رفتہ رفتہ سطریں صفحات کی شکل اختیار کرتی گئیں۔ وہ اپنے چاروں طرف کے ماحول سے بےخبر کام میں جٹا رہتا تھا۔ وہ تصورات کی دنیا میں کھو گیا تھا اور اپنی زندگی میں پہلی بار اسے تخلیق کی دشواریوں سے دوچار ہونا پڑا۔ اسے پہلی بار اسکا احساس ہوا کہ فنکار کو کتنی سخت مایوسی ہوتی ھے جب ایسے واضح اور ناقابل فراموش مناظر جنہیں وہ بڑی آسانی سے تصور کرسکتا ھے کاغذ پر منتقل ہوتے ھی بےجان اور پھیکے معلوم ہونے لگتے ھیں۔

اسے اپنی تحریر کا ایک ایک لفظ زبانی یاد رکھنا پڑتا تھا۔ ذرا سے بھی خلل سے اسکے خیالات کا تسلسل ٹوٹ جاتا تھا اور اسکے کام کی رفتار دھیمی پڑ جاتی تھی۔ اپنے بیٹے کا کام دیکھ کر ماں کے دل میں طرح طرح کے اندیشے پیدا ہونے لگے تھے۔

کبھی کبھی اسے پورے پورے صفحات اور باب کے باب اپنی یادداشت سے زور زور سے پڑھنا پڑتے تھے اور ایسے ھی موقعوں پر اسکی ماں کو کبھی کبھی یہ ڈر ہونے لگتا تھا کہ اسکے بیٹے کا دماغ خراب ہوتا جا رہا ھے۔ کام کرتے وقت اسے پاویل کے پاس آنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی لیکن فرش پر گرے ہوئے صفحات کو سمیٹتے وقت وہ دبی زبان سے اتنا ضرور کہتی تھی:

”بیٹا پاویل، تم کوئی دوسرا کام کیوں نہیں

هو گئی اور ایک مہینے میں اتنا کام پورا ہو گیا کہ پاویل کو خود بڑی حیرت ہوئی ۔ گالیا کی پرجوش شرکت اور ہمدردی کی وجہ سے پاویل کو بڑی مدد ملی ۔ اسکی پنسل بڑی روانی سے کاغذ پر سرسراتی رہتی تھی اور جب کبھی کوئی ٹکڑا اسے بہت پسند آتا تھا تو وہ اسے کئی بار پڑھتی تھی اور پاویل کی کامیابی پر اسے دلی خوشی ہوتی تھی ۔ اس گھر میں شائد وهی اکیلی ایسی تھی جسے پاویل کے کام پر اعتماد تھا ۔ باقی لوگ سوچتے تھے کہ اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلیگا اور پاویل محض اپنے اوپر عائدشدہ بیکاری کے لمحات کو پر کرنے کےلئے یہ سب کچھ کر رہا ہے ۔

لیدینیف کسی کام سے کچھ عرصے کےلئے شہر سے باہر گیا ہوا تھا ۔ ماسکو واپس لوٹنے پر اس نے کتاب کے پہلے چند باب پڑھے اور کہا :

"دوست، اسی طرح اپنا کام جاری رکھو ۔ مجھے کوئی شبہہ نہیں ہے کہ فتح تمہاری هی هوگی ۔ کامریڈ پاویل، جلد هی تمہیں مسرتوں کا خزانہ مل جائیگا ۔ مجھے پکا یقین ہے کہ لڑنےوالوں کی صفوں میں واپس پہنچنے کا تمہارا خواب جلد هی پورا ہو جائیگا ۔ میرے بچے، همت نہ هارنا ۔"

وہ بوڑھا اس بات پر نہایت مطمئن ہوکر وہاں سے گیا کہ پاویل میں کام کرنے کا اتنا جوش باقی ہے ۔

گالیا پابندی کے ساتھ آتی رهی اور اسکی پنسل بڑی روانی سے کاغذ پر دوڑتی ہوئی ناقابل فراموش

گھنٹے کی سخت محنت کے بعد وہ مسودہ تیار کیا تھا۔ لعنت ہے ان حرام خوروں پر!،،

لیدینیف نے اپنے دوست کو تسلی دینے کی پوری کوشش کی۔

نئے سرے سے کام شروع کرنے کے علاوہ چارہ کیا تھا۔ لیدینیف نے اسکے لئے کاغذ لا دیا اور مسودہ ٹائپ کرانے کا بھی انتظام کرا دیا۔ چھه هفتے بعد پہلا باب دوبارہ لکھ کر تیار ہو گیا۔

جس گھر میں کورچاگن رهتا تھا اسی میں الیکسیئف نام کا ایک خاندان بھی رهتا تھا۔ اس خاندان کا سب سے بڑا بیٹا الیکساندر شہر کے کمسومول کی ایک ضلع کمیٹی کا سکرٹری تھا۔ اسکی بہن گالیا جو اٹھارہ سال کی ایک چنچل سی لڑکی تھی فیکٹری ٹریننگ اسکول میں تعلیم پاتی تھی۔ پاویل نے اپنی ماں کے ذریعے اس سے دریافت کرایا که کیا وہ ''سکرٹری،، کی حیثیت سے اسکی مدد کر سکتی ہے۔ گالیا فوراً راضی هو گئی۔ وہ اسی دن نہایت خوشگوار انداز میں مسکراتی هوئی آئی اور اسے یه جان کر بڑی مسرت هوئی که پاویل ایک ناول لکھ رہا تھا۔

''کامریڈ کورچاگن، آپکی مدد کرنے میں مجھے عین مسرت هوگی،، اس نے کہا۔ ''میں اپنے پاپا کےلئے اجتماعی رهایشی مکانوں میں صفائی رکھنے کے بارے میں جو بےرنگ گشتی چٹھیاں لکھتی هوں اسکے مقابلے میں تو یه کام کہیں زیادہ دلچسپ هوگا۔،،

اس دن سے پاویل کے کام کی رفتار بہت تیز

اور اسی قسم کے دوسرے سیدھے سادے نرم اور لطیف جذبات تھے جنکے محسوس کرنے کا اسکے علاوہ سب کو حق تھا۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ اگر وہ ان میں سے کسی کا بھی شکار ہوا تو نتائج بہت المناک ہونگے۔

تایا شام کو جب بہت دیر سے فیکٹری سے گھر لوٹ کر آتی تو پاویل کو کام میں مصروف پاتی اور دبی زبان میں اپنی ساس ماریا یاکوولیونا سے مختصر سی گفتگو کرکے وہ سونے چلی جاتی تھی تاکہ پاویل کے کام میں خلل نہ پڑے۔

آخرکار آخری باب بھی مکمل ہو گیا۔ اسکے بعد چند دن تک گالیا کتاب زور زور سے بڑھ کر پاویل کو سناتی رہی۔

کل مسودہ پارٹی کی صوبائی کمیٹی کے تہذیبی محکمے کے پاس لینن گراد بھیج دیا جائیگا۔ اور اگر کتاب وھاں منظور کرلی گئی تو وہ ناشروں کے پاس بھیج دی جائیگی — اور پھر ...

اس خیال کے آتے ھی فکر و اشتیاق کے ملے جلے جذبات کی وجہ سے اسکے دل کی دھڑکن تیز ھو گئی۔ اگر اس میں اسے کامیابی حاصل ھوئی تو اسکی نئی زندگی کی ابتدا ھو جائیگی، ایک ایسی زندگی کی جو اس نے برسوں کی مسلسل اور سخت محنت کے بعد حاصل کی تھی۔

اس کتاب کی تقدیر پر خود پاویل کی تقدیر کے فیصلہ کا انحصار تھا۔ اگر مسودہ نامنظور کر

ماضی کے مناظر کو پھر زندہ کرتی گئی۔ جتنی دیر پاویل اپنے خیالات میں کھویا ہوا لیٹا رہتا اور ماضی کی یادوں کے سیلاب میں بہنے لگتا اتنی دیر گالیا اسکی کانپتی ہوئی پلکوں کو دیکھتی رہتی، جو خیالات اسکے ذہن میں تیزی سے گذرتے ہوتے انکا عکس آنکھوں میں صاف نظر آتا تھا۔ اس بات پر یقین نہیں آتا تھا کہ وہ آنکھیں جنکی صاف اور بےداغ پتلیاں زندگی سے اتنی بھری ہوئی تھیں دیکھنے سے لاچار تھیں۔

دن بھر کا کام ختم ہو جانے پر وہ لکھا ہوا تمام حصہ پڑھ کر سناتی تھی اور پاویل اپنی پیشانی پر بل ڈالے ہوئے بڑے غور سے سنتا رہتا تھا۔

''کامریڈ کورچاگن، آپ کی پیشانی پر بل کیوں ہیں؟ یہ ٹکڑا تو اچھا ہے، ہے نا؟''

''نہیں، گالیا، یہ برا ہے۔''

جو صفحات اسے پسند نہیں آتے تھے انہیں وہ خود دوبارہ لکھتا تھا۔ اسٹینسل کی پتلی سی پٹی کی وجہ سے اسکے کام میں بڑی دشواری ہوتی تھی اور کبھی کبھی تو وہ جھنجھلا کر لکھنا بند کر دیتا تھا۔ اور پھر اپنی زندگی سے نالاں اور خفا ہوکر، کہ اس نے اسکی بینائی چھین لی تھی، وہ پنسل توڑ دیتا تھا اور اپنے ہونٹوں کو اتنے زور سے کاٹتا تھا کہ خون نکل آتا تھا۔

جیسے جیسے کام ختم ہونے کے قریب آتا گیا ممنوع جذبات اسکی محتاط قوت ارادی کی حدیں توڑ کر اکثر اس پر غالب آنے لگے۔ یہ ممنوع جذبات غم

اور اسے یہی جواب دینا پڑتا تھا: ''ھاں، مجھے پورا یقین ھے کہ میں نے ھر ممکن کوشش کرلی ھے!''

آخرکار جب انتظار کا کرب تقریباً ناقابل برداشت حد تک پہنچ گیا تو ایک دن اسکی ماں، جسکی امید و بیم کی ذھنی کشمکش اپنے بیٹے سے کسی طرح کم نہیں تھی، کمرے میں بھاگتی ھوئی داخل ھوئی اور چلائی:

''لینن گراد سے خبر آئی ھے!''

صوبائی کمیٹی کا تار آیا تھا۔ تار کے فارم پر ایک مختصر سا پیغام لکھا ھوا تھا: ''ناول بہت ھی پسند کیا گیا۔ ناشروں کو بھیج دیا گیا ھے۔ کامیابی کےلئے مبارک باد۔''

اسکا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اس کی برسوں کی مراد پوری ھو گئی تھی۔ فولادی شکنجہ ٹوٹ کر چور چور ھو گیا تھا اور اب ایک نئے ھتھیار سے مسلح ھوکر وہ پھر لڑنےوالوں کی صفوں میں اور زندگی میں واپس آ گیا تھا۔

۱۹۳۰ء تا ۱۹۳۴ء

دیا گیا تو اسکی تمام امیدیں ہمیشہ کےلئے ختم ہو جائیں گی۔ لیکن اگر اسکے برخلاف اسکے کچھ جزو خراب ثابت ہوئے اور انکی خامیاں تھوڑی سی محنت سے درست کرنا ممکن ہوا تو وہ ایک بار پھر نئے سرے سے دشواریوں پر یلغار کریگا۔

اسکی ماں مسودے کا پارسل ڈاک‌خانے لے گئی۔ اور اسکے بعد مضطربانہ اور مشتاقانہ انتظار کا زمانہ شروع ہوا۔ پاویل نے اپنی زندگی میں پہلے کبھی امید و بیم کی اس کربناک کیفیت میں کسی خط کا انتظار نہیں کیا تھا۔ اسکا تمام وقت صبح اور شام کی ڈاک کے انتظار میں گذرنے لگا۔ لیکن لینن گراد سے کوئی اطلاع نہیں آئی۔

ناشروں کی اس طویل خاموشی سے، اسکی تشویش اور بڑھتی گئی۔ دن به دن شکست کا اندیشه بڑھتا هی گیا اور پاویل نے یه تسلیم کر لیا که اگر اسکا مسوده نامنظور کر دیا گیا تو اسکی کمر همیشه کےلئے ٹوٹ جائیگی۔ اور وہ اسے برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ پھر اسکے پاس زندہ رہنے کا کوئی جواز نہیں رہ جائیگا۔

ایسے موقعوں پر اسے سمندر کے کنارے کی پہاڑی‌والے پارک کی یاد آتی تھی اور وہ بار بار اپنے آپ سے وهی سوال کرتا تھا:

”کیا تم نے اس فولادی جال کو توڑکر باهر نکلنے اور لڑنے‌والوں کی صفوں میں دوبارہ پہنچنے کی اور اپنی زندگی کو بامصرف بنانے کی پوری کوشش کر لی هے؟“

## پڑھنے والوں سے

"رادوگا" اشاعت گھر آپ کا بہت شکر گذار ہوگا اگر آپ ہمیں اس کتاب، اس کے ترجمے، ڈیزائن اور طباعت کے بارے میں اپنی رائے لکھیں۔ اس کے علاوہ بھی اگر آپ کوئی مشورہ دے سکیں تو ہم ممنون ہوں گے۔


ہمارا پتہ : زوبوفسکی بلوار، نمبر ۱۷،
ماسکو، سوویت یونین

17, Zubovsky Boulevard, Moscow, USSR

”رادوگا،، اشاعت گھر سے شائع ہونےوالی کتاب

بورس پولیوائے ”چراغ جلتا رہا،،۔

*ПОЛЕВОЙ Б. Повесть о настоящем человеке.*

۱۹۴۱ء کے جاڑوں میں، ہٹلری جرمنی کے خلاف سوویت عوام کی حب‌الوطنی کی جنگ عظیم کے شروع میں ایک غیرمساوی فضائی لڑائی کے وقت فاشسٹوں نے سوویت ہواباز الکسئی ماریسیئف کے ہوائی جہاز کو مار گرایا۔ زخمی، بھوکا، سردی سے تقریباً یخ بستہ وہ اپنے لوگوں کی جانب ۱۸ دن تک پیٹ کے بل چلتا رہا... ہسپتال میں ماریسیئف کی دونوں ٹانگیں کاٹ دی گئیں۔ ماریسیئف نے محاذ جنگ پر واپس جانے کے لئے سخت جدوجہد کی اور وہ کامیاب ہوگیا۔ وہ جنگ کے آخری دن تک لڑتا رہا۔ جنگی کارناموں کے صلے میں ماریسیئف کو سوویت یونین کے ہیرو کا اعلی خطاب عطا کیا گیا۔ وہی اس افسانے کا خاص کردار ہے۔

اب الکسئی ماریسیئف ایک مشہور سماجی کارکن اور تاریخ داں ہیں۔ اس کتاب کے پیش لفظ میں انھوں نے بتایا ہے کہ یہ کتاب کیسے لکھی گئی تھی۔

''رادوگا،، اشاعت گھر سے شائع ہونے والی کتاب

''بادبان،، ـ جدید سوویت کہانیوں کا مجموعہ ـ

*ПАРУСА. Рассказы советских писателей. Сборник*

یه مجموعه ایسے مقبول سوویت ادیبوں کی ۱۲ اچھی کہانیوں پر مشتمل ھے جو سوویت یونین کی برادرانه قوموں کے نمائندے کہے جا سکتے ھیں ـ اس میں برف‌پوش سوویت چکوتک، دھوپ سے نہائی ھوئی مولداویا، قرغیزیا کے استیپی میدانوں کے مناظر کی تصویرکشی ملتی ھے ـ لینن انعام یافته چنگیز آئتماتوف نے قارئین کے لئے اس کتاب کے مقدمے میں لکھا ھے: ''اس مجموعے کی کہانیوں کا مقصد قارئین کو ھماری زندگی، ھمارے لوگوں کے بارے میں بتانا ھے ـ اس کے مصنف نوع بنوع ھیں، وہ زندگی کو مختلف طریقوں سے دیکھتے اور محسوس کرتے ھیں اور ان کے لکھنے کا اپنا رنگ ھے ـ جو بات ان میں مشترک ھے وہ ھے انسان سے ان کی محبت ـ،،

انسان کی سب سے قیمتی دولت اس کی زندگی ہے۔ اور جینے کے لئے اسے صرف ایک ہی زندگی عطا کی جاتی ہے۔ اسے اپنی زندگی اس طرح گذارنی چاہئیے کہ آئندہ چل کر اسے بےمصرف گذارے ہوئے ایام کے لئے کربناک پشیمانی اور تاسف نہ ہو، اسے اپنے ذلیل اور حقیر ماضی پر شدید شرمندگی سے دوچار نہ ہونا پڑے، اور مرتے وقت وہ کہہ سکے: میں نے اپنی تمام زندگی، اپنی تمام قوت دنیا کے سب سے اعلی مقصد کے لئے، انسان کی نجات کی جدوجہد کے لئے، وقف کر دی۔